فہرست سورتہائے تفسیر فتح العزیز سیپارۂ تبارک

سورۃ الملک [1] سورۃ النون [35] سورۃ الحاقہ [100] سورۃ المعارج [147] سورۃ النوح [180] سورۃ [illegible] [236]

سورۃ المزمل [294] سورۃ المدثر [324] سورۃ القیامہ [390] سورۃ الدھر [419] سورۃ المرسلات [461]

فہرست فوائد تفسیر فتح العزیز سیپارۂ تبارک

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ان چیزونکا بیان جو بادشاہ حقیقی کے لایق ہین	۴	مسئلہ شرعی	۷۱
دس فکرونکا بیان	۶	عرب کی سلطنت کی مدت	۷۵
نوع انسان کے کارخانے کی ایجاد کا بیان	۸	غیر اللہ کے پوجنے والون کا حال قیامت کے دن	۸۲
رجم شیاطین کے طریقہ کا بیان	۱۵	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۸۵
علماء دین اور عربیت والون کے سوال اور جواب	۲۱	لا الٰہ الا انت سبحانک کے پڑھنے کا طریق	۹۴
نام ان لوگون کے جو پہلے ایمان لائے ہین	۲۵	چشم زخم یعنے نظر لگ جانے کی روایت	۹۶
حرف نون کا جو سورت کے اول مین واقع ہی اسکا بیان	۳۹	نظر کی دعا اور دوسری ترکیب اسکے دفع کی	۹۷
دریا کے پانی بڑھنے گھٹنے کا سبب	۴۰	نفوس انسانی کی تاثیر دو قسم کی ہوتی ہی	۹۹
پہلا قصہ آپکی دانائی کا اور پانچ دوسرے	۵۱	فرعون کے ظلمونکا بیان جو بنی اسرائیل پر کرتا تھا	۱۱۲
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بیان	۵۷	بیان بادشاہون کے لقب کا	ایضاً
وعظ شرعی	۶۴	مدین نام ہی حضرت ابرہیم علیہ السلام کے بیٹے کا	[illegible]
مدارات اور مداہنت کے معنونکا بیان	ایضاً	حضرت شعیب علیہ السلام کے قوم کے گناہونکا شمار	[illegible]
بدعتیون کے ساتھ دوستی رکھنا اور ان کی صحبت مین بیٹھنا نچاہیئے	۶۴	بیان ان گناہونکا جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم مین رائج تھے	۱۱۴
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مین قسم کی کثرت کی وجہ	۶۶	حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا بیان	۱۱۷
ضروان کے باغ والون کا قصہ	۷۰	آنحضرت کے اہلبیت کے مناسبت کی وجہ حضرت	[illegible]

مضمون	صفحہ
نوح علیہ السلام کے کشتی کے ساتھ	۱۲۰
سور کی شکل کا بیان اور جو کلام پھونکنے کے وقت اس مین سے نکلے گا	۱۲۳
مسنون روزون کا بیان	۱۲۴
بہشتیون کے دستاویز کی شرح	ایضاً
مسئلہ شرعی	۱۲۷
خلق اللہ کے ساتھ احسان کرنا کافرون کا انکے عذاب کی تخفیف کا سبب پڑے گا	ایضاً
جتنے فعل اور تاثیرین عالم مین ہین وے سب تین چیز کے واسطے سے ظہور کرتی ہین	۱۵۰
متعہ کی قباحتون کا بیان	۱۶۷
جو عورتین حرام ہین ان کا بیان اور جو جو طریقے شہوت رانی کے شریعت مین درست نہین انکا بیان	۱۷۱
امانت کی قسمون کا بیان	۱۷۲
نماز کے مفسدات اور مکروہات کا بیان	۱۷۴
کرامت اور رذالت کا بیان	۱۷۵
حرص اور بے صبری انسان کی خلقت مین زیادہ کر دینے کا بیان	۱۷۸
حضرت ادریس علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد بت پرستی ہونیکا سبب جسکے واسطے حضرت نوح علیہ السلام بھیجے گئے	۱۸۳
داعیان الی اللہ کے سلوک کے طریق کا بیان	۱۸۶
حضرت نوح علیہ السلام کی مناسبت کا بیان	۱۹۸
خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ	۱۸۸
اجل مبرم اور اجل معلق اور اجل وہمی کا بیان	۱۹۵
جو پیغمبرون کے مقابلے مین کافر مکر کرتے ہین انکا بیان	۲۱۱
گنہگار نافرمانوں کو قبر کے عذاب سے خلاصی نہین ہے	۲۱۹
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح آدمیون کے نبی تھے اسیطرح جنون کے بھی نبی تھے	۲۳۱
فایدہ غریبہ	۲۳۷
حق تعالی کا کوئی نہ جزو اور شریک ہوسکے نہ اسکی ضد	۲۴۵
بیمار ہین لوگ جنون کے واسطے کھانا بھی مقرر کرتے ہین	۲۴۶
جنات کے ضرر سے بچنے کی دعا اور انسے مدد طلب کرنے کی ممانعت	۲۴۸
جن بھی مذاہب مختلف رکھتے ہین	۲۵۶
بہت جن بھی صحابیت کے درجہ کو پہنچے ہین	۲۷۲
ابلیس کے پڑپوتے کی حکایت	۲۷۴
جو جن صحابہ ہین انکے نام	۲۷۵
کافر جنون کے فرقون کا بیان	ایضاً
ملحدون کے اعتراض کا جواب	۲۷۷
استقامت کی مدح	۲۷۹
مسجد کے لفظ کی تحقیق	۲۸۰
لوگ اپنی نافہمی سے دنیا کے مقدمون مین زاہدون کی طرف رجوع کرتے ہین	۲۸۳
تحریف کہتے ہین حق بات کو باطل کیطرف پھیرنے کو	۲۸۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شیطانی وحی سے مراد اس کا وسوسہ ہے	۲۹۰	قیامت کے دن شفاعت کرنیوالون کا بیان	ایضاً
اشکال کا جواب	ایضاً	آدمی کے نفسون کی قسمون کا بیان	۳۹۴
ترتیل کا بیان	۲۹۹	سورہ قیامت کے نازل ہونے کا سبب	۳۹۶
پیر پرستون کے شبہہ کا بیان	۳۰۲	ان چیزونکا بیان جنکی تقدیم یا تاخیر مناسب ہے	۴۰۰
آدھی رات پچھلی کے خاص ہونیکی وجہہ	۳۱۰	قیامت کے دن آدمی اپنے عملون پر آگاہ ہی	
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف کا بیان	۳۱۲	آگاہی تین مرتبے ہوگی	۴۱۳
تبتیل کے طریقہ کا بیان	۳۱۶	علم کے تعلیم کا طریقہ	۴۰۵
توکل کے تین مرتبے ہین	۳۱۹	اللہ تعالے کی رویت کی حقیقت کا بیان	۴۰۸
ایذا تین قسم کی ہوتی ہے	۳۲۲	انسان کے مبتلا کی وجہہ	۴۲۶
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کافرون سے		کیمیا کے ہوسون کی برائی	۴۳۱
ایذا دی تھی اسکی تفصیل	ایضاً	سورہ دہر کے نازل ہونے کا سبب	۴۳۷
رافضیون کے غرابیہ فرقے کے اعتقاد کا بیان	۳۲۳	مسئلہ شرعی نذر کے بیان مین	۴۳۸
ہجر جمیل کا بیان	۳۲۵	نذر طاعت کی قسم مین درست ہے نہ	
قرآن شریف کے ختم کے طورونکا بیان	۳۳۶	گناہ مین	۴۴۶
قرض دینے کا ثواب صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے	۳۴۴	کھانا کھلانا مسکین اور یتیم اور قیدیکو عبادت	
ولید پلید کا حال	۳۵۸	ہے او مسکین مسلمان ہو یا کافر لیکن زکوۃ اور نذر	
ولید کے بیٹون کے نام	۳۵۹	اور کفارہ کافر کو دینا درست نہین ہے	ایضاً
کفر کی قسمون کا بیان	۳۶۱	جو چیزین بہشت مین پینے کے واسطے	
قریش کے سردارونکے نام	۳۶۲	مقرر ہین ان کا نام	۴۵۲
دوزخکے موکلون کی شکل اور صورت کا بیان	۳۶۹	سات مطلب عمدہ جو سورہ دہر مین	
للہ کھانا کھلانیکا ثواب ان شرطون پر موقوف ہے	۳۸۲	مذکور ہین انکا بیان	۴۵۳
بدصحبت کی آفتون کا بیان	۳۸۴	پیٹ کے اندر بچہ پیدا ہونے کا	
قیامت کے دنکے واقعون کا بیان	۳۸۵	بیان	۴۷۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا وشفیعنا ونبینا محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین بعد حمد اور نعت کے فقیر سراپا تقصیر قلیل البضاعۃ عدیم الاستطاعۃ خادم علماء زمان احقر العباد محمد حسن خان مصطفےٰ آبادی عفی اللہ عنہ برادران دیندار اور محبان تقوی شعار کی خدمت مین عرض کرتا ہی کہ قبل اسکے سنہ ۱۲۶۱ ہجریہ مقدسہ مین تفسیر فتح العزیز کے عم کے سیپارہ کا ترجمہ بموجب حکم منہل جود وسخا منبع فیض وعطا محسن دوران فیاض زمان قدردان علماء وشرفا جناب ناوخدا محمد علی بن محمد حسین صاحب مرحوم روگھے دامت حسناتہم کے ہندی زبان مین ہوکر چھاپا گیا تھا اور حق تعالے کے کرم اور فضل سے مرغوب طبع ہر خاص اور عام کے ہوا بلکہ اسکو دیکھکے ہر شخص کو تبارک کی سیپارہ کی تفسیر کا اشتیاق پیدا ہوا کہ کسیطرح یہہ بھی ہندی مین ہوکر چھپے سو انکی خواہش کے سبب سے جناب ناوخدا صاحب ممدوح کو منظور نظر ہوا کہ تبارک کے سیپارہ کی تفسیر بھی ہندی مین ترجمہ ہوکر چھپے الحمد للہ کہ جناب ممدوح کے اشارہ اور حسن نیت کے بموجب اس سیپارہ کی تفسیر نے بھی لباس اردو کا پہنا اور سنہ ۱۲۶۴ ہجریہ مقدسہ مین مطبع محمدی مین چھپکر اختتام کو پہنچا تھا لیکن الحال بہ باعث عدم طبع اور کثرت شایقین یہہ تفسیر مذکور بہت نایاب وکمیاب تھی سو برائے فیض عام واجر تام بندہ درگاہ کریم قاضی ابراہیم بن قاضی نور محمد ساکن پلبندر نے بشراکت نور الدین بن جیوا خان معمورہ بمبئی مطبع حیدری مین حلیہ طبع سے آراستہ کیا اب حقتعالی جمیع مسلمانونکو توفیق عمل کی عطا کرے **فائدہ** معلوم کیا چاہیئے کہ اس ترجمہ مین بھی کئی چیزونکی رعایت کیگئی ہے اسکا دریافت کرنا مطالعہ کرنیوالونکے واسطے ضروری ہی اول یہہ کہ یہہ ترجمہ لفظاً بلفظاً نہین ہی بلکہ ہندی محاورے کے موافق ہی تاکہ مطلب آسانی سے سمجھا جاوے دوسری یہہ کہ اصل مضمون مین زیادتی اور کمی نہین ہوئی ہی تاکہ اعتبار سے خارج ہووے لیکن کسی مجمل مضمونکی توضیح مین ایک دو کلمے بڑہ گئے ہین تیسری یہہ کہ جہان کوئی مطلب دقیق اور مشکل آگیا ہی جسکا سمجھنا کسی دوسرے علم پر موقوف ہی جیسے کوئی قاعدہ علم ریاضی یا حکمت کا . تو اسکا فقط ترجمہ کردیا ہی اسواسطے کہ اسکا سمجھنا بغیر اس علم کے مصطلحات دریافت کرنے کے ہو نہین سکتا اور اسکی تشریح فیما نحن فیہ سے خارج ہی اسواسطے کہ یہان قرآن شریف کی تفسیر عوام فہم منظور ہی نہ حکماء کے قاعدونکی تحقیق چوتھی یہہ ہی یہہ ترجمہ کلکتے کی چھپی ہوئی فارسی تفسیر عزیزیہ کی عبارت کے موافق ہی اسواسطے کہ وہان کے علماء نے اسکو بہت تصحیح سے چھاپا ہی فقط اب دیندار بھائیونکی خدمت مین ایک عرض ہی کہ اسکو ملاحظہ فرمانیکے وقت اگر کوئی بھول چوک نظر مین آوے تو اپنی والاہمتی سے اسکی اصلاح مین دریغ نفرماوین کہ اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ قول مشہور ہے کہ کوئی بشر بھول چوک سے خالی نہین ہی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وصلی اللہ

ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه
قاضی ابراہیم و نور اللہ کے اہتمام سے سنہ ۱۲۷۹ میں چھپکر اختتام کو پہنچا

سورۃ الملک اسمین تیس ۳۰ آیتین اور تین سو پینتیس ۳۳۵ کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حرف ہین اور اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے مین اختلاف ہی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہی کہ یہہ سورت مکی ہی اور الم تنزیل السجدہ کے بعد مکے مین نازل ہوئی ہی اور اسکے بعد سورہ حاقہ اور سورہ معارج نازل ہوئی ہی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابیون کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ سورت مدنی ہی اور اسمین تیس ۳۰ آیتین ہین موافق صحیح حدیث کے جو صحاح مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سورت ہے حق تعالی کی کتاب سے جسکی کل تیس آیتین ہین ایک شخص گنہگار کی شفاعت مین اسقدر اصرار اور ہٹ کیا کہ اس کو جہنم کے گڑھے سے نکال کر بہشت مین داخل کیا اور وہ سورت تبارک الملک ہی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین دوست رکھتا ہون اس بات کو کہ یہہ سورت ہر مسلمان کے دل مین ہووے یعنے اس سورت کو چاہیئے کہ ہر مسلمان یاد کرے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوا ہی کہ مردے کو جب قبر مین رکھتے ہین اور عذاب کے فرشتے آتے ہین تو یہہ سورت اس مردے کی حمایت کرتی ہی اور ان فرشتون کو منع کرتی ہی اگر وے پانوٴن کی طرف سے ارادہ آنیکا کرتے ہین تو ادھر سے انکو منع کرتی ہی اور کہتی ہی کہ

مین ادہر سے تمکو آنے نہ دونگی اسواسطے کہ اس شخص نے کھڑے ہوکر مجھکو نماز مین پڑھا تھا پھر اگر وے سر کے
طرف سے ارادہ آنیکا کرتے ہین تو ادہر سے بھی منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اس شخص نے مجھکو اس منہہ سے
پڑھا ہے سو مین تمکو اسطرف سے بھی آنے نہ دونگی اور اسیطرح داہنے اور بائین سے بھی منع کرتی ہے اور کہتی
ہے کہ ان دونون طرف سے بھی تمکو آنے نہ دونگی اسواسطے کہ اس شخص نے اپنے سینے مین مجھکو یاد رکھا ہے اور
حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ عشا کی نماز کے بعد اس سورت کو دو رکعت نفل مین بیٹھکے پڑھا کرتے تھے
اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب کو سونے کے پہلے اس سورت کو ضرور
پڑھتے تھے اسیواسطے اس سورت کا نام حدیث شریف مین مانعہ اور منجیہ اور وافیہ آیا ہے اسواسطے کہ اپنے
پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے بچاتی ہے اور نجات بخشتی ہے اور قیامت کے ہول اور صدمون سے محفوظ
رکھتی ہے اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ تحریم سے یہہ ہے کہ سورۂ تحریم مین گھر کے انتظام اور
بندوبست کی شرطین بیان ہین کہ آدمی کو اپنی عورتون اور گھروالون کے ساتھ کس طرح گذران کرنا
چاہیئے اور اگر اسکے اہل وعیال کسی گناہ مین مبتلا ہون اور دوزخ والون کے کام کرنا شروع کرین تو اس
شخص پہ لازم ہے کہ انکو اس بدراہ سے روکے اور اس راہ پر چلنے نہ دے اور اس سورت مین خدائی اور بادشاہی
کے دستور اور آئین مذکور ہین اس سورت مین ایک گھر کی ریاست کا انتظام مذکور ہے اور اس سورت مین تمام
جہان کی ریاست کا انتظام مذکور ہے اور ادنی سے اعلی کی طرف ترقی کرنیکا قاعدہ اسی بات کو چاہتا ہے کہ
وہ سورت پہلے ہو اور یہہ اسکے بعد ہو اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین دوزخ کی آگ کی صفت اس مضمون سے
بیان فرمائی ہے کہ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ یعنے ایندہن دوزخ کا آدمی ہین اور پتھر اور عَلَيْهَا
مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ یعنے اس دوزخ پر مقرر ہین بے رحم اور سخت
فرشتے بیحکمی نہین کرتے اللہ تعالی کی جو حکم کرے ان کو اور اس سورت مین اس مضمون کو اس طور سے بیان
فرمایا ہے کہ اِذَا اُلْقُوا فِيْهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ یعنے جب ڈالے جاوینگے اسی دوزخ
مین سنینگے اس کی آواز اور وہ جوش مین ہوگی اور یہہ بھی مذکور ہے کہ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ
یعنے پوچھینگے نگہبان دوزخ کے کیا نہین آیا تھا تم پاس کوئی ڈرانے والا اور یے دونو مضمون

آپسمین بہت قریب ہین اور اس سورت مین مذکور ہے کہ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْہَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ یعنے جب چھپاکر کہی نبی نے کسی اپنی بی بی سے ایک بات پھر جب اسنے خبر کردی اسکی اور جتادیا اللہ نے نبی کو اور اسی سورت مین مذکور ہے کہ وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِاجْہَرُوْا بِہٖ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یعنے چھپاکر کہو اپنی بات یا ظاہر کرکے کہو مقرر وہ جانتا ہے سینون کی بات کو اور اس سورت مین مذکور ہے کہ وَاِنْ تَظَاہَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوْلٰىہُ یعنے اگر غلبہ کروگے تم دونون اسپر تو اسکا مولا یعنے کام بنانیوالا اللہ تعالیٰ ہے اور اس سورت مین مذکور ہے کہ قُلْ ہُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِہٖ وَعَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا یعنے تو کہہ وہ معبود رحمن ہے اسیکا ایمان لائے ہم اور اسی پر بھروسا کیا ہمنے اور یہہ بھی اسی سورت مین مذکور ہے کہ اپنی جورو کی خاطرداری کے واسطے اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو کیون اپنے اوپر حرام کیا تو نے اور اس سورت مین مذکور ہے کہ سلطنت اور حکومت سچی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پھر اسکے حکمون کے بدلنے مین دوسرون کی پیروی کرنا نچاہئے اسواسطے کہ حکم کرنا بادشاہون کے واسطے خاص ہے کسی کی خاطر کے واسطے بادشاہون کے حکم کے خلاف کرنا ہرگز درست نہین ہے اب اسی پر قیاس کرکے اگر مناسبت کی وجہون کو ڈھونڈھیے تو بہت نکل سکتی ہین اور اس سورت کا نام سورت الملک اسواسطے رکھا ہے کہ اس مین جو جو چیزین حقیقی بادشاہت کیواسطے لایق ہین انکو اس مالک الملک علی الاطلاق کیواسطے ثابت کیا ہے اور وے بہت سی چیزین ہین چنانچہ خیرات کی کثرت اور انعام اور احسان کی زیادتی سو یہہ تبارک کے لفظ سے بوجھی جاتی ہے اور دوسری قدرت کا عام ہونا یعنے سب چیز کو شامل ہونا یہانتک کہ مارنا اور جلانا بھی اختیار مین ہو جو کسی بادشاہ کی قدرت اور اختیار مین نتھا سو یہہ مضمون وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے لفظ سے اور خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ کی لفظ سے بوجھا جاتا ہے اور تیسری اپنی رعایا کے اور منصبداروں اور ملک کے حاکمون کے کامون سے باخبر رہنا کہ یہہ بھی سلطنت کے لوازمون سے ہے سو یہہ بات لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کی لفظ سے اور اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کی لفظ سے بوجھی جاتی ہے اور چوتھی غلبہ اور عزت اور مرتبہ ہونا سو عزیز کی لفظ اسپر دلالت کرتی ہے پانچوین بخشش اور گناہون کا معاف کرنا جو غفور کی لفظ سے بوجھا جاتا ہے چھٹی اپنے اہل کارون اور غلامون اور نوکرون کے واسطے بڑے بڑے عالیشان مکان تیار کرنا سو یہہ مضمون خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مین پایا جاتا ہے

ساتوین اپنی رعایا مین کسیطرح کی کمی بیشی اور تفاوت نکرنا جو مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ کے مضمون سے بوجھا جاتا ہی آٹھوین اپنے مملکت کے شہرون کو آراستہ کرنا اور شیشے بندی اور روشنی کرکے زینت دینا سو یہہ بات اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ کے مضمون سے بوجھی جاتی ہی نوین دشمنون کے مقابلے کے واسطے لڑائی کا سامان جیسے توپ بندوق گولہ باروت قیدخانہ پیادے تیار رکھنا سو یہہ مضمون وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ اور وَسَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ مین پایا جاتا ہی دسوین بہت سے اسباب سرفرازی اور رحمت کے اپنے دوستون اور فرمانبردارون کے واسطے تیار رکھنا جو اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ کی آیۃ سے بوجھا جاتا ہی اور ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ مین پے درپے تین آیتون تک یہی دونون مضمون تاکید کے طور پر بوجھے جاتے ہین گیارھوین وحشی اور پالو جانورون کو توشخانہ مین رکھنا سو یہہ مضمون اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ سے بوجھا جاتا ہی بارھوین ملک مین امن اور غلہ کی ارزانی اور رزق اور روزینے اور درماہے اور رسالیانے کی وسعت اور کشادگی کرنا سو یہہ مضمون ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ مین اور بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ تک ان سب آیتون مین یہی مضمون بوجھا جاتا ہی تیرھوین یہہ بات کہ کسیکو اسقدر نہ بڑھانا جو اس درگاہ کے مردودون اور نکالے ہوؤنکو بٹھاوے یا حمایت اور طرفداری کرے یا اس بارگاہ کے محروم اور بے نصیب کو کچھ روزی پہنچاوے یا کچھ دیوے کہ اسکا کوئی کام نکل جاوے یا کسیطرح سے اسکو نفع پہنچاوے سو یہہ مضمون اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ کی آیۃ مین اور بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ تک بوجھا جاتا ہی اور یہہ سورت رحمانیات کی سورتون سے ہی یعنے جنمین اسم ذات کے مقام پر رحمن کے لفظ کو لائے ہین جیسے سورۂ انبیا اور سورۂ یٰسین اور سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ اور سورہ حاقّہ اور سوائے ان کے اور سورتین ہین اسی طرح بعضے سورتین ربانیات ہین یعنے ان مین اسم ذات کے مقام پر رب کے نام کو لائے ہین جیسے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف بڑی سورتون مین اور سورۂ والفجر وغیرہ چھوٹی سورتون مین واللہ اعلم بالصواب

والیہ المرجع والمآب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س

ع

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ بڑی برکت والا ہی نام پاک اُس کا جسکے قبضہ قدرت مین ہی سلطنت آسمان وزمین کی اور جو ان دونون کے درمیان مین ہی آب یہان پر جانا چاہیئے کہ اذکار عشرہ یعنے دس ذکر جیسے تسبیح[۱] یعنے سبحان اللہ اور تحمید[۲] یعنے الحمد للہ اور تکبیر[۳] یعنے اللہ اکبر اور تہلیل[۴] یعنے لا الہ الا اللہ اور توحید[۵] یعنے وحدہٗ لاشریک لہٗ اور حوقلہ[۶] یعنے لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور حسبلہ[۷] یعنے حسبی اللہ اور بسملہ[۸] یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور استعانت[۹] اور تبارک[۱۰] یہہ دسون ذکر ہر شریعت مین مختلف لفظون سے رائج اور معمول رہے ہین چنانچہ قرآن شریف مین یہہ ذکر یعنے تبارک کا دو سورتون کی ابتدا مین واقع ہوا ہی ایک یہہ سورت اور دوسری سورۂ فرقان اور تحمید کا ذکر پانچ سورتون کی ابتدا مین ہی اوّل سورۂ فاتحہ دوسری سورۂ انعام تیسری سورۂ کہف چوتھی سورۂ سبا پانچوین سورۂ فاطر اور تسبیح کا ذکر سات سورتونکی ابتدا مین ہی اوّل سورۂ بنی اسرائیل دوسری سورۂ حدید تیسری سورۂ حشر چوتھی سورۂ صف پانچوین سورۂ جمعہ چھٹھی سورۂ تغابن ساتوین سورۂ سبح اسم اور اُس ذکر کی حقیقت اللہ تعالی کے انعامات اور احسانات کی کثرت کا ملاحظہ کرنا ہی جو ہر ہر ذرّہ مین ذرّات عالم سے جلوہ گر ہین اور یہہ بات ہمیشگی کے ساتھ پائی جاتی ہی کبھی جدا نہین ہوتی اسواسطے کہ برکت کے مفہوم مین دونون چیزین داخل ہین ایک خیر کا پایا جانا اور دوسری ہمیشہ ہین رہنا اسیواسطے جس مین خیر نہ پائی جائے اسکو مبارک نہین کہتے ہین اور جس سے ایک بار یا دوبار خیر پائی جائے اسکو بھی مبارک نہین کہتے ہین بلکہ مبارک اسیکو کہتے ہین جس مین ہمیشہ خیر کا صدور پایا جائے اور یہہ بھی جاننا چاہیئے کہ تمام ان بے انتہا عالمون کے اصول یعنے جڑ دو عالم ہین ایک کا نام ملک ہی جسکو عالم اجسام کہتے ہین وہ عرش سے فرش تک ہی اور دوسرے کا نام ملکوت جسکو عالم ارواح کہتے ہین سو وہ قلم اعلا سے نفس ناطقہ انسانیہ تک ہی اور اُس مالک علی الاطلاق کا حکم ان دونون عالمون مین بادشاہون اور مالکون کے مانند جاری ہی سو اس مالکیت اور تصرف کے اعتبار سے عالم ملک اُس اپنے مالک کا وصف تبارک کے لفظ سے بیان کرتے ہین اسواسطے کہ یہہ لفظ ہمیشہ کی کثرت خیر پر دلالت کرتی ہی

اور یہہ بات ظاہر ہی کہ یہہ عالم روز بروز زیادتی اور ترقی پر ہی اور ہر ساعت اور ہر لحہ مین ترکیبین عجیب
اور صفتین غریب اور نادر جو علم الٰہی مین پوشیدہ ہین ظاہر ہوا کرتی ہین اور تسخیر اور گھیر لینے کے اعتبار سے
عالم ملکوت اپنے ارادے کے خواہش سے اس مالک الملک کا وصف تسبیح لفظ سے کرتے ہین جو تنزیہ
اور تقدیس کے معنو مین ہی یعنے ہر عیب سے اسکی ذات پاک ہی چنانچہ سورۂ یٰسین کے آخر مین فرمایا
ہی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ یعنے پاک ذات ہی اسکی جسکے قبضۂ قدرت
مین ہی حکومت ہر چیز کی اور یہہ تسبیح کے لفظ سے ذکر کرنا سواسطے کہ تنزیہ اور تقدیس عالم ارواح کے مناسب
ہی اور جب تبارک الذی کے جملے کے بیان کرنے سے قدرتون الٰہی کے عجائبات کیطرف جو عالم ملک
مین ظاہر اور محسوس ہین اور امکان کے پردے سے نکلکر وجود کے میدان مین جلوہ گر ہو رہے ہین اور وے
اسقدر ہین کہ شمار اور گنتی کی حد سے باہر ہین تمام اشارہ ہوچکا تو اب بیان فرماتے ہین کہ تصرف اور تدبیر اللہ تعالے
کی اس عالم مین جو چیز کہ موجود اور محسوس ہی اسی پر منحصر نہین ہی بلکہ جسپر صفت امکان کی صادق آسکتی ہی
اور کہہ سکتے ہین کہ یہہ ممکن ہی اگرچہ وہ چیز امکان کے پردے مین چھپی ہو لیکن قدرت اللہ تعالیٰ کی اسکے ساتھ
متعلق ہی یعنے یہہ کہہ سکتے ہین کہ وہ اسپر قادر ہی چاہے تو ظاہر کردے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
اور وہ یعنے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہی وہ چیز موجود ہو یا نہو معتاد ہو یا نہو اور یہی وجہ ہی کہ موجودات کی
امکانیہ صورتون کی انتہا نہین ہی اور اسکی قدرت کے خزانے اسقدر معمور اور پُر ہین کہ ان کی گنتی اور شمار
کوئی نہین کرسکتا چنانچہ دوسری جگہہ خود فرمایا ہی وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا
بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ یعنے جو چیز ہی اسکے خزانے ہمارے پاس بھرے پڑے ہین اور نہین اتارتے ہین ہم اسمین سے
مگر ایک اندازہ کے ساتھ جو معلوم ہی یہان خوب غور کرکے دیکھا چاہیے کہ یہہ کثرت ہر چیز کے خزانون کی
کسی بادشاہ کے واسطے متصور نہین ہوسکتی چنانچہ یہان پر کتنے کارخانے اسکی قدرت کاملہ کی بیان کئے
جاتے ہین انکو خوب غور اور تامل سے دیکھا چاہیئے کہ کیا کیا اسکی قدرت کی عجایب اور غرایب شانیان
ظاہر ہو رہی ہین تاکہ انکو دیکھہ اور سمجھہ کے اسکی بادشاہت کی وسعت تمھارے ذہنون مین کچھہ دراوے
اور ایک تھوڑی سی معرفت جو اس جناب پاک کی طرف رجوع اور متوجہ ہونے کا سبب ہوسکے

انکو حاصل ہووے اب ان کارخانون مین سے پہلے اپنی نوع اور قسم کے کارخانیکو جو خاص سرکار کے
حیطے مین خوب غور اور فکر سے دیکھا چاہیئے کہ اللہ تعالی کی برکت نے اِس بات کو چاہا کہ ایک قسم کو اپنی ۵
مخلوقات سے اپنی قدرت اور اختیار کا ظل اور نمونہ بناوے اور خاص اپنے علم اور شعور کی روشنی سے
کچھ اسکو عنایت کرے تاکہ اپنے اختیار سے ہمیشہ نیک بات کرنے مین اللہ تعالی کے خلق کی صفت کے
ساتھ مشابہت پیدا کرے اسواسطے کہ سوائے انسان کے جتنے اور مخلوقات الٰہی ہین وے سب نیک بات
کے کرنے مین اس قسم کا اختیار نہین رکھتے بلکہ اُنسے نیک بات جو ہوتی ہے یا تو وے اسمین بے اختیار محض
ہوتے ہین جیسے آسمانون کی گردش اور ستارے اور عناصر اور معادن اور نباتات کی تاثیر کہ یہہ بات
یعنی تاثیر انکے اختیار مین نہین ہے یا کچھ ضعیف اختیار رکھتے ہین لیکن وہ اختیار طبیعت اور عادت کے طور پر
ہوتا ہے اسی سبب سے وے بھلائی اور برائی کے سزاوار نہین ہوتے ہین اور نیکوئیان انکی ہمیشہ نہین ہوسکتی
جیسے حیوان یا اختیار رکھتے ہین لیکن اُسمین مجبور ہین اور اپنے خاوند کے سامنے بے اختیارون کی طرح سے
مقہور جیسے فرشتے اور کام کرنیوالی رُوحین اس سبب سے انسان کی قسم کو حقتعالی نے پیدا کیا او قدرت اور اختیار
اور شعور اور بوجھ جیسے چاہئے ویسی سکو دی تاوہ انسان ایسے کام کرے جنکی تاثیر ہمیشہ رہے اور عالم کی آبادی کا
سبب ہو پھر ایسی نادر قسم کو پیدا کر کے اپنا خلیفہ کیا اور اسکو اسی کے طور پر مختار کر کے چھوڑ دیا پھر اب اسکے واسطے
کونسی چیز ایسی چاہیے جو اسکو نیک بات کی طرف رغبت دلاوے اور بُری خواہشون اور برائیون سے اسکو باز
رکھے سوا اللہ تعالی کے الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ ایسا قدرت والا بادشاہ ہے جسنے موت اور زندگی کو پیدا کیا
تاکہ زندگی کے سبب سے تم اختیاری کامون پر قدرت پاؤ اور موت کے سبب سے ان کامون کے نیک آثار ظاہر
ہووین پس یون بوجھا چاہیئے کہ زندگی گویا بیج اور کام کے درخت کی پیدایش کا سبب ہے اور موت اُس
درخت مین پھل لگنے اور اُسکے آثار ظاہر ہونیکا سبب ہے اور یہہ تدبیر عجیب اور غریب حق تعالی نے سواسطے
کی ہے لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ تم سب کو جانچے کہ کون تم مین سے بہتر اور اچھا ہے کام کرنے مین اور نیک عمل کے
درجون کے تفاوت کے سبب سے تمھاری مشابہت کے مرتبے بھی اپنے خالق کے ساتھ گھٹ بڑھ جاتے ہین جس قدر
خلوص نیت اور للّٰہیت نیک کام مین زیادہ ہوگی اُسیقدر اللہ تعالی کی برکت کا ظہور تم مین زیادہ ہوویگا پس اس تدبیر سے

برکت کے بیج کو اللہ تعالے نے بویا ہی تاکہ حاصل اس کا ایک عالم کی آبادی کا سبب ہووے اور اس عالم کا
نام آخرت ہی اور یہہ تدبیر بلاشبہ ان بڑے خزانیوالون کی تدبیر کے مانند ہی جو چاہتے ہین کہ اپنے
خزانیکو کھیتی یا تجارت سے بڑھادین تاکہ ایک رنگ دوسرا پیدا ہووے اور صورت دوسری حاصل ہووے
لیکن دونون تدبیرون مین فرق اتنا ہی کہ خزانے والے اپنے خزانیکے بڑھانے مین دوسرون کی طرف محتاج
ہوتے ہین اور وہ مالک علی الاطلاق کسیکام مین دوسرے کی طرف احتیاج نہین رکھتا بلکہ اپنے بعضے مخلوقات
کو بعضے سے ترکیب دیکر اس نقش کی صورت ظاہر کردیتا ہی یہی سبب ہی کہ باوجود اسباب کے اپنے بندے
بڑی قدرت اور اختیار والونکو اس نقش کے حاصل کرنے مین واسطہ گردانا ہی اور اس کام کو انھین کے طور
پر چھوڑ دیا ہی چنانچہ حدیث قدسی مین آیا ہی اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيهَا عَلَيْكُمْ یعنے سوائے اسکے نہین کہ یہہ
تمھارے عمل مین جو گنتے ہین ہم تم پر لیکن اسکے غلبے اور عزت مین ہرگز خلل نہین آیا اسواسطے کہ ہر چیز کے
اختیار کی باگہہ اپنے ہی قبضہ قدرت مین رکھی ہی وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہی ہی ایسی عزت والا کہ ویسی عزت
کسی دوسرے مین متصور نہین ہوسکتی اور اگر ایسی عزت اسکی نہوتی تو نافرمانی اور عدول حکمی پر اس مخلوق کو یعنے
انسانکو کہ اپنا خلیفہ بناکر تصرف مین مختار کیا ہی مواخذہ اور تنبیہ نکرسکتا جیسے دنیا کے بادشاہ کہ اگر کسیکو اپنا نایب
بناکر اور نیابت کی خلعت پہناکر بالکل اختیار دیتے ہین پھر اس سے اس منصب کا لینا دشوار ہوجاتا ہی اور
ہرگز اسکو موقوف نہین کرسکتے بلکہ اگر اس سے کوئی خلاف یا اپنی نامرضی بات ظاہر ہوتی ہی تو اسپر اسکو
مواخذہ اور غصہ اور عذاب بھی نہین کرسکتے سو اللہ تعالیٰ کی ذات اس نقصان سے پاک ہی اور باوجود اس
عزت اور غلبے کے کہ اس مالک الملک مین پایا جاتا ہی ایک صفت اور بھی ہی کہ اَلْغَفُوْرُ بخشنے والا اور عیب
ڈھانکنے والا ہی یعنے اپنے بندون کو نافرمانی اور تقصیرون پر جھٹ پٹ نہین پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہی پھر اگر انھون
نے اسی تقصیر پر ہٹ کی اور نافرمانی کو اپنا پیشہ ٹھہرا لیا یہانتک کہ لایق مغفرت کے نہ رہے تو البتہ انکو سزا دیتا ہی
اب یہان پر دو سوال ہین جواب طلب پہلا سوال یہہ ہی کہ موت کو حیوۃ پر کیون مقدم لائے اسواسطے کہ ظاہر
مین پہلے زندگی ہی اُسکے بعد موت ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ عمل نیک ظاہر ہونیکا سبب حقیقت مین موت ہی
اور اس جگہہ پر منظور نیک عمل کا امتحان ہی نہ اصل عمل پر مطلع کرنا تو اصل مقصود موت ہوئی اسواسطے کہ مقصد کا سبب

ہی اور زندگی اسکا وسیلہ ہی اسواسطے کہ زندگی اس کام کا سبب ہی جو وسیلہ ہی وَالمَقَاصِدُ تَقَدَّمَ رُتْبَتُہَا عَلَی الوَسَائِلِ وَاِنْ کَانَ لِلوَسَائِلِ تَقَدُّمٌ زَمَانِیٌ عَلَی المَقَاصِدِ یعنے مقصد کا رتبہ مقدم ہی وسیلے کے رتبے پر اگرچہ وسیلہ کا وجود مقدم ہوتا ہی مقصد پر اور دوسرا جواب یہہ ہی کہ موت عالم ملک مین ذاتی ہی یعنے قایم بالذات ہی اور حیات عرضی یعنے قایم بالغیر اور ذاتی مقدم ہوتی ہی عرضی پر اور تیسرا جواب یہہ ہی کہ موت کو حیات پر اسواسطے مقدم کیا کہ موت ہر وقت آدمی کے سامنے رہتی ہی اور وہ کبھی اس سے غافل نہین ہوتا چنانچہ حدیث شریف مین بھی وارد ہی کہ اَکثِرُوا ذِکرَ ہَادِمِ اللَّذَّاتِ اَلْمَوتَ یعنے بہت یاد کرو اور پیش نظر رکھو نیست کر دینے والی لذتونکو یعنے موت کو اور دوسری حدیث مین یہی ہی کہ بئس العَبدُ نَسِیَ المَقَابِرَ وَالبِلیٰ یعنے بہت برا بندہ ہی جو بھول گیا قبرونکو اور اسمین جو آدمی پر گذرتا ہی یعنے سڑ گل جانا اور نیست و نابود ہو جانا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہی کہ موت سے دنیا کی موت مراد ہی اور حیوۃ سے آخرت کی حیات اور دنیا کی موت پہلے ہی آخرت کی زندگی سے اور بعضے مفسرونسے یون منقول ہی کہ موت سے مراد نطفے کی حالت ہی اور حیات سے مراد دنیا کی زندگی اور نطفے کی حالت زندگی کے پہلے ہوتی ہی اب اس تفسیر پر لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً کے ساتھ مناسبت اسطرح پر بوجھا چاہئے کہ پہلے تمکو مردہ کیا پھر زندہ کیا تو تمکو لازم ہی کہ اسبات کو بوجھ لو کہ تمکو پھر موت کے بعد زندگی ہی اور اپنے نیک عملونکا فایدہ اس زندگی مین تمکو پہنچنا ہی اور بدعملون کی سزا مین گرفتار ہونا ہی سو تمکو چاہئے کہ اسبات کو سوچ کے نیک عمل کے کرنے مین کوشش کرو اور بدعملون سے اپنے تئین دور رکھو اور دوسرا سوال یہہ ہی کہ موت کے پیدا کرنے کے کیا معنے اسواسطے کہ موت نام ہی زندگی کے جانیکا اور جانا ہر چیز کا نیست ہو جانا اس چیز کا ہی اور یہہ مخلوق نہین ہی پس پیدا نہ کرنا ایک چیز کا یہی اسکی نیستی کے بیان مین کافی ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ موت اور حیات کے درمیان مین نسبت عدم اور ملکے کی پاوے جاتی ہی اسواسطے کہ اپنی خواہش اور ارادے سے حرکت کرنیکا نام حیات ہی اگرچہ وہ حرکت اسکی بیقراری سے ہو جیسے دم کہ خود بخود دھیمر جاتا ہی اور اوپر آتا ہی اور جو چیز کہ لیاقت حرکت کی رکھتی ہو پھر اس سے حرکت اپنے ارادے سے نہو سکے اس کا نام موت ہی اسیواسطے لکڑی اور

تہپر کو مردہ نہین کہتے ہین اور ملکے کا عدم ہونا اس طور سے ہے کہ بالکل عدم ہو نہین سکتا بلکہ کچھ وجود کا شائبہ اور بو اسمین باقی ہوتی ہے یہی سبب ہے کہ جو محل اُسکی قبولیت کی لیاقت نہین رکھتا اسمین موت نہین پائی جاتی پھر جب اسمین ایک شائبہ وجود کا پایا تو قابلیت مخلوق ہونیکی بھی اُس مین پائی گئی جیسے حیات مین اور اور دوسرا جواب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ موت اور حیات کی خلقت سے ان دونون کی صورت مثالیہ مراد ہے اسواسطے کہ عالم مثال مین موت کو چت کبری کی صورت پر پیدا کیا ہے کہ جب کسی چیز پر اسکا گذر ہوتا ہے اور اُسکی بو اسکے دماغ مین پہنچتی ہے اسیوقت وہ مر جاتی ہے اور حیات کو ابلق گھوڑے کی صورت پر پیدا کیا ہے کہ جب کسی چیز پر اسکا گذر ہوا اور اسکی بو اُسکے دماغ مین پہنچی تہی وہ چیز زندہ ہوگئی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ قیامت کے دن بعد داخل ہونے بہشتیون کے بہشت مین اور دوزخیون کے دوزخ مین موت کو بکری کی صورت پر لاکر ذبح کر ڈالینگے تاکہ دوزخ والون کو غم دونا ہووے اور بہشتیون کو بے انتہا خوشی حاصل ہووے اور سامری کے قصے مین بھی یہ واقعہ ہے کہ اُسنے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ابلق گھوڑے پر سوار دیکھا اور اُسکے سم کے نیچے سے ایک مٹھی خاک اٹھالی تھی اور اسکو بچھڑے مین جو قبطیون کے زیور سے بنایا تھا ڈال دی تھی اور اسکو ایک طلسم بناکر اپنا معبود قرار دیا تھا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس آیت کو پڑھا اور اس لفظ تک پہنچے کہ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تو آپ نے اسکی تفسیر مین ارشاد فرمایا کہ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَقْلًا وَّاَوْرَعُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ وَاَسْرَعُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ یعنے کون تم مین سے نیک ہے عقل کا اور بہت ڈرنیوالا اللہ تعالی کے محارم سے اور جلدی کرنیوالا اللہ تعالے کی بندگی مین یعنے نیک عمل سے نفلون کی کثرت مراد نہین ہے بلکہ آداب کی رعایت کرنا اور اپنے نفس کو ممنوعات سے باز رکھنا مراد ہے اسواسطے کہ گناہ جب عبادت مین پایا جاتا ہے تو اُس عبادت کے اثر کو ضعیف کر دیتا ہے پھر اب اس سلطنت کی عمارتون کو اور عالی بناؤن کے کارخانے کو غور سے دیکھا چاہیئے اور وہ ظاہر ہے کہ عالم ملک مین نہایت کمال درجیکی پیدایش آسمان ہے اسواسطے کہ کوئی چیز ایسی مضبوط اور سڈول اور آراستہ سب قرینے سے برابر دنیا مین پائی نہین جاتی سو وہ اللہ تعالے اَلَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ایسا بادشاہ قدرت والا ہے

جسنے پیدا کئے سات آسمان تاکہ ہر آسمان سے ایک فیض خاص عالم پر نازل فرماوے اور اس فیض کو آدمی
مین اُس آسمانکی طرف یا ستارون کی طرف یا اُن روحون کی طرف جو اُس آسمان سے تعلق رکھتی مین نسبت
کرین اور اس مالک علی الاطلاق کا فعل اُس پردیمین چھپا ہوا رہے جسطرح ظاہری بادشاہون کی عادت ہوتی
ہی کہ اپنے کامون کو اہل کارون سے لیا کرتے ہین اور اپنے فعل کو انکے پردیمین چھپا رکھتے ہین اور جاننا چاہئے
کہ جو نعمت دنیامین پائی جاتی ہی اسکا اصل اور مبدا کسی آسمان سے علاقہ رکھتا ہی اور اُس آسمان کے
رہنے والے اس نعمت کے پہنچانیکے واسطہ بڑے ہین اور ان آسمانون کو جدا جدا بنایا تاکہ لوگون پر فیض پہنچنے
مین اختلاف نزدیکی اور دوری کا واقع ہو بلکہ کیا اُن ساتون آسمانون کو طباقاً طبقے طبقے یعنے ہر آسمان
اپنے نیچے والے آسمان کو محیط اور گھیرے ہوئے ہی اور جو فیض کہ اوپر کے آسمان سے نازل ہوتا ہی
وہ اُس آسمان پر جو اُسکے نیچے ہی اوّل نازل ہوتا ہی پھر جو اُسکے نیچے ہی اسیطرح ہر نیچے کے آسمانون
پر نازل ہوتا ہوا بلکہ ہر آسمان کے فیض کو شامل ہوتا ہوا زمین پر نازل ہوتا ہی اور یہہ بھی ہی کہ ساتون
آسمانون کو آپس مین مطابق ایک دوسرے کے بنایا تاکہ اس آپس کی موافقت کے سبب سے کسیطرحکا خلل
دنیا کے حکمونمین راہ نپاوے اور یہہ تدبیر عجب کائنات کے نیک عملونکی تمامی کا سبب ہووے
یہی سبب ہی کہ مَا تَرٰی فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ نہین دیکھتا ہی تو اللہ تعالےٰ کی پیدایش مین نہ عالم علوی مین اور نہ
عالم کون وفساد مین یعنے دنیامین مِن تَفٰوُتٍ کسیطرحکا تفاوت اور نقصان نہ حکمت کی رعایت مین
اور نہ آراستگی مین اور نہ کسی چیز سے تاثیرونکے صادر ہونےمین جو مطلب ہین مگر جو تفاوت کہ ظاہر مین پایا
جاتا ہی سو وہ صور نوعیۃ کی طبیعتونکے مختلف ہونے کے سبب سے اور اختیار والون کے ارادے اور خواہش
مختلف ہونیکے سبب سے ہی اور یہہ تفاوت عین حکمت اور جہانداری کا مقتضا ہی اگر یہہ تفاوت نہوتا تو
عجیب عجیب آثار اور نادر نادر تدبیرین ظاہر نہوتین سواے سننے والے اگر اس امر مین تجھکو کچھ بھی شک
اور شبہہ ہووے اور اس تفاوت کو اسکی حکمت کے رعایت کے نقصان کا تو سبب سمجھے تو فَارْجِعِ الْبَصَرَ
پس پھیر اپنی آنکھ کو عالم علوی کیطرف اسواسطے کہ اصل اور مبدا ہونیوالی اور فاسد ہونیوالی چیز کا وہی تاہی
اور جبتک چیز کی اصل مین خلل نہین آتا ہی تب تک اُس چیز مین کسیطرح کا نقصان متصور نہین ہوسکتا ۔

هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ کیا دیکھتا ہی تو عالم علوی مین کوئی شگاف یا دراڑ جو اسکی حکمت کے نقصان پر دلالت
کرے اور اگر ایک مرتبے کے دیکھنے مین تجھکو تشفی اور خاطر جمع حاصل نہو اور تو نہ کہے کہ پہلی نظر کا اعتبار نہین تو ثُمَّ ارْجِعِ
الْبَصَرَ پھر پھرا اپنی عقل کی آنکھ کو اور اس عالم کے احوال کو دیکھ کَرَّتَيْنِ دُہرا کر یعنے مکرر دیکھ يَنْقَلِبْ
اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا پھر آویگی نظر تیری تیری طرف ہانکی ہوئی اور کہدیڑی گئی گویا اللہ تعالے کی حکمتون کی
دلیلون مین نقصان تلاش کرنیوالیکو ہانکتی ہین وَهُوَ حَسِيْرٌ اور وہ نظر تھک گئی اور عاجز ہوئی اس
یہہ امر صریح دلیل ہی اسبات پر کہ اللہ تعالے ہر چیز مین حکمت کو دوست رکھتا ہی تو تمہارے اختیاری
کامو نمین بھی اسی بات کو دوست رکھتا ہی کہ اچھی وجہ سے جسقدر کہ ممکن ہی واقع ہووین اور پائے
جاوین اور کسیطرح کا نقصان اور رخنہ جو حکمت کے خلاف ہو پایا نجاوے تاکہ اپنے خالق سے حتی المقدور
مشابہت حاصل کرو اور اس آیہ مین اسم ذات کی جگہہ رحمان کی لفظ کو اسواسطے لائے ہین کہ عالم کی
پیدایش مین حکمت کی رعایت کرنا سب نعمتونکا مبدء ہی اور یہہ انعام کا عام ہونا رحمانیت کی صفت کا اثر ہی
جو عموم رحمت کے معنو نمین ہی اور اسجگہہ پر جاننا چاہیئے کہ آسمان کا جوہر بسیط ہی یعنے مرکب نہین ہی عناصر
اور مرکبات عنصریہ کے جوہرون کے سوائے سو جسطرح پانی اور آگ اور ہوا اور خاک کو نہین کہہ سکتے ہین
کہ فلانی چیز سے مرکب ہین اسی طرح آسمان کو بھی نہین کہہ سکتے کہ فلانے جوہر سے مرکب ہی اور جو روایتین
کہ حضرت کعب الاحبار وغیرہ سے آئی ہین کہ دنیا کا آسمان پانی کی موج ہی کہ بے لگاؤ کھڑا ہی اور
دوسرا آسمان سفید موتی کا ہی اور تیسرا آسمان لوہے کا ہی اور چوتھا آسمان تانبے کا ہی اور پانچوان
آسمان چاندی کا ہی اور چھٹا آسمان سونے کا ہی اور ساتوان آسمان یاقوت سرخ کا ہی سو یہہ سب
مشابہت اور تمثیل کے طور پر ہین یعنے اگر آسمانی جوہرون کو دنیا کے جواہر معلومہ سے تطبیق اور تمثیل
دیوین تو یہہ جوہر فلانے آسمان کے ساتھہ مشابہ ہوگا اور یہہ فلانے کے ساتھہ چنانچہ اشیطوز کی تطبیق
اور تشبیہ کے سبب سے آفتاب کو زرین یعنے سنہرا اور چاند کو سیمین یعنے روپہرا خیال کرتے ہین
اور دن کو اشعب یعنے سفید اور رات کو ادہم یعنے سیاہ کہتے ہین اور جب حکمت کی رعایت کے
بیان سے اور عالم علوی اور عالم سفلی کی عمارت کے کارخانے کی عمل کی مضبوطی کے بیان سے فراغت

پائی اور اتنا معلوم کرلینا ضرور ہی کہ عالم علوی کی بنائین بادشاہی ارک کے قایم مقام ہین اور عالم سفلی کی بنائین جو کائنات اور فاسدات کو شامل ہین سو عالم علوی کی نسبت سے شہر کے رعایا کی گھرونکے قایم مقام ہین تو اب ان سب بیانون کے بعد فرماتے ہین کہ اس عمارت کے حسن ذاتی کی تکمیل مین اور ہر کام کو اسکے پوری حکمت کے ساتھہ ادا کرنے مین کوئی نقصان باقی نہین رہا خصوصًا عارضی بھلائیون اور زینتون کو بھی کمال کو پہنچایا ہی ہمنے اور انہی زینتون اور نکوئیون کو دشمنون پر عذاب کا سبب اور چورون کیواسطے نگاہ بانیکا سبب کیا ہی کہ اس سبب سے چور اور ٹھگ ہرگز اس محل خاص کے نزدیک نہین ہوسکتے اور یہہ ایک عجیب تدبیر ہی جو کسی بادشاہ کو میسر نہین ہوئی یعنے ایک ہی چیز ہی کہ اسکو سلطنت کی زینت اور رونق گردانا ہی اور اسیکو دشمنون پر قہر اور عذاب اور چورون اور مفسدون پر سیاست اور نگاہ بانی کا سبب کردیا ہی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا اور تحقیق زینت دی ہمنے دنیا کے آسمان کو جو زمین کے نزدیک ہی اور چاند اسمین پایا جاتا ہی بِمَصَابِيحَ بہت چراغون سے جو اس آسمان کے اوپر درجہ بدرجہ اپنے اپنے مقام مناسب پر لٹکے ہوئے ہین چنانچہ ثوابت یعنے وے تارے جنکو حرکت نہین ہی وے سب کرسی مین معلق ہین اور زحل ساتوین آسمان مین اور مشتری چھٹے مین اور مریخ پانچوین مین اور سورج چوتھے مین اور زہرا تیسرے مین اور عطارد دوسرے مین اور چاند پہلے مین اور ان سب کی روشنی نے پہلے آسمانکو یعنے جو دنیا کے قریب اور سبکے نیچے ہی روشن کر رکھا ہی اور زینت دے رکھی ہی یہان پر جاننا چاہیے کہ کسی مکانکو چراغونسے زینت دینا اسبات پر موقوف نہین ہی کہ سب چراغ اسی مکان مین رکھے ہووین بلکہ اوپر سے رسیون اور زنجیرونکو لگا کر قندیلونکو لٹکا دینا اسطور سے کہ اسکی روشنی سے وہ مکان روشن ہوجاوے اسیکا نام زینت ہی اور اگر بہت سے چراغ اس مکان مین رکھدیے جاوین تو ان کی روشنی اکثر باہر جاوے گی اس مکانکی چندان زینت نہوگی تو اب اس آیۃ سے سب تارونکا دنیا ہی کے آسمان پر پایا جانا سمجھنا عرف کے خلاف ہی اور حقیقت مین سب ستارونکے سبب سے زینت اسی دنیا کے آسمان کو ہی اسواسطے کہ یہہ سب کے نیچے ہی اور سب کی چمک اسی پر پڑتی ہی خصوصًا زمین والون کے دیکھنے مین کہ سب آسمانون کی شفافیت اور صفائی کے سبب سے

ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سب ستارے اسی آسمان مین ہین اور زینت مین وہی امر معتبر ہی جو سب آدمیونکے
دیکھنے مین آوے نہ وہ جو واقعی امر ہو جیسے چاندی پر سونیکا ملمع کر دیتے ہین تا کہ دیکھنے مین اچھا معلوم ہووے
اور ایک چراغ کو ہزار ہین کے شیشے مین رکھتے ہین تا کہ بہت چراغ معلوم ہووین اور زینت حاصل ہووے
اور دنیا کے آسمان کو اسواسطے خاص کر کے ذکر فرمایا کہ یہہ آسمان عالم علوی کے دروازے کے قایم مقام ہی جو
بادشاہی ارک کا حکم رکھتا ہی اور دروازے کو زیب اور زینت دیکر آراستہ کرنا اور نگہبان اور چوکیدارونکو
دروازے پر مقرر کرنا بادشاہی تورک کے موافق ہی اور اس زینت کے بیان مین یہہ بھی اشارہ ہی کہ آدمیکو
بھی ایسے مرتبے دیکر ہم زینت دیتے ہین جو اسوقت اسکی قدر سے زیادہ ہوتے ہین لیکن حقیقت مین وے
مرتبے اسکے اوپر والون کے مرتبے ہین جو اس مین ظاہر ہوتے ہین تا کہ جو کچھ اس مین استعداد سپرد کی
گئی ہی آخر حال مین ظاہر ہووے وَجَعَلْنٰهَا اور کر دیا ہمنے ان چراغون کو توپ کے گولیکی طرح
رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ سنگسار کرنیکو شیطانون کے جو خبرونکے سننے کے لئے اور عالم علوی کی تدبیرون کی
جاسوسی کے واسطے جاتے ہین تا کہ ان خبرون کو اور تدبیرون کو زمین والون پر پہنچاوین اور اس سبب سے آدمیکے
عقلونکو فاسد کرین اور اپنے تئین ان آدمیون کے نزدیک تدبیر الہیہ کا شریک اور غیب کا جاننے والا ظاہر
کرین اور اُن لوگون سے اپنی پرستش کراوین اور نذر و نیاز اپنی اور اپنے پجاریون کی انسے لیوین اور ستارونسے
شیطانون کو سنگسار کرنیکا طریقہ یہہ ہی کہ دُنیا کے آسمان کے ستارون کی روشنی سے فرشتے انگار سلگا لیتے ہین
اور جو شیطان خبر دریافت کرنیکو آسمان کے قریب پہنچتا ہی اسکو اس انگارے سے مارتے ہین اور آسمان
دنیا کی خصوصیت اسکام کے واسطے اس سبب سے ہی کہ اوپر کے آسمانون مین ایسا جسم کوئی نہین پایا جاتا
جو اس کیفیت کو قبول کرے اور ستاریکی روشنی اس جسم مین تاثیر کر کے اسکو روشن کر دے اور اس جسم
کو مثل انگارے کے کر دے اسواسطے کہ کوئی فاعل بدون قابل کے تاثیر نہین کرتا بخلاف دنیا کے آسمان کے کہ
یہان ہوا لطیف اور پاکیزہ اور بخارات اوپر چڑھے ہوئے جو اس کیفیت کو قبول کرین اور ستارون کی
روشنی انہین تاثیر کر کے انکو انگارا سا بناوے بہت سے موجود ہین اور یہی باعث ہی کہ آفتاب کی
شعاع اور تابش زمین اور پتھر پر زیادہ تاثیر کرتی ہی اور گرم کر دیتی ہی بخلاف آسمانون کے جسمونکے

بلکہ ہوا کے کرے کے طبقو نمین بھی اتنی تاثیر نہین کرتی اور اسکی گرمی ظاہر نہین ہوتی اسواسطے کہ وہ جسم پر قابلیت
نہین رکھتے تو اب اگر کہا جاوے کہ زمین اور پتھر کو استعداد اور قابلیت اسکی دی ہی کہ آفتاب کی تابش
سے گرم ہوجاوین باوجود آفتاب کے دور ہونیکے تو صحیح ہویگا اور جو حکیمون نے کہا ہی کہ اصل اُن انگارونکی
جو آسمان سے پر گرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین یہی بخارات زمین کے ہین جو اوپر جاکے اسطرح کے معلوم
ہوتے ہین سو اسکے معنے یے ہین کہ تاثیر کے قابل یہی بخارات ہین کہ ستارون کی روشنی سے فرشتے اُن کو
روشن کر دیتے ہین یے معنے اس کلام کے نہین کہ ستارون کی روشنی کو یا فرشتونکو اُن کے روشن
کرنے مین کچھ دخل نہین ہی اسواسطے کہ اگر وے بخارات آگ کے کرے مین داخل ہوکر خود بخود روشن
ہوجاتے تو اوپر چڑھنے مین ان کو اور قوت حاصل ہوتی اور خط مستقیم سے یہی گذر جاتے اسواسطے کہ اس
حالت مین انکی حرکت محیط طبعی کی طرف ہوتی یعنے کرۂ ناری کی طرف اور حال یہہ ہی کہ اکثر دیکھا جاتا ہی
کہ وے بخارات بعد روشن ہونیکے کبھی نیچے اور کبھی بائین اور کبھی داہنے جاتے ہین اور حرکت عارضی
انمین صریح دریافت ہوتی ہی اور صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہہ بات کسی دوسری چیز کے سبب سے انمین پائی
جاتی ہی چنانچہ جنکو اس امر مین کچھ دخل ہی اور انھون نے تجربہ بھی کیا ہی اُن پر یہہ بات خوب طرح سے
ظاہر ہی وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ اور تیار کیا ہی ہمنے ان شیطانوکی دوسری نافرمانیون پر جو اس چوری کے سوائے
ہین اسواسطے کہ مقصود اُن کا اس سے گمراہ کرنا ۔۔ بنی آدم کا ہی عَذَابَ السَّعِيرِ عذاب دوزخ کی آگ مین جلنے کا
اگرچہ یہہ بھی آگ سے پیدا کئے گئے ہین لیکن اُنکے مادّیکو یعنے اصل کو جو آگ ہی انکی صورت پر یعنے ترکیب پر
مسلط اور غالب کر کے عذاب کرینگے اسواسطے کہ جبتک صورت مادّے پر غالب ہی تبھی تک بہتری ہی
اور طبیعت کے موافق ہی اور جب مادّہ صورت پر غالب ہوا تو بنیاد اور سب کاموں مین خلل واقع ہوا چنانچہ
یہہ امر مرض کے پیدا ہونے مین تجربے اور امتحان مین آچکا ہی کہ خون یا بلغم یا سودا یا صفرا کے غلبے سے آدمی کا
مزاج بدل جاتا ہی اور مرض پیدا ہوتا ہی اور سب کامون مین خلل آجاتا ہی باوجود اس امر کے کہ اصل آدمی کے بدن
کی بھی چار خلط ہین باقی رہے یہان پر کتنے سوال جنکا جواب ضروری ہی پہلا سوال یہ ہی کہ اس سورت کے
شروع سے یہان تک حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو غایب کے صیغے سے یاد فرمایا یعنے

وہ اللہ ایسا اور ایسا ہی اور اس آیت مین غایب سے متکلم کی طرف التفات فرمایا اور یون ارشاد ہوا کہ ہمنے ایسا اور ایسا کیا اس عبارت کے اُسلوب کے تغیر اور پھیرنے مین کیا نکتہ ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ اس سورت کے شروع سے ایسے وصف بیان فرمائے ہین جنکا ظاہر ہونا مخلوقات سے کسیطور پر متصور نہین ہی جیسے زندگی اور موت کا پیدا کرنا اور آسمانون کا بنانا تو وہان پر متکلم کے صیغے سے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ سب دانا اور عقلمند اس بات کو جانتے ہین کہ یے کام سوائے اُس ذات پاک کے کوئی نہین کر سکتا اور اس آیت مین ایسے کام ذکر کئے ہین کہ جنمین آدمی کو بھی دخل ہی اور وے کام آدمی بھی ظاہر کر سکتا ہی جیسے قندیلون اور چراغون سے مکانون کو آراستہ کرنا اور دشمنون کو سنگسار کرنا اور دشمنونکی خرابی کا اسباب موجود رکھنا کہ یے سب کام آدمی بھی کرتے ہین تو یہان پر متکلم کا صیغہ جو معرفے کی قسمون مین انتہا درجے کی تعریف کو پہنچا ہی ذکر کرنا ضرور ہوا تا کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہے اور سب تفسیرون سے عجایب اور غرایب ایک تفسیر اس آیت کی ہی جو بعضے بڑے فقیہون سے ذکر کی گئی ہی اس کا حاصل یہہ ہی کہ رجوما واہی گمانونکے معنے مین ہی جیسے بولتے ہین فلانا رجماً بالغیب کہتا ہی یعنے بے اصل بات کہتا ہی اور اُس کا گمان فاسد ہی اور شیاطین سے مراد نجومی ہین کہ اپنی جھوٹھی باتون سے آدمیون کے دلونمین وہم اور وسوسہ ڈالتے ہین اور جسکی تقدیم لازم ہی اسکی تاخیر اور جسکی تاخیر لازم ہی اسکی تقدیم مین آدمیون کو گرفتار کرتے ہین تو معنے اس آیت کے اس تفسیر کے رو سے یون ہونگے کہ ہمنے ان ستارون کو بنایا ہی نجومیونکے جھوٹھ بولنے کا اسباب اور انکی غیب دانی کے دعوے پر اور ستارونکی تاثیر کے معتقد ہونے پر چلنے کا عذاب انکے واسطے تیار کیا ہی ہمنے وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ اور ان لوگونکے واسطے جو ان شیطانون کے بہکانے سے اپنے رب سے منکر اور کافر ہوئے ہین ایک دوسرا عذاب ہی جسمین طرح طرح کی مصیبت اور تکلیف بھری ہوئی ہی اسواسطے کہ ان لوگون نے بھی اپنے پروردگار کے انکار اور کفر سے قسم قسم کی برائیان اپنے مین جمع کی تھین اور وہ عذاب عَذَابُ جَهَنَّمَ دوزخ کا عذاب ہی جس مین ہر قسم کا عذاب موجود ہی چنانچہ آگ کی سوزش اور زمہریر کی سردی اور سانپ بچھونکا کاٹنا اور زنجیر اور طوقونکا پہننا اور سیہنڈ اور پیپ کا

کھانا اور گرم پانی اور زخمون کا زرد پانی بہا ہوا پینا اور آگ کے پہاڑ پر جس کا نام صعود ہی چڑھنا اور سوا اسکے بہت قسم کے عذاب ہین وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ دوزخ بری جگہہ ہی پھر جانیکی اسواسطے کہ مکان کی برائی دو قسم سے ہوتی ہی یا اس مکان ہی کے سبب سے ہوتی ہی جیسے تنگ مکان جسمین ہوا نہ آوے کہ یہہ برائی اس مکان کی ذات مین پائی جاتی ہی یا اس مکان کے رہنے والون اور مالکون کے سبب سے ہوتی ہی جیسے ایک مکان کھلا ہوا اور کشادہ ہو لیکن دیو یا بھوت وہان رہتا ہو کہ جو اس مکان مین جاوے اسکو ایذا دیوے سو دوزخ مین دونو قسم کی برائیان پائی جاتی ہین یعنے دوزخ کی ذات وہان کے جانیوالون کے ساتھ اسطرح سے پیش آویگی کہ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا جب یہہ کافر اس دوزخ کے سامنے لائے جاوینگے اسمین ڈالنے کے واسطے تو مرحبا اور استقبال اور تعظیم کی جگہہ سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا سنینگے اس دوزخ سے ایک آواز بہت بری جیسے گدھے کی آواز لیکن اس آواز اور اس آواز مین یہہ فرق ہوگا کہ گدہا بولکر چپ رہتا ہی وَّهِيَ تَفُوْرُ اور وہ دوزخ اور زیادہ جوش مین آویگی جیسے دیگ کا جوش کہ زیادہ ہوتا جاتا ہی اور اس آواز کرنے اور جوش مارنے سے غصہ اور غضب اسکا کچھ کم نہوگا بلکہ ان کافرون کے دیکھنے سے اسقدر اسکو غصہ کی زیادتی ہوگی کہ تَكَادُ تَمَيَّزُ نزدیک ہوگی کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے اور کافرون پر آپڑے مِنَ الْغَيْظِ نہایت غصے سے اسواسطے کہ یے کافر بھی اس دوزخ کے پروردگار کو غصے مین لائے تھے اور رسولونکی زبانی اللہ تعالی نے جو پیغام انکے پاس بھیجا تھا سو اسکے سننے سے انکو بھی نہایت غصہ آیا تھا اور اپنے بتون پر اور اپنی رسم اور آئین پر نہایت گھمنڈ کرکے جوش اور خروش مین آتے تھے اور جوش خروش کی حالت مین غصے کے زیادہ ہونیکا سبب یہہ ہی کہ غصے مین دل کا خون جوش مین آتا ہی اور یہہ دستور ہی کہ جب خون جوش کرتا ہی تو حجم اس کا بڑھ جاتا ہی اور اسکی مقدار زیادہ ہو جاتی ہی اور ہر عضو پھول جاتا ہی یہانتک کہ قریب پھٹنے اور تڑقنے کے ہو جاتا ہی چنانچہ خون کی زیادتی سے جو ورم ہوتے ہین انمین یہہ بات بخوبی بوجھی جاتی ہی اور اس دوزخ کے نگہبان اسطرح کے بدخلق اور طعنہ مارنیوالے ہین کہ ایک مرتبے کے طعنہ دینے اور سرزنش کرنے پر اکتفا نہ کرینگے بلکہ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب ڈالیجاوینگے دوزخ مین کوئی گروہ جو ایک گناہ مین شریک تھے یا ایک شہر مین رہتے تھے یا ایک زمانہ مین پائے جاتے تھے یا اپنے کو ایک نبی کی امت کہتے تھے اور اس نبی کی فرمانبرداری مین قصور اور اسکے دین کے دستور اور

آئین کے خلاف کرتے تھے اور اگرچہ اس قسم کے گروہ دوزخ مین بہت جمع ہونگے لیکن ڈالنے مین دوزخ کے
آگے پیچھے ہونگے اسواسطے کہ بعضے تقدیم کے مستحق ہونگے اور بعضے تاخیر کے اور بعضے نیچے کے طبقے کے اور بعضے
اوپر کے طبقے کے سزاوار ہونگے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ دوزخ کے نگہبان بھر دالنے گرینگے دوزخ مین بدون اس
بات کے کہ انکو مہلت اور فرصت دیوین طعن تشنیع سے پیش آوینگے اور سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ
پوچھینگے انسے محافظ اور نگہبان دوزخ کے کیا دنیا مین کوئی ڈرانیوالا اور نصیحت کرنے والا تمھارے پاس
نہ آیا تھا جو اس بلا سے تمکو خبردار کر دیتا اور تم اپنے بچاؤ کی فکر کر لیتے اسواسطے کہ عاقل اور دانا لوگ کوئی خوف
کی بات اگر عوام بلکہ ادنی کے منہہ سے جو سنتے ہیں تو اس سے بچاؤ کی تدبیر حتی المقدور کر رکھتے ہین اور اگر کوئی
معتبر شخص سے ایسی بات سنتے ہین پھر تو ضرور اسکی تدبیر کرتے ہین اور ان نگہبانون کا قصد اسکے پوچھنے
سے یہہ ہوگا کہ اگر یہہ لوگ رسولون کے آنے کا انکار کرین تو ہمارا غصہ اور زیادہ ہوا اور ان کو خوب مار دھاڑ
کرین اور کافر بھی یہہ بات قرینے سے دریافت کرینگے کہ پوچھنے سے غرض انکی یہہ ہے لاچار ہو کر سچ بولدینگے
قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ کہین گے آیا تھا ڈرانیوالا ہمارے پاس اور بہت لوگ ہم مین سے اسکی بات سچی
جانکر اسکے ساتھ ہو لئے تھے اور ہم کو بھی وے لوگ ڈراتے اور سمجھاتے تھے اور انکا نام ہمنے ملا اور
واعظ اور ناصح رکھا تھا فَكَذَّبْنَا پھر جھٹلایا ہم نے ان سبکو باوجود اس بات کے کہ انکے ساتھ دلیلین اور
معجزے بھی تھے اور ایک کلام یعنے کتاب بھی ہم کو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہہ کلام اللہ تعالی نے اتارا ہے
اور اسمین دوزخ کے عذاب سے تم سب کو ڈرایا ہے لیکن ہمنے ان کی بات کو نمانا وَقُلْنَا مَا
نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ اور کہا ہمنے کہ اللہ تعالے نے کچھ بھی نہین اتارا ہے نہ کسی کام کرنے کا حکم کیا ہے
اور نہ کسی کام سے منع کیا ہے اور نہ کسی اچھی بات پر ثواب کا وعدہ دیا ہے اور نہ کسی بری بات پر
عذاب کا اور نہ کچھ پند اور نصیحت کی ہے إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ تم لوگ نہین ہو مگر بڑی گمراہی
مین پھنسے ہوئے کہ اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھتے ہو اسواسطے کہ آدمی حق تعالی کیطرف جھکین اور اسکی
عبادت مین مشغول ہووین اور دنیا مین برائی نہ رہے اور فتنہ اور فساد اور لڑائی اور جھگڑے سب جاتے
رہین اور اس جھوٹھ باندہنے کو تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالی اسمین ہمسے راضی ہوگا اسواسطے کہ یہہ بات ہم اسکے واسطے

کرتے ہین اور اسکی طرف لوگونکو بلاتے ہین اور یہہ نہین پوچھتے کہ جھوٹھ باندھا بہت بری چیز ہی جس سے ایذا ہوا اور اب ہمکو معلوم ہوا کہ ہمارا گمان غلط تھا اور ہم ہی گمراہی مین پھنسے تھے جو سچّون کو جھوٹھا جانا اور نصیحت کرنے والون اور دوستون پر بدگمانی کی اور وے لوگ جو ہماری بہتری کی بات کہتے تھے اُسکو ہمنے نہ سُنا اور کچھ بھی اپنی عقل کو دخل نہ دیا اور ان لوگون کے حال مین ہمنے کچھ غور اور فکر نہ کی کہ وے لوگ جھوٹھ سے بہت دور تھے وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اور کہینگے کہ اگر ہم لوگ ان کی بات سنتے اور جو معجزے اُن کی سچائی پر گواہی دیتے تھے انکو مانتے اور خوشخبریان اور خوف کی باتین اور شرع کے حکم جو وے کہتے تھے انکو سچا جانتے اَوْ نَعْقِلُ یا پوچھتے ہم کہ پیغمبرون نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اچھی اور سچی باتین ہم کو پہنچائی ہین مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ نہوتے ہم دوزخ کے رہنے والون مین جو ہم پر تم ایسے ظلم کرتے اور جو اللہ تعالیٰ تکلیفون اور حکمون کی دلیلین بھی دو قسم کی ہین یعنے سمعی یا عقلی یعنے جو کان سے سنی جاتی ہی یا عقل سے دریافت کی جاتی ہی اسی سبب سے ان دونون چیزون مین یعنے سمعیات اور عقلیات مین تامل اور فکر نکرنے سے افسوس کرینگے اور بعضے مفسّرون نے نَسْمَعُ کو تقلید پر اور نَعْقِلُ کو تحقیق اور اجتہاد پر حمل کیا ہی کہ ان دونون لفظون سے بھی مراد ہی اسواسطے کہ یے دونون نجات کی راہین ہین اور صاحب کشاف نے کہا ہی وَمِنْ بِدَعِ التَّفَاسِيرِ أَنَّ الْمُرَادَ لَوْ كُنَّا عَلَى مَذْهَبِ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَوْ مَذْهَبِ أَصْحَابِ الرَّأْيِ مَا كُنَّا فِي جَهَنَّمَ یعنے نادر ہی اس آیت کی یون تفسیر کرنا کہ مراد اس آیت سے یہہ ہی کہ اگر ہوتے ہم محدّثون کے مذہب پر یا عقل والون کے یعنے فقیہون کے مذہب پر تو نہوتے ہم دوزخ مین پھر اسکے بعد اعتزال کے تعصب سے یعنے معتزلی مذہب کی جانبداریکے سبب سے اس تفسیر کے باطل کرنے مین بہت سے ہاتھ پانون مارے ہین اور بڑی لمبی چوڑی تقریر کی ہی لیکن وہ سب جانبداری اور ناانصافی سے بھری ہوئی ہی قابل اسکے نہین ہی کہ علما اسکی طرف دیکھین یعنے ایسی پوچ تقریر ہی کہ علما کے دیکھنے اور جواب دینے کے قابل نہین ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ وے کافر دوزخ مین پڑینگے بعد پیغمبرون کی سچائی اور اپنی گمراہی کا اقرار کرینگے فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ پھر قایل ہوے اپنے گناہ پر اور اقرار کیا کہ ہمنے پیغمبرون اور واعظونکو ناحق جھٹلایا اور بڑے بڑے معجزے جن مین

کچھ شک اور شبہ تھا انسے بے وجہ انکار کی اور عقل کی بات سے بھی دور رہے اور جو بات کی عقل
کے خلاف کی لیکن اسوقت اُن لوگون کا ڈرنا اور قایل ہونا کچھ انکے کام نہ آویگا فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ پھر اب
بہت دور ہی آگ والونکو نجات اور خلاصی سے اور اللہ تعالیٰ کی شفقت اور رحمت اس قرار کرنے اور ڈرنے سے
ہرگز اُن کے حال پر متوجہ نہوگی اور اُنکے گناہونکی ہرگز بخشش نہوگی اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ بیشک
جو لوگ ڈرتے ہین اپنے پروردگار سے غائبانہ بن دیکھے دوزخ کے عذاب کے اور بدون سُننے اُسکے
جوش اور خروش کے اور بے دیکھے گرفتاری اور دھر پکڑ دوزخ کے موکلون کی اور ابتدا اس دیکھنے کی موت کے
وقت سے شروع ہوتی ہی اور ہرچند کہ خواہش اور غصے نفسانیکے غلبے سے بُرے کام اُنسے ہوئے
ہونگے لیکن اس ڈرنے کے سبب سے جو ڈر کے وقت یعنے دنیا مین رکھتے تھے اور وہی ڈر اُس بُرے کام
کرنیکے بعد ندامت اور شرمندگی کا سبب پڑتا تھا اور انکو ندامت کے دریا مین ڈبوتا تھا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ انکے واسطے
واسطے بخشش ہی اُن گناہون سے جو خواہش اور غصے کے غلبے سے اُنسے ہوگئے تھے وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ اور ثواب ہی
بہت بڑا اُس انکے ڈرنے پر اور برائی سے شرمندہ ہونے پر چنانچہ دوسری جگہہ پر فرمایا ہی وَلِمَنْ خَافَ
مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ یعنے اور جو شخص ڈرا کھڑے ہونے سے سامنے اپنے پروردگار کے اسکے واسطے دو باغ
ہونگے اور حقیقت مین ذات پاک پروردگار کی اسی لایق ہی کہ بن دیکھے اس سے ڈرا چاہیے اسواسطے کہ
پوشیدہ ہونا کسی شخص سے اسوقت امن اور بیخوفی کا سبب ہوتا ہی کہ اس شخص کو اُسکے قول اور فعل پر
پوشیدگی کی حالت مین خبر نہو اور اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہی کوئی چیز چھپی ہو یا کھلی اس سے غایب نہین
ہی اس کا علم سب کو گھیرے ہوئے ہی وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اور پوشیدہ کرو اپنی بات کو اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ یا پکارکر
کہو اُس بات کو اللہ تعالیٰ دونونکو جانتا ہی اور سنتا اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک وہ اللہ
جانتا ہی سینے کی باتونکو بہت مفسرون نے روایت کی ہی کہ قریش کے کافر برائیان اور بدگوئیان ان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام اور قرآن کی اپنی مجلسون اور محفلون مین طعن کے طور پر بیان کیا کرتے
تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی یا الہام سے وے سب باتین معلوم ہوتی تھین اور جب اُن
کافرون سے ملاقات ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسے کہتے کہ تمنے فلانے روز فلانی مجلس

مین ایسی بری بات ہمکو کہی تھی یہہ بات تمکو مناسب نتھی ایسی باتین سنکر کافر حیران ہوتے تھے پھر آپس مین
تعقید کیا کہ جب کچھ ذکر اس قسم کا منظور ہو تو پکار کر بہت کہا کرو بلکہ آہستہ آپسمین کہا کرو ان کافرون کو گمان اسبات کا
تھا کہ کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستدارون مین سے ہماری مجلس مین ہوتا ہے اور وہ اس بات کو
اُن تک پہنچا دیتا ہے حقتعالی جلشانہ نے یہہ آیت بھیجی اور ارشاد فرمایا کہ یہہ حقتعالی کا علم ہے اور چھپا
اور کھلا آہستہ اور پکار کر کہنا سب اسکے نزدیک برابر ہے بلکہ جو تم دل مین کچھ منصوبہ کرتے ہو وہ بھی حق تعالی
جانتا ہے اور اگر اسبات کو تم اچنبھا جانتے ہو اور یہہ خیال آتا ہے کہ بے نزدیک اور حاضر ہونیکے
کسطرح کوئی ہمارے قول اور فعل کو معلوم کریگا خصوصًا وے چیزین جو ہم دلمین سوچتے ہین اور ہرگز انکو
زبان پر نہین لاتے وے باتین کسطرح کسی کو معلوم ہونگی تم ہم کہتے ہین اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ نہین جانتا ہے وہ
جسنے اس سوچ اور فکر کو تمھارے دلونمین پیدا کیا اور باتون کو تمھاری زبان سے نکلوایا اور اٹھنا بیٹھنا چلنا
تمھارے ہاتھ پیر کو سکھلایا بلکہ وہ جانتا ہے اور یہہ بات ظاہر ہے کہ پیدا کرنا کسی چیز کا بدون اُسکے احوال
کی تفصیل جانے ہوئی ممکن نہین ہے اور اگر وے یہہ کہین کہ ان چیزون کو ہمنے آپ پیدا کیا ہے نہ خدا نے
جیسا معتزلیون اور حکماؤن کا مذہب ہے تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ اسبات کے تو خود معتزلہ اور حکما بھی
قایل ہین کہ جو چیزین واقع اور ظاہر ہونیوالی ہین انکا علم مجرد انکو ضروری ہے وَهُوَ اللَّطِيفُ اور اللہ تعالی اُن سب
مجردات سے زیادہ لطیف ہے کہ کسیطرح مادے سے علاقہ نہین رکھتا پھر اس قسم کے مجرد کو نفس الامر اور
واقع ہونیوالی حقیقتون کا نہ معلوم ہونا کسیطرح متصور نہین البتہ اتنا ہے کہ متوجہ ہونا اور التفات کرنا اُن
حقیقتون کی طرف انکے حاضر کرنیکے واسطے ضروری اور شرط ہے سو وہ اللہ تعالی الْخَبِيرُ بڑا خبردار ہے کہ ہر
ذرے کے احوال کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کسیوقت کسی ذرے کے احوال سے اسکو غفلت نہین ہوتی پھر
دوسرے اسکے کارخانے کیطرف جو اس کی بادشاہت کے کارخانون مین سے ہے نظر اور غور کرو کہ هُوَ
الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا وہ اللہ تعالی ایسا فیاض اور فیض بخش ہے کہ کر دیا تمھارے واسطے زمین کو تابعدار اور
تمکو زمیندارون اور جاگیردارون کے مانند اس زمین پر آباد کر دیا اور جو کچھ زمین مین ہے جیسے کانین جواہرات کی
اور چشمے اور بڑھانیوالی قوتین اور جانور جو تمھارے کام آوین جیسے گائے بیل اونٹ گھوڑا گدھا ان سبکو تمھارے

قبضے مین کر دیا کہ تم ان جانورون کو اپنے کام مین لاؤ اور زمین کی کانین کھودوا ور انپر لاد لاؤ اور کھیتی اناج
انکے سبب سے تیار کروا ور کوٹے اور چشمے کھودوا ور بناؤ اور پانی انسے نکالو اور عمارتون کو آراستہ کرو فَامْشُوْا
فِيْ مَنَاكِبِهَا پھر چلو اس زمین کے کندھون پر سوداگری کیواسطے اور ایک ملک کی چیز دوسرے ملک مین لیجانیکے واسطے
اور سیر اور تماشے اور ہر ملک کے خواص اور پانی اور ہوا پہچاننیکے واسطے وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ اور کھاؤ اللہ تعالے
کے رزق دئے ہوے سے جو زمین سے تمکو نکال دیتا ہی سو تم سب اس معاملے مین کسانون اور عمل دارون اور
پٹیونکے قایم مقام ہوئے کہ تمھاری تنخواہ تمھارے ہی ہاتھ کے کام سے نکلتی ہی لیکن باوجود اُن سب
باتونکے تم لوگونسے مطلوب یہہ ہی کہ بادشاہ کا حق بھی ادا کرتے رہو اور مسکینون اور محتاجون اور یتیمون
اور اپاہجونکو بھی دیتے رہو کہ یے لوگ بھی تنخواہ دارونکے مانند ہین اور بادشاہی سند کے وسیلے سے
تمسے اپنی تنخواہ مانگتے ہین سو تم کو چاہئے کہ انکو محروم اور بے نصیب مت رکھو اسواسطے کہ عملداری کی مدت
تمام ہونیکے بعد آخر تمکو بھی اس زمین کو چھوڑ جانا ہی اور اسکے حاصل اور نفع سے ہاتھ اٹھانا ہی وَاِلَيْهِ
النُّشُوْرُ اور اسیکی طرف زندہ ہوکر اٹھ جانا ہی پھر ایک ایک جو کا تمسے حساب سمجھے گا اور جو جو کہ حق تلفیان
تمسے ہوئی ہونگی انپر تمکو پکڑیگا اور اسپر غرور مت کرنا اور دھوکھا مت کھانا کہ تم کو زمین کا مالک اور مختار کر دیا ہی
اور زمین کو تمھارے طور پر چھوڑ دیا ہی کہ جو چاہو سو کرو اور یہہ بھی مت سمجھنا کہ لشکر اسکا یعنے تدبیر کرنیوالے
روحین اور فرشتے آسمانون پر ہین اور آسمان ہمسے ہزارون برس کی راہ دور ہین اگر وے فرشتے اور
روحین ارادہ کرین کہ ہمارے گناہ پر ہمکو تنبیہ کرین اور کچھ سزا دیوین تو بسبب دوری کے ایسا نہ کر سکینگے
اگرچہ اللہ تعالی کا حکم بھی ہماری تنبیہ کے واسطے صادر ہووے ءَاَمِنْتُمْ کیا نڈر ہو گئے تم مَنْ فِي السَّمَاءِ اس
شاہنشاہ سے جسکی سلطنت کا ظہور اور اسکے فرمان بردار خادم آسمان پر ہین اور تم لوگ زمین پر اور آنکی دور
سے کسطرح تمھارا انتظام کر سکینگے سو یہہ خیال تمھارا فاسد ہی نڈر مت ہو اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ اس
بات سے کہ دھنسا دے تمکو زمین مین جسطرح اب زمین پر حاکم بنے پھر رہے ہو اور نہین بوجھتے کہ جسنے تمکو زمین
سوار کیا ہی وہ چاہے تو زمین کو تم پر سوار کر دے فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ پھر یکایک وہ زمین ہلنے اور
دریا کی طرح موج مارنے لگے اور تمکو اپنے اندر لیکر موج کے تھپیڑون سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے پھر بالکل

نیست اور نابود ہوجاؤ اور اگر باوجود ایسی دلیل روشن کے پھر بھی تم اپنی نادانی سے آسمان کی دوری کے
سبب سے زمین پر اسکے حکم جاری ہونے مین کچھ شک اور شبہ رکھتے ہو تو ہم تم سے پوچھتے ہین کہ آم آمِنْتُم
مَّنْ فِي السَّمَاءِ کیا نڈر ہوگئے تم اس شاہنشاہ سے جسکی سلطنت کا ظہور آسمان پر ہے اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ
حَاصِبًا اس بات سے کہ بہیجے تمپر بدلی پتھر برسانیوالی یعنے جسطرح ابر بدلی سے پانی برستا ہے اور اسکے
سبب سے تمھارے واسطے زمین سے رزق کی پیدایش ہوتی ہے اسیطرح وہ چاہے تو پانی کی جگہہ
پتھر برساوے جو تمھاری ہلاکت کا سبب پڑے اور اگر فرض کیا ہمنے کہ اس شاہنشاہ نے تمکو دنیا مین چھوڑ دیا
فَسَتَعْلَمُوْنَ پھر نزدیک ہے کہ جان لوگے یعنے مرنیکے وقت جو پہلی منزل آخرت کے سفر کی ہے کہ کَیْفَ نَذِیْرِ
کیسے سچے تمھارے ڈرانیوالے اور اگر تمکو اس ڈرانیکی خبر سے سنکر یقین نہ لاوین اور کہین کہ زمین کا دہسنا
اور آسمانون سے پتھرون کا برسنا عادت کے خلاف ہے کبھی ایسا نہین ہوا تو تم یقین جان لو کہ یہہ کافر تمھارے
جھوٹھا کرنے پر اڑ گئے ہین وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ جھٹلایا تھا ان لوگون نے جو انسے پہلے تھے
ایسے عذاب کو جو عادت کے خلاف ہے جیسے قارون اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ
پھر کیسی ہوئی انکار ہماری کہ قارون کو ہم نے زمین مین دہنسا دیا اور قیامت تک دہنستا چلا جاویگا اور زمین
نے اسکے واسطے دریا کا حکم پایا ہے یعنے اسکو غرق بھی کردیا اور موج کے تھپیڑون سے اسکو ادھر سے اُدھر
اور اُدھر سے اِدھر کرتی جاتی ہے اور حضرت لوط کی قوم پر کنکر کی قسم کے پتھر برسے کہ جسکے سر پر گرتے
تھے تو اُسکے نیچے سے نکل جاتے تھے اور اسکو ہلاک کرتے تھے اور اگر یہ لوگ باوجود ان قصون کے سننے کے
نڈر ہین اور تمھارے خوف دلانیکو باور نکرین اور کہین کہ ع شنیدہ کی بود مانند دیدہ تو تم یقین جان لو کہ یہہ سب
نہایت نادانی اور غفلت مین پھنسے ہوئے ہین اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ کیا نہین دیکھتے ہین اڑنیوالی
چڑیون کی طرف ہوا مین جو بھاری پن مین پتھر سی ہین اس واسطے کہ اصل ان کی بھی مٹی ہے اور
جو چیز مٹی سے پیدا ہوتی ہے وہ ثقل اور بھاری پنے کے سبب سے حرکت کے وقت نیچے ہی گرنیکو چاہتی
ہے لیکن یہہ چڑیان اللہ تعالی کے حکم سے فَوْقَهُمْ انکے سرون پر رہتی ہین اور وے چڑیان کچھ ایک
ایک دو دو نہین ہوتین تاکہ اُن کے دل مین شبہ گذرے کہ شاید ہوا کے زور سے چھوٹی پتھریون کی

طرح اوڑ رگئی ہونگی بلکہ صٰٓفّٰتٍ صف باندہے سیکڑون اور ہزارون اڑا کرتی ہین جیسے کبوتر اور مرغابی اور
کلنگ کہ انکا صف باندہکر اڑنا سب دیکھتے ہین اور اگر یہہ لوگ پھر کہین کہ یہہ چڑیون کے پرون کی خاصیت ہے
کہ ہوا مین ٹھہرتی اور تیرتی ہین جیسے دوسرے جانور پانی مین تیرتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ اڑنیکی حالت مین کبھی
پرونکو کھولتی بھی ہین وَیَقْبِضْنَ اور کبھی پرونکو بند بھی کرلیتی ہین پھر اس حالت مین بھی زمین پر نہین گرتی ہین
تو معلوم ہوا کہ انکا ہوا پر ٹھہرنا جو انکی طبیعت کے خلاف ہے فقط اللہ تعالی کی قدرت سے ہے مَا یُمْسِکُہُنَّ
اِلَّا الرَّحْمٰنُ نہین تھامتا ہے انکو ہوا پر مگر وہ ذات جو رحمانیت کی صفت سے موصوف ہے اور یہی صفت
چاہتی ہے کہ انکے نفع کی چیزین انکو پہنچین سو وے نفع ہوا کے طبقون مین سپرد ہین تو جبتک انکو ہوا مین نرکھین
وے نفع انکو کسیطرح نہ پہنچین سو حق تعالی انکی حاجتونکو دیکھتا ہے اور ایک غیبی تدبیر سے ان نفعون کو ہوا
مین انکو پہنچاکر نگاہ رکھتا ہے اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ بیشک وہ اللہ تعالی ہر چیز کو دیکھتا ہے اور نفع اور
ضرر ہر چیز کا جانتا ہے اور نفع لینے اور نقصان دور کرنے کی تدبیرین انکو سکھلاتا ہے بس ان چڑیون کو جنکی
اصل خاک ہے ہوا پر تھانبے رکھنا اللہ کی قدرت کی دلیل ہے دونون چیزون پر یعنے دہنسنے اور تپھر کے
برسنے پر اسواسطے کہ دہنسنے کی حقیقت یہی ہے کہ ہوا زمین کے ٹکڑون مین در آتی ہے اور انکو ہلاکر دباتی
ہے اور آسمان سے تپھر برسنا بھی موقوف ہے اسبات پر کہ پہلے زمین سے ان چڑیون کو جو تپھر ہوجانیکی
صلاحیت رکھتی ہین ہوا کے زور سے اوپر لیجانا پھر انکو اس جگہہ تھانبے رکھنا یہانتک کہ بھاری
پن مین تپھر کے مانند ہوجاوین پھر انکو انکی اصل طبیعت کی طرف پھیرنا تاکہ اپنی طبیعت کی خواہش
سے زمین پر گرین بلکہ اگر تامل اور غور کیا جاوے چڑیون کے احوال مین تو معلوم ہوجاوے کہ ان کا حال
ان دونون سے عجیب تر ہے اسواسطے کہ اگر کوئی شخص اپنے تئین ہوا کے کرہ مین خیال کرے اور ہوا
مین جانورون کے اڑنیکو غول باندہکر اور علیحدہ علیحدہ ایک کے بعد ایک کو ملاحظہ کرے تو بھی اس کو
یقین ہوگا کہ زمین سے بدلی اٹھی ہے اور تپھر برساتی ہے اور زمین کے ٹکڑے آسمان کی طرف
دوڑے آتے ہین اور اسطرح کے عجایب وغرایب زمین کے دہنسنے اور آسمان سے تپھر برسنے مین
نہین پائے جاتے اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین زمین کے جز نیچے کی طرف حرکت کرتے ہین

تو معلوم ہوا کہ اس زمین اور آسمان کے شاہنشاہ کی پکڑ سے انکا بیخوف اور بے دہشت ہونا کچھ اسکی
عاجزی کے وہم سے نہین ہی بلکہ انکو اسباب کا وہم سمایا ہی کہ ہم اسکا مقابلہ کرسکتے ہین سو اب انسے
پوچھا چاہیئے کہ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ بھلا ایسا شخص کون ہی کہ وہ تمھارا لشکر ہوسکے
اور نوکرون کی طرح تمھارے دشمن کے مقابلے مین ہر وقت حاضر ہوکر يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ مدد
کرے تمھاری رحمن کے مقابلے مین اگر اور اگر یہ لوگ اپنی بیوقوفی اور نادانی سے کہہ بیٹھین کہ ہان ہمارے
معبودون اور شیطانون کا ایک لشکر ہی کہ جب کام آپڑیگا تو حقتعالے کے عذاب کو ہم تک آنے نہ دیگا
اور اس عذاب کو ہمسے دفع کردیگا تو یقین جان لینا کہ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ نہین ہی یہہ کافر
مگر فریفتگی مین پھنسے ہوئے کہ حقیقت کو چھوڑکر ظاہر پر فریفتہ ہوئے ہین اور اسباب کو مسبب کے
مقابلے مین کرتے ہین اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ بھلا کون ہی ایسا شخص جو روزی دے تمکو
اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر بند کردے حق تعالیٰ اپنے رزق کو یا رزق کے اسباب کو جیسے پانی کا برسنا
اور ہوا کا چلنا اور سورج کی گرمی اور چاند کی خنکی اور بیج اور جانور جنسے کھیت کو جتتے اور سینچتے ہین اور
یہہ بات ظاہر اور سب جانتے ہین کہ اگر ایک بھی سبب رزق کا ان اسبابون سے بند ہوجاتا ہی جیسے
پانی اگر نہ برسے تو ہرگز انکے بت اور معبود اسکو برسا نہین سکتے اور انکی مصیبت مین کام نہین آسکتے اور
پھر اور اسباب کب ہوسکتے ہین بس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے مقابلہ کا جو انکو وہم ہی وہ باطل ہی کوئی
اس درگاہ کے مردود کو مقبول نہین کرسکتا لیکن یہ احمق اپنی بے اصل باتونکو جھوٹھہ نہین جانتے اور اپنی
بیہودہ گوئی کو نہین بوجھتے بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ بلکہ اڑ رہے ہین شرارت اور سرکشی مین اور نفرت
کرتے ہین حق بات کے قبول کرنے سے اور اصل اسبات کی یہہ ہی کہ سیدھی راہ یہ لوگ بھول گئے
ہین اور سفلی اسباب پر اپنی نظر و فکر روک رکھا ہی اور مسبب الاسباب سے بالکل غافل ہوگئے
ہین تو اب انسے پوچھا چاہیئے کہ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ کیا پھر وہ شخص جو اوندھا اپنے منہہ کے بھل
چلتا ہی اور نیچے کی چیزین جیسے زمین اور جو زمین پر ہی اسکے سوائے کچھہ نہین دیکھتا اَهْدٰٓى بڑا راہ
پانے والا ہی اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا یا وہ شخص جو سیدھی راہ چلتا ہی کھڑے ہوکر اور آسمان اور

(حاشیہ: انکی فریادرسی)

اور ستارے اور نشان اور ہمارے سب اسکی نظر مین ہین چنانچہ یہہ بات موحد کو حاصل ہی کہ ہر چیز کو مسبب الاسباب سے جانتا ہی سو وہ اس سبب سے عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ثابت ہی سیدھی راہ پر اور اسباب کو اسماء الہیہ کا مظاہر یعنے جائے ظہور جانتا ہی اور حق تعالی کو بے اسباب کے موثر جانتا ہی اور اسکی تاثیر کو اسباب کے ہونے پر موقوف نہین رکھتا اسیواسطے سب کامون کی تدبیر مین حکمت کی رعایت کرتا ہی اور انکے اسباب کی تلاش کرتا ہی لیکن تدبیر اور اسباب پر اعتماد نہین کرتا ہی بخلاف اس شخص کے کہ فقط سبب پر بھروسا کرکے تدبیر اور اسباب کو بیکار محض جانکر چھوڑ بیٹھا ہی تو گویا وہ شخص اسکی حکمت کے کارخانیکو نہین بوجھا ہی اور راہ متوسط چھوڑ دی ہی پھر اگر یہہ کافر ایسی واضح دلیلون کے بیان کرنے سے بھی راہ پر نہ آدین اور اپنی کج فہمی سے اصل مطلب کو نہ سمجھین تو دوسری طرح سے انکو سمجھاؤ اور قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ کہو کہ وہ اللہ تعالی ایسا مسبب الاسباب ہی جسنے پیدا کیا تمکو اور نیستی کے پردیسے نکال کر اس عالم مین لاکر موجود کیا اس نیستی کے عالم مین کونسی چیز ایسی تھی جو تمھارے وجود کے ظہور کی خواہش کرتی اسواسطے کہ دنیا مین لڑکے کی پیدایش کے بڑے اسباب ماں باپ کا وجود ہی اور انکا آپسین صحبت کرنا اور یہہ بات سب کو معلوم ہی کہ لڑکے کی پیدایش مین ماباپ کی صحبت کو کچھ تاثیر نہین ہی بہت لوگ برسون صحبت کیا کرتے ہین اور اولاد کی آرزو مین رہتے ہین لیکن یہہ آرزو میسر نہین ہوتی اور لڑکے کے سب اعضا درست کرنے مین اور ہر ایک عضو کو اسکے مناسب قوت دینے مین اور اسکی شکل اور صورت ٹھیک کر دینے مین ماباپ کی صحبت کو کچھ بھی دخل نہین ہی اس وہی خالق ہی کہ جسنے اپنی قدرت کاملہ سے تمکو پیدا کیا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ اور کر دئے تمھارے واسطے کان سننے کو اور آنکھہ دیکھنے کو اور دل بوجھنے کو سو انہی تینون چیزون سے تمنے تمام دنیا کی چیزون کا دریافت کرنا شروع کیا اور ہر چیز کے سبب کو پہچانا اگر یے تینون چیزین نہوتین تو ہرگز تم کسی سبب کو معلوم نکر سکتے بس حقیقت مین ان سببون کو تمنے سبب گردانا ہی والا حق تعالی کے کام ایک کے بعد ایک ہوتے چلے جاتے ہین کونسا سبب وہان ہو رکا رہتا قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت تھوڑا تم شکر کرتے ہو اسواسطے کہ یے دونون جاتے یعنے آنکھہ اور کان اور دل جو عقل وشعور کا مکان ہی اسواسطے

انکو دیئے تھے کہ اسکی توحید کا حق ادا کرو اور موثر حقیقی فقط اسی کو جانو اور اسباب کو اسکی حکمت
کے ظہور کا مقام معلوم کرو لیکن تمنے اپنی نافہمی سے ایسی عمدہ چیزونکو یعنے آنکھہ کان دلکو اسباب ہی
کے دریافت کرنیمین گنوایا اور اسقدر اسباب کے دریافت مین زیادتی کی کہ اسکی توحید سے بھی محروم
رہے اور اسکو تاثیر مین منفرد نجانا اور اگر اسطور کے سمجھانے سے بھی یے لوگ راہ پر نہ آوین اور اپنی بداعتقادی
سے اسباب ہی کو موثر حقیقی جانین اور اس اعتقاد سے نہ پھرین تو دوسرے طور سے انکو سمجھاؤ اور جو
ان کی بات سے انپر لازم ہوتا ہے اسکو اختیار کرو اور انکو الزام دو اور قُل کہو کہ اگر جو تم کہتے ہو وہ
صحیح ہے تو تمہارے کام بھی تمہاری جزا کا سبب پڑینگے اسواسطے کہ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ وہ اللہ تعالے
ایسا قدرت والا ہے کہ تمکو پیدا کرکے بکھیر دیا ہے فِي الْأَرْضِ زمین مین تاکہ طرح طرح کے کام تم
سے زمین پر صادر ہووین وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ اور اسیکی طرف جمع کئے جاؤگے تاکہ اپنے اپنے کئے کا عوض
پاؤ تو اس سے معلوم ہوا کہ تمہارے کام بھی انہی اسباب مین سے ہین پھر انکو کیون بیکار اور
بےفایدہ چھوڑتے ہو اور برے کامون سے ڈرتے نہین ہو وَيَقُولُونَ اور کہتے ہین اس الزام کے
جواب مین کہ اسواسطے ہم ان اپنے عملون کو معطل اور بیکار چھوڑتے ہین اور انکے سبب ہونے کا
اعتقاد ہمکو نہین آتا کہ ہزارون برس اور قرن گذر گئے اور ان عملون کی تاثیرین کچھ بھی ظاہر نہوئین
لیکن تم لوگ ان عملون کی تاثیرون کے ظہور کا وعدہ بہت دور اور دراز کرتے ہو سو جبتک اس
اپنے وعدے کا ایک وقت مقرر نکروگے تو ہم کب ایسے وعدہ کو یقین کرینگے مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ کب ہوگا یہہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو اسواسطے کہ اگر حشر اور جزا اس وعدے کے موافق
واقع ہووے تو تمکو سچا جانینگے اور اگر تمہارے کہنے کے موافق نہوئی تو تمہارا جھوٹہہ ظاہر ہو جائیگا
سو انکی اس بات کے جواب مین قُل تو کہہ کہ ہم اس وعدیکو معین نہین کر سکتے اسواسطے کہ اللہ تعالے
نے ہمکو اسکا علم نہین دیا بلکہ اس وعدیکو مبہم اور پوشیدہ رکھا ہے اور اسکے مبہم اور پوشیدہ
رکھنے مین ایک بڑی حکمت ہے اور وہ یہہ ہے کہ اگر اسکے پہلے آنیوالی چیزون پر نگاہ کریکے جو بعد
مرنیکے ہر شخص کو پیش آوینگی اسکو نزدیک بیان کرتے اور ہر شخص کو اسکی موت کا ایک

نشان تقریر کرکے بتلا دیتے تو دنیا کا کارخانہ بگڑتا اور سب کام معطل ہو جاتے اور موت کے خوف سے ہر شخص اپنے ہوش و حواس بجا نپاتا اور اگر اس وعدہ کی انتہا یعنے خاص قیامت کے دن پر نظر کرکے اسکے آنے کو دور بیان کرتے تو آدمی بے دہشت اور نڈر ہو جاتے اور برے کاموں پر جرأت اور دلیری کرتے اسواسطے کہ انسان کی جبلی اور پیدایشی یہہ خصلت ہے کہ اپنے زمانے سے دور والی چیز پر التفات نہیں کرتا اور اس کا ڈر اسکے دلمین اثر نہین کرتا سو اسیواسطے اسکا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہین ہوا بلکہ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ نہین ہے اس واقعہ کا علم مگر اللہ تعالے کے نزدیک بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اسی اللہ تعالی کے پاس ہے سوائے اسکے کوئی نہین جانتا وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اور نہین ہون مین مگر ایک ڈرانیوالا کھولکر یعنے قطعی دلیلون اور سچے معجزون سے اسکے واقع ہونیکو ثابت کرتا ہون مین پھر باوجود ایسی دلیلون اور ایسے معجزونکے دیکھنے کے مجھے سچا نجاننا بلکہ میری سچائی کو اسکے وقت کے بیان کرنے پر موقوف رکھنا بڑی نادانی اور حماقت ہے سوائے اسکے اسوقت کا دریافت کرنا اور جاننا کافرون کے حقمین بہت برا ہے چنانچہ جب اس وعدہ کا وقت آوے گا اور کافر بھی اسوقت زندہ کئے جاوینگے فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً پھر جب دیکھینگے کہ وہ وعدہ نزدیک آپہنچا سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بدشکل کردئے جاوینگے چہرے ان لوگون کے جنھون نے کفر کیا تھا اور سیاہی اور تاریکی اور غبار آلودگی ان پر چھا جائیگی وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ اور کہا جائیگا یہہ وہ چیز ہے جسکو تم بڑی خواہش سے طلب کرتے تھے اور اگلے یہہ کافر کہتے کہ یہہ واقعہ جسکی تم خبر دیتے ہو اگر جسطرح تم کہتے ہو اسیطرح ہوا تو ہم اور تم سبکے سب اسدن گرفتار اور ہلاک ہونگے اور سبکی روحین قبض ہونگی تو قُلْ اَرَءَیْتُمْ کہہ کیا دیکھا اور فکر کیا تمنے اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ کہ اگر ہلاک کرے مجھکو اللہ تعالے اور ان لوگون کو جو میرے ساتھ ہین موت سے یا پہلے بار کے صور پھونکنے سے یا ہمارے گناہون کی شامت سے آخرت مین اَوْ رَحِمَنَا یا رحم کرے ہم پر اور اپنی مہربانی سے بعد موت کے راحت نصیب کرے اور پہلے بار کے صور پھونکنے تک زندہ نہ رکھے اور آخرت مین سب تقصیرین ہماری معاف کردے اور ہمارے گناہون پر ہمکو نہ پکڑے پھر تمکو اس سے کیا فایدہ تمھارا ڈر ان چیزون سے جانیکا نہین تمکو چاہیے کہ اپنے بچاؤ کی فکر کرو اسواسطے کہ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ پھر کون ہے جو پناہ دیگا کافرون کو

مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ دکھ والے عذاب سے قُلْ کہہ تو کہ یے سب باتین جو مین نے بیان کین ہین سو فقط تمھارے
انکار کرنیکے لحاظ سے نہین تو مجھکو اسکی درگاہ سے نجات اور ثواب کی بڑی امید ہی اس واسطے کہ
هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ ذات پاک بڑی رحم والی ہی ہرگز اسکی طرف سے وہ بات جو رحمت کے خلاف ہی ظاہر
نہ ہوگی ہان البتہ اگر ہماری طرف سے کفر اور سرکشی پائی جائے اور اس کی رحمت کو ہم غضب سے بدل ڈالین
یا اسکی توحید اور موثر حقیقی ہونے کے ہم قایل نہون اور بتون کی شفاعت پر یا دوسرے وہمی سببون پر اعتماد
کرکے اس کی نامرضی باتون کو بے باک ہوکے کرنے لگین ہم تو البتہ اسکے غضب کے سزاوار ہونگے
سوان چیزونسے ہم مین ایک بھی پائی نہین جاتی بلکہ اٰمَنَّا بِهٖ ہم تو ایمان لائے ہین اس پر وَعَلَيْهِ
تَوَكَّلْنَا اور اسی پر اعتماد اور بھروسا کیا ہی ہمنے اور اسبابون مین سے کسی سبب پر ہم اعتماد
نہین کرتے فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ سو اب قریب ہی کہ جان لوگے کہ کون ہی ظاہر
گمراہی مین پھنسا ہوا ہم یا تم اور اگر یے کافر کہین کہ گمراہی ظاہر یہی ہی کہ تم مسلمان لوگ اسباب کو بے کار
جانتے ہو اور ہم لوگ اسباب کی تاثیر کے قایل ہین تو قُلْ اَرَءَيْتُمْ کہہ کیا تم فکر کرچکے ہو کہ کوئی سبب آسمانی ہو
یا زمین کا وقت پر کچھ کام آتا ہی سو اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا اگر صبح کرے پانی تمھارے چشمون اور کوؤن
اور دریاؤن کا زمین مین دھنسا ہوا یعنے اگر سب پانی زمین مین غایب ہو جاوے اور کوئی چیز اس پانی کو کھود کر
زمین سے نکال نسکے فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ پھر کون لاوے گا تمکو پانی جاری جو چشمے کے ملنے سے
ملتا ہی اور حال یہہ ہی کہ پانی ایسی چیز ہی کہ ہر وقت درکار ہی اور جب کوئی سبب عالم اسباب سے
خواہ وہ سبب آسمانی ہو یا زمین کا ایسے ضروری کام کے حاصل کرنے مین کام نہ آیا اور بیکار محض ہوا تو
پھر کسطرح ہم اسباب پر اعتماد کرین اور کیونکر اسباب کے معطل اور بیکار ہونے کے ہم قایل نہون بعضے
لوگون سے یہہ حکایت منقول ہی کہ ایک نادان حکیم نے یہہ آیۃ سنی اور کہا کہ اگر ایسا اتفاق ہووے تو ہم
پھاوڑے اور کدالی کے زور سے پانی زمین سے نکال لے وین یہہ بات اُس کے منہہ سے
نکلتے ہی نزولے کا پانی کالا اسکی آنکھون مین اُتر آیا اور دونو آنکھین اسکی اندھی ہوگئین اور ایک
غیب سے آواز آئی کہ پہلے یہہ کالا پانی اپنی آنکھ سے دور کرا اور بینائی کا سفید پانی اسکی جگہہ لے آ تو

پھر زمین سے کوان یا چشمہ کھود کر پانی نکالنا اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو شخص اس اخیر کے آیت کو پڑہے اسکو چاہئے کہ بعد اسکے یہہ کلمہ کہے اَللّٰہُ یَأْتِیْنَا بِہٖ وَھُوَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ یعنے اللہ تعالیٰ لادیگا ہم کو پانی اور وہ پرورش کرنیوالا ہی تمام عالم کا اب اس سورت کی تفسیر مین کئی سوال جو عربی کے دقیق اور باریک مطلبونکے دریافت کرنیوالے عالمون نے کئے ہین باقی رہگئے ان مین سے پہلا سوال یہہ ہی کہ حق تعالیٰ نے جو کلمہ کہ فرشتون کی زبان سے نکلا اسکو یون بیان فرمایا کہ اَلَمْ یَأْتِکُمْ نَذِیْرٌ اور اسکے جواب مین دوزخ والون نے جو کہا اسکو یون بیان فرمایا کہ قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ اور اتیان اور مجی دونون لفظین آپسمین مرادف ہین یعنے دونونکے ایک ہی معنے ہین پھر فرشتونکے کلام کو اتیان سے اور دوزخیون کے کلام کو مجی سے بیان کرنے مین کیا نکتہ ہی جواب اس سوال کا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مین جسکا نام اتقان ہی بیان کیا ہی اور اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہہ دونون لفظین اگرچہ اصل معنون مین متحد ہین لیکن استعمال مین ان دونون لفظونکے فرق ہی اور وہ فرق کئی وجہون سے ہی سوان آیتون کے مطابقت ہرایک وجہہ کے بیان کرنے کو بڑی تفصیل اور طویل طویل عبارت چاہئے اور وہ عبارت اس تفسیر مین کہ ابتدا سے اسکی بنیاد اختصار پر ہوئی ہی گنجایش نہین رکھتی لیکن تھوڑا سا مضمون جو اس تفسیر کے لایق ہی اور مطلب سمجھ لینے کو کفایت کرتا ہی بیان کیا جاتا ہی کہ اتیان کی لفظ ہر چیز مین مستعمل ہوسکتی وہ چیز محسوس ہو خواہ غیر محسوس حقیقت مین پائی جاتی ہو خواہ فرض کرلیا ہو بخلاف مجی کی لفظ کے کہ اکثر اسکا استعمال ان چیزون مین ہوتا ہی جو محسوس ہوتی ہین اور خارج مین پائی جاتی ہین آپسے کہ حق تعالیٰ کی تجلی دنیا مین جو حضرت کے پردے مین چھپی ہوئی ہی ایمان کی لفظ سے تعبیر کی جاتی ہی جیسا کہ فرمایا ہی ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّأْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ یعنے کیا منتظر ہین کہ آوے انکے پاس اللہ تعالیٰ پردونمین بدلیونکے اور حقتعالےٰ کی تجلی ٹھہری کو جو آخرت مین بے پردہ ہوگی مجی کی لفظ سے بیان فرمایا ہی قال اللہ تعالےٰ وَجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا یعنے اور آیا رب تیرا اور فرشتے صف کی صف باندھے اور اکثر مقدمہ عذاب کو اتیان کی لفظ سے بیان فرمایا ہی جیسے اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ یعنے آپہنچا حکم اللہ کا پھر اسکی جلدی مت کرو اور جو عذاب کہ حقیقت مین آیا اور ظاہر ہوا ہی اسکو اکثر مجی کی لفظ سے بیان فرمایا ہی

جیسے فَلَمَّا جَاءَهُمْ أَمْرُنَا وَجَاءَهُمْ بَأْسُنَا یعنے جب آیا ان پاس حکم ہمارا آیا اُن پاس عذاب ہمارا سو
ان آیتون مین ملائکہ کے کلام کو عام لفظ سے ارشاد فرمایا یعنے کیا تم پاس کوئی ڈرانے والا محسوس یا
غیر محسوس حقیقت مین یا فرضی نہ آیا تھا اسواسطے کہ اس قدر مین الزام حجت کا ہوجاتا ہے اور مطلب دلیل
سے ثابت ہوجاتا ہے اور بےخبری اور نادانی کا عذر دور ہوجاتا ہے اور دوزخیونکے کلام کو مجی کے
لفظ سے جو نہایت حسرت اور بڑے گناہ اور انتہا درجے کی خطاکے ظہور پر دلالت کرتی ہے بیان
فرمایا یعنے ڈرانے والا ظاہر مین ہم پاس پہنچا تھا لیکن ہمنے اسکو دیکھ سنکے نمانا اور اس فرق کی
تائید کرتا ہے جو سورۂ مریم مین ان دونون لفظونکا استعمال آیا ہے اور حقتعالےٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ
کے کلام کو اس صورت مین حکایات کے طور پر نقل فرمایا ہے یَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ
يَأْتِكَ اے باپ میرے مجھکو آئی ہے خبر ایک چیز کی جو تجھکو نہین آئی اور اسیطرح سورۂ مومنون مین واقع
ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ یعنے کیا آئی ہے ان پاس خبر جو نہین آئی تھی
اُن کے باپ دادونکے پاس جو پہلے گذر گئے ہین اور ایک احتمال یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ جابجا اسطور کے
استعمال کو اختیار کرنا لفظ کے سلامت رہنے کے واسطے ہو اس واسطے کہ ہمزہ متحرک ابتداءِ کلام مین اور
ہمزہ ساکن انتہاءِ کلام مین ثقیل ہوتا ہے چنانچہ جنکے ذہن صحیح اور سلامت ہین ان پر یہہ بات پوشیدہ نہین
ہے اور دوسرا سوال یہہ ہے کہ سورۂ انعام مین حق تعالیٰ نے فوقانی عذاب کو تحتانی عذاب پر مقدم
کیا ہے اور فرمایا کہ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ یعنے وہ اللہ
تعالیٰ غالب ہے اسپر کہ بھیجے تمپر عذاب تمھارے اوپر سے یعنے آسمان سے یا تمھارے پیرون کے نیچے
سے یعنے زمین سے اور اس سورت مین تحتانی عذاب کو فوقانی عذاب پر مقدم کیا ہے اور فرمایا ہے
ءَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ اور پھر اسکے بعد ارشاد ہوا کہ أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ
يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ان دونون سورتون مین اس تقدیم اور تاخیر مین فرق ہونیکی کیا وجہ ہے اس
سوال کا جواب یہہ ہے کہ سورۂ انعام مین اس آیۃ کے پہلے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ
عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً یعنے وہ اللہ غالب ہے اپنے بندون پر اور بھیجتا ہے تم پر اپنے

نگہبان سو اس آیت کے مضمون کی رعایت سے فوقانی عذاب کا مقدم لانا وہان مناسب ہوا اور اس سورت
مین اس آیۃ کے پہلے حق تعالی فرماتا ہے کہ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا
وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ اور اس آیۃ کے مضمون کی رعایت سے تحتانی عذاب جو زمین سے علاقہ رکھتا ہے
اسکا مقدم لانا بہت مناسب ہوا اور تیسرا سوال یہہ ہے کہ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ یہہ دونون لفظین
ترکیب مین ضمیر کی لفظ سے حال پڑی ہین پھر ایک حال کو اسم فاعل کے صیغے سے مفرد لانا اور دوسرے
حال کو مضارع کے صیغے سے جملہ فعلیہ لانے کی کیا وجہہ ہے یَصْفُفْنَ وَیَقْبِضْنَ کیون نہ ارشاد ہوا یا
صٰٓفّٰتٍ وَّقَابِضٰتٍ کیون نہ فرمایا تاکہ دونون مین مطابقت پائی جاتی اس فرق کی کیا وجہہ ہے اسکا
جواب یہہ ہے کہ ہوا مین اوڑنا پانی مین تیرنے کے مشابہ ہے اور ان دونون کامون مین ہاتھہ پیر اور بازو
کا کھولنا ہوتا ہے تاکہ چیرنا اور جدا کرنا پانی اور ہوا کا آسان ہوجاوے اور اس حالت مین سمیٹ لینا ہاتھہ
پیر یا بازو کا ضرورت کے واسطے ہوتا جاتا ہے تاکہ طبیعت کو آرام حاصل ہوتا رہے اور نئی قوت پیدا
ہوتی جاوے جسطرح لومڑی یا بلّی یا دوسرے جانور جست کرنے اور کودنے کے وقت سمٹ جاتے
ہین اور اسم فاعل کا صیغہ ہمیشگی اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور جملہ فعلیہ مضارع کے صیغے سے
تجدد اور حدوث پر تو گویا اسطرح ارشاد ہوا کہ چڑیان ہوا مین صف باندھی اڑا کرتی ہین اور پر اپنے
کھولے رہتی ہین اور کبھی کبھی پر سکوڑ بھی لیتی ہین تاکہ پر کھولنے اور اُڑنیکی اور زیادہ قوت حاصل ہووے
جیسے پانی کے تیرنے والے کہ انکا بھی یہی حال رہتا ہے سو یہہ فرق بغیر دونون حال کے صیغے متغیر کئے
ہوئے بوجھا نجاتا چوتھا سوال یہہ ہے کہ قبر کے عذاب سے نجات حاصل ہونیکے واسطے اس صورت کے تخصیص
کی کیا وجہہ ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ قبر کا عذاب اکثر بداعتقادی کے سبب سے ہوتا ہے خصوصًا قبر کے سوال
اور اپنے بدعملون کی پرسش سے غافل ہونا اور دن رات نفس کی خواہش مین پھنسے رہنا اور نجاستون سے
اپنے کو نہ بچانا کہ یے چیزین قبر کے عذاب کی سبب پڑتی ہین اور جو شخص کہ اس سورت کو معنے سمجھہ کر پڑھتا ہے
اسکو پورا یقین ہوتا ہے کہ موت کے بعد جو دنیا مین کیا ہے اسکا حساب ہونا ہے اسواسطے کہ حقتعالی کا قول
خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا اسی بات پر دلالت کرتا ہے اور اسبات کی بھی اسکو

یقین ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ سینے کے بھیتر کے بھید اور دل کے پوشیدہ خیالات سے واقف ہے کچھ اسپر چھپا نہین ہے اسواسطے کہ اس آیت سے وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یہی بات بوجھی جاتی ہے سو جس شخصکو ان چیزونکا یقین ہو جاتا ہے تو البتہ اسکے جوہر نفس کو برے خیالون کی تاثیر کم ہوتی ہے اور بالکل اسکو خراب نہین کرسکتی اور یہہ بھی ہے کہ قبر مین جاتے ہی پہلا صدمہ جو آدمی کو پہنچتا ہے وہ ضغطہ قبر کا ہے اور اس کا دبانا یعنے مردے کے قبر مین پہنچتے ہی زمین مین حرکت پیدا ہوتی ہے جیسے دریا مین موج اور ہی حرکت اور موج کے تھپیڑون سے مردیکا حال تباہ ہوجاتا ہے سو جب اس آیة کا مضمون یعنے ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ آدمی کے خیال مین رہتا ہے اور تلاوت اسکی کیا کرتا ہے تو یہہ خوف ہمیشہ اسکے سامنے رہتا ہے اور حق تعالیٰ کے قول کے موجب جو دوسری جگہہ فرمایا ہے اور اسکے سچے وعدے کے موجب کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ یعنے تحقیق جو لوگ ڈرتے ہین اپنے رب سے بن دیکھے انکو بخشش ہے اور ثواب بڑا وہ شخص مستحق بخشش اور معافی کا ہوتا ہے اور آخر کی آیت یعنے اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ اور درمیان کی آیت یعنے اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یہ دونون آیتین اس مضمون سے خوب مناسبت رکھتی ہین چنانچہ یہہ بات تامل اور فکر کرنے سے پوشیدہ نرہے گی اور آیت هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا بھی قبر کی راحت پر دلالت کرتی ہے بعضے معنون سے اور اس سورت مین عذاب قبر کے دفع ہونے کے مقدمے مین دوسری بھید بھی ہین سو وے توضیح اور تشریح پر موقوف ہین اس مختصر مین اسکا بیان گنجایش نہین رکھتا لیکن اتنا بطور اشارے کے کہا جاتا ہے کہ تبارک کی لفظ مین تامل اور غور کرنا چاہیے کہ اسمین ہمیشگی کی خیر کا اور انعام اور احسان کا معاملہ بعد موت کے بھی جاری رکھنے کا اشارہ بوجھا جاتا ہے اور آسمان کا ستارون کی قندیلون سے روشن کرنا اور اس کی روشنی کے سبب گرد نواح آسمان سے شیطانون کو ہانکنا صاف اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ آسمانی کیفیتین اور اسکے احوال قبر کی تاریکی کو روشن کردین گے اور شیطانون کی شرارت سے بچالین گے اور اس تشویش کو دور کرینگے بلکہ اگر ان معنون مین خوب غور اور تامل کیا جاوے تو بخوبی ظاہر

ہو جاوے کہ قبر کے داخل ہونے کے بعد زمین کا اوپر کا طبقہ قبر والے کے حق مین دنیا کے آسمان کا حکم پیدا کرے گا اسواسطے کہ وہ طبقہ ہدایت کے چراغون سے روشن اور منور رہا ہے اور وہ چراغ انبیا و اولیا کی نورانی روحین ہین جنکی روشنی کی چمک سے زمین منور ہو رہی ہے اور شیطانونکے دفع کے واسطے نیچے کے آدمیون سے مدد پہنچاتے ہین

اسمین باون آیتین اور دو سو چھبیس کلمے اور ایک ہزار تین سو چھ حرف ہین اور پہلی آیتین اس سورت کی بلاشبہ مکی ہین لیکن بعضے آیتو نمین اختلاف ہے کہ مکی ہین یا مدنی اور شمار مین اسکی آیتین پچاس ہین بلاخلاف اور باون ہونیمین اختلاف ہے اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ تھا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے اور آپ پر وحی آنا شروع ہوا اور وضو اور نماز کا طور آپ کو غیب سے سکھلایا گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کا ظاہر کرنا شروع کیا اسوقت حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زید رضؓ آپکے متبنے جسکو ہندی مین لے پالک کہتے ہین اور حضرت ام ایمن آپ کی خادمہ رضی اللہ عنہم یے سب ایمان لائے اور نماز پڑھنا آپکی اہلبیت مین رائج ہوا اور یے باتین نئی نئی جو مکے والون نے کبھی نہ دیکھی تھی ہر مکان اور ہر مجلس مین نقل ہونے لگین اور اسبات کا چرچا پھیلا بعضے بے ادب کافرون نے کہنا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ ہوگیا ہے اور تمام اپنے گھر والون کو بھی دیوانہ کرڈالا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتونکے سننے سے نہایت رنج اور ملال ہوتا تھا اللہ تعالے نے آپ کی تسلی خاطر کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی اور دو مرتبے قسم یاد فرماکے ارشاد کیا کہ تو ہرگز دیوانہ نہین ہے بلکہ تیری عقل تمام مخلوقات کی عقل کی

ترجیح رکھتی ہی کسیکی عقل تمھاری عقل کے پاسنگ کو بھی نہین پہنچتی اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورہ ملک سے
یہہ ہی کہ سورۂ ملک مین اس شاہنشاہ حقیقی کے اکثر کارخانون کا ذکر جو سلطنت سے متعلق رکھتے ہین
بیان فرمایا ہی چنانچہ اوّل خیرات کی کثرت دوسرے قادر ہونا سب چیز پر یہانتک کہ مارنے جلانے
پر بھی تیسرے ہر شخص کے کامون سے خبردار ہونا یہانتک کہ پوشیدہ بات سے بھی سوچھپی ہوئی دلکی بات بھی
اس درگاہ مین پوشیدہ نہین ہی چوتھے غالب ہونا سب پر پانچوین بخشنا اور معاف کرنا باوجود
قدرت کے چھٹھے بڑے بڑے مکان عالیشان اپنے خادمونکے واسطے تیار کردینا ساتوین رعایا مین
تفاوت اور جانب داری نکرنا آٹھوین اپنے ممالک محروسہ کے ملکونکو زیب اور زینت سے آباد اور
معمور رکھنا نوین دشمنون کے ذلیل اور خوار کرنے کے اسباب تیار رکھنا دسوین فرمان بردارون کے واسطے
بخشش اور انعام کے اسباب موجود رکھنا گیارہوین امن اور چین کا ہونا یعنے ایسا انتظام ملک مین کرنا
کہ سب رعایا امن اور چین سے رہین بارہوین سب چیزونکا نرخ سستا رکھنا تیرھوین اپنے مخالفون کو
کمزور کر رکھنا تاکہ دشمنونکی حمایت نہ کرسکین اور اس درگاہ کے محرومونکو رزق نہ پہنچاسکین سو یہ سب
کارخانے عمدہ ہین کہ انکے جمع ہونے سے سلطنت رونق اور قوت پکڑتی ہی باقی رہا یہان پر بیان ایک
بڑے کارخانیکا کہ یہ سب کارخانے اسی سے تعلق رکھتے ہین سو اس کارخانیکا ذکر اس صورت مین ہوا
اسواسطے تتمہ کے طور پر اس سورۃ مین اسکو بیان فرمایا سو وہ کارخانہ دفتر والون اور متصدیون اور اہل
قلم کا ہی بس یہہ سورت گویا مملکت کے خطّی وجود کا بیان ہی سب کارخانونکے ساتھ اور خطی وجود خارجی
وجود کا ظل ہی اور ان دونونکے درمیان مین حکایت اور محکی عنہ کا علاقہ ثابت ہی سو اسواسطے کہ ظل کا
مرتبہ اصل کے مرتبے سے متاخر ہی اس کارخانیکو اس سورت مین یعنے سورۂ نون مین جو سورۂ ملک کے پیچھے ہی
بیان فرمایا تاکہ اس بیان مین ظل اور اصل کے مرتبون کی تفاوت کیطرف بھی اشارہ ہو یعنے ظل کا
مرتبہ اصل کے بعد ہی اسیواسطے کہ اہل قلم کے کارخانیکو دوسرے کارخانون کے بیان کے ساتھ پہلی
سورۃ مین بیان نفرمایا اور سوائے اسکے ان دونون سورتونکے مضمون مین بھی جابجا مناسبت ثابت ہی
چنانچہ پہلی سورت مین فرمایا ہی لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا اور اس سورتمین فرمایا إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا

اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اور اس سورتمین کافرونکا عذاب دوزخ مین اور اسکے موکلونکی جھڑکی حکومت اور بادشاہت
کے طور پر مذکور ہی اور اس سورت مین وے سب مضمون متصدی گری کے طور پر بیان فرمائی ہین
جیسے اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ اَمْ لَکُمْ کِتٰبٌ فِیْہِ تَدْرُسُوْنَ اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَۃٌ یعنے
کیا کرین گے ہم مسلمانون کو مثل گنہگارون کے کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہی جس مین پڑھ لیتے
ہو کیا تمنے ہم سے قسمین لین ہین پورتی پہنچتی بس یہ مضمون صریح سوال ہین لکھا پڑھی اور قول و قرار کی
دست آویز طلب کرنے سے اور یہہ طور دفتر کے متصدیون کا ہی اور اس سورتمین ضروان کے باغ والون کا
حال بھی مذکور ہی اور وہ بھی متصدی گری کے قاعدے سے تعلق رکھتا ہی اسواسطے کہ جب کسی گانون کے زمیندار
یا کھیتی والے اپنے معمول کے خلاف کرتے ہین اور حاکم کے تنخواہ دارونکو واجبی حق نہین دیتے تب وہ
گانون ان کے قبضے سے نکالکر سپرکار ضبط کرتے ہین اور بالکل انکے مال کو قرقی کرتے ہین اور اس
سورت مین بھی اسی قسم کے قصّے عبرت اور ڈر کے خوف دلانیکے واسطے سلطنت اور حکومت کے طور پر
بیان فرمائے ہین جیسے ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا اور ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ
الْاَرْضَ اور اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا یعنے وہ رب ایسا ہی جسنے کردیا
تمھارے واسطے زمین کو پست اور کیا نڈر ہوگئے تم اس سے جو آسمان مین ہی کہ دہنسادے
تمکو زمین مین اور کیا نڈر ہوگئے تم اس سے جو آسمان مین ہی کہ ڈالے تم پر پتھراور اس سورتمین ایک
دریا کی مچھلی کا مذکور ہی جو سب مخلوقات کے طبقونکے نیچے تہ نشین ہی اور حکم آلہی کی ایسی فرمان بردار
ہی کہ ایک پیغمبر جلیل القدر کو اپنے پیٹ کے قید خانے مین لیکر ایسی احتیاط سے رکھا کہ ان کے بدن کو
کچھ آسیب نہ پہنچا اور اس سورتمین بھی پرند جانورونکا مذکور ہی کہ حقتعالےٰ کے حکم سے ہوا مین ٹھہرے
ہوئے ہین یے سب گویا اسبات کیطرف اشارہ ہی کہ مرغ سے ماہی تک ہمارے تابعدار اور فرمانبردار
اور عاجز اور سرنگون ہین اور ایسی ہی فکر کرکے اگر آدمی غور کرے تو مناسبت کی وجہین ان دونو سورتونمین
بہت پائی جاتی ہین اور اس سورتکا نام سورۂ نون رکھنے کی وجہہ یہہ ہی کہ نون کے عدد جمل کے حساب سے
پچاس ہین اور اس سورتکی آیتین جن پر اتفاق ہی وے بھی پچاس ہین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کا زمانہ بھی پچاس برس کامل ہوا اسطورسے کہ بعد نبی ہونیکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیئیس برس زندہ رہے اور مسندِ نبوت آپ کی ذات پاک سے مزین رہی بعد آپ کے ستائیس برس تک خلفاء راشدین اسی قانون اور آئین پر اسطور سے عمل کرتے رہے کہ ایک بال کے برابر بھی شریعت کے احکام مین تفاوت نے راہ نپائی اور سب فرمانبردار اور تابعدار رہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ستائیسوین سال مین وقت کے خلیفہ کو حکومت سے باز رکھنے کے سبب سے فتنہ برپا ہوا اور نافرمانی شروع ہوئی اور وقت کے خلیفہ کو معزول سمجھا اس سبب سے گویا نبوت کا دور منقطع ہوا اور زمانہ سلطنت اور بادشاہت کا قریب آپہنچا کہ پیغمبر کے خلیفہ کی تابعداری مین قصور ہوا اور اسکا حکم جاری نہ ہوا اگرچہ خلیفہ برحق کے موجود ہونے کے سبب سے اصل خلافت کا نام تیس برس تک باقی رہا لیکن جو پیغمبر کے خلیفہ کا حکم جاری نہوا تو گویا نبی کا حکم جاری نہ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا نشان ہی مٹ گیا اسواسطے کہ نبوت کا حکم اسوقت اسی خلیفہ کی ذات مین منحصر تھا اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اور دیوانگی کی نفی آپ کی ذات ستودہ صفات سے بہت واضح کرکے بیان فرمائی ہے اور حرف نون نبوت کی لفظ کا پہلا حرف ہے اور یہہ بھی ہے کہ جتنے عمدہ مطلب اس سورت مین بیان ہے انمین نون کے حرف کو بڑا دخل ہے اسواسطے کہ اول اس سورت مین اپنی نعمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان فرماکے دیوانگی کی نفی کی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور آپ کے دشمنون کو مفتون فرمایا یعنے راہ سے نکلے ہوئے پھر دین کی بات مین کافرون سے سستی کرنیکو منع فرمایا علی الخصوص اس کافر سے جسکے دل مین اللہ جلشانہ کی اہانت بس گئی ہے اور چغل خوری اور نیک چیز سے ہر شخص کو روکنا اسکی عادت ہوگئی ہے اور باوجود ان سب باتون کے وہ ولدالزنا بھی ہے اور اپنے مال اور اولاد کی زیادتی پر مغرور بھی ہے پھر اسکے بعد ان باغوالون کا قصہ بیان فرمایا جو اپنی نیت کے بدلنے سے اور مسکینون کو حق نہ دینے سے اور انشاء اللہ تعالیٰ کے نہ کہنے کے سبب سے خرابی مین پڑے اور رات کو وے سوتے ہی رہے اور باغ جل گیا اور پچھلی رات کو خوشی خوشی اٹھ کر

باغ کو گئے تاکہ کسی مسکین کو خبر نہ ہو اور وہان جاکر دیکھا تو باغ سب جلا ہوا پایا پھر اپنے تئین آپ
ندامت کرنے لگے پھر اسکے بعد کافرون سے سند طلب کرنیکا بیان ہی کہ اللہ تعالی کی کوئی سند
انکے پاس ہی جس سبب سے کہتے ہین کہ جیسا ہم چاہینگے ویسا ہی اللہ تعالے ہمکو دیگا یا اللہ تعالے نے انسے
قسم کھائی ہی کہ جو تم چاہوگے وہی ملے گا پھر اسکے بعد اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ میرا داؤ بڑا زبر
دست ہی کہ کوئی اس سے بچ نہین سکتا پھر اسکے بعد اللہ تعالی نے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بیان
فرمایا کہ اس طور سے مچھلی کے پیٹ مین اللہ تعالی کو پکارا اور اس قادر علی الاطلاق نے انکی فریادرسی
کی اور اس دعا کے سبب سے انکو اس بلا سے نجات دی اور اس حرف نون کی تفسیر مین جو اس سورت
کے اول مین واقع ہی اور اسی سورت کا نام بھی وہی ہی مفسرون نے بہت سا اختلاف کیا ہی حضرت عبد
اللہ ابن عباس اور قتادہ اور سدی اور مقاتل اور کلبی رضی اللہ عنہم سے اور ان کے سوائے دوسرون سے
بھی ایسا نقل کیا گیا ہی کہ اس نون سے مراد وہ مچھلی ہی جسکی پیٹھ پر ساری زمین ہی اور اسکا نام
یہہوت یا لیوتا یا بلہوت یا لوثیا ہی اور ان بزرگون سے ایسی روایت آئی ہی کہ حق تعالی نے جب آسمان
اور زمین کو پیدا کیا تو اسوقت اپنے عرش معلے کے نیچے سے ایک فرشتے کو حکم فرمایا کہ ساتون
زمین کے نیچے جاکر ساری زمین کو اپنے کندھے پر رکھ لے سو اس فرشتے نے آکر سب زمین کو اپنے
اوپر اٹھا لیا دونون ہاتھ اسکے کھلے ہین ایک مغرب مین ہی اور دوسرا ہاتھ مشرق مین پھر اس فرشتے
کو دونون پانوٴن رکھنے کی جگہہ نتھی تب حقتعالی نے جنت الفردوس سے ایک بیل کو بھیجا جسکے
چالیس ہزار سینگ ہین اور چالیس ہزار پانون اس بیل کے کوہان پر اس فرشتے نے دونون پانون
اپنے رکھے لیکن اسکے پانون ٹھہرتے نتھے تب فرشتونکو حکم ہوا تو ایک ٹکڑا زمرد سبز کا جنۃ الفردوس
سے لاکر اس بیل کے کوہان سے اسکے کان تک رکھدیا پھر اس فرشتے کے پانون اس پتھر پر ٹھہر
گئے اور اس بیل کے سینگ زمین کے چارون طرف سے نکل آئے ہین اور دونون نتھنے اس
بیل کے کھارے دریا کے اندر ہین جو وقت وہ بیل دم باہر کو نکالتا ہی تو دریا مین مد ہوتا ہی جسکو
جوار اور بھاٹا کہتے ہین اور بھرتی کہتے ہین اور اس وقت دریا مین کف یعنے پھین بہت نکلتا ہی

اور جسوقت وہ بیل دُم بھیتر کو کھینچتا ہے تو اسوقت دریا مین جزر ہوتا ہے جسکو بنگالے مین بھاٹا اور
بمبئی مین اوٹ کہتے ہین پھر اُس بیل کے پانون کے ٹھہرنے کے واسطے حق تعالی نے ایک پتھر پیدا کیا
جس کا مٹاپا ساتون آسمان اور ساتون زمین کے برابر ہے اُس پتھر پر وہ بیل کھڑا ہے اور یہہ
وہی پتھر ہے جسکو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کی نصیحت مین سوائے آسمان اور زمین کے ذکر
کیا ہے چنانچہ بطور حکایت کے حقتعالی فرماتا ہے کہ یَا بُنَیَّ اِنَّھَا اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاْتِ بِھَا اللّٰہُ یعنے اے بیٹے میرے اگر کوئی چیز ہوگی
برابر رائی کے دانے کے پھر وہ پتھر مین ہو یا آسمان مین یا زمین مین لا دیگا اُسکو اللہ تعالے
اور اس پتھر کے ٹھہراؤ کے واسطے ایک بڑی مچھلی حقتعالے نے پیدا کی ہے سو یہہ پتھر اسکی پیٹھ پر دھرا ہے اور
باقی بدن اُس مچھلی کا خالی ہے اور وہ مچھلی دریا پر ہے اور دریا ہوا پر اور ہوا اللہ کی قدرت سے تھنبی ہوئی
ہے تاکہ سب کو معلوم ہوجاوے کہ اس عالم کی بنیاد بر باد ہے اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ
فرماتے ہین کہ ایک روز ابلیس لعین تحت الثریٰ کو پہنچکر اُس مچھلی تک پہنچا اور اُسکے دلمین یہہ وسوسہ
ڈالا کہ کسواسطے اتنا بوجھا اپنے اوپر لادی ہوئی رنج مین گرفتار ہے ذرا اپنے بدن کو جنبش دے کہ تمام آسمان
اور زمین اور پہاڑ تیری پیٹھ پر سے گر پڑینگے اور تو اس بوجھ سے خلاصی پاوے اُس مچھلی نے چاہا کہ حرکت
کرے مجرد اس قصد کے حقتعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک جانور کو بھیجا وہ جانور اُس مچھلی کی ناک مین
پیٹھ کر دماغ کو پہنچا مچھلی کی حالت تباہ ہوئی اور بیقرار ہوکر جناب باری مین اُسکی شکایت کی حق تعالے جل شانہ
نے فرمایا کہ یہہ سزا اس شیطانی وسوسہ کی ہے جسکو تو نے قبول کیا تھا پھر اُس جانور کو حکم ہوا کہ اُس
مچھلی کے کان کی راہ سے نکلکر اُسکے آنکھ کے سامنے حاضر رہ تاکہ اگر دوسری مرتبے پھر وہ مچھلی ایسا ارادہ
کرے تو پھر تو اُسکے دماغ مین گھس جانا اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اس نون سے مراد وہ مچھلی ہے
جسنے حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالے کے حکم سے نگل گیا تھا اور تین روز یا چالیس روز اپنے پیٹ
مین رکھا تھا اور بعضون نے کہا ہے مراد وہ مچھلی ہے کہ جسکے خون مین نمرود مردود کا تیر ڈوب کر آیا تھا
سو اسطے کہ یہ دونون مچھلیان اپنی جنس مین ایسی بزرگی رکھتی ہین جو اور مچھلیون مین نہین پائی جاتی

ایک

ایک مچھلی ایسے پیغمبر جلیل القدر کے قید کرنے پر مسلط ہوئی تھی اور اتنی ادب کی رعایت کی کہ پیغمبر کے
بدن پر کسیطرح کی ایذا اور تکلیف نہ پہنچی اور دوسری مچھلی نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے فدا
کیا اور اپنی جان کو اُس پاک پروردگار کے دشمن کے تیر کے مقابلے مین نشانا بنایا جسطرح کوئی شخص
لڑائی مین اپنے تئین سردار کے سامنے کرکے دشمن کے تیر گولی کا نشانہ بن جاوے اور سردار پر کسیطرح کا
آسیب نہ آنے دے تو وہ شخص تمام فوج مین ممتاز ہوتا ہے اور سردار کے نزدیک سرفراز اور ضحاک اور حضرت
حسن بصری رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نون سے مراد دوات ہے چنانچہ ایک شاعر قدیم نے کہا ہے
؎ اِذَا مَا الشَّوقُ بَرَّحَ بِیْ اِلَیْهِمْ اَلِفْتُ النُّوْنَ بِالدَّمْعِ السَّجُوْمِ یعنے جوقت کہ غلبہ کرتا ہے اشتیاق انکا
مجھپر الفت دیتا ہون مین دوات کو آنسو بہنے والے کے ساتھ یعنے بھر دیتا ہون مین دوات کو اور یہہ تفسیر قلم کی
لفظ کے ساتھ بہت مناسبت رکھتی ہے اور تائید دینے والی اس تفسیر کی ایک حدیث مرفوع ہے یعنے
اَوَّلُ شَیْءٍ خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ ثُمَّ خَلَقَ النُّوْنَ یعنے اَلدَّوَاةَ ثُمَّ قَالَ اُکْتُبْ مَا هُوَ کَائِنٌ مِنْ عَمَلٍ اَوْ اَثَرٍ
اَوْ رِزْقٍ اَوْ اَجَلٍ فَکَتَبَ مَا کَانَ وَمَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ خَتَمَ عَلَی الْقَلَمِ یعنے فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ قلم ہے پھر پیدا کیا نون کو یعنے دوات
کو پھر حکم ہوا قلم کو کہ لکھہ جو چیز ہونے والی ہے عمل اور نشان اور رزق اور اجل سے پھر لکھا قلم نے جو چیز
تھی اور جو ہونیوالی ہے قیامت تک پھر مہر کردی گئی قلم پر اور معاویہ بن قرۃ رضی اللہ عنہ سے
مرفوعًا روایت آئی ہے کہ اَلنُّوْنُ لَوْحٌ مِّنْ نُّوْرٍ تُکْتَبُ فِیْهِ الْمَلٰٓئِکَةُ مَا یُؤْمَرُوْنَ بِهٖ یعنے نون
ایک تختہ ہے نور کا لکھتے ہین اسمین فرشتے جو ان کو حکم ہوتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ نون ایک نہر کا
نام ہے لیکن ان تفسیرون پر ایک اعتراض جو علم نحو سے علاقہ رکھتی ہے وارد ہوتی ہے وہ یہہ ہے کہ تمام
قاریون کے نزدیک اس حرف پر وقف لازم ہے اور جب یہہ تفسیر ہوئی تو وقف نہین ہو سکتا اسواسطے
کہ نون کا لفظ اگر اسم جنس ہے تو جر اور تنوین اس کا حرف قسم اور لام کی تقدیر سے ہوتا ہے اور
اگر علم منصرف ہوتا تو جر اور تنوین اسپر آتا اور اگر غیر منصرف ہوتا تو حرف کے قسم کی تقدیر اس کے
فتحے کے واسطے ضرور ہوتی اور جواب اس اشکال کا یہہ ہے کہ اس لفظ کا ذکر اس مقام پر کنا یہ ہے

قسم سے صریح قسم نہین ہے اور حرف قسم کی تقدیر اور اُس کا عمل دینا اس لفظ مین صریح قسم کو لازم ہے
کنایہ کو لازم نہین اور عطا اور بعضے دوسرے مفسرون سے منقول ہی کہ یہہ نون اشارہ ہی حقتعالے
کے نامون سے دو نامون کے پہلے حرف کیطرف یعنے نور اور ناصر اور محمد بن کعب قرظی نے کہا ہی کہ نون
اشارہ ہی مومنین کی نصرت کی طرف اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ اس
نون سے یہی دریا کی مچھلی مراد ہی اور اسکو عارفون اور کاملون سے بہت مناسبت ہی اسواسطے
کہ تمام عمر پانی مین رہتی ہی اور کبھی اُس کا جی پانی سے نہین بھرتا اور اُس کو پانی سے سیری حاصل
نہین ہوتی اور اگر ایک دم بھر پانی سے علیحدہ ہوتی ہی تو بیقراری سے اپنی جان دیتی ہی اسیطرح عارف
لوگ عمر بھر حقیقت کے دریا مین غوطے کرتے ہین اور غوطہ لگاتے ہین لیکن سیر فی اللہ کے مرتبونسے
کبھی سیر نہین ہوتے اور اگر کبھی ایک لمحہ اسکی یاد سے دور ہووے تو دہی سبب ہلاکی کا ہوتا ہی اور
کیا اچھی بات کہی ہی مولانا رُوم علیہ الرحمہ نے ؎ ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد ؛ وانکہ بے روزیست
روزش دیر شد ؛ یعنے عشق حقیقی ایک دریا ہی جسکی انتہا نہین ہی سو جو عاشق کامل کہ اُس دریا کی
مچھلی بنا اسکو چاہیئے کہ سیری سے ہاتھ دھووے اور ہمیشہ پیاسا رہے اور اسی حالت مین مرے
اور جو متوسط الحال ہی وہ اپنی پیاس کو بجھاوے اور کمال سے باز رہے اور جو شخص بے روزینے
بے عشق کی لذت کے زندگانی کرتا ہی اسکو غم اور اندوہ مین گذرتا ہی اور رنج کے دن دیر مین کٹتے
ہین سو حرف نون کا لانا شروع مین اُس سورت کے سب مطلب سے پہلے اُس بات کی طرف اشارہ
ہی کہ تم جو نہایت اشتیاق ہماری طرف رکھتے ہو اور ہر دم اور ہر لحظہ وہی بات کرتے ہو جسمین
ہمارا ذکر ہو اور ہر کام مین یعنے اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اور بات چیت مین ہمارا ہی دھیان
رکھتے ہو اور نادانون کی عادت کے خلاف کرکے ہمارے واسطے اپنے تئین ہنساتے ہو اور بے
ہمارے شغل اور بے ہماری یاد کے تم رہ نہین سکتے سو اسواسطے یہہ کافر تمھارے تئین مجنون اور دیوانہ
کہتے ہین چنانچہ صحیح حدیث مین آیا ہی کہ اُذْكُرُوا اللّٰهَ حَتّٰى يُقَالَ مَجْنُونٌ یعنے یاد کرو اللہ تعالے
کو یہانتک کہ لوگ تمکو مجنون کہنے لگین اور یہ احمق نہین سمجھتے کہ مچھلی کو دریا سے بھی یہی مناسبت ہی

کہ ایکدم بے یاد نہین رہ سکتی پھر اگر تم کو بھی اپنے محبوب سے یہی حالت بہم پہنچی ہو کہ بے یاد اسکے ایکدم قرار نہو تو کچھ جگہہ تعجب کی نہین اس حالت کو جنون اور دیوانہ پن کہنا ان کی نادانی ہے اور حضرت صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے بھی فرمایا ہے کہ نون سے مراد نفس کلیہ ہے جسکو لوح محفوظ اور وحی کا مبداء کہتے ہین اور قلم سے مراد قلم اعلیٰ ہے یعنے عقل اول جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مبدا ہے لوح محفوظ مین اور بعضے صوفیہ نے فرمایا ہے کہ نون سے مراد نفس رحمانی ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مبدا ہے اور قلم سے مراد قلم اعلیٰ ہے جو اس روحانیت کے وجود کا مبدا ہے اور بعضون نے نون سے ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو مراد لیا ہے کہ ظہور اسکا قیامت تک باقی ہے واللہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نٓ ط یعنے تیری نبوت بے شک اور بے شبہ ثابت ہے اور تیرا نور تمام عالم مین پھیلیگا اور تیری ہی فتح ہوگی اور پچاس ہزس تک تیرا نفع روز بروز ترقی اور زیادتی مین رہیگا سمجھہ پر جاننا چاہئے کہ نون کا حرف ان حرفون مین سے ہے جو اپنی شکل کے اعتبار سے اصل ہین دوسرے حرفون کی جیسے الف اور بے اسواسطے کہ شکل کے اعتبار سے یہہ حروف اور حرفون کی شکل کے اصل ہین یعنے دوسرے حرفون کی شکل انہی حرفون کی شکل سے نکلی ہے جیسے الف ایک کھڑے خط کا نام ہے اور جب اسکے ساتھ تین نقطے نیچے کی طرف ملادئے اسطور ا تو لام ہوگیا اور بے ایک خط ہے سطح یعنے بچھاؤ ہوا کہ تے اور ثے اور بے ایک یا دو نقطون کی زیادتی کے سبب سے اس سے علیحدہ ہوکے دوسرا نام بدلا گیا ہے اور نون بھی ایک خط ہے ٹیڑھا کمان کے طور پر کہ ص اور ض اور سین اور شین اور قاف اسکی شاخین ہین اور تھوڑے سے ٹیڑھے خط کے ملنے سے یا ایک دو نقطے کے بڑھانے سے دوسرا نام اور دوسری شکل ہو جاتی ہے سو اس نون کے حرف کی نبوت سے بہت مناسبت ہے اور وے حروف جو اس سے نکلتے ہین وے اشارہ اور علامت ہین ان چیزون کی جو نبوت کے لوازمات مین سے ہین جیسے قاف کہ اشارہ ہے قربت

نبدونکی حق تعالیٰ کی جناب سے اور صاد اشارہ ہے انکی دنیا اور آخرت کی صلاحیت کیطرف اور سین
سے اشارہ ہے سیاستِ الٰہیہ کی طرف خلافت کے طور پر اور شین اشارہ ہے اچھے اور برے علمون کی
شہادت پر اور ضاد اشارہ ہے چھوٹی اور بڑی باتون کی ضد پر سو یہہ سب حرف اسی نون کے ظہور سے
اور علامات سے ہین اور یہہ بھی ہے کہ نون کا حرف ان تینون حرفونمین سے ہے جنکو دوا پر کہتے ہین یعنے
جب ان حرفونکا نام لیا جاوے تو آخر مین وہی حرف خود آوے جیسے واو اور میم لیکن واو کے شروع
مین زبر ہے اور میم کے شروع مین زیر اور نون کے شروع مین پیش ہے اور مدے کے حرف یعنے
الف اور یے اور واو ان تینون حرفون کے درمیان مین اسی ترتیب سے آئے ہین سو یہہ تینون حرف ایسی
چیز پر دلالت کرتے ہین جسکی ابتدا انتہا کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور ابتدا اور انتہا کے جو درمیان مین ہے وہ نیست
اور نابود کا حکم رکھتی ہو اسواسطے کہ مدے کے حرفونکا گویا وجود نہین ہے فقط حرکت کے ظاہر کرنے کو
یعنے زیر زبر پیش کے ظاہر کرنے کو آتے ہین اسکے سوائے اور کچھہ فایدہ نہین لیکن واو ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو
کھلی اور کشادہ ہو اور میم ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو مرتبے مین کم ہو اور بلندی سے پستی کی طرف آوے
اور نون ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو بلند اور اونچی ہو اور حروف تہجی مین کوئی حرف ایسا نہین ہے کہ اسکا
اوّل مضموم ہو یعنے شروع مین پیش ہو سوائے نون کے تو اس حرف کو بڑی مناسبت نبوت کے مرتبے
کے ساتھہ پیدا ہوئی کہ سلوک الٰہی کے طریقے کا مبدا بھی یہی حرف ہے اور منتہا بھی یہی ہے اور سب
ولایتین اسی مرتبے سے شروع ہوئی ہین اور اسی مرتبے پر رجوع بھی کیا ہے بلکہ ابتدا ہدایت مطلق کی
بغیر کسی قید کے انبیا کی ذات سے ہے اور انتہا ہدایت کی یعنے جنت مین اپنے اپنے مرتبون کے لایق مکانون مین
پہنچنا بھی انبیا کے وسیلے سے ہوگا اور یہہ نون ایسا حرف ہے کہ عرب کی لغت مین ہر متمکن اسم کے
ساتھہ ملتا ہے اور جب تک یہہ اسکو نملے تب تک اسکی اعراب تمام نہین ہوتی اور یہی حال ہے نبی کا
کہ بنی آدم کے فرقے مین بادشاہ اور ولی اور حکیم سے لیکر دھنیئے جولاہے بھنگی تک کوئی
ہو جبتک کسی ایک نبی کیطرف انبیا مین سے رجوع نکرے گا تبتک اسکا دین دنیا کا کام بن نہ
پڑیگا اور کسیطرح کمال تمام نہوگا اور عرب کی لغت مین اس حرف نون کے عجیب اور غریب خواص ہین فعل کے آخر مین تاکید

کیواسطے آتا ہی اور حرف کے آخرمین ترنم اور آواز کی تحسین بڑھانے کے واسطے آتا ہی اور جم کے آخرین
اعراب کے ظاہر کرنے کے واسطے جیسے انبیا کہ اُن کی نبوت کے سبب سے فرشتونکو جو افعال الٰہی کے قایم
مقام ہین قربت کے مرتبون کی تاکید حاصل ہوتی ہی اور جنون اور آدمیون کو کہ اسمائے متصرفہ کے قایم مقام
ہین اپنے کمال کے مرتبے حاصل ہوتے ہین جو نمونے ہین اعراب کے اور دوسری مخلوقات کو جیسے
حیوان اور اُگنے والی چیزین اور کان مین پیدا ہونیوالی چیزین کہ بجائے حروف کے ہین انبیا کا وجود انکے واسطے
فخر اور زینت کا سبب ہوتا ہی اسیواسطے انبیاؤن کا وسیلہ ڈھونڈھنے مین سبقت کرتے ہین اور انکے
کہنے کو قبول کرتے ہین اور انکی تعظیم اور تکریم مین قصور نہین کرتے اور یہہ بھی ہی کہ علم حروف کے جاننے والے
جو آسمانون اور عناصر پر حرفونکو قسمت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ افلاک اور عناصر کے ارکان حرفون کے
حقایق ہین اور یہ کہتے ہین کہ آسمان گیارہ ہین سات ساتون ستارون کیواسطے اور آٹھوان آسمان کرسی
اور نوان آسمان عرش اور دسوان آسمان لوح اور گیارھوان آسمان قلم ہی اور ایسا مقرر ہی کہ نون
فلک قمر کا حرف ہی جو عالم وحی اور تنزیل سے عبارت ہی اور اسکو سفلیات مین کوئی حرف نہین
ہی چنانچہ فلک لوح کو بھی کہ عالم حیات سے عبارت ہی سفلیات مین کوئی حرف نہین ہی اور باقی
آسمانون اور عناصر کو کہ تیرہ ہین علویات مین بھی حرف ہین اور سفلیات مین بھی سو نون کو نبوت کے
ثابت کرنے کے مقام پر لانا بہت مناسبت رکھتا ہی اسواسطے کہ نبوت کی حقیقت وحی اور تنزیل کے
سوائے کوئی دوسری چیز نہین ہی وَالْقَلَمِ اور قسم کھاتا ہون مین قلم کی جو انسان کے غیب کے عالم کی پوشیدہ
باتین ظاہر کرتا ہی تاکہ جتنے لوگ دور پڑے ہوئے ہین خواہ زمانے کے سبب سے دوری ہو خواہ مکان
کے سبب سے اسبات پر مطلع اور خبردار ہو جاوین اور یہی معنے ہین نبوت اور پیغمبری کے کہ حقتعالی کے
حکم کرنے اور نکرنے کے اسکے بندون کو جو بشریت کے جالمین پھنسے ہوئے دور پڑے ہین پہنچاتے ہین
اور حقتعالی کے کلام کو اُسکے سب بندون پر پڑھتے ہین اور یہہ بھی ہی کہ اگر ایک شخص قلم کی حرکت اور اسکی
غرض سے واقف اور خبردار نہو اور اچانک اُسکو کسی لکھنے والے کے ہاتھ مین دیکھے کہ سفید کاغذ کو
بے سبب لکیرین کر کرکے سیاہ کر رہا ہی اور خود بخود کبھی ٹیڑھا ہوتا ہی اور کبھی دوات کی طرف متوجہ

ہوتا ہی اور کبھی پھر کاغذ کی طرف پھرتا ہی تو یقینا اسکو مجنون اور دیوانہ جانے گا کہ اسطرحکا بیفائدہ کام
کرتا ہی اور حقیقت مین اسکی ہر حرکت اور ہر پیڑھے پن مین عجیب اور غریب نکتے اور دقیقے لپٹے ہوئے
نکلتے ہین اسیواسطے کہا ہی کہ اَلْخَطُّ هَنْدَسَةٌ رُوحَانِيَّةٌ ظَهَرَتْ بِآلَةٍ جِسْمَانِيَّةٍ یعنے خط ایک روحانی
رقم ہی جو آلۂ جسمانی سے ظاہر ہوئی ہی اور یہہ بھی کہا ہی کہ اَلْقَلَمُ لِسَانُ الْيَدِ وَسَفِيْرُ الضَّمِيْرِ وَ
مُسْتَوْدَعُ الْاَسْرَارِ وَمُنْبَسِطُ الْاَخْبَارِ وَحَافِظُ الْاٰثَارِ یعنے قلم ہاتھ کی زبان ہی اور دل کا
درمیانی اور مترجم ہی اور بھیدونکا خزانہ ہی اور خبرونکا ظاہر کرنیوالا ہی اور نشانیون کا یاد رکھنے
والا ہی اور قلم کے عجائبات سے ایک یہہ بھی ہی کہ دوات سے سیاہی کو لیتا ہی اور کاغذ پر لکھتا ہی اور
آدمی کے دلمین اسیکو نور اور روشنائی کرکے پہنچاتا ہی اور ایک یہہ بھی ہی کہ قلم کو نہایت مشابہت
پیغمبرونکے ساتھ ہی اسبات مین کہ حرکت اور سکون اسکا یعنے ہلنا اور ٹھہرنا بعد ہلنا اور چپ رہنا قلم کا
اسکے خاوندکے ہاتھ مین ہی یہہ آپ سے نہ حرکت کرے نہ دم مارے اور یہی حال ہی پیغمبرون کا
جیسا کہ حقتعالی فرماتا ہی يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یعنے اللہ تعالی کا ہاتھ قدرت کا انکے ہاتھون پر ہی
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنے نہین بولتا ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خواہش سے
نہین ہی وہ بولتا مگر وحی سے جو وحی کی جاتی ہی اور یہہ بھی ہی کہ قلم کو اپنی حرکتون مین جیسے رکوع اور سجدہ
اور قیام اور بار بار اپنے منہہ کو دوات کے چشمہ سے دھونا اور پاکی حاصل کرنا اور پانچ انگلیون کے
درمیان مین ہمیشہ رہنا ان سب چیزونمین پانچوقت کی نماز پڑھنے والون کے ساتھ مشابہت تمام
پائی جاتی ہی اسیواسطے بعضے شاعرون نے اسکی تعریف مین دو بیتین کہی ہین عربی زبان مین پہیلی کے طور
پر دو یہ ہین وَذِي اصْطِبَارٍ رَاكِعٍ سَاجِدٍ اَخِيْ نُحُوْلٍ دَمْعُهُ جَارِيْ مُلَازِمِ الْخَمْسِ لِاَوْقَاتِهَا
مُعْتَكِفٍ فِيْ خِدْمَةِ الْبَارِيْ یعنے صاحب صبر کا رکوع اور سجدہ کرنے والا بھائی لاغری کا آنسو
اسکے جاری ہین لازم پکڑنیوالا پانچونکو یعنے پانچو انگلیونکو اپنے وقتونپر یعنے لکھنے کے وقت قایم ہونیوالا
خدمت مین اپنے مالک کی اور یہہ بھی ہی کہ قلم کو چار مرتبے رنج کھینچنا ضروری ہی تاکہ اپنے خاوندکے
ہاتھ چومنے کے قابل ہو اور اسکی روح پاک کی ترجمانی کا مرتبہ حاصل کرے اور ان چارونکو لکھنے والونکی اصطلاح

مین فتح اور تحت اور شق اور قط کہتے ہین یعنے اوپر سے تراشنا اور نیچے سے اور شگاف کرنا اور قط
لگانا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چار مرتبے رنج سینۂ مبارک کے شق ہونیکا حاصل ہوا یہان تک
کہ معراج کے ملاقات کی قابلیت حاصل ہوئی اور حق جل وعلیٰ کی ترجمانی مطلق کے منصب سے مشرف
ہوئے اور یہہ بھی ہے کہ بنی آدم کے دین و دنیا کی بہتری قلم ہی سے علاقہ رکھتی ہے اسواسطے کہ دین کے
جتنے حکم ہین سب قلم ہی کے سبب سے محفوظ رہتے ہین اور آدمیونکے حق جیسے قرض وغیرہ سب اسی کے
سبب سے لکھے جاتے ہین اور بھولنے سے بچتے ہین اور اسیطرح اگلے زمانے کی خبرین اور پہلی امتونکے
احوال اسیکے وسیلے سے دریافت ہوتے ہین اسیواسطے کہا ہے کہ قِوَامُ اُمُوْرِالدِّیْنِ وَالدُّنیَا
بِشَیْئَیْنِ اَلْقَلَمِ وَالسَّیْفِ وَالسَّیْفُ تَحْتَ حُکْمِ الْقَلَمِ یعنے دین اور دنیاکے کامون کی مضبوطی اور ٹھہراؤ دو
چیزون کے سبب سے ہے ایک قلم اور دوسری تلوار لیکن تلوار قلم کے حکم کے نیچے ہے اور اس مضمون کو بعضے
عرب کے شاعرون نے کئی بیتونمین بہت اچھی طرح سے باندہا ہے اور وے بیتین یہہ ہین اِنْ یَّخْدِمِ الْقَلَمُ
وَالسَّیْفَ الَّذِیْ خَضَعَتْ لَہُ الرِّقَابُ وَدَانَتْ حِذْرَہُ الْاُمَمُ فَالْمَوْتُ وَالْمَوْتُ لَاشَیْئٌ
یُغَالِبُہٗ مَازَالَ تَتْبَعُ مَایَجْرِیْ بِہِ الْقَلَمُ لِذَا قَضَی اللّٰہُ لِلْاَقْلَامِ اِذْ بُرِیَتْ اِنَّ السُّیُوْفَ لَہَا
مُذْ اُرْھِفَتْ خَدَمُ یعنے اگر کاٹتا ہے قلم تلوار کو جسکے سامنے جھک گئی ہین گردنین اور پرہیز کرتے ہین اسکی
نزدیکی سے خلق اللہ بس موت اور موت ایسی چیز ہے کہ اسپر کوئی چیز غالب نہین ہے لیکن ہمیشہ تابعداری
کرتی ہے جو لکھتا ہے قلم اسیواسطے حکم جاری ہے اللہ تعالیٰ کا قلمون کو جب تراشے گئے کہ بیشک تلوارین
جب تنگ ہوجاتی ہین تو خادم ہوجاتی ہین قلم کی یعنے اسیطرح سے آدمیون کی دنیا اور آخرت کی
بہتری پیغمبرون کی ذات پر موقوف ہے اسواسطے کہ تمام دین کے حکم الٰہی پیغمبرونسے معلوم ہوتے ہین
اور حشر اور نشر کے احوال انہی کی زبان سے سنے جاتے ہین اور نیک اور بد کامون کے مرتبے انہی کے
بیان کرنے سے دریافت ہوتے ہین اور تمام فرقے بنے آدم کے اعلیٰ سے ادنیٰ تک یعنے بادشاہ سے
گداگر وب تک انہی کے فرمانبردار رہتے ہین وَمَا یَسْطُرُوْنَ اور قسم کھاتا ہون مین اسکی جو لکھنے
والے قلم سے لکھتے ہین کہ نہایت عجایب اور غرایب اس تحریر مین پائے جاتی ہے اسواسطے کہ قلم کی کئی قسمین ہین

ایک قلم اعلام کا ہی اور ایک قلم احکام کا پھر اعلام یا تکوین اور ایجاد سے متعلق ہی یا تشریع اور ارشاد سے اور احکام بھی اسیطرح یا تکوین اور ایجاد سے علاقہ رکھتے ہین یا تشریع اور ارشاد سے اور ہر قلم کے واسطے لکھنے والے ہین علوی یا سفلی جیسے فرشتے اور سفلی جیسے آدمی اور جن اور ہر مقدمے مین قلم علوی اصل ہی اور قلم سفلی اس کا ظل اور فرع ہی پھر اگر سفلی علوی کے مطابق ہوا تو صواب اور بہتر ہوا اور اگر مطابق نہ پڑا تو خطا کی اور یہہ اختلاف صواب اور خطا کا ان چارون قسمون سے تین قسم مین متصور ہی چوتھی قسم مین یعنے ان احکام مین جو تکوین اور ایجاد کے متعلق ہین ہرگز متصور نہین ہی اسواسطے کہ وہان سوائے مطابقت کے اختلاف نہین ہوسکتا اور اگر ان چارون قلمون کی شرح تفصیل سے اس مختصر مین بیان کی جاوے تو یہہ مختصر مختصر نہ رہے اور منظور اسمین اختصار ہی ابتدا سے لیکن نمونے کے طور پر تھوڑا ہم بیان کرتے ہین تاکہ قلم کی عظمت اور بزرگی ہر شخص کے دلمین ثابت ہوجاوے سو جاننا چاہئے کہ قلم اعلام کا جو تکوین اور ایجاد سے متعلق ہی وہ عالم علوی مین ایک قلم ہی جسنے خلق کی پیدایش کے پہلے تمام مخلوقات کا احوال لکھا ہی اور علم الٰہی کے مرتبے کے ظہور کا سبب پڑا چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ یعنے خشک ہوا قلم علم الٰہی پر یعنے قلم نے معلومات الٰہی کو لکھا اور وہ قلم خشک ہوا اب وہ لکھا مبدل نہین ہوسکتا اور اس عالم سفلی مین نجومیونکا قلم ہی جو ہر سال اور ہر قران مین اس برس اور اس قران کے حکم تقویمون مین لکھتے ہین اور رمالون اور جفروالونکا قلم بھی اسی مین داخل ہی اور اخبار نویس اور خفیہ نویس اور تاریخ اور سیر نبیون اور اگلے بادشاہون کی لکھنے والے اور ملک اور راہ اور پہاڑ اور دریا اور چشمے اور کوین اور بستی اور اُجاڑ زمین کے حال لکھنے والون کا قلم بھی اسی قلم کا ایک شعبہ یعنے شاخ ہی اور کان اور جھاڑ اور جانور اور مفرد دوائی اور مرکبات کے خواص اور تاثیر لکھنے والونکا قلم بھی اسی قلم کی ایک شاخ ہی اور اسی سے پھل پایا ہی اور فیض کو پہنچا ہی بلکہ زمین اور آسمان کے درمیان کی مخلوقات سے بحث کرنیوالے اور عناصر کے طبقے اور آسمانون کی شکلین اور رصد کا حال اور ستارون کی صورت کے کہنے والے یہ سب اپنے علم کو اسی قلم سے نکالتے ہین اور آنیوالونکے واسطے لکھتے ہین اور قلم اعلام کا جو تشریع اور ارشاد سے علاقہ رکھتا ہی سو عالم

علوی مین ملا اعلیٰ کا قلم ہی یعنے ان فرشتون کا جنہون نے ہر زمانے اور ہر قوم کی استعداد کے بموجب ایک
شریعت لکھ رکھی ہی اور شرایع خمسہ کو اُنکے تمام حکمون کے ساتھ جو ہر شریعت مین تفصیل سے بیان
ہوتے ہین اور اس شریعت کے مجتہدون کے حکم نکالے ہوئے سب کے سب تفصیل سے لکھ رکھے ہین اور عالم
سفلی مین چارون مذہبون کے فقیہونکا اور اولیاء اللہ کے مختلف طریقونکے شغل اور وظیفے جمع کرنیوالونکا قلم
ہی اور قلم احکام کا جو تکوین اور ایجاد سے متعلق ہی وہ عالم علوی مین رزق اور قوت لکھنے والونکا
قلم ہی یعنے حضرت میکائیل علیہ السلام کا دفتر جسمین تمام مخلوقات کا رزق لکھا جاتا ہی اور حضرت عزرائیل
علیہ السلام کا دفتر جس مین ہر ایک کی اجل اور مصیبت لکھی جاتی ہی وہ قلم بھی اسی مین داخل ہی اور عالم سفلی
مین ان دونون قلمون کے شعبے بہت ہین ایک اُنمین سے بخشگیری کا قلم ہی کہ لشکر والونکا رزق سوار ہون
یا پیادے اس سے متعلق ہی اور ایک انمین سے صدارت کا قلم ہی کہ مستحقون اور محتاجون کا رزق اس سے
متعلق ہی اور ایک انمین سے استیفے کا قلم ہی کہ زمین کا محصول اور خراج لینا اس سے علاقہ رکھتا ہی
اور ایک انمین سے طبیبونکا قلم ہی کہ بیمارون کے صحت اور شفا کا حاصل ہونا اس سے علاقہ رکھتا ہی اور
ایک انمین سے کوتوالی اور سیاست والون کا قلم ہی کہ ہر مجرم اور گنہگار پر عذاب کرنا جیسے قتل کرنا اور
قید کرنا اور مارنا اور باندھنا یہہ سب اسی سے علاقہ رکھتے ہین اور اسیطرح دوسرے بھی قلم ہین
اور قلم احکام کا جو تشریع اور ارشاد سے متعلق ہی وہ عالم علوی مین ملاء اعلیٰ کا قلم ہی یعنے
دفتر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جو تازہ بتازہ حقتعالے کے حکم لکھ لکھکر بھیجتے رہتے ہین اور یہہ وہ قلم ہی
جسکی آواز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کو سدرۃ المنتہی کے اوپر سنی تھی چنانچہ معراج کی
حدیث مین واقع ہی کہ فَظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ یعنے پھر ظاہر ہوا ایک
میدان سنی مین نے اسمین قلمون کی آواز اور عالم سفلی مین قاضیون کا قلم ہی سجل اور حکم نامے لکھنے مین اور
مفتیونکا قلم ہی ہر واقع کی روایت نکالکر فتوی لکھنے مین اور فرایض لکھنے والون کا قلم ہی وارثون کے
حصے مقرر کرنے مین یے سب اسی قلم کے شعبے ہین سو جو شخص ان سب لکھنے والون کی تحریر کو ایک نظر اجمالی سے
دیکھے اور اپنے خیال مین لاوے اسکو پورا یقین اس بات مین حاصل ہوجاوے کہ علم اور معرفت کا نزول

ہر وقت اور ہر لحظہ حقتعالی کی طرف سے جہان والون پر ہو رہا ہے اور نئے نئے حکم اس جناب اقدس سے ہر ہر فرد پر عالم کے ادنی سے اعلی تک دمبدم پہنچ رہے ہین پھر نبوت کی حقیقت اور سچائی مین اسکو کچھ شک اور شبہ نرہے اور نبیونکے قول اور فعل کو جنہین بالکل انہی حکمون کی تبلیغ اور انہی علمون کی القا ہی جنون اور دیوانگی کی طرف نسبت نکرے اسیواسطے اسکے بعد دو قسمون کو ارشاد فرماتے ہین کہ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ نہین ہے تو اے محمد اپنے پروردگار کے فضل اور کرم سے نادان اور دیوانہ جیسا کہ بے کافر تجھکو کہتے ہین اور اس سورت کے آخر مین اس کلام کو کافرون کی زبانی بھی نقل فرمایا ہے آب یہان ایک سوال ہے جسکا جواب دینا ضرور ہے اور وہ سوال یہہ ہے کہ کافرون کے کلام کو جسمین جنون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کو جھی جاتی ہے حق تعالی نے اس سورت کے آخر مین نقل فرمایا ہے اور جنونکی نفی کو جو اس کلام کی رد ہے اسکو اس جگہہ اول سورت مین بیان فرمایا اور عرف مین مشہور یون ہے کہ پہلے مخالف کے کلام کو نقل کرتے ہین پھر اسکو رد کرتے ہین سو اس ترتیب متعارف کے متغیر کرنیمین کیا نکتہ ہے اس سوال کا جواب یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافرون کی زبان سے اس کلام کے سننے کے سبب سے بہت رنج اور ملال حاصل ہوا تھا اسواسطے پہلے جنون کی نفی کرنا اور جنون سے نقصانونکو بیان کرنا ضرور ہوا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو تسلی حاصل ہو پھر اس گمان کے رد کرنیکے بعد تفصیل سے جو تمام اس سورتمین بیان ہے اس کلام رد کئے ہوئے کو آخر سورت مین نقل فرمایا تاکہ عاقلونکے مضحکہ کا سبب ہووے اور اسطور سے دشمن کے کلام کو رد کرنا عاقل اور دانشمندونکے نزدیک بہت دلچسپ اور ذہن نشین ہوتا ہے اور اسجگہہ پر جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنون کی نفی کرنیمین ایک اجمالی دلیل کیطرف اشارہ فرمایا ہے اور اس دلیل سے ہزارون تفصیلی دلیلین نکل سکتی ہین اور وہ دلیل اجمالی حقتعالی کی ظاہری اور باطنی نعمتون کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئی ہین ملاحظہ کرنا ہے جیسے فصیح ہونا اور عقل مین کامل ہونا اور ذہن تیز ہونا اور ولایت کا رتبہ ملنا اور نبی ہونا اور سب خلق اللہ کا ہادی ہونا اور سب اچھے خلقونکا جامع ہونا سو گویا اسطرف اشارہ ہوا کہ ان کافرون کے اس گمان کے باطل کرنیکی دلیلین تیری ذات مین اسقدر موجود ہین کہ اسکا شمار ممکن نہین ہے مگر اسی اجمال کیطرف اور حقیقت مین جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے انتہا درجکی عقلمندیکو آپ کی سیرتون اور خصلتون مین دیکھے اور عرب کے وحشیون اور جنگلیونکے
دل ہاتھہ مین لانے کو اور ان کی خاطرداری اور تسلی کیواسطے جو جو تدبیرین آپنے کین ہین انکو تامل اور غور
سے ملاحظہ کرے کہ کسطرح ان جنگلیونکو اپنا مطیع اور تابعدار کر لیا تھا کہ اپنے خویش اور اقربا سے آپکی حمایت
اور طرفداری مین لڑائیان کین اور انکو مارا اور آپ مر گئے اور اپنے وطن اور دوستونکو آپ کی محبت مین چھوڑ دیا
بدون اسبابکے کہ کچھہ پہلے سے تعرف یا پہچان یا کچھہ بھی علاقہ آپ سے رکھتے ہون تو اس شخص کو اس
بات کا یقین حاصل ہوگا کہ آپکے برابر عاقل کوئی دنیا مین پیدا نہین ہوا اور جو حضرت وہب ابن منبہ
رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اسمین کچھہ شک اور شبہ نہین ہے اور وہ بات یہہ ہے کہ انھون نے کہا کہ مین نے
ایکہتر کتابین اگلے نبیون کی پڑھی ہین ان سب مین یہہ مضمون پایا کہ ابتدائے دنیا کی پیدایش سے قیامت تک
جو کچھہ حقتعالے نے اپنے کارخانۂ بے انتہا سے عقل کی نعمت دوسرے عاقلون کو عنایت کی ہے وہ سب آپ کی
عقل کے مقابلے مین ایک ذرّہ کے برابر ہے تمام دنیا کی ریگستان کی نسبت سے چنانچہ ابونعیم نے حلیہ مین اور
ابن عساکر نے بھی اسی سے روایت کی ہے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنی کتاب مین جسکا نام عوارف المعارف ہے ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ حقتعالی نے عقل کے سَو
حصے کئے نوانوے حصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائے اور ایک حصہ تمام مخلوقات پر تقسیم فرمایا
اور جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دانائی کی باتین اور حکایتین دریافت کرنا منظور ہو اُسکو چاہیئے
کہ سیر اور تواریخ کی کتابون کو خوب غور اور تامّل سے مطالعہ کرے تاکہ آپ کی دانائی کا کمال اسپر ظاہر ہو
جاوے اور ان سب دانائی کی باتون اور قصونکا بیان تفصیل سے اس کتاب مین ہو نہین سکتا لیکن نمونے کے
طور پر کئی قصے یہان بیان کئے جاتے ہین اسی پر اور باتون کو قیاس کر لیا چاہیئے پہلا قصہ یہہ ہے کہ ایک
شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ مجھہ مین چار خصلتین بہت بُری ہین
ایک تو زنا کرنا دوسری چوری تیسری شراب پینا چوتھی جھوٹھہ بولنا سو ان چارون چیزونکا ایکبارگی مجھسے چھوٹنا ممکن
نہین ہے ان چارونمین سے ایک چیز آپ فرما دین اسکو مین چھوڑ دون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو
جھوٹھہ بولنا چھوڑ دے اُسنے اُسکو آسان سمجھہ کر مان لیا اور اپنے گھر مین گیا جب رات ہوئی تو ارادہ کیا کہ شراب

پئے اور زنا کرے لیکن اسکے دلمین یہہ خیال آیا کہ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونگا
اگر آپ مجھسے پوچھینگے کہ آج کی رات تونے شراب پیا یا زنا کیا پھر اگر سچ کہونگا تو فضیحت ہونگا اور حد شراب اور
زنا کی مجھپر جاری ہوگی اور اگر انکار کرونگا تو جھوٹھہ ہوگا اور جھوٹھہ سے مین نے توبہ کی ہے آخر ان دونون چیزونکو
چھوڑا پھر جب رات بہت آئی اور سب لوگ شہر کے سونیمین مشغول ہوئے اسوقت اُسنے ارادہ چوری کا
کیا لیکن اسکے ساتھہ ہی دلمین وہی خیال پھر آیا کہ اگر اس چوری کا حال مجھسے پوچھینگے پھر مین نے اگر اقرار کیا تو فضیحت
ہوا اور ہاتھہ کاٹا گیا اور اگر جھوٹھہ بولا اور انکار کیا تو توبہ کے خلاف ہوگا حاصل کلام اس سے بھی ہاتھہ اٹھایا اور
صبح کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین مشرف ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ نے ایسی چیز کی مجھسے توبہ کی کہ جتنی بری خصلتین مجھہ مین تھین خود بخود مجھسے چھٹ گئین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بھی بہت خوش ہوئے اور دوسرا قصہ آپ کی دانائی کا یہہ ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین حاضر ہوا اور ایک دوسرے شخص کو گرفتار کئے ہوئے لایا اور عرض کیا کہ اس شخص نے میرے
بھائی کو مار ڈالا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خون بہا اس سے لے لے اسنے عرض کیا کہ یہہ بات
مجھے قبول نہین ہے پھر آپ نے فرمایا کہ بخشدے تاکہ تجھکو آخرت مین بہت ثواب ملے اسنے کہا کہ مجھکو یہہ بھی منظور
نہین ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے عوض مین اسکو مار ڈال اسواسطے کہ یہہ شخص خود قتل کا
اقرار کرتا ہے پھر وہ اسکو مارنے کو لے چلا تب آپ نے اور اصحاب جو وہان حاضر تھے انسے فرمایا
کہ اگر یہہ شخص اسکو مار ڈالے گا تو یہہ بھی اسیکے مانند ہو جائے گا لوگون نے اسیوقت اس شخص سے جاکر
کہا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسطرح کا کلام تیرے حق مین فرمایا ہے اُسنے اسبات کے سنتے ہی
خون بخش دیا اور اسکو چھوڑ دیا لوگون نے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر یہہ ماجرا عرض کیا تب سب
کو معلوم ہوا کہ آپ کی غرض اس کلام سے یہہ تھی کہ اگر وہ اسکو مار یگا تو وہ بھی ایک جان کا قتل کرنیوالا
ہوگا نہ یہہ کہ گنہگار ہوگا اور تیسرا قصہ یہہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر
ہوکر عرض کیا کہ میرا ہمسایہ نہایت موذی اور شریر ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جا اور
اپنے گھر کا اسباب نکال کر راستے مین ڈال دے اور اگر لوگ راستے والے تجھسے پوچھین کہ تو یہہ کیا کرتا ہے

تو اُنسے کہنا کہ میرا ہمسایہ بہت موذی تھا مین نے اُسکی شکایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی آپ نے
مجھکو ایسا ارشاد فرمایا ہے الغرض وہ شخص اپنے گھر مین گیا اور گھر کا اسباب نکالکر راستے مین ڈالدیا لوگ
وہان جمع ہوگئے اور پوچھنے لگے کہ تجھکو یہہ کیا ہوا اُسنے وہی کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا
کہا اس سبب سے مین نے یہہ کام کیا تب لوگون نے اُسکے ہمسایہ کو لعنت ملامت کرنا شروع کیا اور تمام
گلی اور کوچے اور بازار مین یہہ خبر مشہور ہوگئی آخر کو اسکا ہمسایہ اُسکے پاس آ کر کہنے لگا کہ خدا کیواسطے
مجھکو اسقدر فضیحت اور رسوا مت کر اور اپنا اسباب اپنے گھر مین لیجا اور عہد کیا کہ پھر کبھی تجھکو ایذا نہ دونگا اور چوتھا
قصہ یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونیکے پہلے ایک مرتبہ مکہ معظمہ مین ایک سیل یعنے ریل آئی تھی
کہ تمام دیوارین بیت اللہ شریف کی جنبش کر گئی تھین اور حجر اسود اپنی جگہہ سے اکھڑ گیا تھا اُس سیل کے جانے
کے بعد قریش کے سب سردار جمع ہوکر بیت اللہ شریف کو بنانا شروع کیا جب حجر اسود کے رکھنے کی نوبت
آئی تب آپسمین جھگڑا شروع ہوا اسواسطے کہ ہر سردار یہہ کہتا تھا کہ حجر اسود کو مین اپنے ہاتھ سے رکھونگا اور یہہ
جھگڑا بہت طول ہوا آخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جھگڑے کے فیصلے کیواسطے حکم مقرر کیا اور کہا کہ ایسا جوان
عاقل تمام قریش کے قبیلے مین کبھی پیدا نہین ہوا اُسکو اس مقدمہ مین جو یے فیصلہ کر دین وہ ہم سب کو قبول ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اُسوقت مین پچیس[۲۵] برس کی تھی آپ نے یہہ حکم کیا کہ حجر اسود کو ایک بڑی چادر مین رکھو اور اس چادر
کے کونونکو ہر ایک سردار اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اُسکے رکھنے کی جگہہ پر لاؤ اور سب مل کے مجھکو اپنا وکیل کرو تاکہ مین وکالت
کے طور پر اسکو اُٹھا کر اسکی جگہہ پر رکھدون تو میرا رکھنا گویا تم سب کا رکھنا ہوگا سب سردار اس فیصلے سے راضی
ہوئے اور حجر اسود آپ کے دست مبارک سے رکھا گیا پانچوان قصہ یہہ ہے کہ غزوہ حدیبیہ مین جب کافرونسے
صلح کا اتفاق ہوا تو ظاہر مین مغلوبیت مسلمانون کی معلوم ہوتی تھی اسواسطے کہ کافرون نے یہہ شرط کی تھی
کہ اگر کوئی مسلمان تمھاری طرف سے بھاگ کر ہم مین آ ملے گا تو ہم اسکو پھیر دینگے اور اگر کوئی ہماری طرف سے
جا کر تم مین ملیگا تو ہم اسکو پھیر لینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو قبول کر لیا صحابہ نے
جو یہہ حال سنا تو ان کو نہایت رنج ہوا اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کیا کہ
آپ کسطرح اس شرط کو قبول فرماتے ہین کہ اسمین دونون طرح سے ہماری ذلت ہے اگر ہمارے کافر اپنا

آیا ہوا ہمسے پھیر لین گے تو ہم بھی اپنا گیا ہوا انسے پھیر لینگے تب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان
مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس بات کو سوچو اور غور کرو اسواسطے کہ جو ہم مین سے بھاگ کر اُن مین جا ملے گا وہ
نہو گا مگر منافق جسکے دلمین کفر کی محبت اور کافرون کی رفاقت بھری ہوگی سو ایسے شخص کا ہم مین نہونا بہتر
ہے بلکہ ہمکو چاہیئے کہ اسکو اپنے مین سے نکال دین پھر اگر ایسا شخص آپ ہی خود بخود چلا جاوے تو اسکو پھر پھیر لینا
کیا فایدہ ہے اصحاب نے جو یہہ نکتہ سنا تو نہایت خوش ہوئے اور آپ کی عقل اور دانائی پر صد ہا تحسین
اور آفرین کی اور چھٹا قصہ یہہ ہے کہ غزوہ احزاب مین یعنے جنگ خندق مین جب کافرون نے چار طرف
سے آکر مسلمانون کو گھیر لیا اور آنے جانے کی راہ بند کی اور کئی دن تک اسیطرح گھیرے پڑے رہے
آخر ایک دن سب نے ملکر یہہ صلاح کی کہ فجر کو دہاوا کر کر مسلمانون پر جا گرے اور کافر قریب بارہ ہزار کے
تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اوّل تین ہزار آدمی ہوئے تھے لیکن کھانے اور پانی کی قلت
کے سبب اور بہت دنون تک گھیرے رہنے کے باعث سے بہت چلے گئے تھے اور تھوڑے سے
لوگ آپ کے ہمراہ رہگئے تھے اور طاقت مقابلہ کی اس انبوہ کثیر کے ساتھ نر کھتے تھے پس جدن یہہ بات
ٹھہری کہ کل صبح کو سب ملکر حملہ کیجیے اُس رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خذیفہ بن یمان کو جاسوسی
کے طور پر کافرونکے لشکر مین بھیجا اور فرمایا کہ قریش کے ہر ایک سردارون سے علیحدہ علیحدہ مل کر یون
سمجھانا کہ صبح کو دہاوا ہوگا لیکن سب نے یہہ صلاح کی ہے کہ تمکو سب کے آگے کرین اسواسطے اس فتنہ اور فساد
کی اصل تمھین لوگ ہو اور دوسرے گروہ جتنے ہین وے سب تمھارے پیچھے رہین اور مسلمان بھی
اپنی جان دینے پر مستعد ہین حتی المقدور لڑنے مین کسیطرح قصور نہ کرینگے اور جو انسے بن پڑے گی
اسمین کسیطرح پہلو تہی نکرینگے پھر یہہ سوچ لو کہ دونون طرف سے جو آفت آوے گی سو اسی قریش
کے قبیلے پر اور جتنے مارے جاوینگے یا زخمی ہونگے سو اُسی قبیلے سے اور دوسرے قبیلے جتنے ہین سب
بچ جائینگے اور محفوظ رہینگے پھر بعد اسکے دونو صورت مین یعنے تمھاری فتح ہو یا شکست سستی اور ضعف
تمھارے ہی قبیلے مین ہوگا اور اسی قبیلے کے لوگ تھوڑے رہ جائینگے پھر تم سب سے کم زور ہو جاؤگے
اس بات کو خوب سوچکر کام کرنا تاکہ آئندہ کو ندامت نہو خذیفہ نے آپ کے ارشاد کے بموجب سب کو سمجھایا

وے سب اس بات کے سنتے ہی گھبرائے اور فکرمند ہوئے اور حملہ کرنے کو موقوف رکھا آخر
آخر یہان تک نوبت پہنچی کہ سب لشکر والونکے دلون مین نفاق ظاہر ہوا اور بدون کسی سبب ظاہری
کے سب اپنے اپنے گھرونکو کوچ کر گئے اور اسطرح کا فتنہ اٹھا ہوا ایک بات مین اڑ گیا حاصل کلام کا یہہ ہے
کہ جو شخص اسطرحکا عاقل اور دانا ہو اسکو دیوانہ اور سودائی گمان کرنا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا
ہے بلکہ آفتاب کو باوجود اس روشنی کے تاریک گمان کرنا ہے اور یہان کا کہنا کس طرح ہوسکتا ہے
کہ تو دیوانہ ہو وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ اور بیشک تیرے واسطے ایسا ثواب ہے کہ قیامت تک
منقطع اور موقوف ہونیوالا نہین ہے اسواسطے کہ تیرے ہاتھ سے پرلے درجے کی ہدایت تمام عالم کو
ہوگی اور وہ ہدایت قیامت تک باقی رہیگی اور دیوانیکو اپنے کامون کی آپ ہی خبر نہین ہوتی ہے
دوسرے کو ہدایت کیا کریگا اور دیوانیکا کوئی کام ثواب کی لیاقت نہین رکھتا ہے اسواسطے کہ بے
عقلی کے سبب سے ہر کام اُسکا نیت سے خالی ہوتا ہے اور بے نیت ثواب نہین ملتا پھر بے انتہا
ثواب ملنے کا کیا ذکر ہے اور جب غیر منقطع ثواب کے معنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے اس مقام
پر وعدہ کیا گیا ہے معلوم ہوچکے کہ آپ کی امت کے عملونکا ثواب مراد ہے جو قیامت تک منقطع ہونیوالا
نہین تو وہ اعتراض جو اس مقام پر وارد ہوتی تھی خودبخود اُٹھ گئی اور اُس اعتراض کا حاصل یہہ ہے کہ
سورۂ انشقاق اور سورۂ تین مین اجر غیر ممنون ہر مومن کے واسطے وعدہ کیا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خصوصیات کے مقام پر اسکے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے اور اس اعتراض کے دور ہونے کی وجہ یہہ ہے کہ جو
مومن کے واسطے وعدہ کیا ہے سو وہ ثواب ہے جو بہشت مین ملیگا اور ہمیشہ رہیگا اور جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے واسطے خاص ہے وہ قیامت تک عملون کے ثواب کا منقطع نہونا ہے جسکا منشا ہدایت عامہ کلیہ
ہے جو قیامت تک منسوخ ہونیوالی نہین ہے اور یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور ان
دونون مین بہت بڑا فرق ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر نبی کو اسکے
امت کے ایمان والون کے نیک عملون کا ثواب ملتا ہے اسواسطے کہ جو وہ نیک عمل کرتا ہے وہ اسی نبی
کی دلالت اور ارشاد سے کرتا ہے اور آپنے فرمایا ہے کہ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ یعنے نیک بات

بتلانیوالے کو ثواب اسکے کرنیوالے کے برابر ہوتا ہی اور یہہ بات ثابت ہی کہ جتنے اگلے انبیا گذرے
ہین ان کا دین انکے بعد کے نبی کے دین سے منسوخ ہوتا چلا آیا یہان تک کہ آخر سب کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا دین تھا سو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے منسوخ ہوگیا اور منسوخ دین پر عمل کرنیکا
کچھ ثواب نہین ہی پس یہہ بات بلاشبہ ثابت ہوئی کہ اجر اور ثواب اگلے نبیونکا منقطع ہوچکا اور قیامت
تک نہ رہا بخلاف خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اجر اور ثواب کے کہ وہ قیامت تک باقی ہی اور ہرگز
منقطع ہونیوالا نہین ہی اور دوسری یہہ ہی کہ کسطرح سے یہہ لوگ تجھکو دیوانہ گمان کرتے ہین وَاِنَّكَ لَعَلٰى
خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور بیشک تو ہر آئینہ بڑے خلق پر ثابت ہی اور دیوانے کو کچھ بھی خلق نہین ہوتا ہی کہ جسپر
اعتماد کیا جاوے اسواسطے کہ رنگ برنگ ہونا احوال کا اور وہمون اور خیالون کا متبدل ہونا دیوانگی کو لازم
ہی اور جب اسطرح کا تغیر اور تبدل ہوا تو خلق کا ثابت ہونا کسیطور سے متصور نہین ہوسکتا اور حدیث
شریف مین آیا ہی کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگون نے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا کیا خلق تھا جسکی حق تعالیٰ نے قرآن شریف مین تعریف کی ہی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
کہ آپ کا خلق قرآن تھا یعنے جس چیز کو حق تعالیٰ نے اچھا فرمایا ہی وہی آپ کی طبیعت چاہتی تھی اور جس چیز کو حق
تعالےٰ نے قرآن شریف مین برائی سے یاد کیا ہی اسسے آپ کی طبیعت کو نفرت تھی اور بعضے عالمون نے کہا
ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم وہ ہی جو حقتعالےٰ نے اس آیت مین تعلیم فرمایا ہی خُذِ الْعَفْوَ
وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ یعنے لازم پکڑ معاف کرنے کو اور حکم کر نیک کام کا اور کنارہ
کر جاہلون سے اور حقیقت مین اللہ کی طرف لوگون کو بلانے مین اور دین حق کی تائید کرنے مین اسسے سخت تر
کوئی چیز نہین ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہہ تھا کہ ظاہر مین خلق سے
ملے رہتے تھے اور دین کی تعلیم کیا کرتے تھے اور باطن سے حق تعالیٰ کی یاد مین چین سے مشغول رہتے
تھے اور ہمیشہ ظاہر اور باطن کی کشش مین اوقات کو گذرانتے تھے اور یہہ بات بہت مشکل اور سخت
ہی اسواسطے کہ جب ظاہر اور باطن ایک طرف متوجہ ہوتا ہی تو کام سہل ہوجاتا ہی بخلاف
دونون طرف کے مشغول ہونے کے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ

الاخلاق یعنے مین اسواسطے مبعوث ہوا ہون کہ اگلے تمام پیغمبرون کی بزرگی اور اچھائیونکو تمام اور پورا کرون جیسے صفوت حضرت آدم علیہ السلام کی اور فہم حضرت ادریس علیہ السلام کا اور شکر حضرت نوح علیہ السلام کا اور عبادت حضرت ہود علیہ السلام کا اور عبادت حضرت صالح علیہ السلام کی اور خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور عزم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور صبر حضرت ایوب علیہ السلام کا اور عدل حضرت داؤد علیہ السلام کا اور تمکین حضرت سلیمان علیہ السلام کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو حضرت یحییٰ علیہ السلام رکھتے تھے اور زہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خلق عظیم کرکے فرمایا اس واسطے کہ ان سب بزرگون کے اوصاف آپ مین پائے جاتے تھے ع آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب آیت خُذِ الْعَفْوَ کی نازل ہوئی تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے اسکی تفسیر پوچھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اُوْتِيْتَ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ یعنے یہہ آیت سب بزرگ خلق تجھکو تعلیم کرتی ہے سو انہی مکارم اخلاق مین سے یہہ ہے کہ مل اس سے جو تجھسے کاٹے اور دے اسکو جو تجھکو محروم رکھے اور نہ دے اور درگذر کر اس سے جو تجھپر ظلم کرے سو جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے خوب اچھے واقف ہوجاوے اسکو اس بات کی یقین ہوجاوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب مرتبونکو اس انتہا کے درجیکو پہنچایا تھا کہ اس سے زیادہ کسی بشر کی طاقت نہین ہے کہ کرسکے اور آپکے معاملات جو دشمن کافرون کے ساتھ ہوئے ہین ان مین سے ایک یہہ ہے کہ جب جنگ احد مین کافرون نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے شہید کیا اور انکے جگر کو نکالکر چبا کر پھینک دیا اور دوسرے ستر عمدہ عمدہ آپکے صحابیون کو شہید کیا اور ان سب کو مثلہ کر ڈالا یعنے انکے کان اور ناک کاٹ ڈالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو زخمی کیا اور دندان مبارک کو شہید کیا یہانتک کہ خون آپکے سر اور منہہ پر جاری تھا اصحاب اس حالت کو دیکھکر بہت ہی مضطرب اور بیتاب ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ یا رسول اللہ ان کافرون کا ظلم اور ستم اور بے ادبی حد سے گذر گئی اب انکے واسطے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بیان

بد دعا کیجئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھکو بد دعا کرنیکے واسطے نہین بھیجا
ہی بلکہ رحمت اور ہدایت کے واسطے بھیجا ہی اور یہہ دعا فرمائی کہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي وَاهْدِ قَوْمِي
فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنے یا اللہ بخشدے میری قوم کو اور ہدایت کر میری قوم کو پس بیشک یے لوگ نہین علم
جانتے ہین اور نادانی سے یے باتین کرتے ہین اس قصے کو ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح مین معتبر سند سے
ذکر کیا ہی آور دوسرے محدثون نے بھی اس قصے کو روایت کیا ہی آور طبرانی اور حاکم اور ابن
حبان اور بیہقی اور دوسرے محدثون معتبرون نے ایک یہود کے عالم کے زبانی روایت کی ہی جس کا
نام زید بن سعنہ تھا کہ وہ کہتا تھا کہ مین نے لگلے کتابون مین رسول آخر زمان صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم کی تعریف دیکھی تھی اور وے سب وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین پائے جاتے تھے مگر دو
وصفون کا حال مجھے معلوم نتھا ایک یہہ کہ غصے پر حلم غالب ہو اور دوسرا یہہ کہ سخت بات سننے سے
غصہ نہ آوے بلکہ اور نرمی زیادہ ہو سو مین چاہتا تھا کہ ان دونون باتون کو کسی طرح سے آزماؤن
مدت تک اس کی انتظاری مین رہا اتفاقات سے ایک مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھسے خرمے قرض مول لئے اور انکے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کی مین اس مدت سے دو تین
روز پہلے آپ کے پاس گیا اور تقاضا اپنے روپیون کا شروع کیا پھر دیکھا مین نے کہ آپ سنکے
چپ ہو رہے اور یہہ بھی نہین کہتے ہین کہ ابھی تمھارا وعدہ نہین ہوا تم تقاضا کیون کرتے ہو پھر
مین نے سخت تقاضا کیا اور مین نے دیکھا کہ لوگ آپ کے اصحاب بہت سے جمع ہین اسواسطے اور بھی
سخت باتین مین نے کہین کہ شاید ان لوگون کو دیکھکے کچھ حیا سے غصہ آوے اور کوئی سخت بات
مجھسے کہین لیکن آپ کو ہرگز غصہ نہ آیا یہان تک کہ مین نے یہہ بھی کہا کہ تمھارے خاندان مین
اسیطرح قرض ادا کرنے مین حیلہ حوالہ کیا کرتے ہین کسی قرض خواہ نے تمسے اپنا قرض آسانی
سے نہ پایا ہوگا اس بات کے سننے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آیا اور مین اٹھ
کے آپ کا پیراہن شریف اور چادر مبارک ہاتھ سے پکڑکے اپنی طرف کھینچنے لگا اور غصے کی آنکھون سے
مین نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ ابھی اٹھو اور میرا قرض ادا کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ

کھڑے ہوئے اور حضرت عمر بیقرار ہوکے تلوار لیکر میرے سر پر آپہنچے اور کہنے لگے کہ ای دشمن خدا کے
تو باز نہین آتا ہی ابھی تیرا سر اُڑا ہی دیتا ہون رسول اکرم صلے علیہ وسلم نے مسکرا کر حضرت عمر رض کی طرف
دیکھا اور فرمایا کہ مجھکو تمسے یہہ توقع نتھی تمکو چاہئے تھا کہ مجھکو سمجھاتے کہ اسکا قرض اچھی طرح آسانی سے
ادا کیجئے اور اسکو سمجھاتے کہ آہستگی سے تقاضا کرو سو اسکے خلاف یہہ کیا بات ہی جو تم کہتے ہو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ اس سے زیادہ مجھہ مین صبر نہین ہی اگر
آپ فرمائے تو مین اسکا قرض ادا کر دون آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کا جتنا قرض ہی وہ دو اور بیس صاع
اس سے اور زیادہ اسکو دو تاکہ اس تمھاری بدسلوکی اور سخت گوئی کا عوض ہو جائے وہ شخص
کہتا ہی کہ مین اس بات کے سنتے ہی ایمان لایا اور آپ کی پیغمبری کا قایل ہوا اور صحیح روایت مین
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیا ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھے
ہوئے کچھہ باتین کر رہے تھے پھر وہان سے اٹھکے گھر کو تشریف لیچلے مین بھی آپ کے ساتھہ ہو لیا
راستے مین ایک بدو یعنے گنوار جنگل کا رہنے والا ملا اور اسنے آپ کی چادر آپکے سر سے زور
سے کھینچی یہان تک کہ آپ کی گردن مبارک سرخ ہوگئی اور قریب تھا کہ آپ کا سر مبارک دیوار سے
جا لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گنوار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تیرا مطلب کیا ہی تو کہہ اسنے
کہا کہ یے دونون میرے اونٹ غلہ سے بھر دئے اسواسطے کہ جو تیرے پاس مال ہی وہ مال خدا کا
ہی کچھہ تیرا اور تیرے باپ کا نہین ہی آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہی یہہ مال حق تعالی کا ہی میرا اور میرے
باپ کا نہین ہی لیکن یہہ جو تو نے میری چادر زور سے کھینچی اور مجھکو رنج پہنچایا یہہ تو میرا حق ہی اس کا
عوض تو مین تجھسے لونگا اسنے کہا مین ہرگز اس کا عوض ندونگا آپ یہہ کلمہ فرماتے تھے اور نہایت
خوشی سے مسکراتے جاتے تھے اور وہ یہی جواب دیتا جاتا تھا جب اسیی گفتگو مین تھوڑی سی
دیر گذری تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلا کر فرمایا کہ اسکے ایک اونٹ پر
خرمے اور دوسرے اونٹ پر جو بھر کر اسکے حوالے کر دو اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی سنن
مین روایت کیا ہی اور تمام تاریخ والے اس بات پر متفق ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

اپنے زمانے کے منافقون کے ساتھ اسقدر سلوک کرتے تھے کہ ہرگز کوئی شخص اپنے دشمنون کے ساتھ
اسقدر سلوک نہین کر سکتا ہی یہان تک کہ حق تعالیٰ جلشانہ نے باوجود اسکے کہ ارحم الراحمین ہی
آپ کو کافرون اور منافقون کے ساتھ سختی کرنے کی تاکید فرمائی اور یہہ آیت نازل کی یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ
جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ یعنے اے نبی جھگڑ کافرون اور منافقون سے اور سختی کر انپر
اور یہہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بارہا فرمایا ہی کہ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ
النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ وَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ یعنے نہ حد سے بڑہا و مجھکو تعریف کرنے مین جیسا
نصاری نے حضرت عیسیٰ کی تعریف مین مبالغہ کرکے بشریت کی حد سے نکالدیا سو میری تعریف مین اسی قدر
کہا کرو کہ بندہٗ خدا کا اور رسول اس کا ہی اسواسطے کہ حقتعالیٰ کی بندگی کی تیز رگی میرے واسطے بس ہی
اور صحیح مسلم مین ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی عمر بھر مین اپنے غلامون کو یا لونڈیونکو یا خدمتگارونکو نہین مارا اور ترمذی مین
آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اپنے خادم کو سخت آواز سے نہین جھڑکا اور اپنے بدلا
لینے کے واسطے کسیکو ایذا نہین پہنچائی اور یہہ بھی صحاح مین روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے کبھی مجلس مین اصحاب کے سامنے پاؤن مبارک نہین پھیلایا اور اگر کوئی آپ کی ملاقات
کو آتا تھا جبتک وہ بیٹھا رہتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نہین اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور کبھی آپ
کے دونون زانو بیٹھنے مین کسیکے زانو سے مقدم نہین ہوتے تھے اور جو کوئی آپکے اہل بیت یا آپکے
اصحابون سے آپ کو یا رسول اللہ کہکے پکارتا تھا تو آپ اسکے جواب مین لبیک کی لفظ کو فرماتے تھے
اور تاریخ طبری مین مذکور ہی کہ ایک روز سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے
فرمایا کہ آج ایک بکریکے کباب بنایا چاہتا ہون مین سب نے عرض کی کہ بہت بہتر پھر ایک نے
ان مین سے کہا کہ مین ذبح کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ مین کھال کھینچتا ہون اور تیسرے نے
کہا کہ گوشت کا درست کرنا اور کوٹنا میرا ذمہ ہی اور چوتھے نے کہا کہ اسکا پکانا میرا ذمہ ہی
حاصل کلام کا سب نے ایک ایک کام اپنے ذمے پر کرلیا تاکہ جلد کباب تیار ہوجاوین اصحاب سب

اس کام مین مشغول ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپکے اُٹھے اور جنگل سے ایک گٹھا لکڑی کا تھوڑی دیر
مین لے آئے صحابہ نے جو دیکھا تو عرض کیا ...... کہ یا رسول اللہ آپ نے کیون اتنی تکلیف کی یہہ بھی ہم مین سے
کوئی کر لیتا آپ نے فرمایا کہ حق تعالی اس بات کو مکروہ جانتا ہے کہ کوئی شخص اپنے یارون مین ممتاز ہو کر بیٹھے اور
یارون مین شریک نہو اور بخاری مین مذکور ہے کہ کوئی لونڈی مدینہ کی لونڈیون مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو جہان چاہتی تھی اپنے کام کے واسطے لے جاتی تھی آپ انکار نہین کرتے تھے اور اس کا کام کر دیتے
تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ایک عورت تھی کہ اس کی عقل مین کچھ خلل ہو گیا تھا
اکثر وہم اور خیالات فاسد اسکو آیا کرتے تھے اور اُن خیالون کو لوگون کے سامنے ظاہر کرنے مین
شرم کرتی تھی سو بار بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھی اور اکیلی آپ کے پاس بیٹھکے
وسوسے واہیات باتین کہا کرتی تھی اور جب کسیکو دور سے آتے ہوئے دیکھتی تو وہم اُسپر غالب ہوتا اور آپ سے
کہتی تھی کہ اب یہان سے اُٹھو دوسری جگہہ پر چل کے بیٹھو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی اُن سب واہیات
باتون کی برداشت کرتے تھے اور کچھ نہ کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یون تھا کہ جب آپ فجر کی
نماز سے فراغت پاتے تھے تو اسوقت لونڈیان اور غلام مدینے والون کے برتن مین پانی لیکر
آتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پانی کو اپنے دست مبارک سے چھو لے وین تا کہ وہ پانی
متبرک ہو جاوے اور اس کو اپنے کھانے اور پینے کی چیزون مین ڈالین اور کبھی سردی کا موسم
بھی ہوتا تھا اور برتن بہت سے ہوتے تھے سب مین ہاتھہ ڈالنے سے آپکو تکلیف بھی ہوتی تھی لیکن باوجود
اس رنج اور تکلیف کے آپ کسی کی خاطر شکنی نہین کرتے تھے اور سب برتنون مین اپنا دست مبارک
ڈالتے تھے اور خوش خلقی آپ کی اس درجے کو پہنچی تھی کہ چھوٹے چھوٹے لڑکون سے بھی آپ انکی خوشی
کی بات فرماتے تھے چنانچہ ایک لڑکا تھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھائی اسنے ایک چڑیا
پالی تھی جسکو عربی زبان مین نُغیر اور ہندی بولی مین لال کہتے ہین اتفاق سے وہ چڑیا مر گئی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم گویا تعزیت کے طور پر اُس بچے کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا
یا اَبَا عُمَیرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیرُ ای ابو عمیر کیا کیا لال نے یہہ اسواسطے فرمایا کہ اس کلمے مقفا کے سننے سے

وہ بچہ خوش ہوا اور رنج نکرے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے کہا ہی کہ مین نے دس برس آپ کی خدمت کی اس دس برس مین کبھی آپ نے یہہ نہین فرمایا کہ یہہ کام کیون کیا اور یہہ کام کیون نہ کیا تو نے اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ قیامت کے دن مین ایماندار ونکے عمل نیک جو تولے جائینگے تو سب سے بھاری عمل نیک خلق ہوگا اور یہہ بھی حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تمکو کچھ معلوم ہی کہ دوزخ مین بہت لوگ کس سبب سے جاوینگے سب نے عرض کی کہ اللہ اور اسکا رسول اس بات کو خوب جانتا ہی تب آپ نے فرمایا کہ دو چیز شادہ کی سبب سے ایک منہہ اور دوسری شرمگاہ کہتے ہی دو نو چیزین دوزخ مین جانے کی زیادہ سبب پڑینگی پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو کچھ معلوم ہی کہ بہشت مین کس سبب سے بہت لوگ جائینگے سب نے عرض کی کہ اللہ اور اسکا رسول خوب اس بات کو جانتا ہی آپ نے فرمایا کہ ایک تو تقوے کے سبب سے یعنے پرہیزگاری سے اور دوسرے نیک خلق سے اور یہہ بھی آیا ہی کہ ایماندار آدمی نیک خلق کے سبب سے صَائِمُ الدَّهْرِ اور قَائِمُ اللَّيْلِ کے درجے کو پہنچیگا یعنے جو لوگ ہمیشہ روزہ رکھتے ہین اور رات بھر نماز پڑھتے ہین انکا سا ثواب نیک خلق والے کو ملیگا پھر جب جنونکے گمان کے باطل کرنے سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف کافر کرتے تھے فراغت پائی اسطور سے کہ باوجود ایسے نیک عملون اور انتہا درجے کی ہدایت کے دیکھنے سے جو ثواب بے انتہا اور اجر غیر منقطع کا سبب ہی اور باوجود آپ کے اخلاق کریمہ پر واقف ہونے کے جو عقل کے کامل ہونے پر دلالت کرتے ہین پھر آپ کی طرف دیوانگی کی نسبت کرنا سراسر باطل اور نامسموع ہی اب ارشاد ہوتا ہی کہ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ سو قریب ہی کہ تو بھی دیکھ لیگا اور وے بھی دیکھ لینگے جو وقت تیرے نیک خلقون کی کشش اور ہدایت کی نشانیان دنیا مین انکو راہ پر لاوینگے اور تیرا کمال انکی نظرون کے سامنے جلوہ گر اور ظاہر ہوگا اور موت کے بعد اچھی طرح سے دیکھ لینگے اسواسطے کہ اسوقت یہہ غفلت کا پردہ اٹھہ جائیگا اور ہر ایک کی دانائی اور عقل کا مرتبہ ظاہر ہو جائیگا کہ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ اور کون تم مین سے مجنون اور بچل رہا ہی تو مجنون ہی جو عالم ملک اور ملکوت کے چھپے بھید جوامع الکلم کے ضمن مین ان کو بتاتا ہی یا وے مجنون ہین جو اپنے ذات کی حقیقت اور حقتعالی کی نشانیون سے جو ان کی ذات مین روشن اور ظاہر ہین

نادان اور نا واقف ہوکے دیوانون اور باولون کیطرح پتھر اور لکڑیونکی عبادت مین فریفتہ اور مجنون ہو رہے
ہین اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ تحقیق رب تیرا وہی خوب جانتا ہی اسکو جو حقیقت مین مجنون اور دیوانہ ہی
اور اسکی عقل غفلت کے پردونمین چھپی پڑی ہی یہانتک کہ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ گمراہ ہوا اور بہکا اپنے خاوند
اور مالک کی راہ سے اور جانور سے بھی کمتر ہوگیا رتبے مین جو اپنے مالک کے گھر کو پہچانتا ہی وَهُوَ اَعْلَمُ اور
وہی خوب جانتا ہی دانا اور صحیح عقل والون کو جنکے حق مین کہا جاتا ہی بِالْمُهْتَدِيْنَ راہ پانے والے جنہون
نے اپنے مالک کی راہ پہچانی ہی اور اسکی طرف متوجہ ہوئے ہین اور جو ان دونون فرقونمین جدائی اور دوری
پرلے درجکی ہی تو چاہئے کہ ظاہر مین بھی تو انسے اپنے نیک خلق کے سبب سے موافقت اور میل نہ کر جسطرح
تو باطن مین انسے علیحدہ ہی اور موافقت نہین رکھتا ہی اسواسطے کہ ظاہری موافقت اور ملنا باطنی موافقت
کا نشان اور علامت ہی فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ سو تو کہا نمان جھٹلانے والون کا اور اُن کی تابعداری
مت کر کہتے ہین کہ ولید ابن مغیرہ اور ابوجہل اور اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر تجھکو سوداوی خلط ان حرکتون اور ان باتون کا باعث
ہوتا ہی تو ہمسے کہدے اسواسطے کہ ہم بھی تمھارے خویش اقربائونمین سے ہین اور اگر عیش اور عشرت کی
خواہش ہو تو بھی کہدے تاکہ اچھی خوبصورت عورتین اور خاطرخواہ پوشاکین اور مزیدار کھانے اور
بہت مال و اسباب تمھارے واسطے ہم موجود کردین اور اگر حکومت اور ریاست کی خواہش ہی تو
بھی ہم کو خبر کرو کہ ہم سب سردار تمھارے فرمانبردار اور تابعدار رہین تم حکومت کی مسند پر بیٹھو اور اپنا
حکم جاری کرو اسواسطے کہ تم عقل اور دانائی اور حسب اور نسب مین ہم سب سے زیادہ ہو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان باتون مین ایک بھی بات مجھے منظور نہین ہی مجھکو فقط حق تعالیٰ کی بندگی اور
اسکی فرمانبرداری منظور ہی تب ان سب نے کہا کہ اگر یہہ تمکو منظور ہی تو بہت خوب ہی ہمارے سر اور
آنکھون پر لیکن ایک بات ہم تمکو کہتے ہین وہ بات ہماری مان لو کہ ہمارے بتون کو برا مت کہو اور ان کی عبادت
سے ہمکو منع مت کرو اور تم آپ جسکو چاہے اُسکی عبادت مین مشغول رہو ہم تم کو اللہ کی عبادت کرنے سے منع
نہین کرتے اور تمپر طعن اور تشنیع بھی نکرینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ آیتین ازل

ہوئین اور حکم ہوا کہ بتون کی برائی اور ان کی عبادت کی برائی کے بیان کرنے مین چپ مت رہو اور اس
مقدمے مین ان کی باتون کو مت سنو وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ وے چاہتے ہین کہ کاشکے تو
اپنے آئین اور وضع سے سستی کرے پھر وے بھی سست اور بیحمیت ہین غرض اس کلام سے یہہ ہے کہ حقانی
آدمی کو مخالفون کی بات ہرگز سننا نچاہئے اور ان کی رضامندی کو منظور نرکھنا اسواسطے کہ آخر کو یہہ بات
دین کی سستی کا سبب پڑتی ہے لیکن مدارات یعنے تواضع اور خلق نیک ہر شخص سے بہتر ہے مگر اسقدر رکھ
اپنی وضع اور آئین مین فتور نہ پڑے اور دین مین سستی نہونے پاوے اور یہہ مقام نہایت مشکل ہے اور
مدارات اور مداہنت مین فرق کرنا بہت دشوار ہے اکثر لوگ اس جگہہ پر لغزش کھا جاتے ہین بعضے خلق
اور چاپلوسی اور خاطرداری مین اسطرح ڈوب گئے ہین کہ دین کی باتون مین صراحۃً سستی اور
ڈھیل کرنے لگے اور بعضے تعصب اور دین کی جانبداری مین اسقدر بڑھ چلے کہ سخت گوئی اور گالی
اور بدخلقی کو عین عبادت سمجھے اور سیدھی راہ شریعت کی پہچاننا موقوف ہے مدارات اور مداہنت کے
بوجھنے پر سو اپنے حق کو چھوڑ دینا جیسے تعظیم اور بزرگی اور احسان کسی سے نچاہنا اور جسقدر ہوسکے
ہاتھ اور زبان سے عیب سبکے چھپانا اور خلق اللہ کی خیرخواہی کرنا اسکو مدارات کہتے ہین اور یہہ بات
بہتر ہے اور دین کے حق لینے مین سستی کرنا جیسے اچھی بات کو نہ کہنا اور بری بات سے منع نکرنا اور شرع
کی حد جاری کرنے مین سستی نکرنا اور حق بات کے بیان کردینے مین اگرچہ کسیکو بھی بری معلوم ہووے
غفلت کرنا اسکو مداہنت کہتے ہین اور یہہ بات بہت بری ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ منکرو ین کے
ساتھ موافقت رکھنا اگرچہ ظاہر مین ہو ہدایت عامہ کلیہ مین خلل ڈالتا ہے اور اجر غیر مقطوع کے مستحق ہونے سے
باز رکھتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ اِذَا لَقِيْتَ الْفَاجِرَ فَالْقَهُ بِوَجْهٍ خَشِنٍ یعنے جب ملاقات
کرے تو فاجر کی یعنے مشرک یا بدعتی کی تو ملاقات کر ترش روئی سے اور حقایق التنزیل مین مذکور ہے کہ سہل
بن عبداللہ تستری کہا کرتے تھے کہ مَنْ صَحَّحَ اِيْمَانَهُ وَاَخْلَصَ تَوْحِيْدَهُ فَاِنَّهُ لَا يَاْنِسُ اِلَى مُبْتَدِعٍ وَلَا
يُجَالِسُهُ وَلَا يُوَاكِلُهُ وَلَا يُشَارِبُهُ وَلَا يُظْهِرُ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ الْعَدَاوَةَ وَمَنْ دَاهَنَ مُبْتَدِعًا سَلَبَهُ
اللّٰهُ تَعَالٰى حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ يُحَبِّبُ اِلَى مُبْتَدِعٍ نَزَعَ نُوْرَ الْاِيْمَانِ مِنْ قَلْبِهِ یعنے مرد صحیح الایمان کو

چاہیئے کہ بدعتی لوگونسے محبت اور الفت نہ رکھے اور انکے ساتھ نہ بیٹھنے اور کھانے اور پینے کی عادت نہ ڈالے
اور دل سے انکے ساتھ عداوت رکھے اور جو شخص بدعتی لوگونسے ملتا ہے اور ان کی خاطر سے دین کی بات
مین سستی کرتا ہے تو اس سے ایمان کی حلاوت اللہ تعالے لے لیتا ہے اور جو بدعتی لوگونسے دل سے دوستی
رکھتا ہے تو اسکے دل سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے علی الخصوص ایسے منکرون سے جنکے نفس رذیل ہین یعنے
شریر اور بدخلق ہین انسے ہرگز موافقت نہ رکھے اگرچہ ظاہری ہی موافقت ہو اسواسطے کہ انسے ظاہری
بھی موافقت رکھنا نیک خلق کے کمال کے نقصان کا سبب پڑتا ہے بس جس شخص کو اللہ تعالی توفیق نیک عنایت
کرے اس شخص کو ایسے لوگون سے احتراز کرنا ضرور ہے تاکہ بہت ہم نشینی اور مصاحبت ایسے بدبختون اور
رذیل نفسونکی اسکے نیک اخلاق مین نقصان نہ ڈال دے چنانچہ حکم ہوتا ہے وَلَا تُطِعْ اور کہا نمان اور تابعداری
مت کر ان سب منکرون مین سے كُلَّ حَلَّافٍ ہر بڑے قسم کھانے والے کی جو ہر بات مین خدا کی قسم کھاتا
ہے اسواسطے کہ بہت قسم کھانا نفس کی رذالت کی دلیل ہے دو وجہ سے اول یہہ کہ اپنے مالک کی عظمت
اور بزرگی قدر نہین جانتا ہے جو اسکے نام پاک کو ایسا ذلیل کرتا ہے اور اسکے ربوبیت کے بھید سے غافل
ہے اور نفس کی عزت اپنے بزرگونکے حق بوجھنے سے ہے اور نفس کی رذالت اور کمینہ پن انکے حقونکی غفلت
سے اور یہی سبب ہے کہ رذیل قوم والے یعنے کمینے ماباپ کا نام تعظیم سے نہین لیتے ہین اور کوئی شخص دنیا
مین اسقدر حقوق کسی بندے کی نسبت سے نہین رکھتا جتنے اپنے خالق اور مالک کے رکھتا ہے اور جب اسطرح
کے حقونکو نہ پہچانا اور اسکی قدر نجانی تو یہہ انتہا درجہکی رذالت اور کمینہ پن کی دلیل ہے اور دوسری وجہ یہہ
ہے کہ جو شخص قسم بہت کھاتا ہے وہ اکثر جھوٹھا ہوتا ہے اور جھوٹھ بولنا بڑی حقارت کا سبب ہے لوگون کے
نزدیک پھر ایسی حقارت کو جان بوجھکے ہر وقت اپنے اوپر گوارا رکھنا نفس کے رذالت کی دلیل ہے
اور بالکل کمینہ پن ہے اور اس مقام پر ایک اعتراض بہت زبردست ہے اور اسکا حاصل یہہ ہے کہ اگر
بہت قسم کھانا برائی اور عیب ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مین کسواسطے بہت قسم آئی ہے
اور اکثر باتون مین آپ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ فرماتے تھے یعنے قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے دست
قدرت مین جان میری ہے اور جواب اسکا یہہ ہے کہ قسم کی کثرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مین

آپکی قدر اور مرتبے کی زیادتی کا سبب ہی کئی وجہونسے اوّل تو یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات مین
اللہ تعالی کی یاد کو نہین بھولتے تھے اور یہہ پرلے درجے کی محبت کی علامت ہی بموجب اس قول کے مَنْ اَحَبَّ
شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ یعنے جو شخص دوست رکھتا ہی کسی چیز کو تو زیادہ کرتا ہی ذکر اُسکا اَور دوسری وجہ
یہہ ہی کہ جسطرح بانسری بجانیوالے کے اختیار مین ہوتی ہی اسیطرح سے آپ اپنے تئین ہر وقت ہر بات مین
حق تعالی کے اختیار مین سمجھتے تھے اسیواسطے قسم کے مقام پر اکثر نَفْسِی بِیَدِہٖ کی لفظ کو فرماتے تھے سو یہہ بات
عبودیت کے صحیح اور ثابت کرنے کے واسطے انتہا درجےکے مرتبہ نہین ہی تیسری وجہہ ہی کہ وے مضمون
جن پر آپ قسم یاد فرماتے تھے وے اکثر ایسے مضمون ہوتے تھے کہ عوام کی عقل اور فکر مین نہین آسکتے
تھے اسواسطے تاکید کی احتیاج پڑتی تھی تو قسم کے لانے مین دعوت اپکی اللہ کی تاکید حاصل ہوتی تھی اسی
سبب سے دنیا کے کامو نمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قسم کھانیکا یعنے بلا ناانشکر کے بطرف اتفاق نہین ہوا اور جو قسم آپ نے کھائی
ہی سو یا شرعی حکمونکے بیان مین ہی یا حق تعالی کے عذاب سے ڈرانے کے واسطے ہی بخلاف دوسرے
لوگونکے جو قسمین بہت کھاتے ہین کہ یے دونون باتین انکے کلام مین نہین پائی جاتی ہین اور بعضے عالمون نے
لکھا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مین قسم کے کثرت کی وجہ یہہ تھی کہ آپ کے نبی ہونے سے
پہلے لوگون کی زبانون پر ایسی قسمین جو شرع مین درست نہین ہین جاری تہین جیسے باپ کی قسم بیٹے کی
قسم فلانی بزرگ کی قسم فلانے پیشوا کی قسم اپنی آنکہہ کی قسم اپنے کانکی قسم لات اور عزی اور دوسرے
بتونکی قسم ان سب قسمون کی وجہ سے لوگون کی عادت پڑگئی تھی سو اس عادتکے چھڑانے کے واسطے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہوا کہ اپنے کلام مین بار بار ایسی قسمین جو شریعت مین درست ہین استعمال کرین
اور لوگونکو طریقہ قسم کھانے کا سکھلاوین اور ان کی بری قسمون کی عادت کو چھڑاوین اور اسبات
کے واسطے فقط آپ کا منع کردینا کفایت نہین کرتا تھا اسواسطے کہ پڑی ہوئی عادت کا چھوٹنا بہت مشکل
ہوتا ہی یہہ وجہ ہی آپکے کلام مین قسم کے کثرت کی حاصل کلام یہہ ہی کہ بہت قسم کھانا اس شخص
کا بہت معیوب ہی جو یہہ صفت بھی رکھتا ہو مَّھِیْنٍ پست ہمت اور رذیل طبع ادنے مطلب اور نکمی چیز کیواسطے
قسمین کھاتا ہی اور یہہ نہین سمجھتا کہ کیسے بزرگ نام کو کس خسیس چیز کا وسیلہ کرتا ہی بلکہ یہہ اسکی قسمونکی

کثرت اسکے نفس کی رذالت اور ذلت کی دلیل ہے اسواسطے کہ اشراف آدمی بزرگ کی قدر پہچانتا ہے اور ہر عزت والے کی عزت اور ادب کی رعایت کرتا ہے اور ذلیل شخص ہر چیز کو اپنے اوپر قیاس کرکے ذلیل سمجھتا ہے ہر چند کہ اسطرح رذیل النفس جو حق تعالیٰ کے نام کی عزت نکرے جو کوئی ہو اس سے کنارہ کشی اور احتراز بہتر ہی ہے لیکن اکثر مفسرون نے کہا ہے کہ اسجگہہ ولید بن مغیرہ کے حال سے اشارہ ہے کہ مالدار بھی تھا اور بہت اولاد والا چنانچہ اسکے مال اور اولاد کی تھوڑی سی تفصیل سورۂ مدثر مین مذکور ہے پھر باوجود اسکے وہ رذالت اسکے نفس کی نہین جاتی تھی اور اپنے پروردگار کے نام کی عزت اور ادب نہین کرتا تھا کاش اسی اپنے کمینہ پن پر اکتفا کرتا لیکن باوجود اس کمینہ پن کے یہہ صفت بھی رکھتا تھا کہ هَمَّازٍ طعنہ کرنیوالا اور خلق اللہ کو عیب لگانیوالا کہ لوگون کے منہہ پر بھی طعن اور تشنیع کرتا اور پیٹھ پیچھے بھی انکو برا کہتا اور لوگونکے حسب اور نسب اور خلق اور عادت مین عیب لگاتا گویا ایک کتا تھا بوڑھا کہ لوگ اسکی صورت سے بیزار تھے اور یہہ بھی نہایت کمینہ پن کی دلیل ہے اسواسطے کہ جو سب کی آبرو گنواویگا وہ اپنی آبرو پہلے کھووے گا گویا اسکو اپنی آبرو کی کچھہ پروا نہین اور پھر طرفہ یہہ ہے کہ لوگون کی آبرو لینے مین فقط طعن اور تشنیع پر اکتفا نہین کرتا تھا بلکہ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ اپنے پاؤن سے چلکر چغلی کھاتا تھا یعنے ایک کی بات دوسریکو پہنچاتا تاکہ آپس مین رنج کھاکر لڑپڑین اور ایک دوسریکے آبرو لے اور آپ بھی ایسی حرکتون سے خفیف اور رسوا ہوتا اسواسطے کہ داناؤن کے نزدیک چغلخوری کرنا بڑی حقارت کی بات ہے چنانچہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین ؎ ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد ؞ بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد ؞ یعنے جو لوگون کے عیب تیرے پاس لاوے گا تو تیرے عیب بھی لوگون کو پہنچاویگا سے جو بیان ہوین وے اذیتین ہین جس مین حق تعالیٰ کی بے ادبی اور لوگون کی ہتک حرمت اور آبرو گنوانا ثابت ہوتا ہے اور وے اذیتین جن مین لوگون کا مال تلف ہو جاوے اور دین دنیا کے فائدے اور حق لوگون کے نیست و نابود ہو جاوین وے آگے ہے چنانچہ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت منع کرنے والا نیک چیز کا یعنے ہرگز اسبات کا روادار نہین کہ کوئی کسی سے بھلائی کرے یہانتک کہ اپنے لڑکون اور غلامون اور نوکرون سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم مین سے کوئی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے پاس گیا اور ان کی باتین سنی تو اسکا جو مقرر ہے روزینہ یاد رہا ہے

وہ موقوف کردونگا اور اسکے خویش اور اقربا مین سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین حاضر ہوتا تھا اُسکے ساتھ برادری کی راہ سے جو سلوک کرتا تھا وہ موقوف کردیتا تھا مُعْتَدٍ
ظلم اور تعدی کرتا اور لوگونکے حق جو لازم ہین وہ ندیتا جیسے نوکر کی نوکری اور مزدور کی مزدوری
اور کسی معاملہ والے کا حق ادا نکرنا اَثِیْمٍ بڑا گنہگار کہ شراب بھی پیتا ہی اور زنا اور لونڈے
بازی بھی کرتا ہی تو اپنی جان پر بھی ظلم کرتا ہی کہ اسکو ہمیشہ کی ہلاکت مین ڈالتا ہی اور
باوجود ان باتون کے ایک وصف اور بھی رکھتا ہی کہ عُتُلٍّ گردن کش اور طبیعت کا سخت
اور بدخو کہ کسی کی نصیحت اور سمجھانے سے وہ راہ پر نہین آتا اور خود پسندی کے چال مین گرفتار ہی
اگر کسی کی بات سنتا تو امید ہوتی کہ شاید اسکی ان سخت بیماریون کو کوئی دوا یعنی کسی
کی بات مفید ہو جائے گی سو وہ کسی کی بات نہین سنتا تو اُس کا علاج سے اچھا ہونا بھی ممکن
نہین ہی بَعْدَ ذٰلِكَ بعد ان سب عیبونکے جو اسمین پائے جاتے ہین زَنِيْمٍ ولد الزنا ہی یعنے
حرامزادہ ہی کہ اٹھارہ برس تک کوئی اسکا باپ مقرر نتھا بعد اٹھارہ برس کے مغیرہ نے کہا کہ
یہہ میرے نطفے سے پیدا ہوا ہی اسکی ما سے مین نے برا کام کیا تھا اور بَعْدَ ذٰلِکَ کے لفظ مین اشارہ
ہی اسبات کا کہ یہہ صفت برائی مین دوسری سب برائیون سے بڑھ گئی ہے کہ ترقی کرکے سب صفتون کے
بعد اس طرف عقل انتقال کرتی ہی والّا اس کا ولد الزنا ہونا خارج مین سب صفتونسے مقدم تھا
اس وجہ سے کہ جب نطفہ خبیث ہوتا ہی اور خلاف شرع حرام طور سے نکلتا ہی اور حرام جگہہ مین جا
ٹھہرتا ہی تو سب خبیث ہی خلق پیدا کرتا ہی بس گویا یہہ صفت جتنے خلق بد ہین سب کو جامع ہی جیسے
جھاڑ و کا بندھن کہ سب سینگون اور کاڑیونکا جامع ہی اور بعد شمار کرنے ان سب بُرے خلقون کے
یہہ خاطر مین آتا ہی سو کا شکے باوجود ان سب بدخلقون اور کمینہ پن کے کچھ تھوڑی سی عقل بھی رکھتا کہ
اسکے سبب سے یہ سب عیب اسکے چھپتے اور اس قدر فضیحت نہوتا سو عقل سے ایسا بے نصیب ہی
کہ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ اس سبب سے کہ ہی بہت المال والا اور بہت اولاد والا سو
اسپر نازان اور مغرور ہوکے جھٹلانے اور انکار کرنے مین اس قدر بڑھ چلا کہ جسنے یہہ مال

اور اولاد وہی ہے اُسیکا مقابلہ کر بیٹھا اور اُسی کی آیتونکو جھٹلانا شروع کیا یہان تک کہ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ
اٰیٰتُنَا جب پڑہی جاتی ہین اُس پر آیتین ہماری تو با وجود اسبابات کے جاننے کے کہ اسطرح کا کلام مخلوقات
کے مقدور سے خارج ہے اور بے شبہہ یہہ کلام خالق کا ہے اور وہ ایسا خالق ہے کہ مجھسے بے حقیقت شخص
کو جسکا نہ حسب درست ہے نہ نسب پھر بدخلقی اور بدخصلتین علوہ اسکے اسکو کس کسطرح کی نعمتون سے یعنے بے انتہا
مال اور اولاد کی کثرت اور سرداری سے سرفراز کیا ہے تو مجھکو لازم ہے کہ ایسے خالق کی شکرگذاری دل اور جان
سے کرون سو ان سب باتون کو جان بوجھ کے ایک طرف رکھدیا اور ناشکری کر بیٹھا یہان تک کہ قَالَ اَسَاطِیْرُ
الْاَوَّلِیْنَ کہتا ہے کہ یے جھوٹے قصے ہین پہلون کے جو لکھکر رکھہ گئے ہین یہہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہین ہے سو ایسے
موذی بدبخت نافرمان ناشکرے کے واسطے قیامت کے آنیکا بھی انتظار نہ کرینگے جو ہر نیک اور بد کی جزا
اور سزا دینے کا دن مقرر ہے بلکہ سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ قریب ہے کہ داغ دینگے ہم اسکی سونڈ پر یعنے
ناک پر جو آدمی کے فخر اور تکبر کرنیکا عضو ہے اور عزت اور آبرو کا جائے ظہور بھی وہی ناک ہے تاکہ بڑے
گنہگارونکے مانند نکما پھرے حضرت عبداللہ بن عباس اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت
آئی ہے کہ جنگ بدر کے دن کسی ایک انصار کی تلوار اسکی ناک پر لگی اور اسکی ناک زخمی ہوئی پھر جب لوٹ
کر مکے مین آیا تو کتنی ہی اُس زخم کی دوا کی لیکن وہ اچھا نہوا اور اسمین خارشت ہوگئی یہان تک کہ اسی مرض
مین جہنم واصل ہوا علما نے کہا ہے کہ ولید نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک طعن کی تھی یعنے مجنون کہا تھا
سو حق تعالےٰ نے دس طعنین اُسپر کین یعنے دس عیب اسکے بیان فرمائے اب اسجگہہ سے دریافت کیا چاہیئے
کہ حق تعالےٰ عدل اور انصاف کی راہ سے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے والون کو ایک ایذا
کے عوض مین دس سزا دین پھر جو لوگ کہ آپ کی محبت اور خدمت اور جان نثاری مین عمر بھر مصروف
رہے ہین انکو کم سے کم ایک نیکی کی عوض مین دس انعام سے تو سرفراز کریگا اسیواسطے حدیث شریف
مین آیا ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جو شخص ایک مرتبہ مجھپر درود بھیجیگا تو حقتعالےٰ دس مرتبے اسکو اپنی رحمت سے نوازیگا اور خرطوم کے
لفظ لانے مین جو لغت مین ہاتھی اور سور کی ناک کو کہتے ہین کمال حقارت اسکی منظور ہے گویا وہ شخص

انسانیت سے نکلکر خسیس ہونے مین مثل سور کے اور تکبر اور غرور مین مثل ہاتھی کے ہوگیا ہے اور اصحاب
فیل کا قصہ بھی اُسنے دیکھا اور سنا تھا اس قصے کی طرف بھی اشارہ منظور ہے یعنے ہم وہ ہین کہ ہاتھیون
کی سونڈھونکو کاٹ ڈالتے ہین باریک بین عالمون نے لکھا ہے کہ ہر جانور کی ناک اوپر کی طرف اٹھی ہوتی ہے
لیکن ہاتھی اور سور کی ناک کہ نیچے کیطرف جھکی اور لٹکتی رہتی ہے سو خرطوم کے ذکر مین اس طرف اشارہ ہے
کہ اسکی تمام ہمت پستی کی طرف رجوع تھی گویا ترقی معکوس یعنے الٹے ترقی کی تھی اور مرغ کے مانند کہ جتنا
بڑا اور موٹا ہوتا ہے اسیقدر اسکی فلان تنگ ہوجاتی ہے یہی حال اس پست ہمت کا تھا کہ جسقدر اسکے مال
اور اولاد کی کثرت ہوتی جاتی تھی اسیقدر یہہ خساست اور رذالت مین زیادہ پڑتا جاتا تھا اور یہی خاصہ
ہے رذیل اور پاجیونکا اور اگر کسی شخصکو اس ولید پلید اور دوسرا اُسکے ساتھیونکا قصہ سننے سے کہ اس پاک زمین
مکہ معظمہ کو اپنی نجس ریاست سے آلودہ کر رکھا تھا اور وہان کی حکومت اور فرمانروائی کا منصب حاصل کیا تھا یہہ
خاطر مین گذرے کہ اسطرح کے کافرون اور پاجیون کو کسواسطے بڑہاتا تھا اور ایسی متبرک جگہہ کی ریاست اور
حکومت کیون دیتا تھی تاکہ وے اس قسم کی برائیان اور قباحتین ظاہر کرین اور لوگ چار ناچار اُن کے طریقے
کی پیروی مین گرفتار ہوکے گمراہی کے بھنور مین ڈوب کر ہلاک ہودین اور ایسے پیغمبر جلیل القدر کو ان لوگون کے سبب سے
ایذا پہنچے اسکے جواب مین فرماتے ہین کہ اِنَّا بَلَوْنَاهُمْ بے شک ہم جانچتے ہین اہل مکے کے بد اخلاق لوگون کو
مال اور ریاست دے کے تاکہ ہم دیکھین کہ یے لوگ ظاہری مال اور مرتبے کی پیروی کرتے ہین اور انہی پاجی
کافرون کے حکم اور مشورے پر چلتے ہین اور رسول کے حق کو یعنے اسکی تعظیم اور تابعداری کو چھوڑتے ہین تاکہ
اُسکی سزا مین قحط اور سردارونکے قتل اور مال کے نقصان اور فوجون کی دہشت مین گرفتار ہوین یا حق کو
پہچانتے ہین اور حق اللہ اور حق الرسول کو اپنے سردارون اور مالدارون کی تابعداری پر مقدم کرکے ادا کرتے ہین
تاکہ اس حق شناسی کے وسیلے سے دارین کی سعادت کو پہچین اور سب ملکون اور شہرون پر غالب ہوکے
فتح کرین اور بے گنتی خزانون کے مالک ہووین کَمَا بَلَوْنَا جیسا کہ جانچا تھا ہمنے اسیطرح اَصْحَابَ
الْجَنَّةِ باغ والون کو جو باغ ضروان کرکے مشہور تھا اور وہ ایک باغ تھا صنعا شہر کے متصل جو
دار السلطنت مین کا ہے اس شہر سے تین کوس پر سر راہ اس باغ کا مالک تھا ایک شخص بنی ثقیف مین سے

قصۂ باغ ضروان والون کا

اِس باغ مین میوہ دار درخت لگائے تھے اور وہ کہیتی جس کا محصول بہت ہو وہان کرتا تھا اور اُسکو اس باغ
سے ہر فصل مین بہت کچھ حاصل ہوتا تھا اور اُسنے اپنے اوپر ایسا مقرّر کیا تھا کہ میوہ چننے اور کھیت کاٹنے سے
جو کچھ باقی رہتا تھا وہ فقیرونکو دیتا تھا اور کہریان اٹھانے کے وقت جو کچھ ہوا سے اِدھر اُدھر ہو جاتا تھا وہ
بھی فقیرون کو دیتا تھا اور میوہ جھاڑنے مین جو کچھ فرش سے باہر گرے وہ بھی فقیرونکو دیتا تھا اور اس باغ
کے حاصل کو جب گھر مین لاتا تھا تو دسوان حصّہ اسکا بھی فقیرون کو دیتا اور اسیطرح جب اس آٹے کی روٹی پکتی تو دس
روٹیون مین سے ایک روٹی فقیرونکو دیتا تھا جب وہ شخص مرا تو اُسکے تین بیٹے تھے وے وارث ہوئے اور
انھون نے آپس مین یہہ مشورہ کیا کہ ہم سب اہل و عیال والے ہین جورو اور بچے رکھتے ہین ہمارے باپ کا
ایک گھر تھا اب ہمارے تین گھر ہوئے تو جتنا ہمارا باپ فقیرون کو دیتا تھا ہم نہین اتنا دے سکتے ہین اسکی
کیا تدبیر کیا چاہیئے مجھلے بھائی نے کہا کچھ تدبیر مت کرو اور اپنے باپ کے طریقے پر چلے جاؤ حق تعالی اسی
مین برکت دے گا ان دونون بھائیون نے اسکی بات نہ سُنی اور آپسمین یہہ صلاح کی کہ میوہ توڑنے
اور کھیت کاٹنے کے وقت فقیرونکو آنے نہ دینگے بلکہ بے خبر باغ مین جاکر میوہ توڑ کر اور کھیت کاٹ کر گھر
مین لے آوینگے اور فقیرونکا حصّہ جدا نکرینگے ہان اگر کوئی فقیر ہمارے کھانے کے وقت آجائیگا تو کوئی ٹکڑا
روٹی کا اُسکو بھی دے دینگے اور اس مجھلے بھائی کو بھی کچھ ملامت کرکے اور دھمکا کے چپ کیا اِذْ اَقْسَمُوْا
جب آپسمین ان تینون بھائیون نے قسمین کھائین اس مضمون کی کہ لَیَصْرِمُنَّهَا مقرر کاٹینگے میوہ اور کھیتی
اس باغ کی مُصْبِحِیْنَ صبح ہوتے تا کہ کسی فقیر اور مسکین کو خبر نہو اور ان کا باپ دن چڑھے میوہ اور کھیت
کاٹتا تھا تا کہ سب فقیر جمع ہو کے اپنا حق لے لین وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ اور ہرگز کسی نے انشاءاللہ نکہا تا کہ اُنپر
قسم پڑنے کا بھی احتمال ہو سکتا اسواسطے کہ شرع کا حکم ایسا ہے کہ اگر کوئی کسی چیز پر قسم کھاوے اور
اسکے ساتھی انشاءاللہ بھی کہے تو وہ قسم اُسکے ذمہ پر لازم نہین ہوتی چاہیئے اس قسم کے موافق کرے چاہے نکرے اور انھون نے
اسواسطے انشاءاللہ نکہا کہ مجھلے بھائی کا کہنا جو اسبات پر راضی نتھا کسیطرح متصور نہو سکے اور خواہ مخواہ
قسم کے موافق کرنا پڑے اور جس رات کو انھون نے یہہ ارادہ کیا اور آپسمین اس ارادے پر عہد و پیمان مضبوط
کرکے سوئے اس رات کو حکم الہی دوسرے رنگ پر نازل ہوا یعنے فَطَافَ عَلَیْهَا پھر گرد پھر گیا اس باغ

اور کھیت کے طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ پھرنے والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ ایک آگ تھی آسمان پر سے
گری اور اس باغ کے درخت اور مکان اور بیل اور مالی اور کسان کو بالکل جلا دیا وَهُمْ نَآئِمُوْنَ
اور وے سوتے تھے جسطرح مکہ والے قحط کے آنے اور بدر کی شکست اور دوسری لڑائیون سے غافل ہین اور تیرا
حق یعنے تجھکو پیغمبر سمجھ کے تعظیم اور تابعداری کرنا اور حق تعالیٰ کی آیتون کا حق یعنے اسپر ایمان لانا اور انکو سچا
جاننا ادا نہین کرتے فَاَصْبَحَتْ پھر صبح کو ہو گیا انکا باغ كَالصَّرِيْمِ جیسے کھیت کٹا ہوا کہ کچھ بھی کھیتی اور درختونکا
نشان اسمین باقی نہ رہا اور وے صبح ہوتے اس غفلت کی نیند سے اٹھے اور اپنے باغ کے حال سے بے خبر
تھے فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ پھر آپسمین پکارا ان تینون بھائیون نے صبح ہوتے اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ کہ سویرے
چلو اپنے کھیت پر اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ اگر ہو تم آج کھیتی کاٹنے والے اسواسطے کہ اگر دیر کروگے تو فقیرونکے
ہجوم سے کھیتی کا کاٹنا آج نہو سکے گا پھر کل پر رہے گا اور یہہ نہین جانتے تھے کہ ہمارے جانے سے پہلے کھیتی
کٹ کے دو نو حصے مالک کی سرکار مین ضبطی ہو گئے فَانْطَلَقُوْا پھر چلے وے تینون بھائی نوکرون اور مزدورونکو
لے کر وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ اور وے آپسمین چپکے چپکے کہتے تھے اور چھپے چھپے کوچے اور گلیون سے جاتے
تھے اور مطلب انکا اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ یہہ تھا کہ آنے نہ پاوے اس باغ مین آج تمھارے
پاس کوئی فقیر اور مسکین اسواسطے کہ اگر کوئی فقیر اس باغ مین آجائیگا تو شرما شرمی کچھ نہ کچھ دینا پڑیگا
سو اسکی تدبیر یہہ ہی کہ دروازے پر آدمیکو بٹھا دیا چاہیے تا کہ فقیر کو باغ کے اندر آنے ندے چنانچہ مکہ والے بھی
یہی کہتے تھے کہ شہر کے غریبون اور ضعیفون کو اسلام مین داخل ہونے نہ دیتے تھے وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ
قَادِرِيْنَ اور صبحکو سویرے پہنچے فقیرونکے منع کرنے پر مستعد اور ہٹ کرنیوالے ہوکر فَلَمَّا رَاَوْهَا پھر جب
دیکھا اس باغ کو جلا ہوا اور اسکے مکان ڈھے پڑے اور درخت اور کھیتی سب نیست و نابود ہوئی تو نہ پہچانا
کہ یہہ ہمارا باغ ہی اور قَالُوْا کہنے لگے آپس مین کہ ہم کہان آگئے یہہ تو ہمارا باغ نہین ہی اِنَّا لَضَآلُّوْنَ مقرر ہم
راہ بھولے اور پہلی صبح کے اندھیرے کے سبب سے کہین دوسری طرف آگئے پھر جب دھنے بائین خوب
غور کرکے دیکھا اور اپنے باغ کی نشانیان پہچانین تب کہنے لگے کہ ہم راہ نہین بھولے بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ
بلکہ ہم حق تعالیٰ کی درگاہ سے محروم کئے گئے اور نصیب ہمارے پھوٹے کہ بدون کسی ظاہری سبب کے ایسا ہمارا باغ

پھلا ہوا جو ہمارے گذران کی پونجی تھی سو خاک سیاہ ہوگیا اسیطرح مکے والے قحط اور بدر کی لڑائی کو دیکھ کر پہلے
کہینگے کہ یہہ قحط نہین ہے تھوڑے دنون پانی برسنا تھم گیا ہے آگے چل کے برسیگا اور یہہ شکست بدر کی کچھ
عذاب الٰہی کی علامت نہین ہے اگر اب کے شکست ہوئی ہے پھر آگے چل کے ہماری فتح ہوگی مگر جب دیکھینگے کہ قحط
پر قحط اور شکست پر شکست ہوتی چلی جاتی ہے تب جانین گے کہ ہمارے نصیب پھوٹے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ
سے بے نصیب ہوئے جیسا کہ ان باغ والون نے اسوقت جانا پھر ہاتھ ملنے لگے اور افسوس کرنے لگے تب
قَالَ اَوْسَطُهُمْ کہا ان کے مجھلے بھائی نے جب دیکھا کہ اپنی بے نصیبی پر افسوس کر رہے ہین اَلَمْ اَقُلْ
لَّکُمْ کیا نہ کہا تھا مین نے تم کو اسکے پہلے کہ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ کیون نہین پاک جانتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس سے
کہ اپنے وعدہ کے خلاف کرے اور فقیرونکو زکوٰۃ اور خیرات دینے سے مال مین برکت نہ کرے اور کیون
بدگمانی کی اللہ تعالیٰ پر کہ فقیرون کے دینے سے ہمکو فقر مین گرفتار کردیگا اور ہم محتاج ہوجاوینگے اسجگہہ سے معلوم
ہوا کہ بخیل ضرور اللہ تعالیٰ سے بدگمان رہتا ہے اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ اَلْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ
مِّنَ اللّٰهِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ یعنے بخیل دور ہے اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے
دور ہے لوگون سے دور ہے بہشت سے نزدیک ہے دوزخ سے اور سخی کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور بخشش پر
اعتماد کرنا اور اسکے وعدیکو سچا جاننا لازم ہے اسیواسطے حدیث شریف مین فرمایا ہے کہ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ
مِّنَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ یعنے سخی نزدیک ہے اللہ تعالیٰ کی درگاہ
سے نزدیک ہے لوگون سے نزدیک ہے بہشت سے دور ہے دوزخ سے اور یہہ بھی حدیث شریف مین
آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزون پر مین قسم کھا کر کہتا ہون اسواسطے کہ ظاہر مین عقل
سے دور معلوم ہوتی ہین اول یہہ کہ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَالٍ یعنے ہرگز کم نہین کرتا ہے صدقہ دینا مال کو اگرچہ
ظاہر مین تمھاری سمجھ مین نقصان معلوم ہوتا ہے اور دوسری یہہ کہ مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ یعنے
ہرگز اللہ تعالیٰ کیواسطے کوئی جھکتا نہین مگر اللہ تعالیٰ اسکے مرتبہ کو بلند کرتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ کے واسطے جو جھکتا ہے
اسکی قدر اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے تواضع کرنا اسکے معنے دوسری حدیث مین اسطرح
ارشاد ہوئے ہین کہ تین شخص کی تعظیم کرنا یہہ اللہ تعالیٰ کے واسطے جھکنا ہے اول قرآن کے حافظ کی تعظیم کرنا اور اسکے

معنے جاننے والیکی اور اسپر عمل کرنیوالیکی دوسرے بڑے مسلمان کی تعظیم کرنا اور تیسری باپ کی تعظیم کرنا مَا زَادَ عَبْدًا بِعَفْوٍ
اِلَّا عِزًّا یعنے نہین زیادہ ہوتی ہی بندے کو درگذر نے سے مگر عزت یعنے جو شخص باوجود قدرت کے
اپنا عوض دوسرے سے نہ لے اور اسکو معاف کردے تو البتہ اللہ تعالی اس شخص کو عزت بخشتا ہی اگرچہ
ظاہر مین بدلا نہ لینا ذلت معلوم ہوتا ہی پھر جب وے دونون بھائی اور انکے صلاح دینے والے مجھلے بھائی کی
نصیحت سے خبردار ہوئے تو اس سب خرابی کے بعد قَالُوْا بولے کہ ہم بھی معتقد ہوئے کہ سُبْحَانَ رَبِّنَا پاک
ہی ہمارا پروردگار اسبات سے کہ اپنے وعدے کے خلاف کرے اور ان سخی جوانمردونکو جو اسکی راہ مین اپنا
مال خرچ کرتے ہین برکت نہ دے اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بیشک ہم تھے ظلم کرنے والے کہ فقیرونکے حقمین نیت بد کی اور
اپنے باپ کے طریقے کو چھوڑ دیا اور اعتماد اور بھروسا اللہ تعالی کے سچے وعدے پر نکیا اور جب اپنی تقصیر اور
گناہون کا اقرار کیا فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ پھر متوجہ ہوئے اور منہہ پھیرا ایک نے دوسرے کی طرف
اپسمین ملامت کرنے اور اولاہنا دینے کو چنانچہ ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا کہ پہلے تو نے یہہ مشورہ دیا تھا
کہ فقیرون کو نہ آنے دیا چاہیے اور صبحکو سویرے چلئے اسنے اسکو ملامت کی کہ پہلے تو نے مجھکو مفلسی سے ڈروایا تھا
اور کہا تھا کہ ہمارے اہل وعیال جو رڑکے بہت ہین اور مجھسے اسکی تدبیر پوچھی تھی پھر وے دونون بھائی اپنے صلاح
کارون کی طرف پھرے اور انکو ملامت کرنے لگے آخر بعد اس تہکا فضیحتی کے جب دیکھا کہ اب ملامت کرنیسے
کچھ فایدہ نہین ہی جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا تب مضطر اور حیران ہو کر قَالُوْا بولے سب مل کر يٰوَيْلَنَا ای خرابی
ہی ہماری اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ بے شک ہم تھے سرکش حد سے بڑھنیوالے اسواسطے کہ ہم کو اسبات مین مشورہ
لینا کیا ضرور تھا اسلیئے کہ نیک بات مین مشورہ لینا نہ چاہیے اور ہمارے مشورہ دینے والون کو یہہ کیا مناسب تھا
کہ حق اللہ کو بالکل موقوف کرنے کی صلاح دی اور اب ہم الٰہی اس ظلم اور نافرمانی پر نادم اور شرمندہ ہوئے ہین
عَسٰى رَبُّنَآ امید رکھتے ہین اپنے پروردگار سے اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اسکی کہ بدلے مین دے ہم کو اس سے
بہتر باغ اور دوسری طرح سے اس سال کی روزی ہم پر کشادہ کرے اسواسطے کہ ہمنے پہلے اگرچہ اسکے
کرم پر بھروسا نکیا لیکن اب باوجود اس بلا کے دیکھنے کے اسکی مہربانی سے ناامید نہین ہین اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
رٰغِبُوْنَ بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف بڑی آرزو رکھتے ہین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سے روایت آئی ہے کہ حق تعالی نے اس اخلاص کے کلمہ کو ان سے پسند کیا اور جب وے تینون بھائی افسوس کرتے ہوئے شہر کو پہنچے اس شہر کے بادشاہ نے یہہ انکا حال سنا تو اپنے باغون مین سے ایک باغ بہت خوب جس کا نام حیوان تھا انکو عنایت کیا اس باغ مین انگور کا خوشہ اتنا بڑا تھا کہ ایک خوشہ ایک خچر کا بوجہہ ہوتا تھا اسیطرح بہت لوگ ملتے کے اپنے ماباپ اور خویش اقربا کے مارے جانے کے بعد اور مال و اسباب لڑائی مین لٹ جانے کے بعد اور سات برس قحط مین مبتلا ہونے کے بعد جس مین مُردون کی ہڈیان جوش کرکے اور مُردار چمڑا بھون کر کھایا اور اونٹ کے اوجہہ کا پانی پیا آخر کو نادم اور پشیمان ہوکر چار ناچار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی جو بہت بڑی نعمت تھی اللہ تعالی کی طرف سے اسکی قدر اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی نعمت کو پہچانا اور راہ پر آئے اور اپنے سرکشی کے قایل ہوئے اور ایمان لائے پھر اللہ تعالی نے ان کو نوازا اور چھہ سو چھپن برس تک تمام روئے زمین کی خلافت اور سلطنت سے سرفراز کیا اور ہر طرف کی فتحین اور خزانے بیشمار اور ہزارون شہر آباد اور فضا والے اور باغات عمدہ بہاردار دل لگن ان کو عنایت فرمائی آخر کو چھہ سو برس کے بعد چنگیز خانیون کے ہاتھہ سے ان کی ریاست برباد ہوئی اور پھر آج تک اُن پاس نہ آئی اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اب حقتعالی اس بیان کے بعد یعنے مکّے والون کا حال باغ ضروان کے مالکون کے مطابق ہے فرماتا ہے کہ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اسیطرح آتا ہے عذاب یعنے مکہ والون کا ان آفتون مین مبتلا ہونا یہہ دنیا کا عذاب ہے جیسے باغ ضروان کے مالک ایک دنیا کی آفت مین مبتلا ہوئے تھے لیکن اس عذاب کے بعد بہتری کی امید باقی رہتی ہے اور توبہ کرنا اور شرمندہ ہونا اور اپنے گناہون کا اقرار کرنا اسی عذاب کیواسطے بہت مفید ہوتا ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور البتہ عذاب آخرت کا بہت سخت ہے اسکو دنیا کے عذاب پر قیاس کرنا نہ چاہیئے اسواسطے کہ حق تعالی کا غضب اسوقت مین نہایت شدت پر ہوگا اسقدر کہ اس عذاب کے بعد امید نہ رہے گی اور توبہ اور استغفار اور شرمندگی اور گناہ کا اقرار اس عذاب کے دفع کرنے مین کچھہ کام نہ آویگا لیکن اتنا البتہ ہوگا کہ ایماندار گنہگارون کو ان کے گنہ کے موافق تنبیہ کے بعد بہشت مین داخل کرینگے اور وہ انکی تنبیہ حقیقت مین عذاب نہین ہے بلکہ گناہون کی گندگی سے انکو پاک کرینگے واسطے ہے تاکہ بہشت کے جانیکے لایق ہووین جسطرح

کسی غریب گوڈری پہنے ہوئے گرد و غبار مین آلودہ سفر کے مارے ہوئے کو جب بادشاہ کے سامنے لیجانیکا ارادہ
کرتے ہین تو پہلے اسکو گرم حمام مین لیجاکر حجامت بنواکر حمامی کھیسے والون سے اسکو بدن کو ملواکر گرم پانی سے خوب
غسل کرولتے ہین تاکہ حمام کی گرمی اور گرم پانی سے اسکے بدن کا میل اور بدبو بالکل جاتی رہے اور بادشاہ
کی مجلس کے حاضر ہونے کے قابل ہو دے لیکن ان باتون کو وے سمجھتے ہین جو ہر چیز کی حقیقت کو پہچانتے ہین اور
آخرت کی حقیقت کو دُنیا کی حقیقت پر بڑہ کر جانتے ہین اور یہہ کافر بھی ان چیزون کو بوجھتے تھے لَوْ کَانُوْا
یَعْلَمُوْنَ اگر ان چیزون کی حقیقت کو جانتے اور آخرت کے معاملات کو دنیا کے احوال پر قیاس نکرتے لیکن یے
ایسے نادان اور بے تمیز ہین کہ کہتے ہین جسطرح باغ ضروان کے قصّے مین مجھلا بھائی انکا باوجود منع کرنے اور راضی
نہونیکے بھی اسی آفت مین گرفتار ہوا اور باغ مین سے اسکا بھی حصّہ جل گیا اور اسیطرح مکہ کے ایماندار بھی ہمارے
ساتھ قحط مین شریک ہوئے اور بھوکھ اور پیاس کی بلا مین گرفتار ہوئے تو اسیطرح آخرت کے عذاب مین
بھی سب نیک اور بد شریک ہونگے اور وہان بھی کچھ فرق نہوگا سو یہہ قیاس کرنا انکا غلط ہے اور دُنیا اور
آخرت کے احوال مین بڑا فرق ہے اسواسطے کہ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ بیشک پرہیزگارون کے واسطے اگرچہ دنیا مین
رنج اور تکلیف بہت پہنچی جیسے باغ کا جل جانا اور مال اور اسباب کا برباد ہوجانا اور قحط مین مبتلا ہونا لیکن
انکو عِنْدَ رَبِّهِمْ انکے پروردگار کے نزدیک اس دنیا کی تکلیف اور رنج کے بدلے مین جَنّٰتِ النَّعِیْمِ
باغ ہین نعمت سے بھرے ہوئے تو دنیا کی مصیبتون مین ان لوگونکا کافرون اور گنہگارونکے ساتھ شریک ہونا گویا
ان کے واسطے عبادت اور ریاضت کی قسم سے ہوا اسواسطے کہ انکا دنیا کے رنج مین شریک ہونا اللہ تعالیٰ کے
نزدیک انکے مرتبون کی ترقی کا سبب ہوتا ہے اور یہہ فرق ظاہر ہے اسواسطے کہ متقی پرہیزگار ہمیشہ اپنے
مالک کے حکم کے تابعدار ہین اور کافر بدکار ہمیشہ اپنے مالک کے حکم سے سرکش اور نافرماندار اَفَنَجْعَلُ
الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ کیا پھر کرینگے ہم مسلمانون اور تابعدارونکو جو ہر حکم کو ہمارے مانتے رہے ہین گنہگار اور
بدکارونکے مانند جو ہمیشہ ہمارے حکم کی انکاری کرتے رہے مَا لَكُمْ کیا ہوا ہے تمکو باوجود عقل اور دانائی کے
كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ کیسا حکم کرتے ہو کہ ہمارے اور مسلمانون کے درمیان مین کچھ فرق نہین ہے اور حال یہہ ہے
کہ ہر ایک تمسے لونڈی اور غلام اور خدمتگار رکھتا ہے پھر اُن مین سے جو تابعدار اور حکم بردار ہوتا ہے اسکو

سرکش حکم نہ ماننے والے کی برابر نہین کرتے ہو بلکہ تم اپنی بزرگی اور بڑائی پر مغرور ہوکے یہہ دعوے کرتے ہو کہ اگر
قیامت کے دن مسلمانون پر عنایت اور بخشش ہوگی تو ہم پر اس سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی چنانچہ مقاتل سے روایت
آئی ہی کہ مکّے کے کافرون نے اس آیت اُترنے کے بعد مسلمانون سے کہا تھا کہ حقتعالی نے دنیا مین تم پر ہمکو بزرگی
دی ہی تو آخرت مین بھی ضرور ہمکو تم پر بزرگ کرے گا تب حقتعالی نے انکے اس خیالِ فاسد کو باطل کرکے فرمایا
کہ برابری درمیان تابعدار اور گنہگار کے آدمی کی پیدایشی الفت اور بوجھ کے خلاف ہی پھر تابعدار پر گنہگار
کی ترجیح کا کیا ذکر ہی اسواسطے کہ یہہ بات عقل کے بالکل خلاف ہی اور اگر یے کافر کہین کہ آخرت کے کامونکو
عقل پورا قیاس نہین کرسکتی اسواسطے کہ وے کام محض توفیقی ہین یعنے شارع کے بتانے پر موقوف ہین
ان کی وجہہ عقل مین نہین آسکتی تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ اس صورت مین ہم تمسے پوچھتے ہین کہ اَمۡ لَکُمۡ
کِتٰبٌ کیا تمھارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہی کہ فِیۡهِ تَدۡرُسُوۡنَ اس کتاب مین تم پڑھتے ہو کوئی دلیل ظاہر کو
اسواسطے کہ خفی یعنے پوشیدہ چیز پڑھی نہین جاتی بلکہ کلام سے بوجھ لی جاتی ہی اور اس ظاہر دلیل کا مضمون
یہہ ہی کہ اِنَّ لَکُمۡ فِیۡهِ لَمَا تَخَیَّرُوۡنَ مقرر تمھارے واسطے اس کتاب مین وعدہ دیا ہی کہ جو کچھ بہتر اور
اچھا جان کر تم اپنے واسطے پسند کرکے مانگوگے وہ تم کو ہم دینگے اور اگر تم کہو کہ ہمارے پاس اگرچہ
اسطرح کی کوئی کتاب نہین ہی لیکن حقتعالی کا معاملہ ہم لوگون سے ابتداء پیدایش سے ابتک اسی قسم کا رہا
ہی اور حقتعالے اپنے معمول کے خلاف نکریگا تو ہم کہینگے کہ بھلا ہم تمسے پوچھتے ہین کہ اَمۡ لَکُمۡ اَیۡمَانٌ عَلَیۡنَا
کیا تمھارے لئے ہمارے ذمہ پر قسمین ہین یعنے ہمنے کیا تمسے قسمین کھائین ہین اور وے قسمین بَالِغَةٌ اِلٰی
یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ پہنچنے والی ہین قیامت تک یعنے تمھاری ابتدا پیدایش سے قیامت کے دن تک ہم تمھارے
ساتھ یکسان معاملہ کرینگے اور ہرگز کچھ بھی تغیر اور تبدّل اس معاملے مین ہونے پاویگا اسواسطے کہ اِنَّ لَکُمۡ
لَمَا تَحۡکُمُوۡنَ اور ان قسمونکا مضمون یہہ ہی کہ بے شک تم کو ہم دینگے جو تم حکم کروگے اور یہہ بات ظاہر
ہی کہ چند دنون کا معمول جب تک اس پر عہد و پیمان درمیان مین نہو تب تک اسپر اعتماد اور بھروسا کرنا
نہ چاہئے اور اگر تعنّت کی راہ سے یعنے تم کو ذلّت دینے کے واسطے یے کافر کہین کہ ہان اسطرح کا عہد و پیمان
حق تعالی کیطرف سے ہمارے پاس ہی تو سَلۡهُمۡ اَیُّهُمۡ بِذٰلِکَ زَعِیۡمٌ پوچھ انسے کہ کون انمین سے اسطرح

کی قسم ثابت کرنیکا ذمہ کرتا ہی اور ضامن ہوتا ہی اور اگر یہ کافر کہین کہ ہمارا اعتماد حق تعالی کے کرم پر نہین
ہی اور نہ اسکیطرف سے کوئی سند اس عہد کی ہمارے پاس ہی لیکن ہمارا اعتماد اور بھروسا ان لوگون پر ہی
جنکی ہمنے عمر بھر عبادت کی ہی اور انہی کی فرمانبرداری مین اپنی عمر گذاری ہی اور وے لوگ حق تعالی کی
درگاہ مین اسطرح کے مقرب اور رتبے والے ہین کہ کوئی کام بدون انکی صلاح اور مشورہ لئے ہوئے اور
ان کو شریک اور شامل کئے ہوئے نہین کرتے ہین اگر کبھی حق تعالی ہم پر غصہ بھی کریگا تو وے معبود اور پیشوا
کچھ عرض معروض کر کے سمجھا لینگے اور ہمارا معاملہ جسطرح دنیا مین ہی اسیطرح برقرار رہیگا اور اس مین کسیطرح
سے نقصان اور خرابی آنے نہ دینگے تو ہم کہتے ہین کہ اب انسے پوچھا چاہیئے کہ اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ کیا انکے واسطے
اسطرح کے شریک ہین فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ پھر چاہیئے کہ لے آوین آپ اپنے شریکون کو حقتعالی کے مقابلہ
مین خصوصاً جسوقت انپر قحط پڑتا ہی اور مسلمانون کی لڑائیون کے وقت کہ پے درپے ہوتی جاتی ہین اور ان کی شکست
پر شکست ہوتی جاتی ہی اِنْ كَانُوا صَادِقِينَ اگر یے لوگ ہین سچ بولنے والے کہ ہمارے معبودون کو حقتعالے
کے کارخانون مین دخل ہی اور بدون ان کے مشورے کے دنیا مین کچھ نہین ہوتا اور کشاف والے نے اس آیۃ
کے ایک عجیب معنے کہے ہین کہ وے بھی لطافت سے خالی نہین ہین یعنے اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ اے نَاسٌ يُشَارِكُونَهُمْ
فِي هٰذَا الْقَوْلِ یعنے کوئی اور بھی لوگ اس بات مین انکے شریک ہین اور اس تفسیر پر اس آیت کے معنے یون ہونگے
کہ اگر ان کافرون کو اپنے وعدے پر یعنے تابعدار اور گنہگار کی برابری پر یا گنہگار کی فضیلت مسلمانون پر کوئی
دلیل عقلی یا نقلی میسر نہین ہوتی ہی تو اب انسے پوچھا چاہیئے کہ کوئی عاقل جہان مین اس بات اور اس مذہب مین انکے
ساتھ شریک ہی اسواسطے کہ دانا کی بات کے ساتھ بات کا ملنا بھی ایک دلیل ہی سو اگر کوئی دانا اس بات مین ان کے
ساتھ شریک ہو تو انکو چاہیئے کہ اس اپنے شریک کو بحث اور مناظرے کے وقت مقابلے مین لے آوین اور جو نہین
لاتے ہین تو معلوم ہوا کہ کوئی دانا اور عاقل اس بات مین انکے ساتھ شریک نہین ہی اور اس واہی مذہب کو کسی نے
قبول نہین کیا ہی سب عاقلون سے یہہ علیحدہ ہین اور جب کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس وعدے پر انکو نہ ملی اور کسی
عاقل کا قول انکے قول کے ساتھ نملا تو معلوم ہوا کہ انکا یہہ قول بے اصل اور جھوٹھا ہی لیکن مشہور معنے شرکا کی لفظ
کے تمام قرآن مجید مین جھوٹھے معبود کے ہین اور مشہور کے خلاف قرآن شریف کے لفظون کی تفسیر کرنا اچھا نہین ہے

اور اگر یے کافر کہین کہ ہمارے معبود حق تعالی کی صفات کاملہ کے مظاہر ہین یعنے جائے ظہور ہین اور اسکے ساتھ اتحاد
رکھتے ہین اور جو نسبت مظہر کو ساتھ ظاہر کے ہے وہی انکو حاصل ہے کچھ انکے اور حق تعالی کے درمیان غیریت نہین ہے
اور نہ مقابلہ تا کہ انکو اس جھگڑے اور اپنے غلبے کے واسطے حق تعالی کی جناب مین مقابلہ کو لاوین اور ہماری عبادت
اپنے معبودونکو عین خدا کی عبادت ہے اور ہمارا دیکھنا اور نظر کرنا اپنے معبودون کی طرف عین خدا کی طرف
نظر کرنا ہے ہم تو انکو اپنی عبادت مین واسطہ جانتے ہین اور دیکھنے مین عینک کی طرح ان کو جانتے ہین اس
واسطے کہ تنزیہ صرف کے مرتبے کی عبادت کرنا اور اس مرتبے کا دیکھنا نہ ظاہری آنکھ سے ہم کو حاصل ہو
سکتا ہے اور نہ عقل کی آنکھ سے ان دونون طرح سے عجز ہم کو حاصل ہے تو ہم کہینگے کہ یہہ بھی خیال تمھارا باطل
اور جھوٹھا ہے اسواسطے کہ اگر تمھارے معبود عبادت مین واسطہ اور دیکھنے مین عینک کے مانند ہوتے تو البتہ
تمھاری سب عبادت اور نظر کرنا حق تعالے کی ذات پاک تک پہنچتا اور اس عبادت اور توجہہ کا اثر عملونکے
آثار ظاہر ہونے کے دن یعنے قیامت کے دن ظاہر ہوتا لیکن تم کو یہہ عبادت ہرگز فایدہ نہ بخشیگی اور اس توجہہ
اور نظر کا اثر کچھ بھی ظاہر نہ ہوگا یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ جسدن ظاہر کیا جائیگا (اور پردہ کھولا جائیگا) اس حقیقت سے جس کا نام
ساق یعنے پنڈلی ہے اور اسکی نسبت تمام الہیہ حقیقتونکے ساتھ ایسی ہے جیسی پنڈلی کی نسبت آدمی
کے سب اعضاونکے ساتھ ہے اسجگہہ پر جاننا چاہئے کہ حقایق الہیہ عبادت ہین کمال الٰہی کے جہات سے جو عالم مین
ظہور کرتے ہین اور یہہ حقایق صفات کے سوائے ہین اسواسطے کہ کمال کی صفتین بالکل ان حقایق مین مجتمع ہین اسلیے
کہ جو کمال الٰہی ہے وہ سب صفات کمال کو لئے ہوئے ہے صفتونکو جدا جدا عالم مین ظہور نہین ہے جیسے علم بے
قدرت کے اور قدرت بے ارادے کے اور یے تینون بیحیات کے ظہور نہین کرتی ہین بخلاف جہات کمال کے
کہ وہان ہر جہت ظہور مین مستقل اور منفرد ہے اور جو یے حقایق صفات اور ذات کے درمیان مین برزخ واقع
ہوئے ہین اور صفات کو استقلال نہین ہے تابع محض ہین اور ذات اصل الاصول ہے یعنے اصل ہی
سب اصلون کی اور ہر وجہہ سے استقلال کامل رکھتی ہے اسواسطے کہ ان حقایق کو تشبیہ اور استعارے کے
طور پر اعضاونکے نام سے مسمی کیا ہے اور واقع مین بھی یہی ہے کہ جہان مین ایسی کوئی نسبت جو بہت مشابہت
رکھتی ہو اس نسبت سے جو حقایق الہیہ کو ذات کے ساتھ ہے سوائے اس نسبت کے جو ہر ایک عضو کو ذات

کے ساتھ ہی پائی نہین جاتی اسواسطے کہ ہر ہر عضو ذات کے کمال کے حقون کے مظاہر ہین نہ صفات کی طرح بالکل
تابع اور غیر مستقل ہین اور نہ ذات کے مانند متوحد اور مستقل سو جو کچھ شریعت مطہرہ مین ان حقیقتون کے
تفصیل اور توضیح مین آیا ہے اسو وے کئی چیزین ہین جیسے وجہہ یعنے منہہ اور عین یعنے ذات اور ید یعنے ہاتھ
اور یمین یعنے داہنا ہاتھ اور اصابع یعنے انگلیان اور حقو یعنے کمر اور ساق یعنے پنڈلی اور قدم یعنے پانون
اور دو وصف دوسرا نہی حقیقتون کے ساتھ لاحق ہین اسطور سے کہ ان صفتون کے جمع ہونیکے سبب سے
ایک شکل علیحدہ پکڑ کے ظہور کرتے ہین اگرچہ اصل مین اعضا کا حکم نہین رکھتے ہین سو ان مین سے ایک دور ہے
اور دوسرا دراز ہے اور ان حقیقتون کے سمجھنے مین لوگون نے بہت سی افراط اور تفریط کی ہے اور اونچ نیچ
مین پڑ گئے ہین ایک گروہ نے نادانی سے بدون سمجھے بوجھے اس کام کی حقیقت کو گمراہی کے بھنور مین یعنے تشبیہ
ظاہری مین پڑ گئے اور ان حقیقتون کو اعضا اور جوارح پر قیاس کر کے حق تعالی کے ذات پاک کی صورت اور
شکل کے معتقد ہوئے یعنے حقتعالی کے جسم ہونیکے قایل ہوئے تَعَالَى اللهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا یعنے
برتر ہے اللہ تعالی اس چیز سے جو کہتے ہین ظالم بہت بڑی اور برتری کر کے اور ایک جماعت نے تنزیہ کے قاعدہ کو
ایسا گہہ کے پکڑا کہ ان حقیقتون کے ثابت کرنے کو اس قاعدے کے منافی سمجھ کے ایسی تاویل کی ہے جو مقصد سے بہت
دور ہے بلکہ نفی اور انکار کا حکم رکھتی ہے تو گویا حقیقت مین ان حقایق کے دریافت اور سمجھ مین تشبیہ والون کے
شریک ہوئے فرق ان دونون مین اتنا ہوا کہ پہلے فرقے نے ثابت کیا ہے اور انھون نے نفی کی ہے تو انکو
بھی سوائے ان معنون کے جو انکے ظاہر لفظون مین پائے جاتے ہین دوسرا مطلب کچھ بھی حاصل نہوا اور اہل سنت
و جماعت کے محقق جَزَاهُمُ اللهُ خَيْرًا مقصد کی حقیقت کو پہنچے اور کہا کہ ہر چیز کی ذات کو دریافت کرنیکے بعد
اسکے اعضا کا حال معلوم ہوتا ہے چنانچہ صفات مین بھی یہی حال ہے چنانچہ حیوان کا علم اور طرح کا ہے اور
انسان کا علم اور طرح کا اور اڑنیوالی چیز کی اور طرح کی قدرت ہے اور دوڑنیوالی چیز کی دوسری طرح
کی طاقت پس جسطرح حق تعالی کی صفات کے تصور اور خیال کرنے سے ہم عاجز ہین اسکی ذات کی نزاہت اور
پاکی کے سبب سے جو کسیطرح سے ہماری عقل مین اور وہم و خیال مین نہین آسکتی سو اسیطرح ان اعضا کے تصور سے بھی ہم
عاجز ہین اسواسطے کہ ان اعضا کی حقیقت کی بوجھ اسوقت ہمین حاصل ہوتی کہ اعضا والے کی ذات کما ینبغی یعنے جیسا چاہیے ویسا

بم جانتے ہوتے اور یہہ محال ہی تو وہ بھی نہین ہوسکتا اور واقع مین اگر فقط ہاتھہ مین کوئی تامل کرے تو معلوم
ہووے کہ کسقدر فرق اور تفاوت ہی آدمی کا ہاتھہ جدا ہی اور گھوڑیکا ہاتھہ جدا اور گائے کا ہاتھہ اور طرحکا اور جن
اور پری کا ہاتھہ اور طرحکا اور فرشتے کا ہاتھہ دوسری طرح کا پھر اگر صورت انہی چیزون کی آئینہ اور پانی مین خوب
تامل اور غور کرکے دیکھے تو وہ اعضا اور جوارح رکھتی ہی لیکن جو عضو اس شخص کی ذات مین داہنے ہی وہ اس صورت مین
جو آئینہ اور پانی مین معلوم ہوتی ہی بائین طرف ہوجاتا ہی اور بائین طرف والا داہنی طرف ہوجاتا ہی اور حاصل یہہ ہی
کہ اعضا اور جوارح اس صورت کے جوہریت مین اس شخص کے اعضا اور جوارح کے ساتھہ ہرگز مشارکت نہین رکھتے
پھر دوسری سافل کی جنسون مین شریک ہونے کا کیا ذکر ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ان حقایق کا دریافت کرنا
بھی ویسا ہی محال ہی جیسا کہ اس ذات پاک کی کنہ کا دریافت کرنا ہان اتنا البتہ ہوسکتا ہی کہ خواص اور وجوہ
عرضیہ اور لوازم سے خواہ سلبیہ ہون یا ثبوتیہ اُنسے نشان دے سکتے ہین چنانچہ ان سب حقیقتون کی شرح اسما
علم مین جو انکے واسطے موضوع ہی خوب شرح اور بسط سے بیان ہی اور جو کچھ اشاعرہ سے منقول ہی کہ انھون نے
بعضی ان حقیقتون کو صفتون مین داخل کیا ہی جیسے وجہہ اور عین سو اسواسطے ہی کہ انھون نے صفت کے معنے سوا
ذات کے لئے ہین وَلَا مُشَاحَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ یعنے اصطلاح کے تغیر اور تبدل مین کچھہ جھگڑا نہین ہی لیکن شارع
کی اصطلاح اولی اور انسب ہی اعتبار کے واسطے حاصل کلام کا دو حقیقتین ان حقایق الہیہ مین سے دوزخیون پر
بھی منکشف اور ظاہر ہونگی توقف مین ساق اور دوزخمین قدم لیکن یے لوگ استعداد کے بالکل باطل ہونیکے
سبب سے ہرگز ان حقیقتونکو دریافت نکرسکینگے کہ انکو تیزی نظر سے معلوم کرلین اور انکا حق ادا کرین چنانچہ فرماتے
ہین کہ ساق کے کشف کے بعد جو بہت عالی حقیقت یہین ہی وجہ اور یمین کی نسبت سے ان لوگون کو ان کی عبادتون
اور توجہون کی آزمایش اور امتحان کے واسطے جو مظاہر کے پردے مین اس حقیقت کو کی تھی سامنے لاوینگے
وَيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ اور بلائے جاوینگے سجدے کیواسطے تاکہ اگر ان کی عبادت تنزیہ اور پاکی کے مقام پر پہنچی
ہی اور مقبول ہوئی ہی تو اسوقت بھی اسکے موافق سجدہ ہوسکیگا اور اگر مظاہر ہی کی قید مین پھنسکے تنزیہ کے
مقام کو نہین پہنچی ہی تو اسوقت بھی انسے اس مقام پر توجہہ ممکن نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ وقت نئی بات
حاصل کرنیکا نہین ہی بلکہ پہلے حاصل کی ہوئی چیزونکے آثار کے ظہور کا وقت ہی اور بس اور ابوسعید خدری

رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کہا ہی کہ سَاقُ الشَّیْءِ اَصْلُهُ الَّذِیْ قِوَامُهُ کَسَاقِ الشَّجَرَةِ وَسَاقِ الْاِ
نْسَانِ فَمَعْنَی الْاٰیَةِ یَوْمَ یُظْهَرُ حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ وَاُصُوْلُهَا الَّتِیْ کَانَتْ مُثْبَتَةً عَلَیْهِ فَیَتَمَیَّزُ
عِبَادَتُهُمُ الَّتِیْ کَانَتْ عَلٰی غَیْرِ اَصْلٍ عَنْ عِبَادَةِ الْمُؤْمِنِ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَی الْاَصْلِ الصَّحِیْحِ یعنے ساق ہر
چیز کی اس چیز کی جڑ کو کہتے ہین جسکے سبب سے اس چیز کا قیام اور ٹھہراؤ ہوتا ہی جیسے تنہ درخت کا اور
پنڈلی آدمی کی پس اس آیت کے معنے یون ہونگے کہ جسدن ظاہر کی جاوے گی ہر چیز کی حقیقت اور اسکی اصل
جسکے سبب سے وہ چیز ثابت تھی پس جُدا ہو جائیگی ان لوگون کی عبادت جو غیر اصل پر تھی ایماندارونکی عبادت سے
جو ثابت تھی اصل صحیح پر یعنے اپنی جڑ پر اور جب اسدن بلانے کی وجہہ معلوم ہوئی کہ امتحان اور آزمائش منظور ہی
نہ تکلیف تو ابو مسلم اصفہانی کا بعید جاننا اسبات کا زایل اور دور ہو گیا جس جگہہ پر اسنے کہا ہی لَارَیْبَ
اَنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَیْسَ فِیْهِ تَعَبُّدٌ وَّتَکْلِیْفٌ فَالْمُرَادُ زَمَانُ الْهَرَمِ وَالشَّیْخُوْخَةِ یعنے بیشک مقرر دن
قیامت کا نہین ہی اسمین عبادت کرنا اور نہ تکلیف پس مراد اسدن سے بڑھاپے اور موت کے قریب کا زمانہ ہی
فقط حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ہر صورت سے یے لوگ بھی سجدیکا قصد کرینگے فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ پھر ہرگز نہ کر سکینگے
سجدہ اسواسطے کہ اُن کی پیٹھ ایک تختہ ہو جائے گی پھر جھکنا اور سر کو نیچا کرنا انسے نہو سکیگا چنانچہ صحیح
بخاری مین ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہی کہ وے کہتے ہین کہ مین نے حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپنے فرمایا کہ قیامت کے دن ہمارا پروردگار ایک ساق ظاہر کریگا اور ہر ایک ایماندار
مرد ہو یا عورت سجدہ مین گر پڑینگے اور جو شخص دنیا مین دکھلانے یا سنانے کے واسطے سجدہ کرتا تھا وہ بھی
قصد کرے گا کہ سجدہ کرے لیکن اسکی پیٹھ ایک تانبے کے تختے کے مانند ہو جائے گی کہ اسکا ٹیڑھا ہونا ممکن نہوگا
اور صحیح مسلم مین آیا ہی کہ اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ قیامت کے دن اپنے
پروردگار کو دیکھینگے آپنے فرمایا کہ ہان بے شبہ اور بے پرفعے جیسے بے بدلی کا آفتاب اور چودھوین رات کا چاند
بدون مزاحمت اور ممانعت کے دیکھو گے اسکی تفصیل یہہ ہی کہ پہلے ایک فرشتہ پکاریگا کہ جو شخص دنیا مین
جسکی عبادت کرتا تھا اسکے ساتھ جاوے اور بت اور درخت اور جو چیز کہ دنیا مین پوجی گئی ہی انکو وہان حاضر
کرینگے بت پرست بتونکے ساتھ اور درخت پوجنے والے درخت کے ساتھ اور چاند سورج پوجنے والے چاند سورج کے ساتھ

جائینگے اور جو لوگ محض حق تعالیٰ کو پوجتے تھے وہ رہجائینگے پھر ایک آواز ہوگی کہ یہود کسکو پوجتے تھے وے کہینگے
کہ ہم عزیر کو جو خدا کا بیٹا تھا پوجتے تھے حکم ہوگا کہ تم جھوٹھ کہتے ہو حق تعالیٰ جورو لڑکے نہین رکھتا مگر تم کہو کہ تمھاری غرض
اسوقت کیا ہی عرض کرینگے کہ ہم پیاسے ہین کوئی قطرہ پانی کا ہم کو ملے حکم ہوگا کہ جاؤ اور پانی پیو اور دوزخ کو
انکی آنکھوںمین ریگ روان کرکے یعنے ریت کا میدان جس مین دور سے پانی کا دھوکھا ہوتا ہی دکھلاوینگے اور
ایک فرشتہ حضرت عزیر علیہ السلام کی شکل کا انکے ساتھ ہوگا وہ اُن کو لیکے دوزخ مین جا ڈالے گا اور
اسیطرح نصاریکے ساتھ کیا جائیگا اور ایک فرشتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کا انکے ساتھ ہوکے انکو بھی اُنکے
ٹھکانے پر پہنچاویگا پھر جب خالص موحد رہجاوینگے تو پھر آواز ہوگی کہ تم کوکس کا انتظار ہی اور کسکے ساتھ جاؤگے
تب یے عرض کرینگے کہ یا الٰہی ہم دنیا مین طرح طرح کے احتیاج رکھتے تھے اور قسم قسم کے تعلق لیکن باوجود ایسی محتاجگی
کے ہمنے مشرکون سے موافقت نہ کی اور انکے ساتھ نہوئے اب ہمکو کسواسطے اُن کے ساتھ کا حکم ہوتا ہی پھر اُسطرف
سے ایک صورت ظاہر ہوگی اور کہے گی کہ مین تمھارا پروردگار ہون یے عرض کرینگے کہ ہم ہرگز حق تعالیٰ کے ساتھ
کسی کو شریک نہ کرینگے اس صورت سے ہمکو کچھ غرض نہین ہی جب ہمارا پروردگار پردہ اٹھاوے گا اور ظاہر
ہوگا تو ہم اسکو پہچان لینگے تب حکم ہوگا کہ تم کچھ علامت اور نشان اپنے پروردگار کا اپنے پاس رکھتے ہو کہ اس
علامت سے اسکو پہچان لوگے یے عرض کرینگے کہ ہان تب اسوقت ایک ساق یعنے پنڈلی ظاہر ہوگی اسکو دیکھتے
ہی جتنے ایماندار موحد ہین سب سجدہ مین گر پڑینگے اور کہینگے کہ اب ہم راضی ہوئے تو ہی ہمارا پروردگار ہی اور جو
لوگ دلمین ایمان نہ رکھتے تھے وے بھی سجدہ کا قصد کرینگے لیکن ان کی پیٹھ تانبے کے تختے کے مانند سخت ہوجائیگی
اور سجدہ اُنسے کسیطرح نہ ہوسکے گا اس حدیث کی تمامی بہت ہی لیکن اس مقام کے مناسب اتنا ہی ہی
اور جب سجدہ انسے نہوسکے گا تو یہہ سجدہ کا نہونا انکے عبادت کے باطل ہونے کی دلیل ہوگی پھر باوجود اس
ساق نورانی حکمتی ہوئی کیطرف دیکھ بھی نسکینگے اسواسطے کہ ان کی عقلی نظر کا توجہ مظاہر کی قید مین پھنس
رہا تھا تنزیہ صرف کے مقام کو نہ پہنچا تھا اسیواسطے خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ جھکی ہوئی ہوجاوینگی ان کی آنکھین
ایسی کہ اس تجلی کیطرف دیکھین بلکہ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ ڈھانکلیوے گی انکے بدن کو سر سے قدم تک ذلت اور
رسوائی اس واسطے کہ انھون نے بھی مظاہر کی عبادت مین حق تعالیٰ کی ذات پاک کو ذلیل کیا تھا اور کسی

ظہور کو اپنے شریکون مین حقیقی کمال حق تعالی کا جانا تھا اور حال یہہ کہ مظاہر حقیقیہ کسیطرح کے ہون ناقص اور ذلیل
ہین اور انسے سجدہ نہو سکنا اسوقت مین ان کی پیدایشی استعداد کے باطل ہونے کی دلیل ہے کہ حقتعالی کی عبادت کو
چھوڑ کے اور اسکی انکار کر کے اس استعداد کو برباد اور خراب کیا وَقَدْ كَانُوا اور تحقیق یہہ تھے دنیا مین يُدْعَوْنَ
اِلَى السُّجُوْدِ بلائے جاتے خاص حق تعالی کی عبادت کے واسطے وَهُمْ سَالِمُوْنَ اور اسوقت مین یہہ سالم
تھے استعداد سے اور صحیح الفطرۃ تھے اگر اسوقت حقتعالی کی خالص عبادت کے خوگر ہوتے تو انکو اسطرح کا تغیر اور
تبدل ظاہر نہوتا اور جب ثابت ہوا کہ یے کافر اسواسطے تم کو مجنون کہتے ہین کہ تم انسے قیامت کے عذاب کی بات
کہتے ہو اور وہ بات انکی عقل ناقص مین نہین آتی اسکو اپنی عقل ناقص سے بعید جانتے ہین اور یہہ بھی ہے کہ تم انکو قرآن
سناتے ہو اور اسکے مضمون کے بموجب خالص اللہ تعالی کی عبادت اور سجدہ کو حکم کرتے ہو اور مظاہر اور صورتون کی
عبادت سے منع کرتے ہو سو یہہ بات ان کی بوجھ مین نہین آتی بلکہ اس موہوم کے واسطے موجود کو چھوڑنا جانتے ہین اور
ایسی الٹی بوجھ ہونا انکے جنون کا نشان ہے فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سو چھوڑ دے مجھکو اور
ان کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسواسطے کہ یہہ بات ہماری ہے نہ تمھاری سو تم انکے عذاب کے جلدی کی دعا
مت مانگو اور رنجیدہ مت ہو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ قریب ہے کہ ان کو آہستہ آہستہ ہم کھینچتے ہین بڑی گمراہی مین
گرفتار کرکے تاکہ ان کی فاسد استعداد کا پیمانہ لبریز ہو جاوے اور سخت عذاب کے مستحق ہو جاوین مِنْ حَيْثُ لَا
يَعْلَمُوْنَ اسطرح سے کہ ان کو معلوم نہوگا کہ یہہ راہ گمراہی کی ہے اور انتہا درجیکے عذاب کی حد کو پہنچاتی ہے بلکہ اپنے خیال مین
اس راہ کو ہدایت اور بہتر ہی جانین بلکہ اجر اور ثواب اس مین سمجھین وَاُمْلِيْ لَهُمْ اور مہلت اور ڈھیل دینگے ہم انکو
اور فی الفور مواخذہ نکرینگے تاکہ یے دھوکا کھاوین کہ اگر ہم گمراہی اور برائی پر ہوتے تو حق تعالی ہمکو فرصت نہ دیتا اور
جھٹ پٹ پکڑتا اسواسطے کہ انسے ہم کو فریب منظور ہے اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ بیشک ہمارا مکر اور داؤ بہت مضبوط
اور محکم ہے ہرگز کسی کو اسکی خبر نہین ہوتی اسواسطے کہ دوسرے کے مکر کو دریافت کرنا اس سبب سے ہوتا ہے کہ اپنے مکر
سے ایک دریافت کرنیکی قوت کو فریب دیتے ہین اور دوسری قوت اپنے حالپر رہتی ہے تو اس مکر کا انجام
پہچان لیتے ہین اور ہمارا مکر ایسا ہوتا ہے کہ جتنے قوتین دریافت کرنیکی ہین سب کو گھیرے ہوے ہوتا ہے اور خبرداری
اور آگاہی اسمین بالکل نیست اور نابود ہوتی ہے کسی قوت سے اسکا انجام معلوم نہین ہو سکتا اذا اگر ہمارا مکر

ایسا مضبوط اور پکّا ہوتا تو ان لوگون پر تمھاری خوبی اور تمھارے احسان جو انپر ہین کیون نہ ظاہر ہوتے جیسے نیک نصیحت کرنا اور ایسے فایدے کے علم پہچانا اور تمھارے جھٹلانے اور انکار مین کیون دمبدم زیادہ ہوتے جاتے اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا کیا تو انسے مانگتا ہی کچھ مزدوری تحا اس نصیحت کرنے اور فایدے کے علم پہچانے پر فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ پھر وے اس ڈانڈ مین مزدوری دینگے دبے جاتے ہین اسواسطے تمسے سیکھتے نہین اور فایدہ نہین لیتے اَمْ عِنْدَهُمْ کیا انکے پاس ہی اَلْغَيْبُ عیب کا علم جیسے کشف کے طور پر حقتعالی کے چھپے حکم اور آخرت مین نفع اور ضرر دینے والی چیزین ان کو معلوم ہوتی ہین فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پھر وے اس اپنے معلومات اور مکشوفات کو لکھتے ہین اور اس کشفی علم کو کھلی عبارت سے بیان کرسکتے ہین تا کہ اپنے متوسلون اور اپنے لپس ماندونکو بھی اس علم سے فایدہ پہنچاوین اور تجھسے بے پروا ہین تیرے احسان کا بوجھ کسواسطے اٹھاوین سو جب ان دونون باتونسے ایک بھی نہین پائی جاتی ہی تو جان لے کہ ان کا جھٹلانے اور انکار کرنے پر اصرار اور ہٹ کرنا فقط حقتعالی کے مکر اور داؤ کی نشانی ہی جو ان کو بات مین تامل کرنے اور بوجھنے نہین دیتا اور کسیطرح سے حق بات انکے ذہن مین آنے نہین دیتا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ پھر صبر کر ان کی ایذا پر اور اپنے پروردگار کے حکم کا منتظر رہ دیکھہ کہ انسے کیا معاملہ کرتا ہی کسکو انمین سے انکے عذاب کی تاخیر مین شرمندگی اور توبہ اور حق کی طرف رجوع ہونے سے سرفراز کرتا ہی اور کسکو اس تاخیر کے سبب سے برائیوں اور شرارت مین انتہا درجہ کو پہنچا کے گمراہی اور بدنصیبی کے دریا مین ڈبوتا ہی وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اور نہو اس پیغمبر کے مانند جو مچھلی کے پیٹ مین قید ہوا اور حقتعالی کے حکم کی انتظار نکی اور غیرت الٰہی کے غلبے سے اپنی قوم پر عذاب طلب کرنے مین جلدی اور شتابی کی سو وے پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے اور ان کا قصہ اس طور سے ہی کہ انکے زمانے مین اولوالامر پیغمبر بنی اسرائیل مین حضرت شعیا علیہ السلام تھے اور حذقیا بادشاہ اسوقت کا انکا مطیع اور تابعدار تھا اور ان دنونین بنی اسرائیل فلسطین اور اردن مین جو شام کے ملک مین بہت بہتر بستیان ہین رہتے تھے اتفاق سے نینوا اور موصل کے لوگ جو عراق اور شام کے درمیان مین بستیان ہین بنی اسرائیل پر چڑھ آئے اور انکا مال اور اسباب لوٹ لے گئے اور آدمی بھی بہت انکے پکڑ لے گئے حذقیا بادشاہ نے یہہ ماجرا حضرت شعیا علیہ السلام سے عرض کیا اور کہا کہ

نبدیون کے چھڑانیکی کیا تدبیر کیا چاہیئے اسواسطے کہ جبتک ہمارے قیدی وہان سے چھوٹ کر نہ آوینگے تبتک ہمسے فوج کے زور سے انکی اس زیادتی کی تدبیر کچھ نہین ہوسکتی ہے حضرت شعیا علیہ السّلام نے فرمایا کہ تمھاری مملکت مین پانچ آدمی پیغمبر ہین ایک کو ان مین سے ان لوگون پاس بھیجو تاکہ وے لوگ اسکے سمجھانے اور نصیحت کرنے سے راہ پر آجاوین اور تمھارے قیدیون کو چھوڑ دین حذقیا نے عرض کی کہ آپ ہی ان مین سے ایک کا نام مقرر کر دیجئے تاکہ مین انکو روانہ کرون حضرت شعیا نے فرمایا کہ یونس بن متی کو اس کام کیواسطے مقرر کرو کہ وے حسنت کشر اور امانتدار آدمی ہین اور حقتعالےٰ کی درگاہ مین انکا بڑا مرتبہ ہے اور اس زمانیکے پیغمبرونسے عبادت اور ریاضت کی زیادتی مین بھی ممتاز ہین اگر وہان کے لوگ ان کی نصیحت نہ مانینگے تو ہوسکتا ہے کہ وے بڑے بڑے معجزے اور غیبی کرشمے ان کو دکھلا کے راہ پر لاوینگے بادشاہ وہان سے اٹھا اور حضرت یونس علیہ السّلام کو انکے گھر سے بلوایا اور کہا کہ اس کام کے واسطے آپ تشریف لیجائیے حضرت یونس علیہ السّلام نے کہا کہ اگر حضرت شعیا علیہ السّلام نے حکم الٰہی کے بموجب مجھکو مقرر کیا ہے تو مجھکو جانا ضرور ہے اور اگر ایسا نہین ہے تو اسجانے مین میری اوقات مین خلل پڑیگا اور مین بے چین ہونگا بادشاہ نے کہا کہ تمھارا مقرر کرنا حقتعالیٰ کی وحی کے بموجب نہین ہے لیکن حضرت شعیا علیہ السّلام نے اسی طرح فرمایا ہے سو آپکو جانا اس طرف ضرور ہے حضرت یونس علیہ السّلام رنجیدہ ہوکر نینوا کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے گھر والونکو بھی اپنے ساتھ لے لیا پھر اس شہر مین پہنچکر پہلے وہان کے بادشاہ سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے کہ بنی اسرائیل کو قید سے چھوڑ دے اور بنی اسرائیل سے ہرگز دشمنی مت کر اسنے کہا کہ اگر تم اس بات مین سچے ہوتے تو حق تعالیٰ ہمکو اتنی قدرت کسواسطے دیتا کہ ہم تمھارے ملک پر چڑھ جاتے اور جورو لڑکے پکڑ کے لاتے کیا اسوقت حقتعالیٰ کو اتنی قدرت نتھی کہ بنی اسرائیل کی حمایت کرتا اور ہمکو منع کرتا جواب تم کو بھیجا ہے غرض کہ حضرت یونس علیہ السّلام تین روز تک اسکے دربار مین آتے جاتے رہے لیکن اسنے ہرگز انکی بات نمانی تب انکو غصّہ آیا اور حقتعالےٰ کی درگاہ مین عرض کی کہ یا الٰہی یے لوگ میری بات نہین سنتے اور میری نصیحت نہین مانتے اور بنی اسرائیل کو قید سے نہین چھوڑتے حقتعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ انکو ہمارے عذاب سے ڈراؤ اگر تمھاری بات کو نمانینگے اور ایمان نہ لاوینگے تو ان پر ہمارا عذاب آویگا حضرت

یونس علیہ السلام اس شہر کے تمام کوچے اور بازار مین پھرے اور کہا کہ ہم تمکو خبر کئے دیتے ہین تم لوگ اپنے بادشاہ
کو یہہ خبر پہنچاؤ کہ اگر میری بات نمانیگا اور میرے کہے پر ایمان نہ لاویگا تو حقتعالی کا عذاب اسپر آویگا لوگون نے کہا کہ کچھ
مدت مقرر کرو حضرت یونس نے فرمایا کہ چالیسدن کا ہمارے تمہارے درمیان قرار ہے اگر تم اس چالیسدن مین ایمان لائے تو بہتر
ہے اور نہین تو سب ہلاک ہوگے آخر ہوتے ہوتے یہہ بات پھیلی اور بادشاہ اور اسکے مصاحبون نے ہنسی اور مسخری
شروع کی اور کہنے لگے کہ یہہ فقیر دیوانہ ہے ایک بات اسکے جی پر بیٹھ گئی ہے اور حضرت یونس علیہ السلام
نے حقتعالی کی درگاہ مین عرض کیا کہ یا الہی مین نے انسے چالیسدن کا وعدہ کیا ہے اس وعدیکو میرے سچا کر اور نہین
تو مین ذلیل ہونگا اور مجھکو مار ڈالینگے اسواسطے کہ ان لوگون کی عادت یہی تھی کہ جو شخص اسطرح کا جھوٹھہ بولے
اسکو مار ڈالتے تھے حقتعالی کا حکم ہوا کہ تمنے کسواسطے ایسی جلدی کی اور چالیسدنکا وعدہ کیا ابھی تم کو چاہیے
صبر کرنا کہ تقدیر مین انکے ایمان لکھا ہے آخرکو راہ پر آوینگے اور ایمان لاوینگے حضرت یونس علیہ السلام کو اس
بات کا بڑا رنج ہوا اور جب ایک مہینا اس وعدیسے گذرا تب حضرت یونس علیہ السلام اس شہر سے مع اپنے
گھر والونکے نکل کے بارہ کوس اس شہر سے دور جاکر ڈیرہ کیا تاکہ دیکھین اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور ہمیشہ اس
دعا مین رہتے تھے کہ یا الہی یہہ وعدہ میرا سچا کر اور نہین تو مین خفیف اور ذلیل ہونگا آخر جب انتیسوان دن ہوا
اور صبح کو جو لوگ اُٹھے تو دیکھا کہ کچھہ علامت عذاب کی شروع ہوئی ہے اور دھوان اور آگ آسمان سے برستا ہے
اور دھوان اور آگ گھرون کے کوٹھون کی چھت کے قریب پہنچا بادشاہ اور اسکے تمام ارکان دولت گھبرا کر باہر
نکلے اور کہا کہ اس فقیر گودڑی والیکو ڈھونڈھو دیکھو کہان گیا جلدی اسکو لاؤ تاکہ اسکے ہاتھہ پر ہم توبہ کرین اور
جتنے قیدی ہین سب اسکو سپرد کردین اور شہر کے دروازے کو بند کیا اور ہر گلی اور کوچے اور گھرونمین ڈھونڈھنا
شروع کیا کہین انکا پتا نپایا لاچار ہوکے سب ننگے سر ننگے پاؤن میدان مین نکلے اور بچونکو انکی ماؤنسے جدا کیا
اور گائے بکری کے بھی بچون کو انکی ماؤنسے جدا کیا اور سب نے اپنا اپنا گریبان چاک کیا اور سر کو سجدہ مین رکھا
اور رونا اور پیٹنا اور فریاد اور عاجزی کرنا شروع کیا اور جناب الہی مین عرض کیا کہ ہمنے کفر سے توبہ کی اور حضرت
یونس جو تیرے بھیجے ہوئے ہین انکے قول پر ہم ایمان لائے اور قصد مصمم ہمنے کیا اور دل پر ٹھانا کہ جتنے بنی اسرائیل کے
قیدی ہین ان سب کو حضرت یونس علیہ السلام کے حوالے کرینگے حقتعالی نے انکے گریہ وزاری پر رحم کیا اور عصر کیوقت اس

خدا نے اُنسے اُٹھالیا اور ہوا صاف ہوگئی اور یہہ قصہ عاشورہ کے دن یعنے محرم کی دسوین تاریخ کو ہوا تھا اُس عذاب کے دفع ہونیکے بعد بادشاہ اور سب ارکان اور رعایا خوش ہو کے شہر مین داخل ہوئے اور ہرکارونکو اور جاسوسونکو چارونطرف دوڑایا تاکہ خبر حضرت یونس علیہ السّلام کی لاوین بلکہ بادشاہ نے اپنی زبان سے یہہ بھی کہا کہ جو شخص حضرت یونس علیہ السّلام کی خبر میرے پاس لاوے اسکو ایک روز اپنے تخت سلطنت پر بیٹھا کے سب حکم اسکے اختیار مین دُون تاکہ اُسدن جو کچھہ چاہے مال اور اسباب اور کارخانے مین سے لے لے بہت لوگ اس طمع پر ہرطرف دوڑے اور حضرت یونس علیہ السّلام کو بھی گنوارون کی زبانی یہہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ تمھاری قوم سے عذاب اُٹھہ گیا اور وے لوگ تم کو ڈھونڈھتے پھرتے ہین سو عذاب کے پھر جانے کی خبر سنکے بہت رنجیدہ ہوئے اور جانا کہ مین اپنی قوم مین جھوٹھا ہوا اب انکے پاس کیا منہہ لیکے جاؤن اسواسطے کہ میرا وعدہ سچّا نہوا اور اگر حضرت شعیا علیہ السّلام اور بنی اسرائیل کے پاس جاؤن تو بھی خفیف ہونگا اسواسطے کہ مجھسے کچھہ کام بن نہ آیا یہہ سوچ کے ان دونون طرفونکا ارادہ موقوف کیا اور جو اس امر سے بہت رنج حاصل ہوا تھا بدون انتظار وحی اور بغیر اجازت آلہی کے روم کی طرف چل کھڑے ہوئے اور حق تعالےٰ کے عتاب مین گرفتار ہوئے اب یہان سے انکے ساتھہ دوسری طور کا معاملہ عتاب آمیز شروع ہوا پہلے انکے نوکر اور خادم اور رفیق انسے علحدہ ہوئے سوائے ایک بی بی اور دو بچونکے کوئی انکے ساتھہ نہ رہا ایک بچے کو اپنے کندھے پر اور دوسرے کو بی بی کے کندھے سوار کرکے منزل بمنزل راہ طے کرنا شروع کیا ایک روز راہ کے درمیان مین ایک درخت کے نیچے سائے مین ٹھہرے اور آپ اپنی بی بی اور دونون بچون کو وہان ٹھہرا کر جنگل کیطرف پاِیخانہ کو گئے اتفاق سے اُسوقت وہانکے بادشاہ کے بیٹے کی سواری جو شکار کے واسطے گیا تھا اسطرف درخت کے قریب ہو کے نکلی شاہزادے نے دیکھا کہ ایک عورت جوان نہایت خوبصورت دو بچونکو لئے بیٹھی ہے اپنے ساتھہ کے لوگونسے کہا کہ اس عورت کو لے آؤ ان بی بی نے کتنا ہی شور اور غل کیا اور کہا کہ مین ایک شخص نیکبخت کی جو پیغمبر ہے خدا کا اسکی جورو ہون مجھکو مت لیجاؤ لیکن شہزادے نے شراب کی مستی اور جوانی کے نشے مین کچھہ نہ سُنا اور اپنے ساتھہ اپنے مکان پر لے گیا حضرت یونس علیہ السّلام جو پاِیخانے سے فراغت کرکے آئے دیکھا کہ بی بی نہین ہین لڑکونسے پوچھا انھون نے جو کچھہ گذرا تھا سب کہہ سنایا آپنے دریافت

کیا کہ درگاہ الٰہی سے عتاب کا معاملہ شروع ہوا لاچار دونون بچون کو ساتھ لیکر چلے اور نوبت بنوبت
ایک کے بعد ایک کو کندھے پر چڑھاتے اتارتے لیچلے راہ مین ایک نالہ بہتا ہوا ملا ایک بچیکو کنارے پر
چھوڑا اور دوسرے کو کندھے پر چڑھا کر چاہا کہ پار اتار آوین جسوقت اُس نالے کے بیچمین پہنچے تو اتفاق سے
کنارے پر ایک بھیڑیا آیا اور بچے کو اٹھا لیگیا آپ گھبرا کر لوٹے تا کہ بھیڑیے سے اس بچیکو چھڑاوین اُسی گھبراہٹ
مین دوسرا بچہ جو آپکے کندھے پر تھا پانی مین گر پڑا اور زور سے پانی کی ریل جو آئی تو اسکو بھی بہالے گئی
آپنے کتنی ہی کوشش کی لیکن نیہہ ہاتھ آیا نہ وہ لاچار مایوس ہوکے آپ اکیلے تن تنہا روانہ ہوئے اور دریائے
روم کے کنارے پر جا پہنچے دیکھا کہ ایک جہاز پر سوداگرون نے اپنا مال چڑھایا ہی اور لنگر اٹھا کر روانہ ہوا چاہتے
ہین آپنے اُنسے کہا کہ مین بھی فقیر ہون اگر بدون نول لئے تمسے ہوسکے تو مجھکو بھی جہاز پر چڑھا لو ناخدا اور
سوداگرون نے کہا کہ تم ہمارے سر اور آنکھون پر بیٹھو تمھارے قدم کی برکت سے حقتعالے ہمارا بھی بیڑا پار
کرے گا اور ہمارا جہاز سلامتی سے پہنچے گا اسواسطے کہ تم بہت نیکبخت معلوم ہوتے ہو اور تمھارا چہرہ بہت
نورانی ہی غرض کہ آپکو سوار کرکے روانہ ہوئے جب بیچ دریا کے جہاز پہنچا یکایک ایک بڑا طوفان اٹھا اور
موجین آنا شروع ہوئین اور جہاز ٹھہر گیا کتنی ہی تدبیرین چلنے کی کین لیکن جہاز آگے نہین بڑھتا تھا معلم اور ناخدا
وغیرہ نے آپسمین مشورہ کیا کہ جہاز کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہمنے عمر بھر ایسا معاملہ نہین دیکھا کہ طوفان مین جہاز
تھم جائے پھر ناخدا نے کہا مین نے کئی بار تجربہ کیا ہی کہ اگر کسیکا غلام بے اپنی مالک کی رضا کے بھاگ کر کشتی یا
جہاز مین سوار ہوتا ہی تو اسی قسم کا معاملہ درپیش ہوتا ہی جہاز مین سب سے پکار کر کہدو کہ جو کوئی اپنے مالک
سے بھاگ کر آیا ہو تو صاف کہدے کہ اسکے ہاتھ پانون باندھ کر ہم دریا مین ڈالدین تا کہ اور سب جہاز والونکی
جان بچے ایک کی ہلاکی سے اگر صدہا آدمیون کی جان بچے تو کچھ مضایقہ نہین پھر جب جہاز مین آواز دی تو حضرت
یونس علیہ السّلام بوجھے کہ وہ غلام بھاگا ہوا مین ہون کہ بدون حکم حقتعالی کے جاتا ہون پھر جہاز والون سے
کہا کہ وہ غلام مین ہون کہ اپنے مالک سے بھاگا ہوا جاتا ہون میرے ہاتھ پانون باندھ کے دریا مین ڈالدو تا کہ سب
جہاز والون کی جان بچے اور اس بلا سے نجات پاوین ناخدا اور دوسرے تاجرون نے کہا سبحان اللہ ایسا بُرا
گمان ہم لوگ ہرگز آپ کی طرف نہین کر سکتے آپ بزرگ ہین اپنی بزرگی سے یہہ بات فرماتے ہین تا کہ ہم لوگونکی

عوض آپ اپنی جان دین سو یہہ حرکت ہمسے ہرگز ہونیوالی ہےاہم ایک اور تدبیر کرتے ہین یعنے قرعہ ڈالتے ہین دیکھین
کسکے نام پر نکلتا ہے پھر قرعہ ڈالا حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا سب نے کہا کہ اس قرعہ نے خطا کی یے
بزرگ اس لایق نہین کہین اس قسم کا برا گمان ان کی طرف کیا جائے پھر دوسرے مرتبے قرعہ ڈالا پھر آپ ہی
کے نام پر نکلا پھر تیسرے مرتبے ڈالا پھر بھی آپہی کے نام پر نکلا آخر جہاز والے لاچار ہوکر آپ کو دریا مین ڈال
دیا آپ کے گرنے کے ساتھہی جہاز چل نکلا اتفاق سے دریامین وہان ایک بڑی مچھلی بھوکھی لقمے کے انتظار مین
بیٹھی تھی جوہین آپ دریا مین گرے وہین وہ مچھلی آپ کو نگل گئی لیکن آپ کو منہہ کے اندر لیتے ہی حقتعالی کا حکم
اس مچھلی کو پہنچا کہ خبردار ہوجا اس شخص کو تیری غذا کے واسطے ہمنے تیرے پیٹ مین داخل نہین کیا ہے بلکہ تیرے
پیٹ کو اس کا قیدخانہ مقرر کیا ہے خبردار ایک بال برابر نقصان اس شخص کو نہ پہنچے پھر وہ مچھلی آپ کو اپنے
پیٹ مین لئے ہوئے دریا کی سیر کرتی پھرتی تھی یہان تک کہ روم کے دریاسے بطایح مین پہنچی پھر وہان سے
دجلہ مین آئی اسوقت اس مچھلی کو حکم ہوا کہ اب اس قیدیکو دجلہ کے اس کنارے پر جو شام کیطرف ہے اگلدے
اس مچھلی نے چالیسدن کے بعد آپ کو اس کنارے پر اگل دیا اور خلاصی کا سبب یہہ ہوا کہ جب حضرت یونس
علیہ السلام اس مچھلی کے پیٹ مین قید ہوئے آپ کا دم بند ہونے لگا آپ نے جانا کہ اب دم آخر ہے حقکی یاد مین
اسکو گذارے یہہ تسبیح آپ نے شروع کی کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ یعنے
کوئی حاکم نہین سوائے تیرے تو بے عیب ہے مقرر مین تھا گنہگارون سے حقتعالی کو یہہ انکا اقرار کرنا پسند آیا
اور انکو اپنی رحمت سے سرفراز کیا یعنے مچھلی کے پیٹ سے جو آپ نکلے تو آپکا بدن اسطرح کا نرم ہو گیا تھا کہ مکھی یا
مچھر کے بیٹھنے کی تاب آپ کو نتھی حقتعالی نے اسی وقت ایک جھاڑ کدو کا اگایا اسکی بیلون آپ کے تمام بدن کو
اسطورسے لپٹی کہ اسکے پتون نے پوشاک کے طور پر آپ کے تمام بدن کو ڈھانک لیا اور جو اتنی طاقت آپمین نتھی
کہ اٹھکر کھانے کی تلاش کرین حقتعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ہرنی کو حکم فرمایا کہ اپنی چھاتی آپ کے منہہ
مین دیکر کھڑی رہے یہان تک کہ وے دودھ سے آسودہ ہوجائین صبح اور شام کو وہ ہرنی آپ کے پاس آتی اور اپنے
چھاتی آپ کے منہہ مین دیکر کھڑی رہتی جب آپ سیر ہوجاتے چلی جاتی چالیسدن اسطورسے گذرے اور آپکے
بدن مین کچھہ قوت آئی اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت ہوئی اور ہرنی کا دودھ اتنے دنون پینے کے سبب سے

آپ کا ضعف جاتارہا پھر چالیس دنکے بعد اس ہرنی کو حکم ہوا کہ آج انکے پاس مت جا اور دودہ مت دے پھر جب وہ ہرنی نہ آئی تب آپنے درگاہ آلہی مین عرض کی کہ بارخدایا آج ہرنی نہین آئی حکم ہوا کہ اتنا عادت کا بدلنا تمکو اپنے واسطے اچھا نہ معلوم ہوا اور ہمسے ایک بڑی عادت کا خلاف چاہتے تھے کہ ایک ہی مرتبے مین ہم اپنے بندے پالے ہوؤنکو میست اور نابود کردین آپنے پھر توبہ اور استغفار کیا اور بہت شرمندہ ہوکر عرض کی کہ اب جو حکم ہو اسکو بجالاؤن ارشاد ہوا کہ پھر اپنی قوم مین جاؤ اور انہی مین رہو آپ وہان سے روانہ ہوئے راستے مین ایک شہر ملا اسمین ایک کلال یعنے مٹی کے برتن بنانیوالیکو دیکھا کہ آوہ برتنون کا بھرا ہوا پکا کر درست کرچکا ہی اور برتنونکے نکالنے کے واسطے مستعد بیٹھا ہی حکم ہوا کہ اس کلال کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایک بھاری لکڑی لیکر ان سب برتنون کو پھوڑ ڈال پھر جو جواب دے وہ ہمسے عرض کرو حضرت یونس علیہ السلام اس کلال کے پاس گئے اور وہ بات کہی وہ کلال سنتے ہی غصے مین آیا اور کہا کہ عجب طرح کا تو دیوانہ آدمی ہی جو مجھسے ایسی بات کہتا ہی کیا مین نے اسیواسطے اتنی محنت انکے بنانمین کھینچی تھی کہ لکڑی سے توڑ ڈالون مجھکو تو ان برتنون سے بہت نفع لینا ہی حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا آلہی اس کلال نے ایسا جواب مجھکو دیا پھر حکم ہوا کہ دیکھ کہ مٹی ہمنے پیدا کی اور پانی ہمنے پیدا کیا اور کلال کے ہاتھ بھی ہماری مخلوقات سے ہین پھر اس کلال نے اپنے ہاتھونسے مٹی پانی ملاکر یہہ شکل اور صورت برتنون کی سنا کر تیار کی ہی اس پر اسقدر ان کو دوست اور عزیز رکھتا ہی کہ ان کو توڑ نہین سکتا بلکہ انکے توڑنے کو دشوار جانتا ہی اور تو چاہتا تھا کہ ہم ایک لاکھ سے اوپر آدمیون کو اپنی مخلوقات سے ایک دم مین ہلاک کر ڈالین پھر وہانسے روانہ ہوئے راستے مین ایک باغ ملا نہایت سرسبز اسیطرح کا پیغام اس باغ کے مالک سے حکم آلہی کے بموجب کیا اور اسسے بھی سخت جواب سنا پھر دوسرے شہر مین پہنچے وہان ایک بہت عمدہ مکان دیکھا کہ وہان کے کسی امیر نے بنایا تھا اسی قسم کا پیغام ارشاد آلہی کے بموجب اسکے مالک سے بھی کیا اور اسسے بھی زیادہ سخت جواب سنا جب حقتعالی کا عتاب اس قسم کا بہت ہوا تب حضرت یونس عم نے نہایت گریہ وزاری حق تعالی کی درگاہ مین کی اور اپنے گناہون کی مغفرت چاہی پھر حقتعالی نے اپنی رحمت سے آپ کو سرفراز کیا اور اپنا رسول کیا پھر تو ہر طرف سے رحمت اور مہربانگی

نشانیان ظاہر ہونے لگین یہان تک کہ اس نالے پر جہان سے آپکے دونون بچے جاتے رہے تھے پہنچے اُس گانوکے
لوگونکو دیکھا کہ دونون بچے ساتھ لئے کھڑے ہین انسے حال پوچھا لوگون نے کہا کہ ایک بزرگ ایدھر سے جاتے
تھے انکا ایک بچہ پانی مین بہ گیا تھا سو ہمارے گانون کے دھوبیون نے اُسکو پانی سے نکالا اور انکا دوسرا بچہ
کنارے سے بھیڑیا اٹھا لیگیا تھا سو اسکو ہمارے گانون کے چرواہون نے بھیڑیے سے زخمی چھڑا لیا تھا اسکی علاج کرکے
اچھا کیا پھر ان دونون بچون کی ہم لوگ پرورش کرتے ہین کہ اگر انکا باپ آوے تو اسکے حوالے کرین اسمین
بچون کی نگاہ انپر پڑی اور انکو پہچانا اور کہا کہ ہمارا باپ یہی ہے غرض کہ ان لوگون نے دونون بچونکو آپ کے
حوالے کیا اور آپ کو بخوبی تمام اُس نالے کے پار اُتار دیا آپ حقتعالے کا شکر ادا کرکے آگے بڑھے جب
اُس درخت کے قریب پہنچے جہان سے آپ کی بی بی سے مفارقت ہوئی تھی دیکھا کہ کچھ لوگ چوکی کے طور پر
اُس درخت کے نیچے بیٹھے ہین آپ نے اُنسے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کسواسطے یہان بیٹھے ہو ان لوگون
نے کہا کہ ہمارے شہزادے کی سواری ایکروز ادھر سے نکلی تھی کسی فقیر کی ایک عورت یہان بیٹھی تھی اُس
عورت کو شاہزادہ زبردستی پکڑ لیگیا اُس روز سے آج تک پیٹ کے درد مین شاہزادہ مبتلا ہے بادشاہ
نے یہہ حال سنکر ہم لوگون کو یہان بیٹھایا ہے کہ اگر ان بزرگ کا کبھی ادھر سے پھر گذر ہو تو انکو ہمارے
پاس لے آؤ تا کہ شہزادے کی تقصیر انسے معاف کرواوین اور اُن کی عورت جو آج تک پردے مین بہت احتیاط
سے بیٹھی ہین انکے حوالے کرین آپ نے فرمایا کہ وہ فقیر مین ہون اُس بات کے سنتے ہی وے لوگ بہت
خوش ہوئے اور آپ کو بڑی قدر اور منزلت سے بادشاہ کے پاس لیگئے بادشاہ بھی بہت تعظیم سے پیش آیا
آپ سے دعا کی التجا کی حقتعالے نے آپ کی دعا سے اس شہزادے کو شفا بخشی پھر بادشاہ نے آپ کی بی بی
کو آپکے حوالے کیا اور بہت کچھ مال اور اسباب آپ کی نذر کرکے آپ کو رخصت کیا پھر وہان سے آگے
چلے اور شہر نینوا اور موصل کی سرحد کے متصل پہنچے پھر ایک شخص کو آگے سے ان بستیونکے لوگون پاس
روانہ کیا تا کہ آپ کے آنے کی اُن لوگون کو خبر دے بادشاہ اور اسکے ارکان اور وہان کے لوگ آپکے
آنے کی خبر سنکے بہت خوش ہوئے اور کئی منزل تک آپ کے لینے کو آئے اور نہایت تعظیم اور تکریم سے آپکو شہر
مین لے گئے اور مدت تک آپ کی تابعداری اور فرمانبرداری مین سرخروئی دونون جہان کی حاصل کی یہانتک کہ

حضرت یونس علیہ السلام نے وہین وفات پائی آجتک مزار پرانوار آپ کا اُس شہر مین مشہور ہی سو حقتعالی
اس آیت مین ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے واسطے عذاب طلب کرنے مین جلدی اور شتابی
کرنے سے جسطرح حضرت یونس علیہ السلام سے ہوا تھا منع فرماتا ہی اور ارشاد ہوتا ہی کہ تم ایسا کام مت
کرو اسواسطے کہ اس کا انجام اچھا نہین ہی اور اس مچھلی والے پیغمبر کا حال یاد کرو اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ
جب پکارا اپنی قوم پر عذاب طلب کرنے کے واسطے درگاہ الٰہی مین اور اس وقت وہ غصے مین بھرا تھا اور غصے
کے سبب سے اتنی جلدی کی کہ حقتعالی کے حکم کی انتظار نہ کی آخر کو اُس اپنی جلدی کی سزا پائی کہ مچھلی کے پیٹ
مین قید ہوا اور پھر دوسرے مرتبہ پکارا اپنے گناہ کے ظاہر کرنے اور قایل ہونے اور اپنی تقصیرون کی معافی طلب
کرنے کے واسطے اسوقت مین بھی مکظوم تھا یعنے دم اسکا بند ہوا تھا اور عرب کی لغت مین مکظوم اس شخص کو کہتے
ہین جسکا دم غم یا غصے کی زیادتی کے سبب سے رک جاوے سو وہ پہلے مرتبے انکا غصہ کھانا یہہ پھل لایا کہ مچھلی کے پیٹ
مین قید ہونا اور غم کھانا پڑا سو چاہیے کہ تم مین ایسی نفسانیت اور غصہ کی بو بھی نہ پائی جاوے تاکہ تمھارے کمال
مین کچھ بھی نقصان نہ پایا جاوے اسواسطے کہ اس جلدی کے سبب سے حضرت یونسؑ قریب تھا کہ اس کمال بزرگی
کے رتبے سے گر پڑین اور حقتعالی کے ہمیشہ کے عذاب اور عتاب کے سزاوار ہو جاوین اسقدر کہ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ
نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اگر تدارک اسکے حال کا نکرتا یعنے اگر نہ سنبھالتا اسکو احسان تیرے پروردگار کا یعنی
ذلت مین اسکے کمالون کے باقی رکھنے سے لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ تو البتہ پھینکا گیا تھا چٹیل میدان مین یعنے ایسے میدان
مین جہان نہ جھاڑ تھا نہ گھانس نہ سایہ نہ پانی وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اور وہ برے حال سے تھا اور کسیطرح کی کرامت
انکے واسطے ظاہر نہوتی نہ کدو کے درخت اُگنے سے اور نہ ہرن کے تابعدار ہونے سے لیکن حق تعالی نے انکو سنبھال
لیا اور یہ سب چیزین موجود کردین اس مقام پر جاننا چاہیے کہ تسبیح کا اثر مچھلی کے پیٹ مین اسیقدر تھا کہ
اس قید سے خلاصی پائی چنانچہ سورہ صافات مین مذکور ہی فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ
بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ یعنے پھر اگر نہوتا یہہ کہ وہ یاد کرتا پاک ذات کو تو رہتا اُسکے پیٹ مین جس دن
تک مردے جیوین اور مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے سوائے اور دوسری کرامتین جیسے کدو کے درخت کا
اُگنا اور ہرن کی مادہ کا تابع ہونا جو حضرت یونس علیہ السلام کے واسطے واقع اور ظاہر ہوئین یہہ حقتعالی

کی ازلی عنایت فقط تھی کہ ان کمالونکو جو انکو عنایت ہوئے تھے باقی رکھا اور اُس ذلت اور گناہون کی شامت سے انسے نلیا اور یہہ بھی جان لیا چاہئے کہ مدار اس شرط اور جزا کا یعنے لولا ان تدارکہ الخ یہی حال پر ہے یعنی وھو ملوم اور لنبذ بالعراء کو اس مین کچھ دخل نہین ہے تو وہ آیت جو سورۂ صافات مین ہے یعنے فنبذناہ بالعراء وھو سقیم یعنے پھر ڈالدیا ہمنے اسکو چٹیل میدان مین اور وہ بیمار تھا اس آیت کے مناقض اور خلاف نہوگی اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو عاجز اور کسی مصیبت مین پھنسا ہوا اس آیت کو پڑھتا ہے تو حقتعالی اسکو اس رنج اور مصیبت سے نجات دیتا ہے اور معتبر مشایخون سے بھی سند آئی ہے کہ ہر رنج اور مصیبت کے واسطے اس آیت کا پڑھنا تریاق مجرب ہے یعنے آزمودہ بات ہے کچھ شک اور شبہہ نہین ہے اور اس آیت کے پڑھنے کا طریقہ دو طور سے ہے اول یہہ کہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبے ۱۲۵۰۰۰ ایک طور اور شکل سے ایک جلسے یا تین جلسے مین پڑھنا اور دوسرا طور یہہ ہے کہ ایک شخص اکیلا اندھیرے گھر مین طہارت سے قبلہ کی طرف منہہ کرکے بعد نماز عشا کے بیٹھکر تین سو مرتبے اس آیت کو پڑھے اور ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا اپنے پاس رکھ لے اور دمبدم اپنا ہاتھ اس پانی مین ڈالکر اپنے منہہ اور بدن پر ملتا جاوے تین دن یا سات دن یا چالیس دن تک اسیطور اور ترتیب سے پڑھے اور یہہ بھی حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے سالن کو بہت دوست رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ھی شجرۃ اخی یونس یعنے یہہ جھاڑ ہمارے بھائی یونس کا ہے پھر جب حقتعالی کی نعمت نے حضرت یونس علیہ السلام کو سنبھالا اور اُس ذلت اور عتاب کے سبب سے انکے واسطے مرتبہ بلند حاصل ہوا فاجتبٰہ ربہ پھر پسند کیا اور نوازا اسکو رب نے اپنی رسالت کے لئے بواسطہ جسطرح پہلے حضرت شعیا علیہ السلام نے آنکو اپنی رسالت کیواسطے پسند کیا تھا فجعلہ من الصالحین پھر کردیا اسکو نیکونسے اور اس منصب کی لیاقت والونسے کہ اس کام کو بخوبی سرانجام دیا اور ایک لاکھ کئی ہزار آدمی انکے ہاتھ سے ایمان لائے اور پرہیزگاری کی دولت سے فیض یاب ہوئے اور پہلے اسکے اس رسالت کے منصب کی لیاقت نرکھتے تھے بلکہ عبادت کرنے والے تھے اس عتاب اور خطاب کے بعد اس رسالت کے منصب کی لیاقت جسکی استعداد انکو تھی سواب ظاہر ہوئی اور جو یونس علیہ السلام کے قصے سے معلوم کیا تمنے کہ کافر بھی اپنے مکر اور فریب سے رسولون اور نبیون سے بعضے کام مین جلدی کرواتے ہین انکو بھی لغزش

ع

ع

(حاشیہ: آیت لا الہ الا انت کی پڑھنے کی طور)

دے دیتے ہین اور حقتعالی کے عذاب مین گرفتار کر دیتے ہین اور طعن اور تشنیع کا ایسا مضمون باندھتے ہین کہ انبیاؤن کو بھی بشریت کے تقاضے سے غصہ آجاتا ہی اور حق تعالی کے حکم کے انتظار نکر کے کوئی کام کر بیٹھے ہین پھر اسکے سبب سے اپنے کمال کے درجے سے نیچے آجاتے ہین سو تمکو چاہئے کہ اپنے قوم کے اس قسم کے مکر اور فریب سے ہوشیار ہو کیہ یہہ لوگ بھی اس کام مین بڑے اُستاد ہین وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور بیشک یہہ کافر نزدیک اور درپے ہین لَیُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ اسکے کہ ڈگا وین تجھکو صبر اور تحمل کے مقام سے اپنے گھور گھور دیکھنے سے تاکہ تم غصے مین آؤ اور بیقرار ہو کے حقتعالے سے ٹھہرے ہوئے وقت کے پہلے ان کے واسطے عذاب طلب کر بیٹھو اور یے کافر مکر اور فریب نہین کرتے ہین مگر لَمَّا سَمِعُوا الذِّكۡرَ جب سنتے ہین اس قرآنکو کہ تمام حقتعالے کے ذکر سے بھرا ہوا ہی کوئی اسکی آیت حقتعالی کے ذکر سے خالی نہین ہی اور اسیواسطے اس کلام کا نام ذکر ہوا تاکہ زیادہ تیرے غصے کا سبب ہوا ور حقتعالے کی اور اسکے ذکر کی محبت مین ایسے تو اُلجھ پڑے اسواسطے کہ آدمی اپنا عیب سن سکتا ہی لیکن اپنے محبوب کا عیب نہین سن سکتا اور اپنی حقارت کو گوارا کر سکتا ہی مگر اپنے محبوب کی حقارت گوارا نہین کر سکتا اور یے کافر فقط اس گھورنے اور آنکھ مارنے پر کفایت نہین کرتے بلکہ زبان سے بھی ایذا دیتے ہین وَيَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ اور کہتے ہین کہ بیشک یہہ شخص دیوانہ ہی اسواسطے کہ ہر بات مین اُسی ایک ہی چیز کا ذکر کرتا ہی اور یہہ نشان دیوانہ پن کا ہی اور اتنا نہین بوجھتے کہ ہر کلام مین ایک چیز کا ذکر کرنا اس وقت مین جنون کی علامت ہوتا ہی کہ جب وہ کلام کسی دوسری چیز کے واسطے لایا گیا ہو اور اگر وہ کلام اسی ایک ہی چیز کے یاد کرنے کے واسطے لایا گیا ہی تو تمام اس کلام مین اس ایک چیز کا ذکر کرنا لازم اور واجب ہو جاتا ہی جیسے وے ذکر اور وظیفے جو نبیون سے منقول ہین وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۠ اور وہ کلام نہین ہی مگر حقتعالی کا ذکر جو مقرر کیا گیا ہی تمام جہان والون کے واسطے بخلاف ذکر اور وظیفے نبیونکے اور ولیونکے کہ فقط اپنی امت والونکے واسطے یا اپنے سلسلہ کے مریدون اور شاگردونکے واسطے مقرر کر دئے ہین سو اس ذکر کو فرشتے لذت لینے کے واسطے پڑھتے ہین اور مزا اُٹھاتے ہین اور جنات اور انسان ثواب کی امید کے واسطے اور دوری کے پردے اُٹھ جانے اور نزدیکی اور قربت حاصل ہونے کے واسطے پڑھتے ہین اور معنے بوجھنے اور اس سے حکم نکالنے کیواسطے بھی پڑھتے ہین اور

پردار جانور اپنی آواز کو ان کلموں کے مطابق کرنے کے واسطے تاکہ جہان تک ہوسکے اسی کی حکایت اور اسی سے مشابہت پیدا کرین سو اس کلام مین حقتعالی کا ذکر بار بار کرنا عین مقصود اور مطلوب ہی اسکو جنون پر سطرح حمل کیا چاہیئے کہ اکثر مفسرون نے اس آیت کے نازل ہونیکے سبب مین ایسی روایت کی ہی کہ جب قریش کے کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دفع کرنے مین جو جو حیلے اور فریب انسے ہوسکے سب کر کے عاجز ہوئے آخر ایک شخص کو جو بنی اسد کے قبیلے کا تھا اور یہہ قبیلہ پہلے تمام عرب کے ملک مین چشم زخم پہنچانے مین یعنے نظر لگانے مین مشہور اور معروف تھا بلکہ اسبات مین اس قبیلے کے لوگ مثال دیتے تھے پھر اس قبیلے مین یہہ شخص اسبات مین اپنے سب لوگون سے بڑا تھا اسکو بلا لائے اور اس کو بہت سی طمع دیکر کہا کہ اگر تو فلانے شخص کو یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر لگا کے ہلاک کردے تو تجھکو اتنا کچھہ دین کہ کسی نے نہ دیا ہوا اور اس شخص کی عادت اسطرح کی تھی کہ جب کسی کو نظر لگانا منظور ہوتا تو پہلے تین دن کچھہ نہ کھاتا بعد اس تین دن کے اس شخص پر جا کر نظر لگاتا اور اسکو ہلاک کرڈالتا سو اسنے اپنی عادت کے موافق تین دن کھانا نکھایا پھر تیسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ اسوقت قرآن شریف کی تلاوت مین مشغول تھے اسنے تھوڑی دیر گھور گھور کے آپ کو دیکھا اور کہا کہ مین نے آجتک اسطرح کا خوش آواز اور خوش لہجہ کسیکو نہین دیکھا اور اس کلمہ کو کئی مرتبے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنے جو اللہ چاہتا ہی وہی ہوتا ہی کسی کو کچھہ قوت نہین مگر اللہ کی مدت سے حقتعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے شر سے محفوظ رکھا اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ اگر کسی شخص کو نظر کا خوف ہو یا اسکی کچھہ علامت اپنے پر یا اپنے مال اور اولاد مین دیکھے تو اسکا علاج یہی ہی کہ اس آیت کو پڑھے خدا کے فضل سے دفع ہوجایگا اور اس آیت کے پڑھنے کا طریقہ یہہ ہی کہ تین مرتبے اس آیت کو پڑھ کر جسپر نظر کا شبہ ہوا اپنے پر یا اپنی اولاد اور مال پر ×××××××× پھونک دے اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ اَلْعَیْنُ حَقٌّ یعنے نظر کی تاثیر حق ہی وَلَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْہُ الْعَیْنُ یعنے دنیا مین اگر کوئی چیز ایسی ہوتی جو تقدیر الہی سے سبقت کرتی تو البتہ نظر ہوتی اسواسطے کہ اسکی تاثیر بہت زبردست ہی اور جس شخص کو کوئی چیز اچھی معلوم ہو تو

اسکو چاہیے کہ یہہ دعا پڑھے یعنے مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تاکہ نظر سے وہ چیز بچ جاوے اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو اسطور سے تعویذ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام حضرت اسمعیل اور حضرت اسحق علیہما السلام کو بھی انہی کلمون سے تعویذ کرتے تھے یعنے پڑھ کر پھونکتے تھے اُعِیْذُ کُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ یعنے پناہ مین دیتا ہون مین تم دونون کو اللہ تعالے کے کامل کلمون کی ہر شیطان سے اور ہر حشرات سے اور ہر آنکھہ بد لگانے والے سے اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہی کہ مین ایک روز دن نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے گیا دیکھا مین نے کہ آپ درد کے سبب سے بہت بیتاب ہین پھر اسیدن تھوڑا دن رہے آپ کی خبر کو گیا تو دیکھا مین نے کہ آپ کو صحت حاصل ہوئی عرض کیا مین نے کہ ایسی جلدی صحت حاصل ہونے کا کیا سبب ہی آپنے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہہ افسون یعنے یہہ منتر پڑھ کے میرے اوپر پھونکا بِسْمِ اللّٰہِ اُرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّوْذِیْکَ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ یعنے ساتھہ نام اللہ کے پھونکتا ہون مین تجھکو ہر چیز ایذا دینے والی سے اور ہر آنکھہ حسد کرنیوالی سے اللہ شفا دے تجھکو اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا گھر مین داخل ہوئے ایک چھوٹی لڑکی کو دیکھا کہ بیمار ہی آپ نے فرمایا کہ اسپر نظر کا منتر کرو اسواسطے کہ اسکے منہہ پر نظر کے آثار معلوم ہوتے ہین اور یہہ بھی آپنے فرمایا ہی کہ اگر کسیکو نظر کی علامت معلوم ہووے تو چاہیے کہ جس کی نظر لگی ہی اسکو کہے کہ وضو کے عضا اور اپنے استنجے کی جگھہ پانی سے دھو کر دیوے اور اس پانی سے جسپر نظر لگی ہی وہ نہا ڈالے تو شفا حاصل ہوگی اور عاین کو یعنے نظر لگانیوالے کو چاہیے کہ اپنے اعضا پانی سے دھو دینے مین کچھہ تکرار اور ننگ و عار نہ کرے اس مقام پر جاننا چاہیے کہ اس تاثیر کی حقیقت مین جسکو نظر لگ جانا کہتے ہین علما کو بڑا اختلاف ہی اور ابتک اس تاثیر کی وجہہ صاف کسیکو معلوم نہین ہوئی جاحظ نے کہا ہی کہ نظر لگانیوالے کی آنکھہ سے زہر کی تاثیر کے اجزا شعاع کے طور پر نکلتے ہین اور دوسرے کے بدن مین مسام کی راہ سے در آکر زہر کی سی تاثیر پیدا کرتے ہین جیسے سانپ کا یا بچھو کا یا بھڑ کا زہر اور

جاتی اور دوسرے معتزلہ کے عالمون نے اس مین گرفت کی ہی کہ اگر نظر کی تاثیر کی وجہہ یہی ہوتی
تو لازم تھا کہ جس شخص کو عاین دیکھتا اسمین یہی بات پائی جاتی اس عاین کو اچھی معلوم ہونیکی
خصوصیت کی کیا وجہہ ہی جاحظ کی طرف سے دوسرے عالمون نے اسکے کئی جواب دئے ہین کہ متحسن
یعنے جو عاین کو اچھا معلوم ہوا اسکی خصوصیت کی وجہہ یہہ ہی کہ اچھا معلوم ہونے والا عاین کا دوست
ہی یا دشمن اگر دوست ہی تو اسکی اچھائی دیکھکے اس عاین کو بڑا خوف پیدا ہوتا ہی اس اچھائی
کے جاتے رہنے کا اور اگر اس کا دشمن ہی تو اپنے دشمن پاس ایسی نعمت دیکھکے اس عاین کو بہت غم اور
رنج ہوتا ہی اور خوف اور غم دونون ملکر روح کو دل کے بھیتر گھیر لیتے ہین اور تسخین سے یعنے گرمی سے گھٹنے کے
سبب ٹپرتے ہین اور باصرے مین یعنے بینائی کی روح مین بھی ایک حالت گرم زہر کی سی پیدا کرتے ہین
اور جسوقت عاین نظر والا کی آنکھ مین وہ چیز اچھی نہ معلوم ہوئی تو اسوقت یے دونون چیزین یعنے غم اور خوف
اسمین پائے نہین جاتے پھر جب یے دونو چیزین نہ پائی گئین تو تاثیر بھی نہ ہوگی لیکن جاحظ اصل کلام مین خلل
ہی اسواسطے کہ عاین کی تاثیر جسطرح سامنے دیکھنے سے ہوتی ہی اسیطرح غیبت مین سننے سے بھی ہوتی
ہی اور جسطور سے جانور اور انسان کے جسمون مین عاین کی تاثیر ہوتی ہی اسیطرح اگنے والی اور زمین
سے پیدا ہونیوالی چیزونمین جیسے جھاڑ اور پتھر مین بھی ہوتی ہی تو معلوم ہوا کہ یہہ تاثیر زہر والی چیز بدنمین در آنے
اور گھس جانیکے سبب سے نہین ہی بلکہ یہہ کچھ اور ہی چیز ہی اور جنھون نے جاحظ کے مذہب کو عاین کے اچھا جاننے
سے تائید کی ہی وہ بھی بیجا ہی اسواسطے کہ زہر کے اجزا نظر والے کے بدن سے دفع کرنے مین اس پانی کو
جو عاین کے بدن کا دھوون ہی کیا دخل ہی اور کسطرح سے وہ پانی تاثیر کرتا ہی اور ابو ہاشم اور ابوالقاسم
بلخ والون نے ایسا کہا ہی کہ نظر لگانیوالا جب کسی چیز کو دیکھتا ہی یا سنتا ہی تو اس چیز کا فریفتہ ہوجاتا ہی
اور علم الٰہی مین اسکے واسطے بہتر یہہ بات ہوتی ہی کہ وہ چیز اپنے حال پر نرہے بلکہ متغیر ہوجائے تاکہ عاین
کا دل اسپر فریفتہ نرہے اس سبب سے وہ چیز متغیر اور درہم برہم ہوجاتی ہی اور ظاہر مین لوگ ایسا
جانتے ہین کہ اس شخص کے پسند کرنے کے سبب سے اس مین خلل واقع ہوا ہی اور اس کلام مین بھی خلل ہی اس
واسطے کہ اگر اسطرح کی مصلحت اور حمایت یعنے آدمیونکے دلون کو کسی چیز پر فریفتہ ہونے کے واسطے

اس چیز کو متغیر کر دینا منظور ہوتا تو خوبصورت لڑکون اور حسین عورتون کو زندہ نہ رکھتے تاکہ عاشقون کے دل اسکی
طرف فریفتہ نہونے پاوین اور یہہ بھی ہی کہ اگر یہہ بات سچ ہوتی تو جس چیز کی طرف کسیکا دل رغبت کرتا اور
وہ اسکا عاشق اور فریفتہ ہوتا تو یہہ فریفتگی اُس چیز کے زوال اور نیستی کا سبب پڑتی اور یہہ بات خلاف
واقع اور ظاہر کی ہی اور حکما اس مقام پر دوسری راہ چلے ہین جو قیاس کے کچھہ قریب ہی اور سچ
معلوم ہوتی ہی سو اُنھون نے کہا ہی کہ انسان کے نفس کی تاثیر دو قسم کی ہی ایک قسم وہ ہی جو ظاہری
احوال کے واسطے ہوتی ہی اور دوسری قسم بیواسطے ظاہری کیفیت کے ہوتی ہی جیسے وہم کی تاثیر کہ جب
بہت بلند مکان پر کوئی کھڑا ہوتا ہی یا بہت باریک اور رتیلا راستہ چلنا پڑتا ہی تو اسوقت وہم کے
غلبے سے بدن مین رعشہ پڑ جاتا ہی یعنے کنپنے لگتا ہی اور گر پڑتا ہی اور حال یہہ کہ برابر جگہہ مین ہمیشہ ایسے
راستے پر چلا پھرا کرتے ہین اور کچھہ بھی وہم کا اثر نہین ہوتا اور جیسے تصور اور خیال کی تاثیر چنانچہ ان احوالونمین
جو انسان کے نفس پر کبھی کبھی آجاتے ہین اور ان کو عوارض نفسانیہ کہتے ہین یہہ بات ظاہر ہی جیسے خوف
کے سبب سے رنگ زرد یعنے پیلا ہو جاتا ہی اور بدن ٹھنڈھا اور آنکھونمین تاریکی آجاتی ہی اور غصے کی
حالت مین اُسکے برعکس ہو جاتا ہی یعنے رنگ سرخ ہو جاتا ہی اور بدن گرم اور سب اعضا مین قوت
آجاتی ہی سو جسطرح نفس پر ایک حالت آجانے سے اس قسم کی تاثیر اپنے بدن مین ہوتی ہی اسیطرح
اپنے غیر کے بدن مین بھی ہو جاتی ہی چنانچہ نظر کی تاثیر بھی اسی قسم سے ہی اور ایک قسم کا جادو جس کو
تعلیق ہمت اور وہم کہتے ہین اور ہند کے جوگیونکا معمول ہی وہ اسی قبیل سے ہی اور یہہ تاثیر مین نفس مختلف ہین
بعضے قوی ہین اور بعضے ضعیف اسی سبب سے تاثیر بھی مختلف ہوتی ہی اور کم زیادہ ظاہر ہوتی ہی اور بعضی
جگہہ اس قسم کی تاثیرین موروثی ہوتی ہین یعنے باپ سے بیٹے مین اور بیٹے سے پوتے مین آتی ہین اور کم کھانیسے
اور گوشہ مین بیٹھنے سے اور اپنی خواہش اور رغبت کی چیزین چھوڑ دینے سے بھی یے چیزین حاصل ہوسکتی
ہین بلکہ جو لوگ اس قسم کی تاثیر مین کمال کے درجے کو پہنچتے ہین وے دوسرے کو بھی یہہ تاثیر اسکے دلمین ڈالکر
اپنے مانند کر سکتے ہین چنانچہ ڈائن کے قصونمین جسکو جھاڑ پھونک والون کی اصطلاح مین کفتار کہتے
ہین یہہ بات مشہور اور تواتر پہنچی ہی یعنے اتنے لوگون نے ذکر اس کا کیا ہی کہ انکو جھوٹھا نہین کہہ سکتے

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

سورۃ الحاقۃ

یہہ سورۃ مکّی ہی اسمین باوٗن آیتین اور دوسو باوٗن کلمے اور ایکہزار چارسو اسّی حرف ہین اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ نون سے ایک مقدمے کے بیان پر موقوف ہی اور وٗہ مقدمہ یہہ ہی کہ حقتعالی کے عذاب عالم مین دو قسم کے ہین اُن دونون مین سے ایک قسم کو ابتلا کہتے ہین کہ بندون کو آزمایش کیواسطے اللہ تعالی ایسے عذاب مین مبتلا کرتا ہی تاکہ دیکھے کہ بندے خبردار ہوکے حق کی راہ قبول کرتے ہین اور بری بات کو چھوڑتے ہین یا نہین اور اس قسم کے عذاب کا خاصہ یہہ ہی کہ تھوڑے دنون کے بعد موقوف ہوجاتا ہی اور سورۂ انعام اور سورۂ اعراف مین اس کا مفصّل بیان آیا ہی چنانچہ حقتعالے سورۂ انعام مین فرماتا ہی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ آخر آیت تک یعنے اور مقرر ہمنے بھیجے تھے رسول بہت امتون پر تجھسے پہلے پھر انکو پکڑا سختی مین اور تکلیف مین شاید وے عاجزی کرین اور گڑگڑاوین اور سورۂ اعراف مین حقتعالے فرماتا ہی وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ اور نہین بھیجا ہمنے کسی بستی مین کوئی نبی کو پکڑا وہان کے لوگون کو سختی اور تکلیف مین شاید وے عاجزی کرین اور گڑگڑاوین اور پھر اُسی سورت مین حقتعالی فرماتا ہی وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ اور ہمنے تحقیق پکڑا فرعون والون کو قحطون مین اور آدمیونکے نقصان مین شاید وے دھیان کرین اور دوسری سورتون مین بھی اس قسم کا ذکر بہت آیا ہی اور کتنے دوسرے احوال اس قسم کے حقتعالی نے بیان فرمائے ہین چنانچہ بنی اسرائیل مین اس قسم کے معاملے بہت واقع ہوگئے ہین اور اس امت مین بھی اس قسم کے معاملے بہت واقع ہوئے ہین اور اس قسم کی ایک خاصیت یہہ بھی ہی کہ نیک اور بد سب اس بلا مین شریک ہوتے ہین کچھ فرق اور امتیاز

اسمین نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ نیکو نکو ایسی بلا مین مبتلا کرنے سے انکے مرتبون کو بڑھانا اور انکے گناہون کو گھٹانا
اور انکے صبر اور شکر کا امتحان کرنا منظور ہوتا ہے اسی سبب سے حق بات کا کھل جانا اس طور پر کہ شبہ بالکل
جاتا رہے نہین ہوسکتا اور ظاہر مین منکرون پر الزام حجت کا اہل حق اور اہل باطل کے شریک ہونے کے
سبب سے اس عذاب مین میسر نہین ہوتا ہے اور حقیقت مین ایماندار گنہگارون کا عذاب قیامت مین اسی
قسم سے ہے کہ اس عذاب سے گنہگارون کا گناہ سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ وہ
عذاب ہمیشہ نرہے گا اور دوسری قسم کو حاقہ کہتے ہین جو حق بات کے ظاہر کرنے اور سچ اور جھوٹھ
مین فرق کرنے کے واسطے منکرون پر عذاب کرتے ہین اور اس قسم سے بدلا لینا منظور ہوتا ہے نہ امتحان
اور ایسا عذاب کبھی نہین جاتا اگر دنیا مین کسی پر ہوتا ہے تو تا لب گور رہتا ہے اور بعد مرنے کے بھی اس سے
جدا نہین ہوتا اور اگر آخرت مین یہہ عذاب کسی پر ہوگا تو ہمیشہ اسپر رہیگا کبھی تخفیف نہ ہوگا لیکن دنیا مین اس
قسم کا عذاب آکر پھر ایسے عذاب سے بچنا نہین ہوا مگر یونس علیہ السلام کی قوم کے واسطے کہ عذاب ظاہر ہوکر پھر گیا
چنانچہ سورۂ یونس مین یہہ قصہ تفصیل سے مذکور ہے لیکن حقیقت مین وہ عذاب حاق نہ تھا بلکہ قسم اول سے
یعنے ابتلا اور آزمایش کی قسم سے تھا چنانچہ اس کا مفصل بیان اپنے مقام پر ہوگا پھر جب یہہ مقدمہ بیان
ہوچکا تو اب جاننا چاہئے کہ سورۂ نون مین مذکور ہے کہ مکے والون کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین
بے ادبی کے سبب سے کہ جنون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے سات برس تک
قحط مین مبتلا کیا جیسا ضروان کے باغ والون کو فقیرون اور مسکینون کے حق نہ دینے کے سبب سے ایک
بلا مین گرفتار کیا تھا یعنے اس باغ کو جلا دیا تھا تا کہ وے لوگ یعنے مکے والے خوب جان لیوین کہ عذاب
حقیقی بھی اسی طرح یکایک آجاتا ہے یہہ سمجھ کے خبردار ہوجاوین اور برے کامون کو یعنے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر طعن اور تشنیع کرنے کو چھوڑ دین اور ان کی نبوت کا اقرار کرین پھر جب وے
لوگ اس بلا سے متنبہ نہوئے اور اس قحط سے جو سب نیک اور بد مسلمان اور کافر اسمین شریک تھے
کچھ بھی عبرت اور پند پذیر نہوئے تو انکو اسقدر خبردار کردینا ضرور ہوا کہ یہہ قحط ایک آزمایش تھی اور
اور وے عذاب جنکو حاقہ کہتے ہین یعنے جنسے حق اور باطل جدا ہوجاتا ہے اسکا ظہور ادھر ہے اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیواسطے اس قسم کا عذاب قیامت پر موقوف ہے دنیا مین اس امت پر جو عذاب ہے سو آزمایش کی طور پر ہے کہ کچھ دنون رہا پھر منقطع ہوگیا سو اس سورت مین اس قسم کے عذاب کو یعنے جو حق اور باطل کو جدا کریگا بہت شرح اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور اُن کی تمثیلون مین پہلی امتون کے قصے جو دنیا مین عذاب حاقہ مین گرفتار ہوئی تھین بیان فرمائے تاکہ اس امت کے کافر آخرت کے عذاب کو جو حاقہ ہے پہلی امتون کے عذاب حاقہ پر قیاس کر کے ڈرین اور قیامت کے عذاب حاقہ کو آزمایش کا عذاب جو انپر اکثر ہوتا ہے سمجھ کر خاطر جمع سے نہ بیٹھے رہین اور باوجود اسباب تناسب کے ان دونون سورتون مین متفرق مضمون کے اعتبار سے بھی بہت مناسبت پائی جاتی ہے چنانچہ اس سورت مین بیان فرمایا ہے کہ یہہ رسول مجنون اور دیوانہ نہین ہے اور کافر جو جنون کی نسبت اسکی طرف کرتے ہین سو جھوٹے ہین اور اس سورت مین یہہ فرمایا کہ یہہ نبی نہ شاعر ہے اور نہ کاہن اور اس سورت مین بیان فرمایا ہے کہ دنیا مین اپنے مال اور اولاد پر کافر مغرور ہوکے قرآن سے بے ادبی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہہ قصے ہین پہلون کے اور اس سورت مین مذکور ہے کہ قیامت کے دن کافر افسوس کرینگے اور کہینگے مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ یعنے کچھ میرے کام نہ آیا یہان میرا مال جو دنیا مین مین نے جمع کیا تھا اور اس سورت مین مذکور ہے کہ ضروان کے باغ والون کو مسکینون کا حق نہ دینے کے سبب سے آفت پہنچی تھی اور اس سورت مین فرمایا کہ کافرونکو آگ کی زنجیرون اور طوقون مین گرفتار کرینگے اسواسطے کہ دنیا مین یہہ مسکینونکو نہ دیتے تھے اور دوسری بھی اسکے سوائے بہت سی مناسبتین ہین کہ تامل کر دینے سے ظاہر ہوتی ہین اور اس سورت کا حاقہ نام رکھنے کی وجہہ بھی اسی مقدمے کے بیان سے ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ حاقہ اس عذاب کا نام ہے جو حق کو باطل سے جدا کردے اسطور پر کہ کچھ شبہ باقی نرہے اور اس سورت مین کتنے احوال اسی قسم کے بیان فرمائے ہین جو دنیا مین ہوئے یا آخرت مین ہونگے اور اس بیان سے پھر رسالت کی ثبوت اور وحی اور قرآن کے نزول کیطرف انتقال فرمایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَاۗقَّةُ وہ حادثہ جو حق کو باطل سے جدا کرے اسطور سے کہ ہرگز شبہہ حق اور باطل مین باقی نرہے نہایت

عجیب ہوتا ہے اور بڑی بزرگی رکھتا ہے کہ اسے بطور عظمت اور تعجب کے پوچھا جاتا ہے اور اسکے حضمن کہا جاتا ہے
کہ مَاالْحَاقَّۃُ کیا ہے وہ حادثہ حق دکھانیوالا اور اس حادثے کی بزرگی اس قدر ہے کہ اس کی حقیقت
کماحقہ نجاننے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہ عمدہ اور اعلے تمام مخلوقات کے ہین سب آدمیون
مین شریک کرکے خطاب فرمایا ہے کہ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاالْحَاقَّۃُ اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہے وہ حادثہ حق دکھانیوالا
اور جو اس حادثہ کی حقیقت اور اسکے کنہہ کی شرح کھلی کھلی بیان کرنا دشوار ہے تو اس واسطے اس کی نظیرین
اور مثالین بیان کرنا منظور ہوا اور اسکی نظیرین اور مثالین کمی اور زیادتی اور سختی اور خفت عذاب مین مختلف
اور متفاوت ہین اور اسکی کامل فرد جو اس امت کے واسطے موعود ہے سو حق کے ثابت کرنےمین اور باطل کے
باطل کرنےمین اعلی مرتبے کو پہنچی ہے اسطور پر کہ حاقہ نام گویا اسی فرد کا ہوگیا ہے اور دوسرے حاقے اور
عذابون کو بوجھانے اور سمجھانے اور ذہن مین آجانیکے واسطے توطیہ اور تمہید کے طور پر ذکر کرنا ضرور پڑتا ہے
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ انکار کیا اور نمانا ثمود کے فرقے نے جو ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد مین تھے
اور شام اور حجاز کے درمیان مین رہتے تھے اور پتھر کے تراشنے اور عمارت کے بنانے اور کھیتیان کرنے
اور باغ لگانے مین بہت رغبت رکھتے تھے اور شام اور حجاز کے درمیان مین وادی القری سے حجر تک سات سو
بستیان اسمین کتنے شہر اور قصبے اور گانون آباد کئے تھے اور ہر جگہہ پر چشمے جاری کرکے کھیتیان اور باغ سرسبز
کررکھے تھے اور عیشین اور مزیداریان کرتے تھے اور سب کے سب بت پرستی مین مشغول رہتے تھے یہانتک کہ
حقتعالی نے حضرت صالح علیہ السلام کو جو اس قوم کے شریفون مین اور پیدایش اور لڑکپن سے امانت اور دیانت
اور تقوی اور صلاحیت مین معروف اور مشہور تھے اپنی طرف سے رسول کرکے بھیجا اور بت پرستی
سے اور سنگ تراشی اور عمارتون اور زراعتونمین بہت مشغول رہنے سے منع فرمایا وَعَادٌ اور عاد کے
فرقے نے جو ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد مین تھے اور یمن کی احقاف مین یعنے ریگستان مین کہ
نہایت بڑا ملک ہے رہتے تھے اور دوسرے آدمیون کی نسبت سے ان کے جسمونمین قوت اور زور
بہت تھا بڑے بڑے قد اور ہاتھ اور پانون اور دوسری اعضا بہت قوی اور زبردست لڑائی اور زور
مین سب جہان والون پر غالب آتے تھے آخر رفتہ رفتہ ان لوگون کو اپنی قوت اور زور پر گھمنڈ او

تکبر بہت ہوا اور حق تعالی کی عبادت سے بالکل غافل ہو گئے اور اپنے گرد و نواح کے رہنے والون پر بہت ظلم
اور زبردستی کیا کرتے تھے اور عمارتین اور حوض اور تالاب بنانے پر انکو بھی رغبت بہت تھی یہانتک کہ
حقتعالی نے حضرت ہود علیہ السلام کو جو اسی گروہ سے تھے رسالت اور پیغامبری کے طور پر ان کے پاس بھیجا
تاکہ انکو غفلت اور تکبر سے اور اپنی قوت اور زور پر گھمنڈ کرنے سے منع کرین اور اللہ تعالی کی عبادت کیطرف
رغبت دلاوین اور اسکے عذاب سے ڈراوین حضرت ہود علیہ السلام نے اُن کو سمجھایا لیکن ان دونون فرقون نے
یعنے عاد اور ثمود نے اپنے رسولون کا کہنا نمانا بلکہ ان کی رسالت سے منکر ہوئے اور جھٹلایا بِالْقَارِعَةِ
اس حادثہ ٹھوکنے والے کو جو انکے بدنون کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور ان کی رُوحون کو برزخ کے عذاب
مین گرفتار کرے گا اور کہنے لگے کہ ایسی آفت کبھی نہین آئی ہی جو تمام خلقت کو ایک ہی مرتبے غارت کر دے
کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نرہے اور ظاہر مین فوج اور سپاہ کچھہ بھی نہو سو یہہ ڈرانا نہین ہی مگر اسواسطے
کہ یے لوگ ہماری ریاست لیا چاہتے ہین اور اگرچہ ابتدا مین گناہ ان دونون فرقون کا یہی تھا کہ پیغمبرون کو
جھٹلاتے تھے اور عذاب آلہی کو جو پیغمبرون کی زبانی سنتے تھے یقین نہ جانتے تھے اور بُت پرستی اور عمارت
بنانیکو نہ چھوڑتے تھے اور اللہ تعالی کی عبادت کیطرف مشغول نہوتے تھے اور دونون فرقے اس امر مین شریک
تھے لیکن آخر کو یہہ دونون فرقے بعضے بعضے عملون کے سبب سے علیحدہ علیحدہ عذاب کے مستحق ہوئے اور
اسی عذاب مین گرفتار ہو کر ہلاک اور غارت ہوئے فَأَمَّا ثَمُودُ پھر لیکن ثمود کے فرقے نے اپنے پیغمبر کے
جھٹلانے مین بورہی کٹنے کی خصلت پیدا کی تھی اور اللہ تعالی کے ناقہ کے ساتھہ بے ادبی کی یعنے اسکی کوچین
کاٹ ڈالین اور حضرت صالح علیہ السلام کے بھی مار ڈالنے کی تدبیر کی اور اللہ تعالی کے ناقے کا گوشت
کتون کے مانند کھایا اور اسکی ہڈیون کو توڑا اور مارنے کے وقت اس اُٹنی کی آواز اور چلانے پر رحم
نہ کیا اور اس اُٹنی کے بچے کو بہت ڈرایا یہانتک کہ وہ بھاگ کے پتھر مین گھس گیا اور زمین آواز دین
کر کے غایب ہو گیا چنانچہ یہہ قصہ والشمس کی سورت کی تفسیر مین مفصل بیان کیا گیا ہی تب اللہ تعالی کی حکمت
نے اسباب کا تقاضا کیا کہ اُنپر عذاب ہی کٹنے کی جھڑکی اور دتکار کی قسم کا ہووے چنانچہ حضرت جبرئیل
علیہ السلام کو حکم ہوا پھر انھون نے ایک آواز بہت سخت کی فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ پھر وے سب

ہلاک کئے گئے ایسی آواز سخت سے جو سب دنیا کی آوازون سے سخت تھی اسواسطے کہ دنیا مین شیر کی آواز اور بڑی توپ کی آواز بہت سخت ہوتی ہی جس سے جوڑ اور پٹھے ڈھیلے ہو جاتے ہین اور عمارتین اور عورتون کے حمل گر پڑتے ہین اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ پتا پھٹ جاتا ہی اور آدمی مر جاتا ہی لیکن ایسی آواز جس سے ہزارون آدمی ایک آن مین مر جاوین اور کانون کے سوراخ بند کرنا اور تہ خانون مین چھپنا اس آواز کو نروکے معتاد آواز کی انداز سے خارج ہی اور اس آفت سے ثمود کے فرقے کے سوائے کسیکو کچھ اذیت نہ پہنچی اور ثمود کے فرقے مین سے کو باقی نہ رہا اور مسلمانون کو حضرت صالح علیہ السّلام کی رفاقت کی برکت سے نجات ملی یہہ ظاہر اور کھلی دلیل ہی اسبات پر کہ یہہ عذاب حاقہ تھا ابتلا کی قسم سے نتھا و الا سب کو شامل ہوتا اور مسلمان بھی نہ بچتے اور کافر اور مسلمان مین کچھہ فرق نہوتا اور برزخ کے عذاب سے بھی متصّل نہوتا اب باقی رہا یہان پر ایک سوال جس کا جواب دینا ضروری ہی اور وہ سوال یہہ ہی یہہ ہی کہ قرآن شریف مین جسجگہہ ان قصّون کا ذکر آیا ہی تو عاد کا قصّہ ثمود کے قصّے سے پہلے بیان فرمایا ہی اور زمانے کی ترتیب بھی اسی بات کو چاہتی ہی اسواسطے کہ عاد کی قوم ثمود کی قوم سے پہلے گذرے ہین اور ثمود سے پہلے ہلاک بھی ہوئے ہین اور یہان پر ثمود کے قصّے کو عاد کے قصّے پر کیون مقدم کیا اس کا جواب یہہ ہی کہ اس جگہہ زمانے کی ترتیب یعنے پہلونکو پہلے اور پچھلون کو پیچھے بیان کرنا منظور نہین ہی اسواسطے کہ یہہ مقام اسبات کو نہین چاہتا بلکہ اسجگہہ عذابون کی زیادتی اور کمتی اور آفتون کی سختی اور رخنت کا بیان کرنا منظور ہی سو جس فرقے پر عذاب تھوڑی دیر تک رہا یعنے ایک ہی دن مین تمام ہوا اور سختی مین بھی کم تھا کہ فقط ایک آواز سخت تھی جسنے سب کو خراب کر دیا اسکو پہلے بیان فرمایا اور جس فرقے پر عذاب کئی دن تک رہا یعنے سات راتین اور آٹھہ دن تک اور شدّت اور سختی مین بھی بہت زیادہ تھا کہ ہوا کے موکلون نے چارون طرف سے ہوا کو لاکر عاد کی قوم پر جھکا دیا تھا سو ہوا ان کو اڑا اڑا کر اوپر لیجاتی تھی اور پھر وہان سے زمین پر پٹک دیتی تھی کہ انکے بدن پاش پاش ہو جاتے تھے اور اگر کسیکو اس ترتیب کا بیان جو ان قصّون مین رعایت کی گئی ہی مفصّل سننا منظور ہو تو اب کان دھر کے سُنے کہ ثمود کے فرقے کو محض ہوا کی کیفیت سے

جسکو آواز کہتے ہین غارت کیا اور جو ہوا کی کیفیت ہوا کے جوہر کے تابع ہی اور صفت کا مرتبہ ذات کے
مرتبے سے کمتر ہوتا ہی اور یہہ مقام اسی بات کو چاہتا تھا کہ کمتر کو پہلے بیان کرین اور اسکے بعد بزرگ ترکو
اسواسطے ثمود کے قصّے کو عاد کے قصّے سے پہلے بیان کرنا ضرور پڑا اور عاد کے فرقے کو ہوا کی ذات کے جھوکے
سے جسکو ریح کہتے ہین غارت کیا اور ہوا ایک عنصر ہی چار عنصر ونمین سے پانی اور خاک سے لطیف زیادہ
ہی مگر فعل اور تاثیر مین آگ سے کم ہی سو عاد کے قصّے کو دوسرے قصون پر جن مین کئی عنصر کا
جمع ہونا اور پانی اور آگ اور خاک کو اکٹھا کرنا ضرور ہوا تھا مقدم کیا اسواسطے کہ بسیط مرکب پر
مقدم ہوتا ہی اور آسان سخت پر اور فرعون اور اسکے لشکر پر جو عذاب واقع ہوا تھا سو دریائے
قلزم مین ڈوبنے کا تھا اور اس کا ڈوبنا اس بات پر موقوف تھا کہ اسکے پہنچنے کے پہلے کنارے پر دریا کے
بنی اسرائیل کی نجات کے واسطے دریا پھٹ جاوے اور وہ فرعون اور اس کا لشکر جرأت کرکے اُس مین
در آوین اور غارت ہو جاوین اور حاقہ ہونے کے معنے ظاہر ہو جاوین اور یہہ دریا کا پھٹنا بدون اُس تدبیر کے
کہ ہوا تند جسکو آندھی اور طوفان کہتے ہین زور سے بہے اور دیر تک دریا کے پانی کو ملنے سے باز رکھے
اور پانی علیحدہ علیحدہ ڈھیر ہو جاوے دوسری تدبیر سے متصوّر اور ممکن نتھا سو اسکے غارت کرنے مین
ان دونون عنصرون کا یعنے پانی اور ہوا کا مرکب ہونا ضرور ہوا اور جسکے غارت کرنین دو عنصرون سے
زیادہ مرکب کرنے کی احتیاج تھی اسکو اسکے بعد ذکر فرمایا جیسے حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کا عذاب لیکن
حضرت شعیب علیہ السّلام کے قصّے کو حضرت لوط علیہ السّلام کے قصّے کے بعد بیان کرنے کی وجہہ یہہ ہی کہ حضرت
شعیب علیہ السّلام کی قوم دو عذاب سے غارت ہوئی مدین والے ایک تند آواز سے غارت ہوئے تھے جو بڑے
بھونچال کے ساتھ ہوئی تھی اور بھونچال کی حقیقت یہہ ہی کہ بڑے زور کی ہوا زمین کے مسام مین یعنی سوراخونمین داخل
ہوتی ہی اور غیر مسام کی طرف سے نکلتی ہی بس ہوا اور خاک مین ترکیب لازم ہوئی اور یہے دونون
یعنے ہوا اور خاک جب آپسمین ملتے ہین تو سوائے بُرائی کے اچھائی نہین ہوتی اور ملنا ان چیزون کا جو آپسمین
مخالف ہون رتبے مین موخّر ہی یعنے پیچھے ہی ان چیزونکے ملنے سے جو آپسمین موافق ہین اور ایکہ والے
آگ کے سائبان سے ہلاک ہوئے یعنے ایک سیاہ بدلی ظاہر ہوئی اور اُس سے آگ برسی اور وے سب

غارت ہوئے ہرچند کہ اس عذاب مین بھی دو موافقون کا ملنا ثابت ہوتا ہے لیکن ہوا اور پانی موافقت
مین انسان کی طبیعت کے ساتھ بلکہ حیوان اور ہر اگنے والی کی طبیعت کے ساتھ بالکل شراکت رکھتے مین بخلاف
آگ کے کہ ہر بڑھنے والی چیز کی طبیعت سے پرلے درجے کی جدائی رکھتی ہے عنصر ہوا کی نسبت سے حیز کی دوری
سے بھی زیادہ تو یہہ ترکیب بہت غریب اور نادر ہوئی اور نادر چیز پیچھے ہوتی ہے معتاد چیز سے اور جو حضرت لوط
علیہ السلام کی قوم کا عذاب مرکب تھا ناری اور ارضی جزون سے جو مٹی کے غلبے کے سبب سے پتھر ہوکے گرے
اور ان جزون کو ہوا ہی نے اوپر چڑھایا اور نیچے اتارا تھا اور یہہ بھی ہے کہ زمین کے جزونکو لوٹ پوٹ کرنا
یعنے اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کرنا بدون داخل کرنے تیز اور تند ہوا کے ان کے مکانون کی جڑ و نمین
ممکن نتھا تو حقیقت مین یہہ عذاب ان تینون عنصر سے ترکیب پایا تھا بلکہ گویا معدنی صورت کو پہنچا تھا اور فقط
بسیط یعنے غیر مرکب نرہا تھا موالید ثلثہ سے ایک کی شکل ہو گیا تھا اور مرکب کا مرتبہ موخر ہے بسیط کے مرتبے سے
اور جو مرکب ہے تین چیز سے وہ مؤخر ہے اس سے جو مرکب ہے دو چیز سے اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے عذاب
مین چارون عنصر نے خدمت کی تھی پانی کو حکم کیا تھا اور ہوا کو استحالہ مین یعنے پانی ہو جانے مین اس کا
تابع کیا تھا اور زمین کو پانی کے جاری کرنے مین معین اور مددگار پانی کا کیا تھا اور آگ کو اپنی قوت بیوست
اور حرارت کے روکنے اور اپنی کیفیتونکے پوشیدہ کرنے پر پوشیدگی کے عالم مین مامور کیا تھا تاکہ اس احالہ اور
استحالہ کا معارضہ نکرے پھر اس عذاب کے حاقہ ہونے مین کشتی بنانا اور معادن اور نباتات سے خدمت
لینا یعنے لکڑی اور لوہی سے اور خشکی اور تری کے جانورون کو تابع کرنا اور ایماندارونکے واسطے انکے منافع باقی
رکھنا بھی ضرور پڑا اسیواسطے یہہ عذاب تمام روئے زمین کے رہنے والونکو شامل اور گھیر لینے والا ہوا اور
حقیقی حاقہ سے یعنے قیامت سے بہت مشابہت پیدا کی سو اسواسطے اس کا بیان کرنا سبکے پیچھے بہت مناسبت
ہوا تاکہ حاقہ حقیقی کے بیان سے متصل ہو اور احوال حاقونکے ظہور کا آہستہ آہستہ انسان کے فہم مین نہایت
توضیح اور تشریح سے جلوہ گر ہووے اور دوسری جگہو نمین پر اس قرآن مین جہان کہین مقام ترتیب زمانی کو
مقتضی ہوا ہے یعنے جس کا زمانہ اول ہے اسی قصے کو پہلے بیان کرنا تو وہان بے قصے اسی ترتیب سے بیان ہوئے
ہین اسطرح پر کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سب سے پہلے بیان فرمایا ہے پھر بعد اسکے عاد کا قصہ پھر اسکے بعد

ثمود کا پھر بعد اسکے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ پھر بعد اسکے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا قصہ
پھر اسکے بعد فرعون کا قصہ چنانچہ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود اور سورۂ شعرا اور سورۂ قمر اور دوسری
سورتون مین اسیطور سے بیان ہوا ہی حاصل کلام کا ثمود کے فرقے کو جو انکار مین اسقدر بڑہ چلے تھے کہ حقتعالی کی
نشانیونکو مٹا دینے پر کمر باندھی تھی چنانچہ حقتعالی کی اونٹنی کی کوچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر
مستعد ہوئے تھے تو انکو کتون کی طرح ایک سخت اور تند آواز سے جھڑک دیا اور اسی ایک جھڑکی مین انکے جسم
بیجان ہو گئے اور انکی روح کے کتے نے اپنے گھر کی راہ لی وَاَمَّا عَادٌ لیکن عاد کا فرقہ سو اپنے وقت کے
پیغمبر کو جھٹلانے اور انکار کرنے مین اسقدر بڑہ گیا تھا جیسے پہلوان کشتی کھیلنے والے مستعد ہو کر اکھاڑے مین خم
ٹھونک کر آ کھڑے ہوتے ہین اسیطرح وے بھی اپنے پیغمبر کے مقابلے پر مستعد ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ مَنْ اَشَدُّ
مِنَّا قُوَّةً یعنے کون ہی سخت زبردست ہمسے قوت مین یہانتک کہ حقتعالی نے تین سال برابر قحط ڈالا تب ان
لوگون نے گھبرا کر اپنے ستر آدمیون کو مکہ معظمہ مین بھیجا تاکہ وہان جا کر دعا کرین اور پانی حق تعالی سے مانگین لیکن تکبر
اور غرور نے یہہ قبول نہ کیا کہ حضرت ہود علیہ السلام سے التجا کرین اور ان سے پانی کی دعا طلب کرین مکہ مین اسوقت
عمالقہ کی قوم غالب تھی جب وے لوگ عمالقہ پاس پہنچے اور اپنا حال ظاہر کیا ایک شخص نے جسکا نام مرثد
تھا انسے کہا کہ اس مقام کی دعا تمکو فایدہ نکریگی تمکو لازم ہی کہ اپنے پیغمبر کی بات قبول کرو اور دین حق کو مانو
تاکہ اس بلا سے خلاصی پاؤ اسواسطے کہ تمہارے کہنے سے معلوم ہوا کہ یہہ قحط وہ نہین ہی جو دعا سے جاتا رہے
بلکہ یہہ قحط حقتعالی کی طرف سے آزمایش اور امتحان کے واسطے ہی جب ان لوگون نے یہہ مرثد کی بات
سنی کہنے لگے کہ اگر ہم یہانسے بدون حاصل ہوئے مطلب کے پھر جاوینگے تو ہماری قوم ہمکو بہت ذلیل
اور خفیف کرینگے جسطرح سے ہوسکے یہہ کام یہانسے کر کے جانا چاہیئے اور اس کام کی تدبیر مرثد سے پوچھی
اسنے کہا کہ تم سب ننگے سر اور ننگے پانون حاجیون کی شکل سے صفا پہاڑ پر جو بیت اللہ کے سامنے ہی
چڑھو اور جسوقت بیت اللہ تم کو نظر آوے تو اسوقت اسطور سے دعا مانگو کہ ای ہود کے خدا اگر ہود اسبات
مین سچے ہین کہ تیرے پیغمبر ہین تو ہمکو پانی دے کہ ہم لوگ فقط پانی کے واسطے آئے ہین ان لوگون نے اسیطرح
کیا اور ان کی دعا قبول ہوئی اور حقتعالی نے تین ٹکڑے بدلی کے ایک سفید ایک سرخ ایک سیاہ اور

ایک آواز آئی کہ تینوں بدلیوں کے ٹکڑوں میں سے ایک اپنے واسطے تجویز کرلو اُن لوگوں نے آپسمین مشورہ کر کے سیاہ ٹکڑے کو قبول کیا اسواسطے کہ سیاہ بدلی مین پانی بہت برستا ہے آور اپنے شہر کو روانہ ہوئے وُہ کالی بدلی بھی انکے ساتھہ اوپر اوپر چلی جاتی تھی جب اپنے شہر کے قریب پہنچی کئی آدمیون کو جلدی سے آگے بھیجا کہ ہم بدلی اپنے ساتھہ لائے ہین تم سب اپنے تالاب اور حوضون کو جھاڑ کر صاف کر رکھو اور کھیتی کا سامان جیسے بیج اور ہل وغیرہ بھی سب درست کرو اور خوش ہو کہ یہہ بدلی تمھاری خواہش کے موافق برسیگی شہر کے لوگ سب اس خوشخبری کے سننے سے بہت خوش ہوئے کہ ہمارے بھیجے ہونکی دعا مقبول ہوئی اور بہت بدلی آئی اور حضرت ہود علیہ السلام پر زبان طعن اور تشنیع کی کھولی اور کہا کہ دیکھو ہمارے بھیجے ہونکی دعا مقبول ہوئی اور بدلی آئی تم کہتے تھے کہ بلا آوے گی حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہہ بدلی نہین ہے یہہ حقتعالے کی بلا ہے اس سے ڈرنیکا وقت ہے اور ابھی کچھہ نہین گیا ہے میرا کہا مانو اور ایمان لاؤ اور بت پرستی کو چھوڑو اُن لوگون نے کہا کہ بدلی مین کیا بلا آوے گی حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ آندھی یعنے طوفان کی ہوا چلے گی کہ تمکو اور تمھارے سب مکانون کو نیست اور نابود کر دے گی ان لوگون نے جواب دیا کہ تم ہمارا زور اور قوت جانتے ہو پھر ہمکو ہوا کی شدت اور تندی سے خوف دلاتے ہو اسی گفتگو مین تھے کہ وہ بدلی آنکے شہر کے کنارے آپہنچی اور طوفانی ہوا چلنا شروع ہوا اور حقتعالے کا حکم ہوا کہ باد عقیم کو جسکا تھکانا چوتھا طبق زمین کا ہے بیل کے ناک کے سوراخ کے برابر چھوڑ دو اور عاد کی قوم پر مسلط اور معین کر دو پھر وے فرشتے جو ہوا پر معین ہین اس لحاظ سے کہ یہہ ہوا کہین بے گناہون کو نہ ہلاک کر ڈالے کتنا ہی اس ہوا کو روکتے تھے لیکن ہوا انکے روکنے سے کب رک سکتی تھی پھر اس قسم کی ہوا کی تندی اور زور دیکھکر عاد کی قوم مضبوط اور مستحکم مکانون مین جا گھسے اور مضبوط رسیّون سے آپسمین ایک نے دوسرے کو باندھا تھا اور اپنے جانورون کو بھی زنجیرون سے جکڑ دیا تھا اور اپنے گھر والون کو اور نوکرون کے بچاؤ کے لئے یعنی بٹھا کر ہوا سے جو حقتعالی کی مخلوقات مین سے ایک ضعیف جز ہے مقابلے اور کشتی کے واسطے مستعد ہوئے اور اس ضعیف مخلوق نے بھی انکے ساتھہ اس قسم کی کشتی کی کہ انکی عورتون کو جو لوہے کی عماریون مین بڑی بڑی مضبوط سانڈنیون پر بٹھلا کے لوہے کی زنجیرون سے ان عماریون کو سانڈنیون پر کس دیا تھا سو ہوا انکو معہ سانڈنیون زمین سے اڑا لیجاتی تھی کہ وہ سانڈنی

معہ عماری ٹیڑہی سی معلوم ہوتی تھی پھر وہان سے زمین پر دے مارتی تھی یہان تک کہ اس قوم کو بالکل ہلاک
کیا اور حضرت ہود علیہ السلام ایمانداروں کو لیکر ایک ٹاپو مین ہو گئے تھے اور ایک خط اپنے گرد کھینچ
دیا تھا حقتعالی کی قدرت کاملہ سے وہ ہوا جب اس خط کے اندر آتی تھی تو آہستگی سے چلتی تھی جو بدن کو اچھی
معلوم ہوا اور اس خط کے باہر جسپر پہنچتی تھی اسکو جلاکر خاک سیہ کر دیتی تھی سو حقتعالے نے ان لوگون کو ایسے
عذاب مین مبتلا کیا جو ان کی پہلوانی کے مناسب تھا اور ہوا کو جو منہہ کی پھونک سے پراگندہ ہو جاتی ہے ان کی
کشتی کے واسطے بھیجا تاکہ وے بھی اس درگاہ الٰہی کے پہلوان کی قوت کا تماشا کرین فَاُهْلِكُوْا
بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ پھر ہلاک کئے گئے زور کی ہوا سے جو چلنے کے وقت آواز زور سے کرتی تھی عَاتِیَةٍ
بہت سخت اور تند بہنے والی جو نگاہبانون اور موکلون کے اختیار سے نکل گئی تھی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے
کہ حقتعالی کبھی ہوا کو دنیا مین نہین بھیجتا مگر اندازے سے اور پانی کو نہین بھیجتا مگر اندازے سے لیکن حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان
کے دن اور عاد کی قوم پر عذاب کے دن کہ طوفان کے دن اس ریل سے پانی بہا تھا کہ محافظ فرشتون
کے اختیار مین نہ تھا اور عاد کی قوم پر انکے عذاب کے روز ہوا بھی موکل فرشتون کے اختیار سے باہر ہو گئی تھی
اور یہہ ہوا کا اس زور سے بہنا کچھ آسمان کی گردش سے نہ تھا واسطے عاد کے کافرون کی تخصیص اس عذاب مین
نہوتی بلکہ حضرت ہود علیہ السلام اور دوسرے ایماندارونکو بھی اس سے ایذا پہنچتی بلکہ حقتعالے نے سَخَّرَهَا
مسلط کیا تھا اس ہوا کو نہایت غصے اور بدلا لینے کے ارادے سے عَلَیْهِمْ انپر یعنے فقط عاد کی قوم پر نہ مسلمانون
پر اور نہ حضرت ہود علیہ السلام پر اور یہہ ہوا کا انپر مسلط کرنا گھڑی دو گھڑی نہ تھا بلکہ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ
ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ سات رات آٹھ دن تک تھا شوال کی بائیسوین تاریخ بدہ کی صبح سے یہہ تسلط اور ہوا
کی شدت شروع ہوئی تھی اور انتیسوین تاریخ اسی مہینے کے بدہ کے آخر دن تک یعنے آفتاب کے غروب
تک وہ شدت تمام ہوئی اور سات رات اور آٹھ دن اس عذاب کے رہنے کی وجہہ یہہ تھی کہ عاد کی قوم اپنے
تکبر اور غرور مین اسطرح کی زبان درازیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہہ قحط کیا چیز ہے ہم اتنی قوت رکھتے
ہین کہ اگر سات برس اسیطرحکا قحط رہے تو بھی ہم اسکی برداشت کر سکتے ہین سو [illegible] برس کے
مقابلہ مین اس ہول کے عذاب کا ایک دورہ دن اور رات کا ان پر مسلط کیا اور آٹھ [illegible]

ع

زیادہ کیا تا کہ آپس مین ہر شخص ضعف اور بیطاقتی اور کم زوری ایک دوسرے کی دیکھین اور ہر شخص کو دوسرے کی
ہلاکی کا رنج اور غم ہووے چنانچہ ابن جریج اور دوسرے مفسرون نے روایت کی ہی کہ وہ قوم باوجود اِس
ہوا کی شدت کے کہ انکو اٹھا کر دے ٹپکتی تھی لیکن وے لوگ سات دن تک زندہ رہے آخر کو آٹھوین دن بدہ
کو سب مردہ اور بیجان ہوئے پھر ہوا نے انکی لاشون کو اڑا کر کھارے دریا مین ڈال دیا اور اُن آٹھ دن اور
سات راتون مین کچھ بیچ مین فاصلہ نتھا تا کہ بیچ مین تھوڑی آرام لے کے پھر عذاب اٹھانیکی قوت پیدا کرین
بلکہ حُسُوماً یعنی درپئے تھے یعنے لگاتار تھے چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا ہی اور ان دنون کو عرب کے لوگ عجوز کہتے
ہین جو آخر جاڑون مین مشہور اور معروف ہین اور بَرْدُ الْعَجُوْز ایک مثل ہی مشہور عرب مین اور ان دونون
کے نام علیحدہ علیحدہ عرب کے نزدیک مقرر ہین چنانچہ پہلے دن کو صِنّ اور دوسرے دنکو صنبر اور تیسرے دن کو وَبَر
اور چوتھے دن کو آمر اور پانچوین دن کو موتم اور چھٹے دن کو مطفی الجمر اور ساتوین دن کو مکفی الظعن کہتے ہین
اور ان دنونکے عجوز کی طرف نسبت کرنے کی وجہہ مین عوام لوگ یون کہتے ہین کہ ایک بڈھی عورت عاد کے
قوم کی ان دنون مین ایک تہ خانہ مین گھس کر چھپ رہی تھی آٹھوین دن ہوا نے اسکو بھی تہ خانہ سے نکالکر زمین
پر دے ٹپکا اور ہلاک کیا لیکن صحیح یہہ ہی کہ عجوز کی لفظ غلط العام ہی یعنے عوام کی غلطی سے ہی اصل مین عجز
ہی اور عجز جانور کے آخر کو کہتے ہین یعنے اُس جسم کو جو دم سے ملا ہوا ہوتا ہی اور ان دونون کو ایام عجز اسواسطے
کہتے ہین کہ یے دن بھی جاڑون کے آخر مین ہوتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ قوت اور زور عاد کی قوم کا
اُس ہوا کی مصیبت دفع کرنے مین کچھ کام نہ آیا اور اُس ہوا کے ہاتھ سے ایسے عاجز اور لاچار ہوگئے جسطرح
کشتی گر پہلوانون کے ہاتھ مین گراہ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ پھر دیکھتا تو ای دیکھنے والے اگر اسوقت موجود ہوتا
اُس قوم گران ڈیل زبردست کو ان تھوڑے راتون اور دنونمین کہ بیجان پڑے تھے اور ہوا نے ان کی
روحون کو نکال کر انکے جسمونکو مردہ کر کے ڈال دیا تھا كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ گویا کہ وے کھجور
کے ڈنڈ تھے قد کی لنبائی اور بدن کی موٹائی مین لیکن کھوکھلا پڑے ہوئے چنانچہ ہوا انکے مسامونمین اور خولونمین
ایک طرف سے گھستی تھی اور دوسری طرف سے نکل جاتی تھی اور آواز کرتی تھی گویا کہ انکے بدنون مین رطوبت یعنے
تری کا نام نرہا تھا بلکہ سب کو جلا کر خشک کر دیا تھا فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ پھر کیا دیکھتا ہی تو ان دونون فرقونکا

کوئی بھی باقی رہا جو ان فرقون کی نسل سے کہے اور اپنے تئین ان کی طرف منسوب کرے اسی جگہہ سے معلوم ہوا
کہ جو عذاب حاق ہوتا ہی وہ جسپر آتا ہی اس کا نام اور نشان بھی نہین رکھتا ہی اور آدمی کی نسل کو قطع
کر دیتا ہی بخلاف اس عذاب کے جو ابتلا اور امتحان اور آزمایش کے واسطے آتا ہے کہ وہ سبکو شامل نہین ہوتا ہی اور
جڑ سے کھود کر نہین بہاتا وَجَآءَ فِرْعَوْنُ اور آیا فرعون یعنے پیدا ہوا اور غلبہ کیا اور فرعون اصل مین لقب
مصر کے بادشاہ کا جو قبطیون سے ہوتا تھا جسطرح رُوم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور فارس کے بادشاہ کا لقب
کسریٰ اور ترک کے بادشاہ کا لقب خاقان اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع اور ہند کے بادشاہ کا لقب
راجہ ہوتا ہی اور یہان پر فرعون سے ایک شخص معین مراد ہی جو حضرت موسی علی نبینا علیہ الصلوۃ و السلام
کے زمانے سے مصر کا بادشاہ تھا یہود اور نصارے ایسا کہتے ہین کہ اسکا نام قابوس تھا اور قبط کی قوم سے
تھا اور بعضون نے کہا ہی کہ اس کا نام مصعب بن ریّان تھا اور اس کا باپ ریان ابن الولید حضرت یوسف علیہ
السلام کے زمانہ مین مصر کی بادشاہت کرتا تھا وَمَنْ قَبْلَهُ اور وے جو لوگ فرعون کے پہلے تھے
بعضے وے بھی دنیا مین آئے اور ان لوگون سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہی اور انکے دو فرقے
تھے ایک مدین والے جو بیچ شہر مین رہتے تھے اور حضرت ابراہیم کے بیٹے جسکا نام مدین ہی انکی اولاد سے تھے
اور دوسرے ایکہ والے جو شہر کے باہر جنگلون مین رہتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کو حق تعالی نے
ان دونون فرقونکی طرف رسول کر کے بھیجا تھا اور دین اور مذہب اور بت پرستی مین ان دونون فرقون کا
ایک ہی طریقہ تھا وَالْمُؤْتَفِكَاتُ اور الٹی بستیان اور وے چھ یا پانچ بستیان تھین اور انمین جو بڑی بستی تھی اسکا
نام سدوم تھا جس مین چار لاکھ آدمی تھا حقتعالے نے حضرت لوط علیہ السلام کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
بھانجے ہوتے ہین ان کی طرف رسول کر کے بھیجا اور حضرت لوط علیہ السلام بیس برس انمین رہے اور انکو ایمان کی
طرف بلایا لیکن وے ایمان نلائے بِالْخَاطِئَةِ بڑے بڑے گناہونکے ساتھ جنکا برا ہونا سبکے نزدیک
ثابت تھا سو فرعون کے گناہ یے تھے کہ پہلے پیغمبر کی اولاد سے دشمنی شروع کی یعنے بنی اسرائیل سے اور اس
عداوت کا سبب یہہ تھا کہ جسوقت حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی بادشاہ کیطرف سے جسکا نام ریان تھا
مصر کی سلطنت کے مختار ہوئے اور بنی اسرائیل اسواسطے سے مصر مین گئے اور وہانکی سکونت اختیار کی تو حضرت

یوسف علیہ السلام کے غلبے اور شوکت کی سبب سے سب مصر والے بنی اسرائیل کی بہت تعظیم اور بزرگی کرتے
تھے پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے وفات پائی اور فرعون مصر کا بادشاہ ہوا تو بنی اسرائیل
کی بزرگی اور عزت جو مصر والے کرتے تھے اسکے دل کو نہ بھائی بلکہ گران معلوم ہوئی چاہا کہ کسی تدبیر سے بنی اسرائیل
کو مصر والون کی نظر وںمین ذلیل اور خوار کرے تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ریاست کا خیال بنی اسرائیل کے دل
مین نرہے اور اس سبب سے ریاست کے کامونمین دخل کی خواہش نکرین آخر ہوتے ہوتے اسقدر ظلم اُن پر
کرنے لگا کہ کوری اور چمارون کی طرح اسکی بیگار مین ہمیشہ گرفتار رہتے تھے کسی سے عمارت اپنی بنواتا تھا اور کسی
سے کھیتی اور کسی سے باغبانی اور کسی سے اینٹ بنواتا تھا اور کسی سے اینٹ پکواتا تھا غرض کہ سب ذلیل کام
اُنہی سے لیتا تھا اور سخت بے رحم پیادے اُن پر مقرر کئے تھے اور اپنے تئین سب مصر والون کا معبود ٹھہرا کر
سب سے اپنے تئین سجدہ کرواتا تھا اور بنی اسرائیل یہہ بات اس کی نہین مانتے تھے اسواسطے اور
اُنپر غصے مین آتا تھا اور ایذا پہنچاتا تھا یہان تک کہ کاہنون اور نجومیون نے فرعون کو خبر دی کہ اس بنی اسرائیل
کی قوم مین ایک لڑکا پیدا ہوگا اس طرح کا کہ تیری بادشاہت اسی کے ہاتھ سے جائے گی یہہ بات
سنتے ہی اس بدبخت نے ایسا حکم کیا کہ دائیان بنی اسرائیل کے گھر بگھر ہمیشہ پھرتی رہین اور دیکھا کرین جس
عورت کو انمین سے حاملہ دیکھین اس کا نام اور پتا کوتوال کے دفتر مین لکھواوین پھر جب جننے کا وقت ہو تو
کوتوال کے پیادے اسکے دروازے پر جا کر کھڑے رہین اور دائیان جنوا کر اس لڑکے پیدا ہوئے کو باہر لا کر ان
پیادون کو دکھلاوین اگر وہ بیٹا ہو تو پیادے اُسیوقت اسکو مار ڈالین اور اگر وہ بیٹی ہو تو اسکو چھوڑ دین
غرض کہ برسون یہہ ظلم اس کا اُن پر جاری رہا اور سوا اسکے دوسرے طرح طرح کے جو بنی اسرائیل پر کرتا تھا سو
تمام عالم مین مشہور ہین اور باوجود ان ظلمونکے لوگون پر بت پرستی اور شرک کرنیکے واسطے زبردستی کرتا
تھا اور جو منع کرے کے آدمیون کو مارنا اسی کی ایجاد تھی آخر ہوتے ہوتے اس کا کفر اس درجیکو پہنچا کہ بخوف اور
خطر پکار کر کہتا تھا کہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى یعنے مین ہون تمہارا رب سب سے بڑا اور حضرت شعیب علیہ السلام کی
قوم کے گناہ بعضے وے تھے کہ مدین اور ایکہ والے دونون ان مین شامل تھے جیسے بت پرستی اور ماپ اور تول
مین کمی کرنا کہ یے دونون چیزین ان سب لوگون مین بے انتہا رواج پائی تھی لیکن قزاقی اور رہزنی کرنا خاص مدین

والون کا چلن تھا کہ شام اور مصر کی راہون پر گڑھیان بنا کر چھپے بیٹھے رہتے تھے اور قافلے لوٹتے تھے اور بہت مال لاتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے گناہون مین سب سے بڑا گناہ لونڈے بازی تھی یعنے مرد مرد کے ساتھ برا کام کرتا تھا اور سوائے اس برے فعل کے اور بہت سی برائیان اور بدعتین ان مین رائج تھین جیسے کبوتر بازی اور مینڈھے لڑانا اور پتھرون سے آپس مین لڑنا اور مہمان کو اپنے گھر اترنے ندینا اور اگر کوئی دوسرے اونکے شہر مین غلہ خریدنے کو آوے تو اسکو خرید کرنے کو ندینا اور آپس کی ہنسی کھیل مین گالیان دینا اور فحش بکنا اور راہ چلتے سے مسخری کرنا اور عورتون کی طرح مسی لگانا اور ہاتھ پانوٗن عورتون کی طرح مہندی سے رنگنا اور بیحیائی مین انتہا درجے کو پہنچے تھے یعنے سب کے سامنے ننگے ہو کر ایک دوسرے کے منھ پر گوز مارتا تھا پھر حقتعالی نے اُن سب کی ہدایت کیواسطے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف اور حضرت شعیبؑ کو مدین اور ایکہ والون کیطرف اور حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم وغیرہ کیطرف رسول کر کے بھیجا اور اُن برائیون سے ان سب کو منع فرمایا فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ پھر نافرمانی کی ہر ایک نے انمین سے اپنے اپنے رسولونکی جو انکے پروردگار کے بھیجے ہوئے تھے اور حکم نمانا اور اپنی برائیون کو نہ چھوڑا بلکہ اپنے اپنے وقت کے رسولونسے مقابلہ کرنے بیٹھے اور لڑائی اور جھگڑا شروع کیا فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً پھر پکڑا انکو اُن کے رب نے بڑی پکڑ یعنے پیغمبرون کی نبوت کے انکار سے جس گرفتاری کے لوگ لایق ہوتے ہین اس سے زیادہ گرفتاری ان لوگون کے واسطے ہوئی تاکہ وہ زیادہ گرفتاری ان گناہون کے مقابلہ مین واقع ہووے سو فرعون کو اسی کے کہنے کے موافق دریا مین ڈبویا اسواسطے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک فریادی کی شکل بنا کر اسکے دربار مین آکر اس سے پوچھا کہ اگر کسیکا غلام اسکی غلامی سے منکر ہو کر اپنے خاوند کے مقابلہ مین آپ بھی اپنی صاحبی کا دعوی کرے تو ایسے غلام کیواسطے بادشاہ کا کیا حکم ہی اور کیسی سزا اسکو دی جاوے فرعون نے کہا کہ ایسے غلام کو جو اپنے خاوند کی نعمتون کا منکر ہی دریا مین ڈبویا چاہیئے اور یہہ بھی ہی کہ اکثر فرعون اپنی فخر اور بڑائی مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے مین بیان کیا کرتا تھا کہ مین ایسا ہون کہ مصر کے ملک مین نہرین جاری کی ہین اور ان نہرون کو اپنے مکانونکے نیچے سے بہا لایا ہی سو ایسے شخص کو کہ نہرونکے جاری کرنیکو بڑا اپنا فخر سمجھتا تھا اور اس بات سے اسکو نہایت لذت حاصل ہوتی تھی دریا مین ڈبو کر ہلاک کرنا بہت مناسب ہوا کہ اُن چھوٹی چھوٹی نہرونسے

کیا ہوتا ہی تو تو مصر کا بادشاہ ہی تجھکو بڑے دریا کی سیر کرنا چاہئے اور جیسا کہ تو ان نہرون کو اپنے
مکانون کے نیچے سے جاری کرکے مزے اور عیش کرتا تھا ویسا ہی اب ہم ایسے بڑے دریا کو تیرے سر اور
تمام بدن پر جاری کرینگے تاکہ تیری لذت کے اسباب چارون طرف سے تجھکو گھیر لیوین اور فرعون کے عذاب
کی زیادتی اسطرح سے ہوئی کہ تمام اسکی سلطنت اور مکانات اور باغات اور اچھے اچھے محل فرش فروش سے
آراستہ اور خزانے بے انتہا ایک پل مین اسکے ہاتھ سے نکال کے اسکے دشمنون کو جو بہت حقیر اور ذلیل اسکی
نظرون مین تھے عنایت ہوئے اور عادت یون ہی کہ بادشاہون پر شدت اسطرحکے عذاب کی ہوتی ہی اور حضرت
شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو دو فرقے تھے کئی طرح کا عذاب ہوا مدین والون پر صیحہ یعنے سخت آواز بھی ہوئی
جیسی ثمود کی قوم پر ہوئی تھی اور بھونچال نے بھی ان کو ہلاک کیا اور ایک قسم کے عذاب کا دوسری قسم کے
عذاب کے ساتھ ملنے سے عذاب کی زیادتی ہوتی ہی حضرت شعیب علیہ السلام کے جھٹلانے اور حقیر جاننے کے
عوض مین سخت آواز سے جھڑکے گئے اور ماپ اور تول مین جو کمی کرتے تھے اور ڈنڈی یا پیالہ نہ ہلا دیتے تھے
تاکہ ماپی اور تولی چیز برابر نہ اترے اسکے عوض مین بھونچال مین مبتلا ہوکر ہلاک ہوئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی
قوم کو تہ بالے نیچے سے اوپر لے گئے پھر وہان سے الٹا کر پھینک دیا اسواسطے کہ انکا کام لونڈے بازی اور بیحیائی
تھی جسمین موضوع کا قلب لازم آتا ہی یعنے جو چیز جسواسطے مقرر کی ہی اسکو الٹا کرنا جیسے مرد کو کہ حقتعالی نے
اسواسطے نہین پیدا کیا کہ اوندھا پڑے اور اپنے تئین ذلیل کرے بلکہ اسکو عزت والا پیدا کیا ہی کہ یہہ عورت پر
سوار ہوا اور اسکے بعد ان پر پتھر جلے ہوئے برسے اسواسطے کہ لونڈے بازی مین زنا کا مزا انکو ملتا تھا اور زنا
کی حد رجم ہی یعنے پتھر مارنا اور اس مقام پر بعضے لوگون کے دلمین شبہ آتا ہی کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم
کے شہرون کو الٹا کر دیا تو وے لوگ ہلاک ہوگئے اور انکی لاشین زمین کی تہ مین چھپ گئین پھر انپر پتھر
برسانے سے کیا فایدہ اسواسطے کہ پتھر زمین پر گرے ہونگے اور ان کی لاشین بہت دور زمین کی تہ مین چھپی
ہونگی جواب [illegible] یہہ ہی کہ ان پتھرون نے اپنے مادے کی تیزی سے گندھک کی خاصیت پیدا کی تھی اور کچھ ان پتھرون
کا بھاری پن [illegible] اور ان دونون چیزون کے آپسمین جمع ہونیکے سبب سے وے پتھر اسقدر
زور سے گرتے تھے کہ زمین کو پھاڑ کر گھس جاتے تھے اور ان کی لاشون تک پہنچکر ان کے جسمون مین آگ

لگا دیتے تھے اور الٹا کر پھینکتے وقت مین اگرچہ احتمال اسبات کا ہی کہ ان کی روحین اُن کی بدنون سے جدا ہوئی ہو وین لیکن روح کو جو اپنے بدن کے ساتھہ ایک طرح کا علاقہ باقی رہتا ہی وہی علاقہ روح کے عذاب کا سبب پڑتا ہی اسیواسطے مردے کی ہڈی توڑنے سے اور کسی دوسری طرح کی اذیت اور سختی پہنچانے سے منع آیا ہی تو ان شہرونکو الٹا کرکے پھینکنا دنیا کا عذاب تھا اور پتھر برسانا اور اُن پتھرون سے انکے بدنون کو جلانا یہہ برزخ کا عذاب تھا اور یہہ بھی احتمال ہو سکتا ہی کہ جب انکو الٹا کرکے پھینکا تھا تو زمین پر پہنچنے کے پہلے ہی پتھر برسائے ہون تو اس صورت مین یہہ بھی دنیاہی کے عذاب سے ہوگا ہر صورت سے یہہ پانچو واقعہ حقیقی حاقے کی مثالین ہین کہ کافرون کو ان کے کفر اور نافرمانی کے سبب سے بدون شریک کرنے مسلمانونکے اور بدون فلکی اور عنصری اسباب کے طلب کرنے سے طرح طرح کے عذاب سے اُن کو نیست و نابود کر دیا اور اگر باوجود ایسی مثالون اور نظیرون کے پھر بھی کسی کو شبہ باقی رہی اور کہے کہ ان واقعون مین مسلمانون کا بچ رہنا اور کافرونکا نیست اور نابود ہو جانیکا ایک سبب تھا کہ پہلے ایماندارون کو کافرونسے جدا کر دیا تاکہ وے عذاب کے مقام پر نرہین بلکہ وہان سے دور ہو جاوین پھر کافرون پر عذاب کیا اور یہہ ایماندارونکو عذاب کے آنیسے خبردار کر دینا اور عذاب کے مقام سے دور کر دینا امتیاز کا سبب ہوا لیکن قیامت کو مسلمان اور کافر ایک ہی مقام پر جمع ہونگے اور وہانسے بھاگنا اور علیحدہ ہونا کسیطرح ممکن نہوگا اور عذاب کے اسباب عام اور سب کو شامل ہونگے وہان حاقہ کے معنے کسطرح ہو سکتے ہین تو ہم کہینگے کہ شاہد اور گواہ اسکے بھی سنو کہ اِنَّا لَمَّا طَغَی الْمَآءُ بے شک جب زیادتی کی پانی نے آسمان اور زمین کے برسات کی کثرت اور چشمون کے اُبلنے اور بہنے سے اسقدر کہ تمام روئے زمین کو چھپا لیا بلکہ بڑے اونچے پہاڑون کی چوٹی اوپر چالیس چالیس گز پانی اونچا چڑھ گیا تھا اور آسمان اور زمین کے درمیان مین بھی چالیس روز تک پیہم برسات کی کثرت سے پانی غالب رہا اور یہہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے حاقے کا حال ہی اور طوفانکے بولنے سے بھی واقع مراد ہوتا ہی اور یہہ بات ظاہر ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام اور سب مسلمان اِس واقعہ مین سلامت رہے باوجود اسبات کے کہ وہ بلا عام تھی اور طوفان نے تمام روئے زمین کو اور زمین اور آسمان کے بیچ کو چھپا لیا تھا کوئی جگہہ بھاگ نکلنے کی باقی نرہی تھی ہر جگہہ پر طوفان

تھا انکو بھی بھاگنے سے بچاؤ نتھا اگر حقتعالے حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین کو نہ بچاتا تو وے سب اس طوفان
مین ہلاک ہو جاتے اور تم لوگون نے جو حقتعالے کے نعمتون کی انکار پر کمر باندھی ہی سو تمھارے وجود کا پتا بھی معلوم
ہوتا اسواسطے کہ تم لوگ حضرت نوحؑ اور اُنکے اولاد کی نسل ہو پھر اگر اسوقت تمھارے باپ دادون کی
محافظت حقتعالی نکرتا تو تم کسطرح اسوقت مین پیدا ہوتے سو اسوقت مین حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین کے
بچاؤ کے واسطے ایک تدبیران کو تعلیم کردی ہمنے تاکہ وے لوگ اس طوفان مین شریک بھی رہین اور اس
عذاب سے بچے بلکہ عذاب کی چھینٹ بھی ان تک نہ پہنچے اور اس تعلیم کے مضمون کا حاصل یہہ ہی کہ لکڑے کے
سوائے کوئی دوسری چیز اسکی صلاحیت نہین رکھتی اسواسطے کہ پانی کی اصل ثقیل ہے یعنے بھاری ہے
اسکی طبیعت اسی بات کو چاہتی ہے کہ زمین پر ٹھہرا رہے اگر جس چیز مین کہ زمین کے اجزا غالب ہین اس سے کوئی چیز
مرکب کرکے یعنے بناکے پانی مین ڈالین تو پانی اسکو اپنی تہ مین لیجائیگا اور نیچے بٹھا دیگا اور آپ اسکے اوپر
رہے گا سو ایک جوہر لطیف چاہیے جو پانی کے اوپر تیرا کرے اور اسکے نیچے نہ بیٹھ جائے اور ایسا لطیف اور پاکیزہ
جوہر دو عنصر مین منحصر ہے ایک آگ اور دوسری ہوا سو آگ کی اصل جلا دینا ہی پھر اسپر آدمی کو سوار کرنا گویا
اسکی ہلاکی کی خوشخبری دینا ہے اور ہوا اگرچہ آدمی کی طبیعت کے موافق ہے اور اسکے جسم کو فاسد اور
خراب نہین کرتی لیکن از بسکہ لطیف اور پاکیزہ ہے قابل اسکے نہین ہے کہ آدمی باوجود اپنے جسم کے بھاری
ہونے کے اسپر سوار ہو سکے سو اسواسطے حضرت نوح علیہ السلام کے دلمین بات یہ ڈال دیا کہ جو چیز بہت ٹھوس
نہو بلکہ اسکے مسام اور سوراخون کے خالی ہونے کے سبب سے اسمین ہوا ورا سکتی ہو اور بہت ہوا اسمین
بند ہو سکتی ہو ایسی چیز اختیار کرو اور اس قسم کی چیز لکڑی ہے کہ ہمیشہ ہوا اسکے مسام اور منفذ مین در
آتی ہے اور اسکو اوپر اٹھا لیتی ہے بخلاف حیوانات اور معادن یعنے زمین کے اندر پیدا ہونیوالی چیزون کے
اور یہی وجہ ہے کہ لکڑی اور پتے درختون کے کتنے ہی بہت ہون اور بھاری لیکن پانی کے اوپر ہی رہینگے
پانی کی تہ مین نہ بیٹھ جائینگے اور معدنی چیزین جیسے لوہا وغیرہ اور جانورون کے جسم کتنے ہی چھوٹے اور ہلکے
ہون لیکن پانی کے نیچے تہ مین بیٹھ جائینگے اسواسطے کہ لکڑی اور پتا ہوا کا ظرف ہے اور ہوا لطیف اور
اوپر رہنے والی ہے اور ظرف کو مظروف کا حکم ہوتا ہے اس مقدمے مین اور معدنی اور حیوانی جسم ٹھوس

ہو سکتا اور پتھر تانبا وغیرہ دھاتین کہ آسمانون کے بھر بیٹھنے مین ہولکے ظرف نہین ہو سکتے ہین ارضی جزانکے غالب ہوتے ہین اور مٹی کا جوہر
بھاری ہے پانی کی تہ مین بیٹھنے والا ہے غرض کہ لکڑی کے سوائے کوئی چیز ایسی نتھی جو اس کام کی لیاقت رکھے
اسواسطے حکم ہوا کہ نباتی جسم سے یعنے لکڑی سے ایک شہر مختصر تیار کرو اسقدر جس مین آدمی اور جانور اور
ان سب کے چھ مہینے کے کھانے کی گنجایش ہو سکے اور اسکو طبقہ طبقہ کر دیعنے ایک کے اوپر ایک پھر نیچے کے
طبقے مین چارپایونکو اور درندے جانورون کو رکھو اور بیچ کے طبقے مین آدمی اور جنات کو اور اوپر کے طبقے مین اڑنیوالے
جانورون کو رکھو اور سب جتنے جانور چرندا ور پرند ہین ان سبکو حکم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی تابعداری مین جاکر
حاضر ہوا اور حضرت نوح علیہ السّلام کو حکم ہوا کہ ایک ایک جوڑا ان سب جانورونمین سے پکڑ کر کشتی مین رکھو
پھر حقتعالی کی قدرت کاملہ سے حضرت نوح علیہ السّلام کا دست مبارک اسی جانور کے جوڑے پر پڑتا تھا جسکی
نسل کا باقی رکھنا قیامت تک مقدر اور منظور تھا پھر حقتعالی نے درندے اور موذی جانورونکے دلمین سے
اس عداوت کو جو دوسرے جانورونکے ساتھ رکھتے ہین چھ مہینے تک بالکل نکال ڈالا تھا تا کہ ان سبکا ایک جاے
پر رہنا ہو سکے اور اوپر کے پانی کا بچاؤ بے سرپوش کے ممکن نتھا سو حضرت نوح علیہ السّلام کے دلمین یہ بات بھی القا
کیا کہ اس چلتے شہر کے واسطے ایک سرپوش بھی جو اوپر سے سب کشتی کو ڈہانک لے تیار کر رکھو تا کہ سوار ہونے کے بعد
اس سرپوش سے کشتی کو ڈھانک لینا اور روشنی کے واسطے حکم ہوا کہ روشندان یعنے سوراخ اس سرپوش
مین اسطور پر رکھو کہ روشنی بھی رہے اور برسات کا پانی کشتی کے اندر نہ آوے اور اس چلتے شہر کا نام سفینہ اور جہاز
اور کشتی رکھا پھر جو اس کشتی کو مہینون پانی چیرنا اور موجون کے تھپیڑون کی برداشت کرنا تھا تو اسواسطے حکم
ہوا کہ اس کشتی کا سر مرغ کے سر کے مانند اور اس کا سینہ بط کے سینے کے مانند اور اسکی دم کبوتر کے دم کے مانند بناؤ تا کہ
موجونکے صدمون سے الٹ نجاوے اور جو طوفان کے آنے کا وقت معلوم نتھا تو اسواسطے حضرت نوح علیہ السّلام
اور مومنین کو ایک نشان بھی بتلا دیا یعنے جسوقت تمھارے گھر کے تنور سے پانی کا ابلنا شروع ہووے تو جان
لینا کہ پانی کی طغیانی اور طوفان کا وقت آپہنچا اور بوجھ لینا کہ پانی کی روح کو تمام عناصر پر اسقدر غلبہ ہوا
کہ تنور کی آگ نے اسکے مقابلے مین نیستی کا حکم پیدا کیا چنانچہ اس علامت کے ظاہر ہونے کے وقت حَمَلْنٰكُمْ
فِی الْجَارِیَةِ اٹھا لیا یعنے لاد لیا ہمنے تم کو اس چلتی کشتی مین جو اسی طوفان کے پانی مین تھی جس مین سب کافر

ڈوب گئے اور وہ کشتی غرق ہوتی تھی پھر اب غور کرو اور سوچو کہ باوجود عذاب مین شریک ہونے کے تمکو ہمنے بچا رکھا اور ڈوبنے نہ دیا ان مسلمانون کے طفیل سے یعنے اس سبب سے کہ تم انکے پیٹھ مین نطفہ تھے اور وہ کشتی تمھاری اس عذاب کے مادے پر یعنے طوفان کے پانی پر نہایت آہستگی سے چلی جاتی تھی کچھ صدمہ اسکو نہین پہنچتا تھا اسیطرح قیامت کے دن ایماندار پلصراط جو دوزخ کے اوپر ہوگا چلے جاینگے اور کچھ صدمہ انکو نہ پہنچے گا اور اس کشتی کے بنانے کی تدبیر سکھانے مین ایک نفع تمھارے واسطے دوسرا بھی رکھا ہے ہم نے لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً تاکہ کردین ہم اس کشتی کو واسطے تمھارے یادگاری اور جس مقام پر ڈوبنے کا خوف ہو اور تم ارادہ کرو کہ اس شہر سے دوسرے شہر کو یا اس کنارے سے دوسرے کنارے کو پانی سے اتر کر پہنچا چاہیئے تو وہان اسیطرح کا چلتا گھر یعنے جہاز یا کشتی کسی لکڑی سے تیار کرکے پار ہوجایا کرو اور اپنے مطلب کو پہنچا کرو اب اس باتمین تمکو چاہیئے کہ خوب غور کرو اور تامل کرکے بوجھو کہ گناہونکا بوجھ بھی اسیطرح ندامت اور حسرت کے دریامین ڈبونے والا اور دوزخ کے گڑھے مین ڈالنے والا ہے اس سے نجات اور خلاصی بدون وسیلے کسی ایسے شخص کے جسنے اپنے تئین گناہون سے خالی کرکے اس سب لطیفون سے لطیف کا یعنے ارحم الراحمین کی رحمت کا ظرف اور نزول گاہ بنا رکھا ہو ممکن نہین ہے جیسے لکڑی کہ اپنے تئین ہوا لطیف کا ظرف بناکر بھاری بھاری چیزونکو پانی مین ڈوبنے سے بچاکر پار کردیتی ہے سو تمکو بھی چاہیئے کہ جسطرح ہوسکے اپنے تئین بھی کسی لطیف کے ظرف مین یعنے کسی صاحب باطن صالح کے دل مین جگہہ دو تاکہ اس لطیف کی برکت جو اس ظرف کی مظروف ہے تمھارے حال پر بھی متوجہ ہوا سواسطے کہ وہ لطیف اس ظروف کا مظروف ہے اور تم بھی اس ظرف کے مظروف ہوئے تو اس لطیف سے ایک نوع کا اتحاد بہم پہنچا اور یہہ اتحاد ان گناہون کے بھاری پن سے سبکباری اور خلاصی حاصل کرسکتا ہے سو ایسے لطیف ظرف ہر زمانے مین کمیاب اور نادر الوجود ہوتے ہین ایسے لوگونکی طلب اور تجسس مین ضرور رہا چاہیئے اور دل اور جان سے ان کی محبت اور متابعت مین کوشش کیا چاہیئے تاکہ ان لوگونکے دلونمین اپنی جگہہ پیدا ہو سو اس امت مرحومہ کے واسطے ایسے لطیف ظرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہین ان کی محبت اور متابعت اسبات کا سبب پڑتی ہے کہ انکے دلون مین اس شخص کی جگہہ پیدا ہوا اور جب یہہ بات حاصل ہوئی تو وے دل تو حقتعالے جلشانہ کے لطف کے نور سے معمور اور بھر

ہوئے ہین تو اس شخص کو بھی ان دلونین جگہہ پانے سے اور ان کی ہمسائگی کی برکت سے جناب پاک پروردگار
سے ایک طرح کی مناسبت حاصل ہوجائے گی اور یہہ مناسبت گناہونکے بوجھہ کے دفع کرنے مین تریاق کا حکم
رکھتی ہی اور کیا اچھی بات کہی ہی کسی شاعر نے ؎ مور بیچارہ ہوس کرد کہ در کعبہ رسد دست
در پای کبوتر زد و ناگاہ رسید یعنے جیونٹی بیچاری نے حوصلہ کعبہ جانے کا کیا کبوتر کے پانون کو ہاتھون سے
تھانبا اور اس وسیلے سے کعبہ کو پہنچی اور اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي
فِيكُمْ مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ یعنے مثال میرے اہل بیت کی تم مین
مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہی کہ جو سوار ہوا کشتی مین اسنے طوفان سے نجات پائی اور جس نے اس سے
منہہ موڑا اور پیچھے رہگیا وہ ڈوبا اور ہلاک ہوا اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس بزرگی اور
فضیلت سے خاص ہونے کی وجہہ یہہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آپ کے عمل کے کمال کی صورت تھی
اور حضرات اہل بیت کو بھی حقتعالے جلشانہ نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کی صورت گردانا تھا
اور یہہ عبارت ہی طریقت سے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی کمال کا بھی دوسرے مین
جلوہ گر ہونا بدون حاصل ہونے ذاتی مناسبت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روحی قوتون مین
جیسی عظمت اور پاکی اور حفظ اور جوانمردی اور بخشش مین کسیطرح متصوّر نتھا اور یہہ مناسبت بغیر ولادت
اور بغیر اصلی اور فرعی علاقے کے کسیطرح حاصل نہین ہوسکتی سو اس کمال کے دریا کو جو مختلف ولایتون کا اصل اور
منبع ہی اسکے سب شعبون اور شاخون کے ساتھہ اسی ٹھانے سے بہایا ہی اور اسی پرنالے سے جاری کیا ہی اور
انہی معنے ہین امامت کے جو ان بزرگوارون مین ایک دوسرے کو وصی کرتا آیا ہی اور یہی وجہہ ہی کہ یہہ بزرگ
اس امت کے تمام اولیا کے سلسلون کے مرجع ہین اور جو شخص کہ تمسک حبل اللہ کا کرتا ہی تو بالضرور اسکے
استفاضہ کی سند انہی بزرگوارون تک پہنچتی ہی اور وہ اسی کشتی مین بیٹھتا ہی بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے علمی کمال کے کہ وہ کمال اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مین جلوہ گر رہا اسواسطے کہ اس کمال کے حاصل کرنے
اور اسمین کمال پیدا کرنے کے واسطے مدت دراز تک ہم صحبت رہنا اور مرضی نامرضی کو اسکی دریافت کرنا
ضرور ہی جیسے شاگرد کی نسبت ہوتی ہی استاد سے تاکہ بات کے مطلب کو پہنچنا اور مشکل کو حل کرنا اور مجہول چیز کے

نکالنے

نکالنے اور دریافت کرلینے کا طریقہ حاصل ہووے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ
اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ یعنے میرے اصحاب ستارونکے مانند ہین ان مین سے جسکی تم
پیروی کروگے مطلب کی راہ کو پہنچ جاؤگے سو جسطرح ظاہر کے دریا سے پار ہونا بدون کشتی کی سواری اور تارونکے
حساب دریافت کرنے کے تاکہ مطلب کی طرف سے دوسری طرف کشتی نہونے پاوے ہرگز ہو نہین سکتا اسیطرح
حقیقت کے دریا کو بھی بدون علمی اور عملی دونون بازوؤنکے قطع کرنا اور پار ہونا کسیطرح ممکن نہین ہی تو
مسلمان آدمیکو بھی ان دونون بازوؤنپر تمسک اور اعتماد کرنا ضرور رہوا اور اس مضمون کو کسی شاعرنے
ہندی بیتون مین بخوبی ادا کیا ہی اور وے بیتین یے ہین **نظم** جب کہ اصحابون کو حضرت کہہ گئے
ہین کواکب سے ہدایت کے لئے اور عترت کے تئین کشتی کہا دونون ان جزؤن سے یہہ ظاہر ہوا عترت
اصحاب بیشک وگمان لازم وملزوم ہین دونو یہان گرچہ ان دو کو نمانے گا کوئی راہ وہ ہرگز نپاویگا
کبھی ایک کا ان دو سے ہو گر بغض وکین ہوگی اسکی بھی ہلاکت بالیقین جو نہ سمجھے انکو نجم چرخ دین
گم کرے کشتی وہ اپنی بالیقین کشف ہی بالکل بمعلم پر یہہ راز بن کواکب چل نہین سکتا جہاز یا فقط بس
جان لے انجم کو جو اور تمسک اسکو کشتی کا نہو غرق دریائے ضلالت مین رہے اسکے تئین ساحل کا
ناکا کب سلے انتہی اور اسیواسطے فرمایا ہی وَّتَعِيَهَآ اور یاد رکھے اس طوفان مین ڈوبنے سے بچ
رہنے کو اور کشتی کی حالات کو جو اسوقت کے مسلمانون کو اس تدبیر سے حاصل ہوا تھا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ وہ
کان جو یاد رکھنے والا ہی ایسے قصونکو اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب یہہ آیت نازل ہوئی تب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَهَا اُذُنَكَ
يَا عَلِيُّ یعنے دعا مانگی مین نے اللہ تعالی سے کہ کردے اللہ تعالی ایسے کان تیرے ای علی اور حضرت علی رضی
اللہ عنہ کو خاص کرنا اس شرف اور بزرگی سے اس نکتہ کے واسطے ہی کہ اہل بیت کے کشتی ہونے کے
معنے بدون متوسط ہونے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ممکن نتھے اسواسطے کہ اہل بیت آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے اس وقت مین بچے تھے اس طریقے کی امانت کے قابل نتھے اور ان کی تربیت کا
عہدہ کسی دوسرے کو حوالے کرنا آپ کی شان کے لائق نتھا تو گناہون کے بوجھ سے نجات حاصل کرنیکے قاعدے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم کرنا اور انکو اسمین امام کرنا اور اپنے علمی کمال کو ان کے صورت مین ظاہر کرنا ضرور ہوا تاکہ وے یعنے حضرت علی رضی اللہ عنہ نبوت کے حکم سے یعنے باپ ہونے کے سبب سے اس کمال کو تر و تازہ صاجزادونکو پہنچاوین اور یہہ سلسلہ قیامت تک انہی کے واسطے سے جاری رہے اسی واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یعسوب المومنین کا خطاب دیا ہی اور یعسوب شہد کی مکھی کے بادشاہ کو کہتے ہین اور باوجود اس بات کے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین پرورش پائے تھے اور دامادیکا علاقہ بھی آپ سے رکھتے تھے اور بچپن سے ہر کام مین رفیق اور شریک رہے تھے تو گویا آپکے فرزند کے حکم مین تھے اور قرابت مین بھی بہت قریب تھے سو اس سبب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روحانی قوتونمین بہت مناسبت حاصل تھی تو گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمال کے ظل اور صورت تھے اور یہی مراد ہی ولایت اور طریقت سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وہ انکی استعداد بہت بڑہ گئی اور انتہا درجے کے کمال کے مرتبے کو پہنچی چنانچہ اسکے آثار اور نشانیان ظاہر اور باطن ہر طریقے اور ہر سلسلے کے اولیاء اللہ مین روشن اور ہویدا ہین والحمد للہ علی ذالک اور جب خاص و عام حاقے جو دنیا مین واقع ہوئے ہین مثالون کے بیان کرنے سے سمجھ مین آگئے تو اب آخرت کے حاقے کو تصور کرنا اور بوجھنا آسان ہوگیا اتنا ہی فرق ہی کہ دنیا کے حاقے مین تخصیص ہی اور آخرت کے حاقے مین انتہا درجیکا عموم اور شمول ہوگا فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ پھر جسوقت پھونکا جائیگا صور مین یعنے نرسنگھے مین ثمود کے قوم کی آواز کیطرح جو جبرئیل حقیقت کے آثار سے تھی اور یہہ پھونک اسرافیل حقیقت کے آثار سے ہوگی اور اسکے خادم اور مددگار روحونکے قبض کرنے کے واسطے عزرائیلی حقیقت ہوگی چنانچہ ثمود کے قوم پر آواز کرنے کے وقت بھی یہی حقیقت اس قوم کی روحونکے قبض کرنے کے واسطے خادم اور مددگار ہوئی تھی فرق ان دونون آوازون مین اتنا ہی کہ یہہ نفخہ نہوگا مگر نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ پھونکنا ایک شخص تنہا کا جو تمام عالم کے جاندارون کی روحین کھینچ لینے کے واسطے کفایت کریگا بخلاف ثمود کے قوم کی آواز کے کہ وہ خاص ایک ہی قوم کی روحونکے کھینچ لینے کے واسطے تھی اگر وہ آواز سب جاندارونکے واسطے فرض کی جاتی تو بہت آوازین متعدد چاہئے تھین اور اس نفخہ سے پہلا نفخہ مراد ہی چنانچہ حضرت

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہؓ سے منقول ہے اسواسطے کہ زمین اور پہاڑ ونکا آپس مین ٹکرانا اور عالم کی خرابی کا شروع اسی نفخہ سے ہے اور وہ جو بعضے قدیم مفسرون نے کہا ہے کہ اس سے دوسرا نفخہ مراد ہے تاکہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ کے مضمون کے ساتھ مناسب ہووے اس واسطے کہ اعمال کا عرض دوسرے نفخہ کے بعد ہے سو اسکا جواب یہہ ہے کہ پہلی بار کے صور پھونکنے کے وقت سے یہان تک کہ بہشتی بہشت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل ہونگے ایک ہی دن ہے تو اس صورت مین کہہ سکتے ہین کہ جسدن پہلا صور پھونکا جاوے گا اسیدن عرض اعمال ہوگا اگرچہ کچھ دیر سے ہووا اور صور بیل کے سینگھ کی شکل ہے اور بعضی ضعیف روایتون مین آیا ہے کہ صور کی لنبائی ہزار سال کی راہ کی ہے اور اس ایک سینگھ مین سات پیچ واقع ہوئے ہین اور ہر دونون پیچون کے درمیان مین گرہین ظاہر ہوئی ہین جیسے نیشکر یعنے گنے کی پور اور ہر پور مین سوراخ ہین بھڑ کے چھتے کے مانند اور ہر سوراخ مین ٹھہراؤ ایک ایک روح کا ہوگا عالم کی روحون سے چنانچہ پہلے خانے مین فرشتون کی روحین ٹھہرینگی اور دوسرے خانے مین پیغمبرون کی روحین اور تیسرے خانے مین صدیقون کی روحین اور چوتھے خانے مین شہیدون کی روحین اور پانچوین خانے مین ایماندارون کی روحین اور چھٹے خانے مین کافرون کی روحین خواہ وے کافر آدمیون سے ہون یا جنون سے یا شیطانون سے اور ساتوین خانے مین باقی تمام مخلوقات کی روحین ٹھہرین گی اور صور پھونکنے کی خدمت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے واسطے معین ہے پہلے نفخہ مین اس مضمون کو ادا کرینگے کہ ای روحو اپنا اپنا قالب چھوڑ کر میری طرف آؤ اور دوسرے نفخہ مین اس مضمون کا کلام کہینگے کہ ای سڑی ہوئی ہڈیو اور ای کٹی ہوئی رگو اور ای پراگندہ اور جدا جدا ہوئے گوشتو تم سب جمع ہو جاؤ اور ای روحو تم سب اپنے اپنے قالبون مین در آؤ اور مفسرون نے کہا ہے کہ پہلے نفخہ مین سب کی روحین اپنا اپنا قالب چھوڑ دین گی مگر حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیلؑ اور حضرت عزرائیل اور حضرت اسرافیلؑ اور حقتعالی کے عرش کے اٹھانیوالے فرشتے علیہم السلام کی روحین سو حقتعالے جل شانہ ان سب کی روحین اپنی قدرت کے ہاتھ سے قبض فرماویگا اور پھر سب کے پہلے حضرت اسرافیل زندہ ہونگے تاکہ اپنی خدمت معین کو یعنے نفخہ ثانی کو بجا لاوین اور دوسری مرتبے صور پھونکین غرض کہ عالم کے خرابی کی ابتدا پہلے نفخہ سے شروع ہوگی اور تمام عنصرون کی روحین کھینچ جاوینگے

بیان صور کا

بیان اس مضمون کا کہ پہلے صور پھونکنے کے بیان مین

اور اس آواز تند اور سخت کے سبب سے ہوا جنبش مین آوے گی وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ اور اٹھائی جاوے گی زمین
اور پہاڑ ہوا مین یعنے زمین کے اجزا جو آپسمین اپنی قوت سے ملے ہوئے ہین انمین سستی آجاوے گی اور سخت
بھونچال آنے کے سبب سے پہاڑ کی جڑین ڈھیلی ہوجاوین گی اور زمین کو چھوڑ دین گی اور ہوا اس شدت سے
بہے گی کہ پہاڑ اڑے اڑے پھرینگے اور یہہ واقعہ عاد کی آندھی اور مدین والون اور نوح کی بھونچال ہونیکا ت کے الٹ پلٹ
کے مانند ہی لیکن اتنا فرق ہی کہ وے آفتین خاص ایک ایک ملک پر تھین اور یہہ آفت عام ہوگی تمام زمین
اور پہاڑ اور جنگل سبکو شامل ہوگی فَدُكَّتَا پھر کوٹی جاوے گی زمین اور پہاڑ سخت آندھی کے صدمہ کے سبب سے
جو چوپائی ہوگی اور پہاڑ آپسمین ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہوکر زمین کے برابر ہوجاوینگے دَكَّةً وَّاحِدَةً کُٹنا برابر یعنے
وہ کُٹنا سب زمین اور پہاڑ ون کو شامل ہوگا اسمین کچھہ فرق اور جدائی اور تخصیص کسی کی نہوگی فَيَوْمَئِذٍ
وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ پھر اسدن ہو پڑیگا واقعہ یعنے وہ حاقہ جو تمام عالم کے خراب اور گرفتار کردینے کیواسطے
وعدہ کیا گیا ہی اور اثر اس واقعہ کا جسطرح آسمان کے نیچے والون کو شامل ہوگا اسیطرح آسمان کے اوپر
والون کو بھی شامل ہوگا وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ اور پھٹ جائیگا آسمان اسواسطے کہ پیدایش آسمان کی عالم سفلی کی
بھلائی برائی کیواسطے تھی اور جب سفلی عالم نرہا تو آسمان کے باقی رکھنے مین بھی کچھہ حکمت اور فایدہ باقی نرہا بس
اسکو بھی نیست اور نابود کردینا ضرور ہوا اور آسمان کی اسقدر مضبوطی اور پایداری جو ہزارون لاکھون برس سے
دیکھتے سنتے چلے آتے ہین کہ ایک ہی حالت پر ہی کبھی پھٹتا ٹوٹتا نہین ہی سو یہہ مضبوطی اس انشقاق اور خرابی
کو مانع نہوسکیگی اسواسطے کہ یہہ سب اسکی مضبوطی ارواح کے تعلق اور محافظت کے سبب سے تھی پھر جب روحین کھینچ
گئین اور آسمان کے قالب کو خالی کردیا تو اسکی بنیاد کا نگہبان کوئی نرہا فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ پھر وہ آسمان
اسدن نہایت سست اور جوڑ بند سے ڈھیلا ہوجاوے گا جسطرح مردیکا بدن روح کے نکلجانے سے ہوجاتا ہی
وَّالْمَلَكُ اور فرشتے جو آسمان کو دوری حرکت دلاتے تھے یعنے چکر مین رکھتے تھے اور وہ دوری حرکت
آسمان کو پھٹنے ٹوٹنے نہین دیتی تھی اسواسطے کہ پھٹنا بعضے جزونکی مستقیم حرکت پر موقوف ہی سو انکے فرشتے
اس حرکت دلانے سے آسمان کے اس روز علیحدہ ہوجاوینگے اور بھاگ کر عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا آسمان کے کنارون پر
جاتے رہینگے اور جب اسکی دوری حرکت جو اسکو پھٹنے ندیتی تھی جاتی رہی تو نفخہ کی تاثیر اسکے جزونمین مستقیمہ

حرکت کے لانیمین واجب ہوئی لِاَنَّ وُجُوْدَ الْمُؤَثِّرِ مَعَ عَدَمِ الْمَانِعِ يُوْجِبُ وُجُوْدَ الْمَعْلُوْلِ یعنے اسواسطے کہ موثر کا
پایا جانا بدون مانع کے معلول کے وجود کا موجب ہوتا ہی سو یہان موثر نفخہ ہی اور مانع حرکت دوری
تھی سو نرہی تو معلول کا وجود لازم ہوا اور معلول یہان پھٹنا ہی اور جسطرح سے اس نفخہ کا اثر زمین اور آسمان
کو پہنچیگا اور عالم سفلی اور عالم علوی کو یہہ واقع الٹ پلٹ کر ڈالے گا اسیطرح عرش اعظم کو بھی جو سب علوی
اور سفلی جسمونکا گھیرے ہوئے ہی تغیر اور انقلاب پہنچاویگا لیکن عالم سفلی اور عالم علوی کا انقلاب اور تغیر
سستی اور بودے پن کے ساتھ ہوگا یعنے تمام جوڑ بند اسکے ڈھیلے ہوجاوینگے اور عرش مجید کے
انقلاب اور تغیر مین اسکا عکس پایا جائے گا یعنے بھاری پن اور گرانی اسکی زیادہ ہوجائے گی وَيَحْمِلُ
عَرْشَ رَبِّكَ اور اٹھاوینگے تیرے پروردگار کے عرش کو فَوْقَهُمْ اپنے سر اور کاندھے پر نہ ہاتھون
پر اسواسطے کہ بہت بھاری چیز ہاتھون سے تھم نہین سکتی اور جس چیز کو ایک آدمی سر پر اٹھا سکتا ہی اسکو دو
آدمی بھی ہاتھ سے نہین تھام سکتے اور عرش مجید کا بھاری پن اس روز پہلے سے دونا ہوجاوے گا اسواسطے
اپنے سرون پر اٹھاوینگے يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اسدن آٹھ بڑے بزرگ فرشتے اور اسکے پہلے یعنے اس
عالم مین چار فرشتے اٹھاتے تھے اور اسدن عرش اعظم کا بوجھ زیادہ ہوجانے کی وجہہ یہہ ہوگی کہ عرش عظیم
حضرت حق جلشانہ کی سلطنت اور جہانداری کی صورت ہی اور جہانداری اس مالک الملک کی اس عالم مین
چار صفتون کر کے ہی جو ہر ذرہ مین عالم کے ذرون مین سے ان چارون صفتون نے ظہور فرمایا ہی اور ہر ایک
کو شامل اور گھیرے ہوئے ہین پہلی صفت علم ہی اور دوسری قدرت تیسری ارادہ چوتھی حکمت اور اس عالم آخرت
مین چار صفتین دوسری ان چارون کے ساتھ ملین گی تاکہ وہ عالم آخرت کا اس عالم دنیا سے جدائی اور امتیاز
پیدا کرے سو پہلی صفت ظہور اور انکشاف اور حقیقت صرف ہی یعنے جو اس عالم مین ہی وہ ہر شخص پر ظاہر
ہوگا اور حقیقت اسکی کھل جاویگی کسیطرح کا شبہا اور دھوکھا اور پوشیدگی اور مکر اور فریب اس عالم مین نرہیگا
یہانتک کہ کافر اور جاہلون پر بھی کسی چیز کی حقیقت چھپی نرہیگی اور ہر چیز کو قرار واقعی دریافت کرلینگے چنانچہ
قرآن مجید مین جابجا مذکور ہی جیسے سورہ طارق مین حقتعالی فرمایا ہی يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ یعنے جسدن جانچے جاوینگے
بھید اور سورہ مریم کے پانچوین رکوع مین فرمایا ہی اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا یعنے کیا سنتے دیکھتے ہونگے

جس دن آوین گے ہمارے پاس اور انکی سوائے بھی دوسری آیتین ہین اور خطا اور صواب کا نام بھی اس عالم
مین نرہیگا اسیواسطے تکلیف کا قلم یعنے حکم مکلف سے اُٹھ جائیگا اور دنیا مین یہہ صفت عالم اور شامل تھی اور دوسری
صفت سبوغ اور کمال اور تمام ہہ یعنے ہر چیز اس عالم مین اپنے کمال پر ہوگی کسیطرح کا نقصان کسیمین
نہوگا یہان تک کہ کافر اور بدکارونکے جسم بھی غذا اور دوا کے محتاج نہونگے اور احساس یعنے دریافت
اور دوسری قوتین انکی جیسے خیال اور وہم اور عقل کی بوجھ اور قوتین حرکت کرنے والین اس عالم کے
تقاضے اور تاثیر سے نہایت اوج اور کمال پر ہونگی چنانچہ حقتعالی جلشانہ سورۂ عنکبوت کے چھوین رکوع
مین فرماتا ہہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْنَ یعنے اور پچھلا گھر جو ہہ سو وہی ہہ
جینا اگر یہہ لوگ سمجھ رکھتے خلود اور دوام اور ابدیت اور تغیر نہ ہونا یعنے ہمیشگی اسی صفت کی آثار اور شاخین ہین
تیسری صفت قدس اور طہارت ہہ یعنے اس عالم کی صفائی کے سبب سے سب کدورتون اور آلودگیون سے
بہت دور اور پاک ہونگے یہان تک کہ کافر اور بدکار بھی جاضرور اور پیشاب نکرین گے اور کوئی چیز پلید اور
نجس وہان نرہے گی لیکن پیپ اور زرد پانی زخمون کا اور زخمون کا دھوان اور زنا کار مرد اور عورت کی شرمگاہ
جو بدبو ہوگی سو عذاب کے واسطے ان پر مسلط ہوگی نہ بدبو اور نجاست کے طور پر چوتھی صفت عدل ہہ اور ہر چیز کا
حق اسکو پہنچانا اور دنیا مین یہہ بات ہرگز ہو نہین سکتی اور اس عالم مین کسی وجہہ سے ظلم اور زبردستی نہ ہوگی
اور آثار ان چار صفتونکے بھی اس عالم آخرتمین عموم اور شمول کے طور پر درکار ہونگے اسواسطے گرانی عرش
معنوی کی جو عبارت ہہ جانداری سے دونی ہوگی اور صورت کو معنونکے ساتھ مطابقت ہونیکے سبب سے ظاہری
عرش مین بھی بوجھ اور گرانی پیدا ہوگی اور وے فرشتے جو پہلے ان چارون اسمونکے مظاہر ہوکے عرش اعظم کو اٹھائے
تھے سو اسکے بھاری ہوجانیکے سبب سے اس بوجھ کو نہ اٹھا سکینگے اسواسطے دوسرے چار فرشتے جو ان چارون
اسمون کے جائے ظہور ہین ان کی مدد کیواسطے مقرر ہونگے اور بعضے باریک بین بات کی تہ کو پہنچنے والون نے
ایسا کہا ہہ کہ عرش اعظم عبارت ہہ فلک الافلاک سے اور اسکے عارضی حرکتون کے آثار کو دنیا مین دوسرے
آٹھ آسمان جو اسکے نیچے ہین اٹھائے ہین اور عرش کی روح کی تاثیر سے اور اس کے خیال سے اُن
آٹھون آسمانون کے ستارون کو مختلف حرکتین ظاہر ہوتی ہین اور ان حرکتون کے سبب سے ان

عالم مین بھلائیان اور برائیان ظاہر ہوتی ہین اور اِس پر دیمین حقتعالے کی تدبیرین جلوہ گر ہوتی ہین اور اِس رن
یے آٹھون آسمان اپسمین ٹکرا کے نیست اور نابود ہو جائینگے اور وے فرشتے جوان آٹھون آسمان کے کامون کے
مستعد اور قایم تھے بھاگ کر کنارون پر جا پہنچینگے اور عرش کا پائین خالی ہو جائیگا اور عرش کی تدبیرونکے
فیض پہنچانے کا مکان اور اسطرف سے دواعی فایضہ کا متحمل درمیان نرہے گا اسواسطے ضرور ہوا کہ دوسرے
آٹھ فرقونکو اس کام کیواسطے عرش کے نیچے جگہہ دینگے اور وے آٹھون اِس منصب کے حامل اور اٹھانیوالے
ہونگے اور جسطرح ظاہری عرش دنیا مین اُن آٹھون آسمان پر تھا اسیطرح اُسدن اُن آٹھون فرقون پر ہوگا اور اِس
تفسیر کا تائید دینے والا وہ قول ہی جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ وے فرماتے تھے
لَا اَدْرِیْ اَثَمَانِیَۃُ اَشْخَاصٍ اَوْ ثَمَانِیَۃُ اٰلَافٍ اَوْ ثَمَانِیَۃُ صُفُوْفٍ اَوْ ثَمَانِیَۃُ اٰلَافِ صُفُوْفٍ یعنے نہین
جانتا ہون مین کہ وے آٹھ شخص ہین یا آٹھ ہزار ہین یا آٹھ صفین ہین یا آٹھ ہزار صفین اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ
سے منقول ہی ثَمَانِیَۃُ صُفُوْفٍ لَا یَعْلَمُ عَدَدَھُمْ اِلَّا اللّٰہُ یعنے وے آٹھ صفین ہین اُن کی گنتی کوئی نہین جانتا ہی
مگر اللہ تعالے لیکن صحیح حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ھُمُ الْیَوْمَ اَرْبَعَۃٌ
فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَرْبَعَۃٍ اُخْرٰی یعنے وے آج کے دن چار ہین پھر جب
قیامت کا دن ہوگا تو تائید کریگا ان کی اللہ تعالی چار دوسرون سے اور دوسری روایت مین آیا ہی
کہ عرش معلی کے اٹھانیوالون کے پانون ساتوین زمین کے نیچے ہین اور عرش معلی انکے سرون پر ہی اور وے
سر نیچے کئے ہوئے تسبیح مین مشغول ہین اور قیامت کے دن انمین سے چار کی یہہ تسبیح ہوگی کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ
وَبِحَمْدِکَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی عَفْوِکَ بَعْدَ قُدْرَتِکَ یعنے پاکی بولتے ہین ہم تیری ای اللہ اور تیری حمد تیرے ہی
واسطے حمد ہی تیری معافی پر بعد قادر ہونے تیرے کے اور دوسری چار یہہ تسبیح کہینگے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ
لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی حِلْمِکَ بَعْدَ عِلْمِکَ یعنے پاکی بولتے ہین ہم تیری ای اللہ اور حمد تیری تیرے ہی واسطے حمد ہی
تیرے حلم پر معلوم ہونیکے پیچھے اور وہ جو بعضی روایتون مین آیا ہی کہ عرش معلے کے حامل پہاڑی بکری کی
صورت ہین اور انکی سم سے چوتڑ تک سو ہزار برس کی راہ ہی سو ان کے ڈیل کی بزرگی کیطرف اشارہ
ہی اور پہاڑی بکری کی صورت بھاری بوجھ اُٹھانے کے مناسب ہی کچھ بعید نہین ہی کہ حقتعالی نے انکو بھی وہی

صورت دی ہو اور وہ جو بعضی روایتون مین آیا ہی کہ انمین سے ایک کی صورت آدمی کی سی ہی اور دوسری
صورت بیل کی سی اور تیسرے کی صورت شیر کی سی اور چوتھے کی صورت گینڈے کی سی سو پہلی روایتون کے
خلاف نہین اسواسطے کہ ہوسکتا ہی کہ ان کا تمام بدن یکسان پہاڑی بکری کی صورت ہو اور انکے چہرون مین
اسطرح کا اختلاف ہوتا کہ ان کی حقیقتون کے اختلاف پر اشارہ ہو اسواسطے کہ وہ بھی مختلف اسمون کے مظاہر
ہین جسطرح پانی کے جانور کہ بدن ان کا یکسان ہوتا ہی اور چہرون مین بڑا فرق ہوتا ہی چنانچہ بعضے گھوڑے
کی صورت اور بعضے کتے کی صورت اور سوائے اسکے بہت صورتین ہوتی ہین اور فضیلت آئین کمالات آگین
بھائی محمد رفیع الدین صاحب سلامت رکھے ان کو اللہ تعالیٰ اور زیادہ کرے انکو دین اور دنیا مین فتوح اور برکتین
اپنی بعضی تصنیفات مین ایسا لکھا ہی کہ حاملانِ عرش معلا ایک جماعت ہین جو حقتعالیٰ کے چار کمالونکے حامل ہین
ایک ابداع اور دوسرا خلق اور تیسرا تدبیر اور چوتھا تدلی سو پہلا فرشتہ کہ ابداع کے کمال کا حامل ہی اور قیوم
کے اسم سے ثابت ہی اور ہیولی اور صورت ظاہری اور مثالی اور زمانون اور مکانون اور جہتون اور حرکتون پر موکل
ہی اور تمام استعدادونکا علم اور ان کی خبر اور حیزون کی تقسیم اور مقدارون کی اور جہتون کی حد معین کرنا اور قوتونکا
اندازہ کرنا جو اس قبیل سے ہی سب اس سے متعلق ہی اور دوسرا فرشتہ جو خلق کے کمال کو حامل ہی وہ مصور کے اسم
سے ثابت ہی اور وہ تمام نفسون پر اور بسائط اور مرکبات فلکیہ اور عنصریہ کے صور نوعیہ پر موکل ہی اور صور نوعیہ کے
خواصون کو باقی رکھنے کا علم اور شرح کرنا اور اسکے آثار کا فیض پہنچانا اور اسکے ہیکلون اور قوتون کی تشخیص
کرنا اور جو اسکے متعلق اور مناسب چیزین ہین سب اس سے علاقہ رکھتی ہین اور تیسرا فرشتہ جو تدبیر کے کمال کا
حامل ہی وہ عدل کے اسم سے ثابت ہی اور نظام کی تشبیہ دینے مین مطلق خیر کے ساتھ صورتون کی اجتماع اور
آثار کے تداخل کے وقت پر موکل ہی اور مخلوقون کے درمیان مین ترجیح کا علم اور اسباب کی تنگی اور کشادگی اور
اندازہ اس کا ایک انتہا تک اور جو اسکے مناسب ہی یہہ سب اس سے تعلق رکھتا ہی اور چوتھا فرشتہ جو
تدلی کے کمال کا حامل ہی وہ قدوس کے اسم سے ثابت ہی اور تمام تجلیات اور شعائر الٰہیہ پر موکل ہی اور قسم قسم
کے تجلیات کے مظاہر کا علم اور شریعتون کا نصب کرنا اور اہل اللہ کے عقیدون اور عملون اور مرتبون کا اندازہ کرنا
اور مذہب حق اور باطل کی نگہبانی اور جو اس قسم سے ہی وہ سب اس سے تعلق رکھتا ہی ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ مضمون جو حدیث نبوی مین

وارد ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو حکم ہوا ہی کہ عرش معلیٰ کے اٹھانیوالے فرشتوں مین سے
ایک فرشتے کا حال تم پر بیان کرون پھر آپ نے اسکی پیدایش اور جسم کی بزرگی کے بیان کرنیکے بعد فرمایا کہ اس
فرشتے کی تسبیح یہہ ہی کہ سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ یعنے پاکی ہی تجھکو جہان کہین ہی تو سو اس مضمون سے اسی
بزرگ فرشتے کی طرف اشارہ ہی اور اس رمز کی شرح یہہ ہی کہ اس فرشتے کی حقیقت ایک خاص جہت ہی
حقتعالی کے کمالون سے یعنے جسجگہہ مظاہر مین تائہ یعنے معبودیت کی صفت کا اجمال ظاہر ہوتا ہی تو اس لباس
مین حقانیت کی جہت کا منشا اور اس ظہور کا حامل یہی فرشتہ ہوتا ہی گویا کہ جہان کہین تجلی ہوتی ہی اس فرشتے
ہی کے دل پر ہوتی ہی اور یہی فرشتہ ہی جو تجلی کی صورت کے متشابہ ہوجاتا ہی یعنے وہ تجلی یہی ہوجاتا ہی
اور اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ کے کلمے سے اپنی زبان کو گویا کرتا ہی اور حقتعالی کی ذات پاک کا آئینہ ہوتا ہی یعنے اس ذات
کا عکس اسمین درآتا ہی مِنْ حَيْثُ رَفْعِ الْحِجَابِ یعنے اس طور سے کہ اٹھہ جاتا ہی پردہ اسکی مثل یون سمجھا
چاہیئے کہ یہی فرشتہ تھا جو آگ کی صورت ہوکے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوا تھا اور اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ
کے مقولہ کا مصداق ہوا تھا یعنے برکت رکھتا ہی جو آگ مین ہی اور انی انا اللہ کا کلمہ جناب پاک پروردگار سے
بیچ کیفیت اسی فرشتے کے سینے سے نکلتا تھا اور آگ کے آئینے مین سنا جاتا تھا واللہ اعلم بالصواب حاصل کلام
کا یہہ ہی کہ ظاہر عرش کے اٹھانیوالے اصل مین یے چار فرشتے ہین اور تشریع کے فیض کی نسبت انکے ساتھ اس
سبب سے ہی کہ تشریع مندرج ہی تکوین مین اور جو اس عالم دنیا مین انتظام کا جاری ہونا تکوین کے فیض کے موافق
ہی اور تشریع کا فیض اس عالم مین تبعی اور ضمنی ہی یعنے دوسری چیز کے سبب سے ہی اور حق اور باطل کا جدا ہوجانا
جیسا کہ چاہیئے پوشیدگی اور اشتباہ کے پردہ مین چھپا ہی اسی سبب سے چار ہی فرشتے اس بوجھ کو تھامنے
ہین یہانتک کہ جب سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلَانِ کے مضمون کے بموجب حقتعالی کی عنایت تشریع کے باغ
کی تعمیر کے طرف متوجہ ہوگی اور ہر جان کا بیج وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ کی زمین مین جو ہر حق والے کے
پورا حق ملنے کا گھر ہی بکھیرا جائیگا اور ہر شخص کی استعدادین پیدایشی ہون خواہ حاصل کیٔ ہوئی ظاہر ہونگی
اور ہر ایک شخص ایک ایک جہانکا حکم پیدا کرے گا اور ہزارون بلکہ لاکھون نیک اور بد صورت اور شکلون کا
منبع ہوجاوے گا تو اسوقت تشریع کے فیض کے خادم فیض مطلق کے عرش کے اٹھانے مین شریک ہونگے

اور وے فرشتے جو اسدن اس کام مین شریک ہونگے ان کی تفصیل یہہ ہی کہ پہلا ایک فرشتہ ہے جو پہلے
فرشتے کا عرش اٹھانیمین رفیق اور شریک ہوگا اور سب انسانون اور جنون کے نفسون کی استعداد ونکا
علم اور وے دقیقہ جو ان نفسون مین مندرج ہین اور انکے کمالات کے درجون کا اور ان قوتون کا جو ان مین پائی
جاتی ہین ان سبکا علم اسکو ہی اور دوسرا فرشتہ دوسرے حامل کا رفیق اور شریک ہوگا اور عملون کی حقیقتونکا
علم اور ان کی قسم قسم کی کیفیت طرح طرح کی شکلون سے مثال کے آئینے مین پائے جانیکا علم اور ان عملون کی
جہتون کی شرح کہ طاعت ہی یا گناہ اسلئے کہ ہر ایک ان مین سے علیحدہ حقیقت شرعیہ ہی اور نیک بختی اور
بدبختی کا اندازہ اور احوال اور اقوال اور اعمال کے جزو نکا اور معتقدات اور ملکات کا علم یہہ سب اسی سے تعلق
رکھتا ہی اور تیسرا فرشتہ تیسرے فرشتے کا رفیق اور شریک ہوگا اور آدمیون کے احتیاجون اور معاملون
کا اور بندون کے حقون کا علم اور انکے جھگڑون کا فیصلہ اور برائیون اور کفارون کی مقصودون کی وجہون کا علم اور ایمان
دلون کے رنگ کی محو اور اثبات اور اہل فضل کے درجون کی تشخیص کہ نجات والے کون ہین اور ہلاک ہونیوا
کون ہین اور مصلحتون اور مطلبون اور عذر ونکے دستور اور ضبط کا علم اسیکو ہی اور چوتھا فرشتہ چوتھے
فرشتے کا رفیق ہوگا اور احوال اور مشاہدات کے تجلیونکا علم اور حق تعالے کے دیکھنے والونکے مرتبون کا علم
اور اسمائے الٰہی کے ساتھ احوال کا مرتبط ہونا کیونکہ یہی ان مرتبون کا مبادی ہی اور ہر اسم کا اپنی شبہ مین ظاہر
ہونیکا اندازہ از روئے قوت اور ضعف کے اور ذات کے منکشف اور محجوب ہونے کی منزلون کی حدونکا علم اور عمل کرنے
والون کے اخلاص کا اور متخلق اور متحقق ہونا حق تعالے کے ساتھ کا علم اور جو اسکے مناسب ہی یہہ سب اسکو
ہوتا ہی یہان تک تمام ہوا کلام مولوی رفیع الدینصاحب کا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ جبتک عرش
معلی اپنے مکان مین ثابت اور برقرار ہی تبتک اسکو چار فرشتے جلیل القدر اٹھا سکتے ہین اور جب اپنے مقام
سے جنبش کریگا اور دوسری جگہہ پر جاویگا تو اسوقت چار فرشتے دوسرے چاہیئے ان پہلے چارون کی مدد
کو اسواسطے کہ جب کوئی بھاری چیز ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پرلے جایا چاہتے ہین تو اسکو زور اور قوت
بہت چاہیئے بخلاف اسکے کہ وہ چیز اپنی جگہہ پر قایم رہے کہ اسمین زور کم درکار ہوتا ہی اور جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام سے بوجھا جاتا ہی وہ یہہ ہی کہ حق تعالے اجل شانہ اپنے بندونکے بیان

دنیا اور آخرت مین وہی معاملہ کرتا ہی جو انکے ذہنون مین بیٹھا ہوا ہی اور انکے آپسمین دستور ہی اور پھیل رہا ہی
جیسے دنیامین باوجود اسبات کے کہ حقتعالے مکان سے منزہ اور پاک ہی لیکن اپنے واسطے ایک گھر ٹھہرایا ہی تاکہ
بندے اس گھر کو دیکھکر اس گھر والے کی تعظیم بجالاوین اور بدون اس گھر بزرگ کے دیکھے ہوئے ممکن نتھا کہ انکی باطنی
تعظیم انکے ظاہر پر ظہور کرے اور اس گھر مین ایک سیاہ پتھر کو یعنے حجر اسود کو اپنا سید ہا ہاتھ ٹھہرایا اسواسطے کہ
آدمیون کی عادت یون ہی ہو گئی ہی کہ اپنے رئیس اور سرداروں سے جو ملاقات کیتے ہین تو پہلے مصافحہ
کرتے ہین اور ہاتھ بھی چومتے ہین اور بندونکے عملون اور کامون کی محافظت کیواسطے فرشتونکو اخبار نویس اور خفیہ نویس
مقرر کیا ہی کہ بندونکے عملون کو لکھتے ہین اور حال یہہ ہی کہ حق تعالے کا علم سب کو گھیرے ہوئے ہی کچھہ اس لکھنے
کی احتیاج نہین ہی اور اسکو کچھ بھول جانیکا بھی خوف نہین ہی اور اسیطرح اگر تمام شرعی کامونمین غور اور
فکر کی جاوے تو بہت معقول اور محسوس مشابہت کا مرعی اور معتبر ہونا کھل جاوے اسیطرح آخرت
مین بھی بنی آدم کے ساتھہ وہی معاملہ کیا جاویگا جو انکے دلونمین اور ذہنونمین گڑا ہوا ہی اور بادشاہونکے
شان بھی یہی ہی کہ جب انصاف کرنا اور ظالمون سے مظلومون کا حق دلانا منظور ہوتا ہی تو پہلے پردے
اور حجاب کو دور کرتے ہین اور رعایا کو توپ اور نقارے اور نپاہ کی آواز سے خبردار کرتے ہین
اور بلاتے ہین پھر آپ تخت پر بیٹھکر دربار عام فرماتے ہین اور متصدی ہر دفتر کے حاضر ہوتے ہین اور
تمام فوج کے لوگ پیادے اور سوار صف باندہ کر کھڑے ہوتے ہین تاکہ جو حکم نکلے مارنے یا باندھنے
یا قتل کا تو اسیوقت بجالاوین اور سرافرازی کے اسباب جیسے خلعت خانہ اور عذابکے اسباب جیسے
زنجیر اور طوق اور بیڑی اور جلاد سب مستعد اور حاضر ہوتے ہین سو اسی دہشت ناک شکل اور خوف والی
صورت کو رنگ برنگ کی تقریر دلسے قرآنکی آیتونمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین بہت شرح
اور تفصیل سے بیان فرمایا ہی بس اسجگہہ پر عرش معلے سے وہ عرش اعظم نہین مراد ہی جو سارے جہانکو گھیرے
ہوئے ہی اور اسدن اپنے مکان سے جدا ہونا بوجھا جاوے بلکہ مراد عرش دوسرا ہی یعنے عدالت الہی کی تجلی
اس نورانی عظیم القدر جسم پر مستولی اور غالب ہو کر حشر کے میدانمین ظہور فرماویگی چنانچہ دوسری آیت مین یعنے

سورۂ مریم مین مذکور ہی کہ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ

وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ یعنے اور روشن ہوگئی زمین اپنے رب کے نور سے اور لا دھرا دفتر اور حاضر آئے پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ ہوا ان مین انصاف سے اور ان پر ظلم نہ ہوگا پھر اس سورۃ کے آخر

مین فرمایا ہی وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے تو دیکھے گا فرشتوں کو گھر رہے ہو گرد عرش کے پاکی بولتے ہین اپنے رب کی خوبیان اور فیصلہ ہوا ہی ان مین انصاف کا اور یہی بات ہوئی کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب ہے سارے جہان کا لیکن اس مقام پر جاننا چاہیے کہ یہہ جو شریعت کے حکمون مین عقلی چیز کی مشابہت ظاہری چیز کے ساتھ آئی ہی یہہ فقط تصور اور خیال نہین ہی کہ عوام لوگون کے رغبت دلانے یا ڈرانے کیواسطے لائے ہین بدون اسبات کے کہ اس کی کچھ اصل اور حقیقت ہو جس طرح معتزلہ اور فلسفی مزاج سمجھتے ہین اور اس اپنی بوجھ اور سمجھ پر فخر کرتے ہین بلکہ اس تشبیہ کی حقیقت ہی بدون مجاز کے اسواسطے کہ حق تعالیٰ کی ذات پاک کو ظہور اور تجلی اور تنزلی کی صفت ثابت ہی اور باوجود اس بات کے کہ تنزیہ اور پاکی کے اعلا مرتبے مین ثابت ہی لیکن ہوسکتا ہی کہ جس رنگ اور طور سے چاہیے اپنے تئین ظاہر کرے اور جلوہ گر ہووے چنانچہ طور پہاڑ کی آگ کے بیان مین اور لن ترانی کی شرح مین صراحۃً ظاہر کرکے فرمایا ہی بس ان مقامون مین کہ بندون کے مرجع اور جائے بازگشت ہین دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی حق تعالےٰ کی ذات پاک متجلی ہی اور اس مالک الملک کے حکم نافذ اور جاری ہین اور اہل شرع اور فلسفیون کے عقیدے مین فرق اتنا ہی ہی کہ اہل شرع ان تجلیات کو ثابت کرتے ہین بلکہ اگر خوب تامل کیا جاوے اور شرعی اخبار ونمین غور کرکے دیکھا جاوے تو تشبیہ اور تنزیہ کے عقیدے مین انطباق یعنے برابری پیدا کرتے ہین اس طور سے کہ تشبیہ تجلیات اور ظہورات مین ہی اور تنزیہ ذات اور حقیقت مین فقط حاصل کلام کا اسمانونکے پردے اٹھ جائینگے بعد اور عرش معلی کے ظاہر ہونے کے بیان کے بعد فرماتے ہین کہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ اسدن حاضر کئے جاؤ گے اپنے پروردگار کے سامنے لوح محفوظ کے ظاہر ہونے کے سبب سے جو عرش معلیٰ کے حاملون پاس ہی اور اسی کے مطابق کراما کاتبین کے لکھے نسخے بھی اسی مقام پر حاضر کئے جائینگے لَا تَخْفٰی چھپا نرہے گا کسی پر پہلے ہونیوالے یا پچھلے کسیکا احوال مِنْكُمْ تمسے خَافِیَةٌ کوئی حال چھپا اور حدیث شریف مین

آیا ہی کہ قیامت کے دن تین مرتبے عمل عرض کئے جائینگے پہلے مرتبے کافر اور گنہگار اپنے اپنے برے کامون سے
انکار کر جائینگے اور دوسرے مرتبے جب گواہ ان کامون پر گذرینگے جیسے دن اور رات اور آسمان اور زمین
اور انکے کمال اور ہر ہر عضو انکا گواہی دیگا تب بہانے کرینگے اور عذر درپیش کرینگے اور تیسرے مرتبے عذر بھی انکے
باطل ہو جائینگے اور حکم ہوگا کہ انکے نامۂ اعمال اڑادو پھر بعضون کو داہنے ہاتھ مین سامنے سے دینگے اور بعضون کو بائین
ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے سے دینگے پھر نامۂ اعمال اسطور سے دینے کے ساتھ ہی ہر ایک پر اپنے انجام کا حال کھل جائے گا
اور پڑھنے کے پہلے ہی اعمال کی بھلائی برائی معلوم ہو جائے گی فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ لیکن پھر وہ شخص
جو دیا جائے گا اسکا نامۂ اعمال اسکے داہنے ہاتھ مین تو بوجھ لیگا کہ میرا داہنا ہاتھ زور آور تھا اور میرا نامۂ اعمال
جو داہنے ہاتھ مین دیا ہی تو میرا زور اور غلبہ نفس کی خواہش اور حرص اور غضب پر ثابت ہوا فَیَقُوْلُ پھر کہیگا
وہ شخص فرشتونکو هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ لیو پڑھو میری کتاب اسواسطے کہ اسمین بالکل میری بہتری اور خوشی
ہی اور جو چیز مجھکو رنجیدہ اور غمگین کرتے وہ ہرگز اسمین نہ ہوگی اسواسطے کہ مین نے دنیا مین حق کی جانب کو قوی کیا تھا
اور باطل کی جانب کو ضعیف اِنِّیْ ظَنَنْتُ بیشک دنیا سے جانا تھا مین نے ایسا جانتا جو یقین کے نزدیک تھا
کہ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ مقرر مین ملاقات کرونگا اپنے حساب سے آخر نمین اسیواسطے دنیا مین ہمیشہ اپنے نفس سے محاسبے
مین مشغول رہتا تھا اسدنکے حساب مین گرفتار ہونے سے پہلے اور کتابیہ اور حسابیہ کے آخر مین جو ہی ساکن
ہی وہ ہے ضمیر کی نہین ہی بلکہ سکتے کی ہے ہی جو عرب کے کلام مین وقف کے واسطے زیادہ کرتے ہین فَهُوَ
پھر وہ شخص باوجود عام ہونے بلا کے اور شایع اور پھیل جانے رنج اور غم کے فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ
من مانتی زندگانی مین اور گذرانمین ہوگا اسواسطے کہ اسکو کچھ بھی رنج اور غم نہوگا جیسے حضرت نوح علیہ السلام
کی کشتی کے لوگ کہ عین طوفان مین خاطر جمعی سے اپنی گذران کرتے تھے سو اس شخص کے ساتھ اتنی ہی خاطر
جمعی اور بے غمی پر کفایت نکرینگے بلکہ وہ شخص داخل ہوگا فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ بڑے رتبےوالی بہشت مین
جسمین مکانات عمدہ اور فرش نفیس اور برتن چاندی اور سونے کے اور نہرین جاری اور ان نہرون مین
فوارے چھوٹتے ہوئے اور درخت میوے سے لدے ہوئے اور سبز لٹکتے ہوئے ہونگے اور باوجود ان سب
چیزون کے اس بہشت مین ایک صفت دوسری ہی جو دنیا کے باغونمین وہ صفت ہرگز نہین ہوسکتی سو وہ صفت

پہر کہ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ میوے عمدہ اور چنے ہوئے اس باغ کے جھکے اور نزدیک ہین کھڑے اور بیٹھے اور
لیٹے کہ اسطرح پر کہ جو ہین بہشتی نے اسطرف اشارہ کیا تو درخت کی ٹہنی اس میوہ کو اس بہشتی کے مونہہ کے پاس
پہنچاوے گی اور یے سب باتین وہان کے درختون کو وہانکے زندگانی کی قوت سے حاصل ہونگی کہ ان درختون نے
وہان شعور اور دریافت کو پیدا کیا ہی اور بہشتیون کو بہشت مین داخل کرنے سے پہلے یہہ خوشخبری سناوینگے
کہ كُلُوا وَاشْرَبُوا کھاؤ اور پیو کھانے اور پینے بہشت کے هَنِيئًا گوارا ہو جیو تم پر یعنے رنج تنگ جائیو اور
بدہضمی اور ثقالت اور دوسرے کسی مرض کا سبب نپڑیو بِمَا أَسْلَفْتُمْ بدلے مین اسکے جو پہلے اسے دنیا مین کیا ہی
تمنے جیسے عبادتون مین محنتین اور حرام خواہشون کو روکنا اور حق راہ کے ڈھونڈھنے مین رنج اور مشقتین کھینچنا
فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ گذرے ہوئے دنون مین یا ان روزون مین جو کھانے اور پینے سے خالی تھے جیسے رمضان شریف کا مہینا
اور دوسرے دن جنمین روزہ مسنون ہی جیسے ایام بیض اور ذیحجہ کا عرفہ یعنے نوین تاریخ اور عاشورہ کا دن
اور دوشنبہ اور پنجشنبہ اور شب برات کا دن یعنے چودھوین تاریخ شعبان کی اور جو سوائے انکے ہین آور حدیث
شریف مین آیا ہی کہ بہشت کے دروازون مین سے ایک دروازے کا نام ریان ہی جو شخص اس دروازے سے پیٹھے گا
کبھی پیاسا نہوگا سو وہ دروازہ خاص روزہ دارونکے واسطے ہی اسدن انسے حق تعالی فرماویگا کہ ای ہمارے
دوستو ہمنے تمکو اکثر دیکھا تھا دنیا مین کہ پیاس کے غلبے سے ہونٹھ تمہارے خشک اور بہوک سے پیٹ تمہارے پیٹھ
سے ملے ہوئے اور راتونکے جاگنے کے سبب سے آنکھین تمہاری بیٹھی ہوئی رہتی تھین سو آج کے دن اس محنت کے
بدلے ہماری ہمیشگی کی نعمت مین درآؤ اور بہت میٹھا مزیدار بہشت کا پانی پیو اور کشاف مین نقل کیا ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کوئی بہشت مین نہ داخل ہوگا مگر ایک دستاویز اور سند کے وسیلے سے جو اسکو رب
العالمین کی درگاہ سے اسکے ہاتھ مین عنایت ہوگی اور مضمون اس دستاویز کا یہہ ہوگا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ أَدْخِلُوهُ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ یعنی شروع اللہ تعالی
کے نام سے جو نہایت مہربان بہت رحم والا یہہ سند ہی اللہ تعالی کیطرف سے واسطے فلانے شخص کے جو فلانے کا
بیٹا ہی داخل کرو اسکو رتبے والی بہشت مین جسکے خوشے جھک رہے ہین وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ اور
لیکن وہ شخص جو دیا جائے گا اسکا نامۂ اعمال اسکے الٹے ہاتھ مین تو بوجھ لیگا کہ میرا الٹا ہاتھ میری پیٹھ کی طرف تھا اور

میرا نامہ اعمال جو اسکے ہاتھ مین دیا گیا تو معلوم ہوا کہ میرے عمل بودے اور نکمے ہین عذاب سے چھڑانے کی قوت انمین نہین ہی
پھر بہشت کے درجونپر پہنچانا گیا انسے ہوسکے گا پس واویلا اور واحسرتا کہیگا فَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتَابِيَهْ
پھر کہیگا کیا اچھا ہوتا کہ نہ دیا جاتا مین اپنی کتاب یعنے نامہ اعمال اسواسطے کہ لوگ ادھر ادھر سے اس کتاب کے
پڑھنے کی تکلیف مجھے دینگے اور اسکے پڑھنے مین فضیحت اور رسوا ہونگا مین وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ اور کیا اچھا
ہوتا کہ نجانتا مین کہ میرا حساب کیا ہی اسواسطے کہ جو جو خرابی اور بلا کی کا سبب پڑے اسکا نجانتا جاننے سے
بہتر ہی اور یہہ بھی ہی کہ حساب کے دریافت کرنے مین مجھکو میرے سب عمل برے یاد آوینگے اور انکے یاد سے
روح رنج مین گرفتار ہوگی تو عذاب ظاہر کے پہلے یہہ باطنی اور روحی عذاب چکھنا ہوگا اور اگر کوئی شخص اسکو
کہیگا نصیحت کے طور پر کہ ایسی بیفایدہ باتین تو کیون کرتا ہی کہ مجھکو نامہ نہ دیتے اور میرے عملون پر مجھکو خبردار نکرتے
تو بہتر تھا اسواسطے کہ جو اس حشر کے میدان مین حاضر ہوا ہی سو اسکو نامہ اعمال کا ملنا اور اپنے عملون پر مطلع ہونا
ضروری ہی تو وہ بدبخت اس نصیحت کے جواب مین دوسری آرزو کریگا کہ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ
ای کاش یہہ قیامت میرا کام تمام کرتی اور مجھکو مار ڈالتی تاکہ اس رسوائی اور اس عذاب سے چھٹکارہ پاتا مین
اور اگر فرشتے اسکو کہینگے کہ اپنے برے کامون سے خلاصی حاصل کرنیکو اللہ تعالے کی راہ مین خیرات اور صدقے
دنیا مین کیون نہ دئے تونے کہ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِي الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِي الْمَاءُ النَّارَ یعنے صدقہ دینا مٹا دیتا ہی
برائی کو جسطرح بجھا دیتا ہی پانی آگ کو تو وہ بدبخت انکے جواب مین کہیگا کہ مَا اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ کچھ کام نہ
آیا میرے میرا مال اسواسطے کہ مین نے دنیا مین اپنا مال بیجا اور بے فایدہ کی جگہہ خرچ کیا اور برباد کیا اور اب اسوقت
کچھ میرے پاس نہین ہی جو گناہونکے بدلے مین دیکر خلاصی حاصل کرون اسواسطے کہ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ
برباد ہوئی مجھسے حکومت میری جو اپنے اندازے کے قدر دنیا مین رکھتا تھا ایک گھر پر یا ایک گانون پر یا ایک شہر
پر یا ایک ملک پر اور کم سے کم اپنے مال پر اور لونڈی غلام پر اور ہاتھ پیر پر تو البتہ حاکم تھا مین جو کچھ مین
چاہتا تھا وہ انپر حکم کرتا تھا اور یہ میرے حکم کو بجا لاتے تھے اب تو کوئی شخص اور کوئی چیز میرے حکم اور تصرف
مین نہین ہی سو جب اسکو سوائے حسرت اور ندامت اور باطل آرزوونکے کوئی جواب معقول میسر نہوگا تب
حقتعالے فرشتون کو حکم فرماویگا کہ خُذُوْهُ پکڑو اسکو سختی اور غصے سے فَغُلُّوْهُ پھر اسکے ہاتھ اسکی گردن

باندھو اسواسطے کہ یہہ شخص ہمارے کھلے ہاتھون کی نعمت کا شکر بجا نہ لایا اور ہماری رضامندی کی باتون مین اپنے ہاتھ کو نہ کھولا حدیث شریف مین آیا ہی کہ اس حکم کے سنتے ہی ایک لاکھ فرشتے اسکی طرف دوڑ پڑینگے اور اسکے ہاتھ کو اسکی گردن سے باندھ دینگے پھر حکم ہوگا کہ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ پھر دہکتی آگ مین ڈالو اُسکو اسواسطے اُسنے کسی چیز کو دنیا کی لذتون اور نعمتون سے خدا کیواسطے نچھوڑا تھا سو اسکی عوض مین اس بلا مین اسکو جلاؤ اور آگ مین ڈالنے کے پہلے اسکے ہاتھ اسواسطے باندھ دئے جائینگے تاکہ دوزخ مین ڈالنے کے وقت ہاتھ ہلاوے اور حرکت اور جنبش بیقرارون کی سی نکرسکے کہ اس سے عذاب مین تھوڑی سی تخفیف ہوجاتی ہے ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ پھر ایسی زنجیر مین کہ اوّل سے آخر تک ہر حلقہ اسکا دوسرے حلقے سے ملا ہو ذَرْعُهَا جسکی ماپ سَبْعُونَ ذِرَاعًا ستر گز ہو جبار کے گز سے جو مشہور ہے عرف مین رایج اور مشہور رہی الوہ ہر گز اس کا ستر باع ہے اور ہر باع اتنا ہے جتنا کہ مکے اور کوفے کے درمیان مین دوری ہے اسیطرح روایت کئی گئی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے نے بھی فَاسْلُكُوهُ پھر جکڑ دو اسکو تاکہ اس زنجیر کے حلقون مین بند ہوجاوے اور ہاتھو پاؤن اور دوسرے اعضا سے بھی حرکت نہ کرسکے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ زنجیر اسقدر جلتی ہوگی کہ اسکے پایخانے کے مقام سے گھسے گی اور حلق سے نکل آوے گی اور اسکی پیشانی سے قدم تک لپٹ جائے گی اور اسکو اس زنجیر سے اسواسطے عذاب کیا ہے کہ إِنَّهُ كَانَ بے شک وہ تھا بے انتہا حادثون کے تسلسل کا قایل اور ہمیشہ اسباب اور مسببات کے ہی کے سلسلے کے ملاحظے مین لپٹا رہتا تھا اور ہر چیز کو کسی سبب کی طرف نسبت کیا کرتا تھا پھر اس سبب کو دوسرے سبب کی طرف اسیطرح کے تسلسل مین گرفتار رہا اور مسبب الاسباب کی طرف نہ جھکا یہی سبب تھا کہ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ایمان نہ لاتا تھا خدائے بزرگ کا ایسا خدا جسکی عظمت اور بزرگی کے ملاحظے کے سامنے جتنے سبب ہین نظر سے ساقط ہوجاتے ہین اور اعتبار سے جاتے رہتے ہین اور اچھی بات کہی ہی کسی شاعر نے سے از مسبب رزیش من سودائی ام ۔ وز سبب زیش سو فطائی ام اس شعر کے معنے اوپر گذر چکے ہین باوجود ایسی شدت کفر کے عذاب کی تخفیف کا کوئی سبب نرکھتا تھا اسواسطے کہ بدنی عبادت اس شخص سے متصور نتھی اس سبب سے کہ مسبب کا قایل نتھا پھر اگر عذاب کی تخفیف کے واسطے کچھ بھی کام آتی تو مالی عبادت تھی سو وہ بھی اُسنے اپنے ہاتھ سے کھو دی بلکہ اپنے دینے کا کیا ذکر ہے دوسرے کا

دینا

دینا فقیرونکو دیکھہ نہ سکا وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ اور تاکید نہ کرتا تھا اپنے اہل وعیال اور خادمون کو مسکینونکے
کہلانے کو اور اسکے ہاتھ گردنپر باندھنے کی وجہہ یہی تھی کہ یہ اپنے مال کے دینے مین ہاتھ کھینچے رہتا تھا
اور بخل کرتا تھا اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالی عنہ جو انصاریون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے
جلیل القدر صحابی ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے حق مین فرمایا کہ ابودرداء میری امت کا حکیم ہی اُنسے
منقول ہی کہ یہ اپنے گھر کی بی بی سے کہا کرتے تھے کہ شوربا سالن مین زیادہ کیا کرو تاکہ فقیرونکے کام آوے
اُن کی بی بی نے پوچھا کہ شوربے کے زیادہ کرنے مین کیا فایدہ ہی اسواسطے کہ کھانے مین لذت خوب نہین ہوتی
تو آپنے کہا کہ تمنے نہین سُنا کہ ایمان نہ لانے اور مسکینون کو کھانا نہ کھلانے کے سبب سے کافرونکو آگ کی زنجیرون
مین جکڑکے عذاب کرینگے سو اللہ تعالے کے فضل اور کرم سے ایمان لانیکے سبب سے ہمنے آدھی اس زنجیر کو
اپنے سے کاٹ ڈالا ہی اور آدھی جو باقی ہی وہ بھی مسکینونکے کھلانے کے سبب سے اپنے سے دور کئے دیتے
ہین حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ کافر جسطرح ایمان ومعرفت کے مکلف ہین اسیطرح دوسری
عبادتون کے بھی مکلف اور مخاطب ہین اور ان کی دلیل یہی آیت ہی یعنے اگر ایسا نہوتا تو قیامت کو کافرونپر
کھانا کھلانے کے سبب سے عذاب نہوتا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ کافرونپر عذاب ایمان نہ لانے کے
سبب سے ہوگا لیکن اگر مسکینون کو کھانا کھلایا ہوتا تو عذاب مین کچھہ تخفیف ہوتی اور اس آگ کی زنجیر مین گرفتار
نہوتے اور جب مسکینون کا کھلانا ترک ہوا اور اس سبب سے انکے عذاب مین تخفیف نہوئی تب آگ کی زنجیر
مین جکڑے گئے سو یہہ آیت اسبات کی دلیل ہی کہ کافر جو اللہ تعالے کی مخلوقات سے احسانات کرتے ہین
اس سبب سے انکے عذاب مین تھوڑی سی تخفیف ہوگی یے معنے اس آیت کے نہین ہین کہ مالی یا بدنی عبادت کافرونپر
فرض یا واجب ہی اور جب کافرونکے عذاب شدت کے بیان کرنے سے فراغت پائی تو اب بیان فرماتے ہین
کہ دنیا مین رنج وغم کی شدت مین دو چیزین تخفیف اور غم کی کمی کا سبب پڑتی ہین ایک تو اپنا دلی دوست جو
ایسی شدت اور تکلیف کے وقت مین تسلی اور دلاسا اور ماتم پرسی کرکے رنج اور غم کی شدت کو ہلکا اور سبک
کر دیتا ہی اور دوسرا لذیذ اور مزیدار کھانا کہ دلکو قوت بخشتا ہی اور طبیعت اسکے کھانے سے خوشی
اور فرحت حاصل کرتی ہی اور اس رنج اور ملال کے اٹھانے اور برداشت کرنے کی طاقت ہوتی ہی اسواسطے

رنج اور مصیبت مین پھنسے ہوؤن کی انہی دو طرحون سے مدت اور اعانت کیا کرتے ہین سو ان دونون چیزون کو بھی
یہان سے نفی کہتے ہین اور فرماتے ہین کہ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ پھر نہین ہی اس کافر کے واسطے اسدن جسکی شان
مین حقتعالےٰ فرماتا ہی کہ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ یعنے جس دن
بھاگیگا آدمی اپنے بھائی اور ما اور باپ اور جورو اور بیٹے سے اگرچہ دوسرے دونون مین یعنے دنیا مین
اس قسم کے لوگ بہت ہوتے تھے هٰهُنَا حشر کے میدان مین جہان ہر شخص اپنے حال مین گرفتار ہوگا اور
اپنے انجام کی فکر مین گھبرایا ہوا بیقرار ہوگا اگرچہ جنت مین داخل ہونے اور اپنی طرف سے امن اور چین حاصل
ہونے کے بعد اپنے خویش اور اقربا اور دوست اور آشنا کے حال سے بھی پریشان ہوگا اور یاد کریگا پھر اگر
ان کو شفاعت کے قابل پاویگا تو ان کی شفاعت کریگا حَمِيمٌ کوئی قرابتی جو اسکی خاطر داری کرے اور اسکی
تسلی اور دلاسے کے سبب سے تھوڑی سی آرام اور تخفیف عذاب مین اس کافر کو حاصل ہو وَلَا طَعَامٌ اور نہ
کھانا جسکے سبب سے کچھ بدنکو قوت اور دلکو فرحت حاصل ہووے تاکہ اس عذاب کے برداشت کی طاقت ہو إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ
مگر دھوان دوزخ مین جلے ہوؤنکے زخمون کا جو پیپ اور زرد پانی کی صورت دوزخیونسے بہہ کر دوزخکے
گڑھون مین جمع ہوگا اور بدبو اور بدمزگی اور بے لذتی مین اسقدر ہوگا کہ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ نہ کھاسکیگا کوئی
اسکو مگر اسی قسم کے خطاکار گنہگار جنکے نزدیک ایمان کا ٹھکانا اور نہ کبھی اللہ تعالےٰ کے بندونکے ساتھ احسان
اور سلوک انسے ہوا تھا پھر وے لوگ ایسے بدمزہ بدبو والے کھانے کو نہایت بیقراری اور بھونک کے غلبے سے
بہزار دشواری سے حلق کے نیچے اتارینگے لیکن آخر کو اس کھانے کی تاثیر سے جو زہر کا خاصہ رکھتی ہوگی بیقراری
اور بے تابی کی زیادتی ہوگی تو ایسا کھانا کھانے مین انہی سے خطا ہوگی کہ اس کھانیکو قوت کا سبب جان کے کھائینگے
پھر اسکے سبب سے اور عذاب کی شدت مین گرفتار ہونگے پس انکا حال ایسا ہی جیسے کوئی شخص زہر قاتل کو
غذا یا دوا یا معجون مقوی کے عوض مین استعمال کرے کہ سراسر خطا اور چوک ہی لغت والون کو اس جگہہ پر
ایک اعتراض ہی اس کا مطلب یہہ ہی کہ عرب کی زبان مین دھو ن کو غسلین کہتے ہین اور حال یہہ ہی کہ دوزخ
مین دھوان نہ ہوگا اور دھون مراد بھی نہین ہی بلکہ حدیث شریف مین غسلین کی تفسیر مین زرد پانی اور پیپ
اور خون فرمایا ہی سو اسمین کیا نکتہ ہی کہ زرد پانی اور پیپ اور خون کو غسلین فرمایا ہی اور اس اعتراض کا

جواب یہہ ہے کہ زرد پانی اور پیپ اور خون جو دوزخیونکے اعضا گھٹانے اور نقصان پہونچانے کا باعث ہونگے اسواسطے کہ ان کا گوشت اور پوست انکے بدنون پر سے برطرف ہوکر پیدا ہوگا تو گویا زرد پانی اور پیپ اور خون سے انکے حق مین دہوون کا حکم پیدا کیا گویا اسنے اس پوست کو دھو ڈالا اور پاک کرکے پھینک دیا اور اس پہلے کھال کے زرد پانی ہوکر بہ جانے کے سبب اور نئی کھال اسکی جگہہ پیدا ہو جانے سے ایسا ظاہر ہوا کہ وہ جلی ہوئی پہلی کھال میل کے مانند تھی جو بدن سے دور ہوگئی سو ایسی باریکیون کی رعایت کرنا فن بلاغت کے اعجاز کے مرتبونسے ہے اس باریکی کے فایدے کے واسطے غسلین کے لفظ کو زرد پانی اور میل کے واسطے استعارہ فرمایا ہے یعنے اسکی عوض مین لائی ہین فصیحون کے قاعدے کے بموجب اور جو اس صورتمین استدلال سے یہان تک اُن امرون کی تفصیل جنپر حاقہ ہونا ثابت ہوتا ہے قطعی دلیلون اور واضح برہانونسے سن چکے اور یہہ بات ظاہر ہے کہ یہہ علم حکیمون کی فکر اور داناؤن کی عقل سے باہر ہے اپنے علم اور عقل کے زور سے کوئی اسکو پا نہین سکتا تو اس سے یہہ بات ثابت ہوئی کہ یہہ کلام حق تعالی کا ہے کسی مخلوق کا نہین فَلَآ اُقْسِمُ پھر قسم نہین کھاتے ہین ہم اسواسطے کہ قسم کھانے کی کچھ احتیاج نہی یہہ کلام آپ ہی اپنے حال پر گواہ عادل ہے اور شاہد صادق ہے اور اسکی مثال یون سمجھا چاہیئے کہ جسطرح کتاب شفا جو تصنیف ہے شیخ بوعلی سینا کی اس کا مضمون اس قسم کا ہے کہ وہ خود دلالت کرتا ہے اسبات پر کہ یہہ حکیم کا کلام ہے اور اسیطرح کتاب قانون بھی اسی کی تصنیف ہے لیکن اس کا مضمون خود دلالت کرتا ہے اسپر کہ یہہ کلام طبیب کا ہے اور اگر تم لوگون کو بغیر قسم کے یقین نہین آتا ہے تو ہماری قسم بِمَا تُبْصِرُوْنَ اس چیز کے ساتھہ ہے جو دیکھتے ہو یعنے وے لطیفے اور فایدے ظاہری جو اس کلام سے اپنی دانائی کی آنکھہ سے دیکھتے ہو وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ اور جو نہین دیکھتے ہو وے لطیفے اور فایدے باطنی جو اپنی دانائی اور عقل کی بصارت سے ان کو پا نہین سکتے بلکہ اُن کے دریافت کرنے مین تعلیم اور تنبیہ کے محتاج ہوتے ہو بلکہ تعلیم اور تنبیہ کے بعد بھی تمھاری عقل انکے دیکھنے مین چوندہیا جاتی ہے اور بھر نظر دیکھہ نہین سکتی اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ ماتبصرون سے ظاہر کا عالم مراد ہے اور مالاتبصرون سے غایب کا عالم مراد ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ماتبصرون وہ ہے جو زمین کے اوپر ہے اور مالاتبصرون وہ ہے جو زمین کے نیچے ہے یا ماتبصرون سے عالم اجسام مراد ہے اور

ماتبصرون سے عالم ارواح مراد ہے یا اوّل سے انسان اور دوسرے سے جنات مراد ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ماتبصرون سے کعبہ معظمہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً مراد ہے اس لیے کہ انوار الٰہی کی تجلی اس مقام مین اسطرح سے ظاہر اور باہر ہے کہ آنکھ کی بینائی سے معلوم ہوتی ہے اور مالاتبصرون سے بیت المعمور مراد ہے اور بعضون نے خشکی اور تری کی مخلوقات پر حمل کیا ہے اور بعضون نے ماتبصرون کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ پر یعنے حکم پہنچا دینے پر اور مالاتبصرون کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نزول اور آترنے پر منطبق کیا ہے اور اکثر صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے ماتبصرون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آثار اور نشانیوں پر جو ظاہر معجزون کی مدد سے روشن اور واضح تھے حمل کیا ہے اور مالاتبصرون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے انوار پر جو ہرگز کسی مخلوقات کی بینائی بلکہ دانائی مین بھی نہین آسکتے ہین حمل کیا ہے غرض کہ ہر طرح سے قسم کھانا اس مضمون پر ہے کہ اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن معجزون والا جو ہر چیز کی حقیقت کو کھولدیتا ہے اور جن چیزون کے بوجھنے اور دریافت کرنے سے عقل اور خیال اور وہم اور بوجھ سب عاجز ہین ان پر آگاہ کردیتا ہے لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ البتہ بیشک خدا کا کلام ہے لایا ہوا رسول بزرگ اور نیک کا اسواسطے کہ درگاہ الٰہی سے حضرت جبرئیل علیہ السلام لاتے ہین اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے رسول مجتبیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تمکو پہنچاتے ہین اور یہ دونو شخص نہایت بزرگی اور کرم اور عدالت اور دیانت اور امانت سے موصوف ہین اور دنیا کی خسیس غرضون سے اور اس جہان کی بری طمعون سے منزہ اور پاک ہین خصوصاً اس رسول کا حال یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمنے اپنی آنکھ سے خود دیکھا اور خوب جانتے ہو کہ جہان کی برائی سے پاک ہے اور اس دوسرے رسول کا حال دریافت کرنے کو اس رسول کی گواہی فقط کافی ہے اور پھر ایسے بزرگون سے اپنے مالک اور خالق پر افترا اور جھوٹھ باندھنا ہرگز نہین ہوسکتا ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا بیجا ہے وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہین ہے یہہ قرآن کہا ہوا کسی شاعر کا اسواسطے کہ شعر کے واسطے وزن اور بحر لازم ہے اور اس کلام مین ہرگز وزن اور بحر پائی نہین جاتی اور یہہ بھی ہے کہ شاعر کا کلام بے اصل محض ہوتا ہے اور تمام مضمون اسکے وہمی اور خیالی ہوتے ہین جن کی اصل کچھ بھی نہین ہوتی اور اس کلام مین حقایق اور معارف کے اصول کو قطعی دلیلون اور یقینی حجتون سے بیان فرمایا ہے اور دوسرے

یہہ بھی ہی کہ شاعرونکے کلام مین خالی مضمون اِس قسم کے نہین ہوتے ہین کہ وقت کی خصوصیت پر یا عدد اور مدت
کی تعیین پر یا واقعی سچے قصور پر جسطرح وے امورات حقیقت مین ہین اسیطرح بیان کرین بلکہ کمی اور زیادتی سے
انکے کلام خالی نہین ہوتے بخلاف اِس کلام پاک کے کہ اِسی قسم کے مضمون اِسمین سنتے ہو جس طرح اِس سورۃ مین
تمنے سنا کہ حقتعالے فرماتا ہی کہ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ وَّیَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّکَ فَوۡقَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ
یہان حق تعالےٰ نے وقت کو خاص کرکے اور عدد اور مدت کو معین کرکے فرمایا اور اِس تعیین اور تخصیص مین کسی
طرح کا شک اور شبہ نہین ہی اِسی طرح دوسرے احوال جیسے ثمود کا قصہ اور عاد اور فرعون کا اور
اور جو اسکے پہلے تھے اور موتفکات کا یعنے الٹی بستیون والے یعنے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور اِس بیان
مین کسیطرح سے کمی اور زیادتی نہین ہی پس نادان جاہلون کا بکنا جسطرح ابوجہل جاہل کہتا تھا کہ یہہ کلام کسی
بڑے شاعر کا ہی جو بلاغت کے فن مین نہایت مہارت رکھتا ہی کہ مجھکو اپنی بلاغت کے زور سے عاجز کردیا ہی
یہہ اِس کا کہنا محض بیفایدہ اور پوچ ہی ہرگز سماعت کے قابل نہین ہی قَلِیۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ بہت تھوڑا
تم یقین کرتے ہو اسواسطے کہ بدیہی امرون کو جنکا صدق ظاہر اور کھلا ہوا ہی ان کو بھی اپنی نادانی اور جہالت
اور تعصب سے انکار کرتے ہو نہین تو اِس کلام کا شعر نہونا ظاہر ہی از روے لفظ کے بھی اور از روے معنے
کے بھی کسیطرح کی پوشیدگی نہین ہی وَلَا بِقَوۡلِ کَاہِنٍ اور نہین ہی یہہ قرآن کہا ہوا کسی کاہن کا جسکو
جنات بعضی باتین غیب کی اور بعضے احوال کچھ ردیف قافیہ سے ایک کلام درست کرکے بتلا دیتے ہین جیسے
چور کا پتا اور نام اور نسب اور مدعی کو دعوے مین سچا جان لینا اور خواب کی تعبیر بتا دینا اور اِسی قسم کی دوسری
چیزین اسکے دلمین ڈالدیتے ہین جسطرح عقبہ بن معیط اِسی قسم کی باتین بکا کرتا تھا سو یہہ کلام ویسا نہین ہی
کئی وجہون سے پہلی وجہہ یہہ ہی کہ جنونکا کلام معجز نہین ہوتا یعنے دوسرا ویسا کہہ نہ سکے بلکہ جو ایک جن کسی کاہن
کو ایک بات سکھلاتا ہی دوسرا جن بھی ویسی بات دوسرے کاہن کو سکھلا سکتا ہی اور یہہ کلام یعنے قرآن ایسا
معجز ہی کہ کسی جنکا کلام اسکے مشابہ نہین ہو سکتا اور دوسری وجہہ یہہ بھی ہی کہ کاہنونکے کلام مین قافیہ اور
سجع کی رعایت کیواسطے بہت لفظین بیکار اور بیفایدہ آتی ہین اور اِس کلام اعجاز نظام مین کوئی
لفظ بیفایدہ اور بےکار نہین ہی تیسری وجہہ یہہ ہی کہ جنونکا خبردار ہونا کسی آئندہ کے احوال سے

اور معین کردینا کسی مجہول چیز کا جو آدمی سے چھپی ہی انکے جسم کی لطافت اور باریکی کے سبب سے
اور انکے عالم کا نزدیک ہونا فرشتونکے عالم سے اور مختلف شکلونکے بدلنے پر قادر رہنے اور آسمان کے
قریب جاکر فرشتون کی بات سن لینے کے سبب سے ہو سکتا ہی لیکن علمون کی حقیقت پر مطلع ہونا اور دین اور
شرعیتونکے کلی قواعد اور دستورونکو جان لینا اور فرشتونکے اور آسمان کے چھپے بھیدون پر خبردار ہونا اور
اگلے زمانے کے بڑے بڑے قصون سے آگاہ ہونا ہرگز انسے نہین ہو سکتا بخلاف قرآن شریف کے کہ وہ اُن ہی
مضمونون سے پر ہی چوتھی وجہہ یہہ ہی کہ اس کلام مین یعنے قرآن مجید مین اکثر مقامون پر شیطانون کی برائی اور
اُن کی راہ اور چلن سے بچنا اور جنون کی عبادت کی برائیان جو بتون مین گھس کے آواز کرتے ہین اور اس فریب سے
اپنے تئین معبود ٹھہراکر پجواتے ہین اور کاہنونکی برائیان جو شیطانون سے بھائی بندی رکھتی ہین مذکور ہین
سو اگر یہہ جنون کا کلام ہوتا تو جن اپنی برائی آپ کاہیکو بیان کرتے اور اپنی شیطنت ظاہر کرکے لوگون کو اپنے
سے علیحدہ اور متنفر کرتے اسواسطے کہ یہہ بات عادت کے خلاف ہی کہ کوئی شخص اپنی برائی آپ ہی
بیان کرے قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم سوچتے ہو اپنے معلوم معتقدونکو اور بہت کم غور کرتے ہو
ان مین اس مقام مین مفسرین کو ایک سوال ہی مشہور وہ سوال یہہ ہی کہ شاعریت کی نفی مین قلیلاً ما تومنون
اور کہانت کی نفی مین قلیلا ما تذکرون کیون فرمایا سو اس کا جواب عین آیتون کی تفسیر مین بیان کردیا گیا اسواسطے
کہ شاعریت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تلاوت اور تبلیغ مین ایسا ظاہر امر تھا جو سب پر
روشن تھا ایسی ظاہر چیز کی انکار نہین کرتا مگر وہی جس کا دل تصدیق اور ایمان سے خالی ہی ایسا شخص
بدیہی چیز کی بھی انکار سکتا ہی جسطرح آگ کو جلانیوالا نجانے اسواسطے کہ بے عقل محض ہی اور اس کلام سے یعنے
قرآن کے سننے کے سبب سے کہانت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنا البتہ تامل اور غور پر موقوف
تھا اور اسبات کی احتیاج تھی کہ کہانت کے لوازمات کو اور اسکی اصل اور فروع کو یعنے اسکی جڑ اور شاخ
کو خوب طرح سے غور کرین اسواسطے کہانت کی نفی مین تذکرون فرمایا یعنے غور اور فکر تم بہت کم کرتے ہو
حاصل کلام یہہ ہی کہ قرآن شریف جب شاعر کا کلام اور کاہن کا کلام نہو سکا تو ثابت ہوا کہ تَنْزِيْلٌ مِّنْ
رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ اتارا ہوا ہی تمام عالم کے پروردگار کی طرف سے جسکی ربوبیت عام ہی سب کو شامل

اور یہی عام ربوبیت اسکی اس کلام کے اتار نیکی مقتضی ہوئی یعنے اسنے خواہش کی تاکہ سب جہان والون کو دین
اور دنیا کے کامون مین اس کلام پاک سے تربیت فرماوے اور یہہ کہین کہ یہہ کلام حقیقت مین حقتعالے
ہی کا اتارا ہوا ہے کسی آدمی اور جن کا کلام نہین ہے مگر ایک دو کلمے یا ایک دو آیتین رسول اپنی طرف سے اسمین
ملاکر زیادہ کردے تو ہوسکتا ہے کچھ تعجب نہین ہے اسواسطے کہ دنیا کے رسول اور قاصد بھی پہنچنے والے کی
طرف پیغام پہنچانے اور ادا کرنے کے وقت ایک دو کلمے اپنی طرف سے ملانے مین کچھ مضایقہ نہین جانتے
اور اسقدر یعنے ایک دو کلمے یا ایک دو آیتین اگر ملا دی جاوین تو اتنے بڑے کلام مین وے پہچان نپرین گی اور جدا
ہوسکین گی تو اس احتمال سے اس مجموع کلام کے معجز ہونے مین بھی امن حاصل نہوا تو اسکے جواب مین ہم کہینگے
کہ یہہ قیاس تمھارا مع الفارق ہے یعنے اس کلام پاک کو قاصد کے کلام پر قیاس کرنا بہت بعید اور بیجا ہے
اسواسطے کہ دنیا کے قاصدونکو انکے بھیجنے والے پیغام پہنچانیکے وقت دیکھتے نہین ہین اور اپنے کلام کو قاصد کے
حافظے مین ادا کرنے تک باقی رکھنے کی طاقت نہین رکھتے اسواسطے قاصدکو اتنے دخل دینے کی اپنے کلام مین گویا
پروانگی دیتے ہین اگرچہ زبان سے نکہین اور یہان یعنے حقتعالے کے بھیجے ہوئے رسول مین یہہ بات متصور نہین ہے
اسواسطے کہ یہان رسول اور اس کا حافظہ دونون بھیجنے والیکے یعنے حق تعالی کے اختیار اور قدرت مین ہین
اور ہر وقت اسکے سامنے حاضر یہان ہرگز متصور نہین ہے کہ رسول اپنی طرف سے حقتعالی کے کلام مین دخل دینے
پاوے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور اگر فرض کیا کہ بنا کر کہے یہہ رسول ہمپر اپنی فصاحت اور بلاغت کے زور سے
بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ بعضی باتین یعنے کوئی آیت مین کچھ اپنی طرف سے بڑہا دے اسواسطے کہ اگر سب کلام کو یا کوئی
بڑی آیت کو پوری بنا لیتا تو فصیح اور بلیغ لوگ اس سے جھگڑا کرکے اسکو شرمندہ اور خفیف کر ڈالتے لَاَخَذْنَا
مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ البتہ اسکو اسیوقت ہلاک کر ڈالتے اسطور کہ پکڑتے ہم اس کا سیدہا ہاتھہ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ
پھر ہم کاٹ ڈالتے تیز تلوار سے اسکے جان کی رگ جسکے سبب سے اس کی جان ہے اور ہم اسکو فرصت
نہ لینے دیتے اور یہہ اس واجب القتل کے حال کی صورت ہے جسکو بادشاہ دنیا کے اپنے سامنے
سزا دیتے ہین اور اپنے روبرو جلاد کو بلا کر اسکی گردن کٹواتے ہین اور داہنا ہاتھہ پکڑنے کی وجہہ
یہہ ہے کہ قتل کرنے کے وقت تلوار جلاد کے داہنے ہاتھہ مین ہوتی ہے پھر اگر مقتول کا بایان ہاتھہ پکڑکے اسکی

گردن مارے تو مقتول کی گردن پر پیچھے کی طرف پھری ہوئی تلوار لگیگی اور اگر اس کا داہنا ہاتھ پکڑکے ماریگا تو مقتول کی گردن مین بائین طرف سے لگے گی جسطرف دل ہوتا ہی گردن مارنے کی جگہہ بھی وہی مقرر ہی اور مقتول کا ہاتھ گردن مارنے کے وقت پکڑنا اسواسطے ہوتا ہی تاکہ اپنے ہاتھ سے جلاد کے حربے کو روک نہ لے اور دوسرے حربے کی جلاد کو حاجت ہووے اور روکنے اور بچانے مین اکثر داہنا ہاتھ اٹھتا ہی اور یہہ ہاتھ زوروالا بھی ہی سو اسواسطے داہنا ہاتھ ہی پکڑنا چاہیئے اور بعضے محققون نے ایسا کہا ہی کہ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ سے اشارہ یہہ ہی کہ اسکے داہنے ہاتھ کو ہم شل کردیتے تاکہ ہل نہ سکے اور ہرگز جنبش نہ کرسکے اور جھوٹھہ بات اشارہ اور کنایے سے بھی نکرسکے اور لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ سے اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ اسکے دل کی رگ کو کاٹ ڈالتے تاکہ جھوٹھہ بات بناکر نہ کہہ سکے اور اس رگ کا نام عربی مین نیاط ہی اور زبان کے متصل ہوتی ہی اور زبان کی جنبش اور دلکے ارادے کے موافق زبان سے بات کا نکلنا اسی کے سبب سے ہوتا ہی اسیواسطے خفقان کے مرض کے وقت جو دلکو گھبراہٹ اور بیقراری ہوتی ہی تو زبان بھی لغزش اور لکنت کرنے لگتی ہی اور اس جگہہ پر ایک سوال ہی بہت سخت اس کا مضمون یہہ ہے کہ اگر یہہ شرط اور جزا درست ہوا اور مقدم اور تالی کی ملازمت کلیۃً صادق آوے یعنے جہان کہین مقدم پایا جائے وہان تالی بھی ضرور پایا جاوے تو یہہ بات لازم ہوتی ہی کہ جو حق تعالے پر جھوٹھہ باندہے وہ زندہ باقی نرہے اور حال یہہ ہی کہ مفتری اور جھوٹھے بہت گذرے ہین جیسے مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی اور اسیطرح کے دوسرے جھوٹھے جنھون نے طومار حق تعالے پر جھوٹھہ کے باندہے ہین اور اس قسم کا مواخذہ اور پکڑ انسے نہوئے تو اسکا جواب یہہ ہی کہ تقول کے صیغہ مین جو ضمیر مستتر ہی وہ فقط رسول کیطرف پھرتی ہی نہ ہر فرد انسان کیطرف بس لازم یہہ ہوا کہ اگر بالفرض رسول سے ایسی بات پائی جاوے تو اسیوقت یہہ عذاب اسپر کیا جاوے اسواسطے اسکی تصدیق اور سچائی معجزون کے سبب سے حاصل ہوئی ہی پھر اگر اس قسم کی بات مین جلدی سزا اور عذاب نہ کیا جاوے تو ایسا التباس اور شبہہ پڑجاوے جس کا رفع ہونا ممکن نہین ہی اور یہہ بات حکمت کی منافی ہی بخلاف اس شخص کے جو رسول نہین ہی اور اس کا رسول ہونا معجزے سے ثابت نہین ہوا ہی تو اس کی بات بھی بیہودہ اور خرافات ہی کوئی اسکی بات نہ سنیگا اور ہرگز کسیکو التباس اور شبہہ نہ پڑیگا ہان ایسے شخص کے تنبیہ

تصدیق ہونا محال ہے یعنے ہرگز نہین سکتی اور اسکی مثال یون سمجھا چاہیئے کہ جس طرح بادشاہ کسی شخص کو
کسی کام پر مقرر کرکے خلعت اور فرمان اپنا دے کر کسی طرف روانہ کرتے ہین پھر اگر اس شخص سے اس
خدمت مین کچھ خیانت ہوئی یا کچھ بادشاہ پر جھوٹھ باندھنا اس سے ثابت ہوا تو اسیوقت اسکا تدارک کرتے
ہین اور اگر کسی دوسرے شخص سے جسکے پاس نہ کوئی سند ہے نہ کچھ کام ایسی بات ہوتی ہے تو ہرگز اسطرف متوجہ
نہین ہوتے اور اسکے حال سے کچھ تعرض بھی نہین کرتے اسواسطے کہ جانتے ہین کہ دانا لوگ اسکے فریب مین ہرگز
نہ آوینگے اور اسکی بات کو ہرگز نہ سنینگے بس یہی حال رسول کے مقدمے مین بوجھا چاہیئے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ
اگر رسول جسکی رسالت معجزون سے ثابت ہوچکی ہے اس قسم کا افترا اور جھوٹھ حقتعالے پر باندھے تو ضرور ایسے
عذاب مین گرفتار ہووے فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ پھر نہ ہوگا تم مین سے کوئی فرقہ یا کوئی جماعت
ہمارے اس عذاب کو رسول سے منع کرنے والا اور روکنے والا یعنے پھر کوئی ایسا نہین جو رسول کو اس بلا
سے کسی حیلہ اور تدبیر سے بچا رکھے اور ہلاک ہونے ندے اور اَحَد کے لفظ جمع کے معنون مین ہے اسیواسطے اسکی
خبر مین حاجزین فرمایا ہے جمع کے صیغے سے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ جب سب جہان کے لوگ ملکر اسکو اس
ہمارے عذاب سے بچا نہ سکینگے تو ہر ایک اکیلا اکیلا کب بچا سکتا ہے اور منع کرسکتا سو جب یہہ بات ثابت ہوچکی کہ
یہہ قرآن سبکا سب یعنے ہر ہر کلمہ اور ہر ہر حرف اسکا جہان کے مالک کے طرف سے اتارا ہوا ہے تو ایک فایدہ اسکا
ظاہر ہوا یعنے اس قرآن کی تلاوت حقتعالے کی نزدیکی کا سبب ہے اور اسکی ہمیشہ تلاوت کرنے سے اس
جناب پاک کی درگاہ مین بڑا مضبوط وسیلہ حاصل ہوتا ہے جیسے ذکر الٰہی پر مداومت اور ہمیشگی کرنے سے اب
دوسرا فایدہ جو اس مین پایا جاتا ہے بیان فرماتے ہین کہ وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَتَذْكِرَةٌ
لِّلْمُتَّقِيْنَ البتہ نصیحت اور سمجھوتی ہے اور یاد دلا دیتا ہے پرہیزگارون کو یعنے ان لوگون کو جو تقوے کی راہ
چلتے ہین اور چاہتے ہین اس کام کرنے کو جس مین اپنے خاوند کی رضامندی حاصل کرین اور بُرے
کامون سے دور بھاگتے ہین ایسے لوگون کے واسطے یہہ قرآن شریف قانون اور دستور العمل ہے اور یے دونون
فایدے قرآن شریف کے ایماندارون کے واسطے اور پرہیزگارون کے واسطے خاص ہین منکر اور جھٹلانیوالون
کو ان دونون فایدون سے قرآن کے کچھ فایدہ نہین ہے وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ اور بے شک ہم جانتے

ہین کہ مقرر تم مین سے بعضے لوگ اِس قرآن شریف کو جھٹلاتے ہین سو یہی دونون فایدے قرآن کے اتارنے مین
انکے واسطے ارادہ نہین کیا ہے ہمنے بلکہ کافرون اور منکرونکے حق مین قرآن کے اتارنے مین دوسرا فایدہ
ہمنے منظور کیا ہے وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ اور بے شک یہہ قرآن بڑا پچھتاوا ہوگا کافرون پر پہلے
دنیا مین جسوقت قرآن پر عمل کرنیوالون کو حقتعالی کی طرف سے مددین اور فتحین پے درپے پہنچینگی اور ان کا غلبہ
اور دبدبہ روز بروز بڑھتا جاوے گا اور دوسرے آخرت مین جب قرآن پر عمل کرنیوالے ہر موقف اور ہر
جگہہ پر حشر مین سرخ رو ہووینگے اور قرآن کے منکر ہر جگہہ ذلیل اور خوار اور رسوا ہونگے وَاِنَّهٗ
لَحَقُّ الْيَقِيْنِ اور بے شک یہہ قرآن شریف صرف یقین ہے یعنے قابل یقین کرنے کے ہے جسمین باطل اور
نالایق بات پائی نہین جاتی تاکہ شک اور شبہ کی اسمین جگہہ ہووے یا کسیکا عذر اسکے مضمون کے نماننے
مین دنیا یا آخرت مین سنا جاوے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ سو پاکی کے ساتھ یاد کر اپنے پروردگار کا
نام جو سب سے بڑا اور بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے تاکہ تجھکو اس یاد کرنے مین دلکی پوری صفائی حاصل ہووے
اور قرآن کا حق الیقین ہونا تیرے دل کے صیقل کئے ہوے آئینے مین منقش ہو اور گڑ جاوے اور یہہ تیسرا
فایدہ ہے قرآن شریف کا جس سے خاص لوگ جو صاحب باطن ہین بہرور ہوتے ہین حدیث شریف مین آیا ہے
کہ جب یہہ آیت نازل ہوئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ یعنے اس تسبیح کو اپنی
نماز کے رکوع مین پڑھا کرو اور اس طرح پر کہا کرو کہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ یعنے پاک ہے رب میرا جو بڑی عظمت
والا ہے اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى نازل ہوئی تب آپنے فرمایا کہ اِجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ یعنے اس تسبیح
کو اپنے نماز کے سجدے مین پڑھا کرو اور یون کہا کرو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلَى یعنے پاک ہے رب میرا جو سب سے بلند ہے اور
اسی حدیث سے نحو کے جاننے والے قاریون نے یہہ بات نکالی ہے کہ معنے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ اور سَبِّحْ بِاسْمِ
رَبِّكَ آپس مین دونون متلازم ہین یعنے دونون کے معنے ملے ہین اسواسطے کہ اس مقام مین سُبْحَانَ رَبِّيَ
الْعَظِيْمِ کہنے کو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے مضمون کی فرمانبرداری کا سبب گردانا ہے جس طرح سُبْحَانَ
رَبِّيَ الْاَعْلَى کہنے کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کے مضمون کی تابعداری کا سبب کہا ہے تو اس سے معلوم
ہوا کہ بے کا حرف جو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ مین ہے سو زاید ہے جیسے وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

مین زاید ہی اور بعضے باریک بین اس حدیث شریف کے مضمون مین ایک اشکال رکھتے ہین حاصل اس
اشکال کا یہہ ہی کہ تسبیح کو دونون آیتون مین رب کے اسم پر لائے ہین یعنے یون فرمایا ہی فَسَبِّحْ
بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور حدیث شریف مین رب کی ذات کی تسبیح ہی اسم رب
کی تسبیح نہین ہی یعنے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فرمایا ہی سوان دونون تسبیحون
کے کہنے سے جو حدیث شریف مین وارد ہین فرمان برداری اس امر کی جو دونون آیتون مین ہی کس
طرح ہوئی ظاہر تو آیتون مین حکم دوسرا ہی اور حدیثون مین حکم دوسرا سو اس اشکال کا جواب یہہ
ہی کہ رب کی ذات کی تسبیح رب کے اسم کے ضمن مین بوجھی جاتی ہی سو آیت مین تسبیح کی صورت کا حکم ہی اسی طور سے
جسطرح کوئی اپنے دل کی بات اور مقصود کو بیان کرے اور حدیث مین اس تسبیح کی صورت یعنے لفظون کی
تعلیم ہی انہی دو اسم کر کے یعنے عظیم اور اعلی کر کے اور ان دونون اسمون کو صفت کیا ہی ایک دوسرے
اسم کا یعنے رب کا سو اسطور کی عبارت کو اس واسطے اختیار کیا ہی تا کہ دونون آیتون کے لفظون کی رعایت
جہان تک ہوسکے کی جاوے اور ایک احتمال یہہ بھی ہی کہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ کے معنے یون ہون کہ
فَسَبِّحْ ذَاتَ رَبِّكَ بِهَذَا الْاِسْمِ الْمُرَكَّبِ مِنَ الصِّفَةِ وَالْمَوْصُوفِ یعنے پھر تسبیح کر اپنے رب کی ذات
پاک کو اس نام سے جو مرکب ہی صفت اور موصوف سے اور اس قیاس پر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَ
عْلَى کے معنے یون ہونگے کہ اَوْقِعِ التَّسْبِيحَ عَلَى هَذَا الْاِسْمِ الْمُرَكَّبِ مِنَ الْمَوْصُوفِ وَالصِّفَةِ یعنے واقع
کر تسبیح کو اس نام پر جو مرکب ہی موصوف اور صفت سے اب اس صورت مین حدیث کا مضمون
آیت کے مضمون سے مطابق ہوگیا اور ہرگز کوئی اشکال باقی نرہی

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین چوالیس آیتین اور دو سو سولہ کلمے اور آٹھ سو ایک سٹھ حرف ہین اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ حاقہ سے یہہ ہے کہ اس سورت مین اول سے آخر تک قیامت کا ذکر اور دنیا اور آخرت مین کافرون کے عذاب کی کیفیت بیان ہے اور اس سورت مین مکہ کے کافرون کی عذاب موعود کی جلدی کرنا بیان ہے اور ان کی جرات اور بے باکی ایسے مہلک اور خوفناک چیز کے طلب کرنے پر باوجود اسبات کے کہ ادنی چیز جو عادت کے خلاف ہو اور سہل سی مشقت کے اٹھانے کی طاقت نہین رکھتے ہین تو گویا اس سورت مین حماقت اور نادانی اور جہالت ان لوگون کی بیان ہے جو ایسی سخت آفت کو سہل سمجھ کر اسکی ٹھٹھا اور مسخری کیا کرتے ہین اور اس سورت مین مذکور ہے کہ کافر خدا کا ایمان نہین لاتے ہین اور فقیرون اور محتاجون کے کھلانے کی عادت نہین کرتے ہین اور قیامت کے دن کوئی خویش اور قریب کافر کے کام نہ آوے گا اور اس مضمون کو اس سورت مین تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ یعنے آرزو کرے گا گنہگار کہ کاش کے عوض دے اسدن کے عذاب سے اولاد اور جورو اور بھائی الخ اور مسلمانون کے حق مین ارشاد فرمایا ہے کہ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ اور یہہ بھی فرمایا ہے وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین آسمان کا پھٹنا اور ٹکرانا زمین اور پہاڑون کا مذکور ہے اور اس سورت مین پگھلنا آسمان کا اور اڑنا پہاڑون کا ہوا مین مذکور ہے اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین مذکور ہے کہ کافر کا مال قیامت کے دن کچھ کام نہ آوے گا اور نہایت شرمندگی اور افسوس سے کہیگا مَا أَغْنَى عَنِّي مَالِيَهْ اور اس سورت مین مذکور ہے کہ کافر کے اہل و عیال اور خویش اور اقربا قیامت کے دن اسکے عوض مین کچھ کام نہ آوینگے کہ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ الخ اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین ارشاد ہوا ہے کہ کافرون کے عذاب کا کارخانہ ہمیشہ تقدیر مین مختلف رہا ہے بعضے کافرون کے عذاب کا سامان تین دن مین سرانجام پایا ہے جیسے ثمود کی قوم اور ایک ہی فرشتہ کے فعل سے یعنے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور ایک ہی روح کے مسخر کرنے سے یعنے صوت اور صیحہ کے مقولے کی روح سے اور حقیقت مین یہہ ایک شعبہ ہے ہوا کے عنصر کی روح کلی سے اور بعضے کافرون کا آٹھ دن مین اور بہت فرشتون کی

تدبیر سے جیسے حضرت میکائیل علیہ السلام اور انکے ہمراہی والے فرشتے اور ہوا کی عنصر کی روح کلی کے مسخر
کرنے سے سرانجام اور اختتام پایا جیسے عاد کی قوم اور بعضون کو بہت سے مختلف فرشتون کی جماعت سے
اور مختلف عناصر کی ارواح سے اور ادھر کی مرکب چیزون سے اور حیوانی روحون سے چالیس برس مین یا ایک
رات مین یا چھ مہینے مین عذاب کیا جیسے فرعون اور اسکے پہلے والے یعنے حضرت شعیبؑ اور حضرت
لوطؑ اور حضرت نوح علیہم السلام کی قومون کے عذاب مین افعال مختلف ترکیب پائے تھے چنانچہ فرعونکے
غرق کرنیمین حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہم السلام اپنے لشکر اور ہمراہیون سے شریک تھے
کبھی قحط اور کبھی میوون کا نقصان اور کبھی طوفان اور کبھی ٹیری اور کبھی چیچڑی اور کبھی مینڈک اور کبھی
خون سے اس پر عذاب کرتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین آواز کرنیوالے حضرت
جبرئیل علیہ السلام تھے اور صدا کی روح کو مسخر کیا تھا اور آگ کے سائبان کو حضرت میکائیل علیہ السلام اور
انکے لشکر کے فرشتون نے انجام دیا تھا اور آگ اور ہوا کی روح کی تسخیر واقع ہوئی تھی اور حضرت لوط
علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین حضرت جبرئیل علیہ السلام معہ سولہ فرشتے دوسرے شریک تھے اور گندھک
کے کان کی روح اور زمین کی روح سب کو مسخر کرکے اس کام مین لگایا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی
قوم کے عذاب مین حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے لشکر اور مددگارونکے ساتھ شریک ہوکے پانی کی روح کو مسخر کیا تھا
از روئے فعل کے اور ہوا کی روحکو مسخر کیا تھا از روئے انفعال کے اور ادھر کی مخلوقات کو پانی ہو جانے کے واسطے مسخر کیا تھا اور زمین کی
روحکو چشمون کے پہاڑ نکالنے اور بہانے کے واسطے اور جنگل کے وحشی جانورون کو یعنے درند اور پرند
اور حشرات الارض کو کشتی پر لادنے کے واسطے اور اسواسطے کہ اپنی طبیعت کی خواہشون کو بند کرین اور
کسیکو آپسمین ایذا نہ پہنچاوین اور اسیواسطے ان قومون کے حق مین ارشاد ہوا ہی کہ اَخَذْنَاهُمْ
اَخْذَةً رَّابِيَةً اور اس سورتمین ارشاد فرمایا ہی کہ قیامت کا عذاب جو موعود یعنے وعدہ کیا گیا ہی
وہ سب فرشتون کی خدمت کا اور تمام مخلوقات کی ارواح کی خدمت کا محتاج ہی ارواح خواہ علوی ہون
خواہ سفلی اور اس عذاب کے سرانجام کی ابتدا صور کے پھونکنے سے ہی اور انتہا اسکی دوزخ والون کے
دوزخ مین قرار پکڑنے تک اور یہہ پچاس ہزار برس مین ہوگا پھر ایسے عذاب کو جلدی چاہنا کہ جھٹ پٹ

آجاوے بڑی نادانی اور حماقت کی دلیل ہی اور اس عذاب کی حقیقت سے ناواقف ہونے کا نشان ہی اور معارج الہیہ سے جہالت کی علامت ہی اور معارج الہیہ عبارت ہین عمدہ تدبیرون کے تمام ہونے سے زمانونکے الٹ پھیر مین اور اس سورت کا نام سورہ معارج ہونے کی وجہ یہہ ہی کہ اس سورت مین حقتعالے نے اپنے تئین ذی المعارج کی صفت سے موصوف کیا ہی اور ایک کو اپنے معارج مین سے ذکر فرمایا ہی تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ اور اس صفت کی حقیقت جیسی چاہئے بغیر بیان کرنے ایک تفصیل کے جس مین تھوڑی عبارت بڑہ جاوے گی خاطر نشان نہین ہوسکتی سو پہلے جاننا چاہئے کہ ہر چیز کے عروج کے معنے یہ ہین کہ وہ چیز اپنے انتہا درجے کو پہنچے اور جو حقتعالی سب غایتون کی غایت ہی یعنے ہر انتہا کی انتہا اس تک ہی تو ہر چیز کا اس جناب پاک تک پہنچنا اپنے انتہا درجے کے مقصود کو پہنچنا ہی پھر جاننا چاہئے کہ افعال اور تاثیرین الہیہ عالم مین تین چیز کے واسطے سے ظاہر ہوتی ہین ایک فرشتے اور دوسری ارواح جو ہر مخلوق کے جوہر کو ذرا کہتے عبارت ہی اور اس مخلوق کی صورت نوعیہ اسکی محکوم ہی اور تیسری ارادیوالونکے نفس جیسے انسان اور حیوان اور شیطان اور جن سو جو کچھہ فرشتے اور ارواح کیواسطے سے ہی وہ چیز حق تعالی کیطرف بے واسطہ منسوب ہی اسواسطے کہ ان دونون قسمون مین وہم اور شہوت اور غضب نہین پیدا کیا گیا ہی جو کچھہ ہی وہ عقل ہی کہ بدون معارض اور مزاحم کے فوقانی داعئے کا تحمل کرتی ہی اور اسیطور پر چلتی ہی اور جو ارادیوالون کے نفوس کے واسطے سے ہی یعنے انسان اور حیوان اور جن اور شیطان کے واسطے سے وہ چیز پاک پروردگار کی جناب مین بے واسطے منسوب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ ان نفسون مین وہم اور شہوت اور غضب دخل رکھتے ہین ہان یہہ البتہ ہی کہ بعضے فردین انسان کی جیسے حضرت خضر علیہ السلام اور دوسرے حقتعالی کے کارکن کہ حق تعالی کی دواعی کے تحمل کے واسطے پیدا ہوئے ہین ان کی شان بھی فرشتے اور روحونکے شان کے مانند ہی پھر جاننا چاہئے کہ جب کوئی کام عالم مین واقع ہوتا ہی تو اس کام کے سرانجام اور پورا کرنے کے واسطے فرشتے اور روحین ایک ایک یا سب ملکر شریک ہوتے ہین اور اس کام کی ابتدا سے انتہا تک اسمین مصروف اور لگے رہتے ہین اور جب وہ کام ہوچکا اور مطلب حاصل ہوا تو پھر انکو عروج اور رجوع

اپنے مبدء کی طرف حاصل ہوتا ہی اسی سبب سے کہ اُنھون نے اپنی چھپی ہوئی استعداد کو ظاہر کیا اور ایک طرح کا کمال اُنکے نصیب ہوا اور یہہ ان کا رجوع کرنا بطور عروج کے بعینہ نفس انسانی کے حواس اور قوےٰ کی رجوع کرنے کے مانند ہی عمدہ مطلب حاصل کرنے اور اسکی لذت لینے کے بعد تاکہ اپنے استعداد کی زیادتی اپنے مالک پر عرض کرین اور دوسرے داعیہ کے اُٹھانیکے مستحق ہووین اور جب یہ تینون چیزین معلوم ہوئین تو جاننا چاہیئے کہ معارج الٰہیہ عبارت ہین عالم مین اسکی تدبیرون کے تمام ہونے سے اور وے تدبیرین مختلف ہین بعضی تدبیرین ایسی ہین کہ ایک آن مین اس کا سرانجام ہوتا ہی جیسے کہ منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ سب مکانون سے محبوب زیادہ جگہہ حقتعالےٰ کے نزدیک کون ہی اُنکو بھی معلوم نتھا لیکن اُنھون نے اسیوقت عروج کرکے ایک آن کی آن مین اس کا جواب لائے کہ اَحَبُّ الْبِقَاعِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا یعنے زیادہ محبوب مکان اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسجدین ہین اور بعضی تدبیرین ایسی ہین کہ انکا سرانجام ایک دن مین ہوتا ہی جیسے عروج اُن فرشتون کا جو ہر ہر فرد انسان پر اسکے عمل لکھنے اور اسکی محافظت کے واسطے مقرر ہین سو ہر ہر روز جو صبح کو آتے ہین وے عصر کو چلے جاتے ہین اور جو عصر کے وقت آتے ہین وے دوسری صبحکو چلے جاتے ہین اور یہہ وہ ہمیشہ چلا جاتا ہی اور بعضی تدبیرین ایسی ہین جو تین دن یا چار دن کے عرصہ مین تمام ہوتی ہین جسطرح آدمیون کے عملون کا عرض کرنا دوشنبہ اور پنجشنبہ کو ہوتا ہی اور بعضی تدبیرون کا سرانجام ایک ہفتے مین اور بعضی کا ایک مہینے مین اور بعضی کا ایک سال مین تمام ہوتا ہی جیسے ان فرشتونکا عروج کرنا جو آدمیون کے رزق پر اور اجل پر اور ایک سال کی خبر پہنچانے پر مقرر ہین سو ان کا عروج لیلۃ البرات کو یعنے شعبان کی پندرہوین شب کو ہوتا ہی اور علی ہذالقیاس یہان تک کہ بعضی عمدہ تدبیرین جو بڑے بڑے خاندانون کی حکومتین اور سلطنتین آخر ہونے پر اور اگلے پیغمبرون کی ملت اور مذہب کے قطع کرنے پر موقوف ہین اس کا عروج ہزار سال کے عرصے مین ہوتا ہی چنانچہ الم السجدہ کی سورۃ مین مذکور ہی اور وہ آیت یہہ ہی يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنے حقتعالیٰ تدبیر سے اُتارتا ہی کام آسمان سے زمین تک پھر چڑہتا ہی اسکی طرف ایک دنمین جس کا اندازہ ہزار برس ہی تمھاری گنتی مین اور سب سے زیادہ مدت

انسان کی دریافت مین اس قسم کے عروج کیواسطے قیامت کے وقایع کے تدبیر کی مدت ہے کہ پہلے مرتبے
صور پھونکنے کے وقت سے بہشتیونکے بہشت مین اور دوزخیون کے دوزخ مین پہنچنے اور قرار پکڑنے تک پچاس
ہزار برس ہونگے اور بالکل فرشتے اور تمام قسم قسم کے مخلوقات کی روحین اس تدبیر مین شریک ہونگے
پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مدت گذرنیکے بعد وے لوگ عروج کرینگے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ
عنہ فرماتے ہین کہ قیامت کی ابتدا سے بہشتیونکے بہشت مین اور دوزخیونکے دوزخ مین اپنے اپنے مکانونمین
قرار پکڑنے تک پچاس واقعہ ظاہر ہونگے اور ہر واقعہ ابتدا سے انتہا تک دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا
پس اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کا دن اول سے آخر تک پچاس ہزار سال کا ہوگا اور صحیح مرفوع حدیثون مین
قیامت کے دن کا اندازہ اتنے مدت کا اسقدر مشہور ہے کہ حد تواتر کو پہنچا ہے اور کسیطرح کا شبہ اسمین
باقی نہین رہا اور جو سورۂ سجدہ مین مذکور ہے کہ کام کی تدبیر شروع سے انتہا تک یعنے عروج تک خدائی
کارخانہ مین ہزار سال مین ہوتی ہے سو وے کام اور تدبیرین دوسری ہین جو دنیا مین واقع ہوتی ہین جیسے حضرت
نوح علیہ السلام کا رسول کر کے بھیجنا اور ان کا اپنی قوم کو طوفان سے خوف دلانا اور پھر طوفان کا آنا اور انکے
نجات اور فراغت حاصل ہونا یہہ سب ایک ہزار سال کی قدر مدت مین ہوا اور جیسے قوت اور شوکت اور
دبدبہ دین اسلام کا کہ پانچ سو سال عرب کے ہاتھ مین رہا اور پھر پانچسو سال ترکون کے ہاتھ مین رہا پھر دونون
کے ہاتھ سے نکلکر ہندوؤن اور فرنگیونکا دخل ہوا اور اسلام ضعیف ہوگیا حاصل کلام کا یہہ ہے کہ مسبب الاسباب
کی تدبیرونکا عروج ایک طور اور ایک مدت مین منحصر نہین ہے اس مالک الملک کے کارخانونکی بزرگی کا بیان
کبھی ان تدبیرون مین ذکر ہوتا ہے جو ہزار برس مین تمام ہوتی ہین اور کبھی ان تدبیرون مین ذکر ہوتا ہے جو پچاس
ہزار برس مین انجام کو پہنچتی ہین اور ابو مسلم اصفہانی نے اپنی تفسیر مین کہا ہے کہ دنیا کی ابتدائے پیدایش سے
قیامت کے آنے تک پچاس ہزار برس ہین فرشتے اور روحین جو اس عالم کے انتظام کے لئے متعلق ہین
اپنے اپنے کامون سے فراغت حاصل کر کے پھر عروج کرینگے اور پھر دوسرے فرشتے اور روحین
ان کی جگہہ پر مقرر ہو کے آخرت کے عالم کی معموری اور انتظام کی کوشش کرینگے اور جو یہہ بات کسیکو
معلوم نہین ہے کہ ابتدائے پیدایش اس عالم سے کسقدر زمانہ ہوچکا ہے اور کسقدر باقی ہے

اسی سبب سے قیامت کا حال بھی کسیکو معلوم نہین ہے کہ کب آوے گی لیکن قرآن کی آیت یعنے فِي يَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ اس تفسیر سے کچھ مناسبت نہین رکھتی ہے بلکہ مباینت پائی جاتی ہے اسواسطے
کہ اس تقدیر پر مناسب اسطرح تھا کہ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ بَعْدَ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ فرماتے
یعنے عروج کرتے ہین فرشتے اور رُوحین اسکی طرف پچاس ہزار برس کے بعد اور یہہ بھی ہے کہ ابتداء پیدایش
سے قیامت کے آنے تک اتنی مدت معین کرنیکے واسطے کوئی صحیح سند چاہیئے اور ایسی سند پائی نہین جاتی اور
بعضے صوفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ معارج سے مراد ترقی کے مراتب ہین طبیعت کے مقام سے معاون کے
مقام تک جو اعتدال سے نزدیک ہو جاتا ہے اور وہان سے نبات کے مقام اور وہان سے حیوان اور
انسان کے مقام تک پھر انسانی مرتبون کے مقامون مین پھر سلوک کی منزلون مین کہ انتباہ اور یقظہ
ہین یعنے خبرداری اور بیداری ان منزلون کے آخر تک پھر فنا کے مرتبون مین یہان تک کہ فنا فی الفنا تک
نوبت پہنچے اور اسکو کثرت مین نہایت نہین ہے اور ہر ترقی مین ایک عروج حاصل ہوتا ہے ان فرشتون
اور رُوحونکو جو انسان کی خدمت کے واسطے متعین ہین انسان کی تبعیت اور واسطے تو اب فِي يَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ کے معنے یہ ہوئے کہ اگر اس عروج کو اپنی حرکت پر ظاہر مین قیاس
کرین تو اس قدر مدت اسکے واسطے چاہیئے تب انتہا کو پہنچا ہو اور وہب ابن منبہ کہتے ہین کہ اسفل عالم
سے یعنے تحت الثریٰ سے عرش کے کنگرے کی چوٹی تک پچاس ہزار برس کی مسافت یعنے دوری ہے
اور زمین سے دنیا کے آسمان کے اوپر والی طرف تک ہزار برس کی مسافت ہے اسواسطے کہ زمین سے اس دنیا
کے آسمان کے نیچے کیطرف تک پانچ سو سال کی دوری ہے اور اسیقدر دنیا کے آسمانکا موٹا پا ہے سو سورہ سجدہ
مین ان تدبیرون کا بیان ہے جو دنیا کے آسمان سے زمین پر اترتی ہین اور اس سورت مین ان تدبیرونکا بیان ہے
جو عرش معلے سے تحت الثریٰ تک جاری ہوتی ہین اور اگر سورۂ سجدہ مین فقط اتارا اور چڑھاؤ کو اعتبار کرین چنانچہ
ظاہر عبارت کی روش بھی یہی ہے تو زمین سے آسمان دنیا کے نیچے کیطرف تک چڑھاؤ اور پھر وہانسے
زمین تک اتار مین ہزار برس کی مسافت ہو جاتی ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ معارج ظاہری مراد ہون
خواہ معارج معنوی مراد ہون ان دونون صورتون مین اس قدر مسافت آدمی کے ذہن مین گنجایش رکھ

سکتی ہی اسیواسطے اس مقام پر اس مدت کو یاد فرمایا ہی اور یہہ غرض نہین کہ حقتعالی کی ہر تدبیر کے واسطے
اتارا اور چڑہاؤ مین اسقدر مدت چاہیئے تا کہ یہہ اعتراض وارد ہو اور سورۂ سجدہ کے مضمون کے ساتھ تعارض
پیدا ہووا اور اس سورت کے نازل ہونے کے سبب مین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے
ہین کہ نضر بن الحارث اور بوجہل اور دوسرے قریش کے کافر جو اپنی سرداری کے غرور مین مست تھے بیت اللہ
کے نزدیک آئے اور اس خانہ ملایک آشیانہ کا پردہ اپنے ہاتھون سے پکڑا اور بعضون نے انمین سے یہہ کہنا شروع
کیا کہ یا الٰہی اگر دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حق اور سچ ہی تو ہمارے اوپر پتھر برساو یا کوئی دوسرا عذاب نازل
کر اور بعضون نے کہا کہ ایک ٹکڑا آسمان کا گراؤ تا کہ ہمکو قیامت کے عذاب کی یقین حاصل ہو جائے سو اُن
لوگون کی حماقت اور مسخری کی باتین سنکر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور آزردگی
حاصل ہوئی تب حقتعالی جلشانہ نے یہہ سورت نازل فرمائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے اس مقام پر جاننا چاہیئے کہ عرب کی لغت مین سوال دو معنون مین
آتا ہی ایک پوچھنے کے معنون مین آتا ہی اور اسکے صلہ مین عن کے حرف کو لاتے ہین اور دوسرا طلب کرنے
اور مانگنے کے معنون مین آتا ہی اور اسکے صلہ مین کبھی بے کے حرف کو لاتے ہین اس لحاظ سے کہ یہہ لفظ دعا کے
معنون کو شامل ہی اور اس مقام پر یہی معنے مراد ہین اور انہی معنون کا لحاظ کر کے بِعَذَابٍ فرمایا یعنے
عذاب اور بلا عن عذاب نفرمایا اور بعضے فصاحت اور بلاغت کے فن کے ناواقف اس ترکیب مین ایک اشکال
کرتے ہین اس اعتراض کا مضمون یہہ ہی کہ سوال نکورے گا مگر گوشی سوال کرنے والا پھر سائل کے بعد سائل کا
ذکر بیفایدہ ہی سو اس کا جواب یہہ ہی کہ سائل کی لفظ سے سوال کرنیوالا الزام کے طور پر پوچھا جاتا ہی اور
سایل کے لفظ سے مطابقت کے طور پر پوچھا جاتا ہی سو اس ترکیب مین دو مثلون کا جمع کرنا ہی جو بلاغت
کے فن مین عمدہ چیز ہی پھر سایل کے لفظ مین ابہام ہی اسبات کے نظر کرنے پر کہ سوال کرنیوالا کوئی شخص معین
نہین ہی اور متعین ہی اس ارادہ سے کہ فاعل موجود ہی پس اس ترکیب مین دو متقابلون کا جمع ہونا بھی ہوا اور تحقیر بھی

ہی یعنے سایل عقل اور دانائی سے بالکل بے بہرہ ہی جو ایسا سوال کرتا ہی البس اس راہ سے وہ ضد و نکا
جمع ہونا بھی ہوا ہر صورت سے فاعل کا ذکر اسطور پر کہ اس سے تعین نہ بوجھا جاوے اور جو چیز فعل کے لفظ سے
التزام کے طور پر بوجھی جاوے وہ اس ذکر سے صراحت کے طور پر بوجھی جاوے یہہ ایک نکتے کے واسطے
ہی جو فصیح بلیغ عالمون کے نزدیک نہایت معتبر ہی اور وہ نکتہ اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ
یہہ سوال ایسے شخص نے کیا ہی کہ سوائے سوال کے کوئی بہتری اسمین پائی نہین جاتی تاکہ اس بہتری کی راہ
سے وہ معین کیا جاوے تو گویا وہ شخص انسانیت سے اور خطاب کی لیاقت سے اور اس قسم کی دوسری
چیزون سے بے بہرہ ہی اور اس ترکیب مین سوال کے پہلے مفعول کو یعنے سوال کئے گئے کو جو اس مقام
پر ذات پاک حضرت حقتعالے کی ہی حذف کیا ہی یعنے ذکر نہین کیا ہی اس واسطے کہ جب سوال کرنیوالے
نے اس جناب پاک کے ادب کی رعایت نہ کی اور بے ادب اور بے تمیزون کی طرح اس قسم کا
سوال کر بیٹھا گویا اسکو اعتبار کے درجے سے ساقط کیا تو اسکے سوال کی نقل مین بھی اسکو لفظ سے گرادیا چاہیے
تاکہ اسکی گستاخی کی طرف اشارہ ہووے اور عذاب کے لفظ کی نکرہ لانے مین اسکی نہایت مسخری
کی طرف اشارہ ہی اسواسطے کہ تنکیر یا عظمت پر دلالت کرتی ہی یا حقارت پر سو اس مقام پر اگر عظمت
مراد لیجئے تو اس سایل کی نہایت جرأت اور بے باکی ثابت ہوتی ہی کہ ایسے بڑے عذاب کو جان بوجھکے
طلب کیا اور اگر حقارت مراد لیجئے تو نہایت نادانی اور احمق اسکا ثابت ہوتا ہی کہ ایسے بڑے عذاب کو
حقیر سمجھا اور باوجود اس بے ادبی کے جو سوال مین اسنے کی حماقت بھی اسکی ثابت ہوئی اسواسطے
کہ وہ اس سوال مین تحصیل حاصل کی کرتا ہی یعنے بے فایدہ کام کرتا ہی کہ ایسے عذاب کو طلب کرتا ہی جو
وَّاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ مقرر واقع ہونیوالا ہی کافرونکے واسطے ایسے کافر کہ سوال کرنیوالا بھی انہی مین سے
ہی اور وہ عذاب نہ آنیکا احتمال بھی نہین رکھتا ہی تاکہ اسکے طلب کرنے سے اسکا آنا متعین ہو جاوے
اسواسطے کہ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ کوئی نہین ہی اس عذاب کو دفع کرنیوالا اسواسطے کہ وہ عذاب مقدر ہی
مِّنَ اللَّهِ اللہ تعالی کی طرف سے جو موصوف اس صفت سے ہی ذِي الْمَعَارِجِ عروج کے درجون
اور مرتبون کا صاحب کہ اسکے بندے اسکے حکمون کی تابعداری اور فرمانبرداری مین دل اور جان سے

کوشش کرکے ان مرتبون اور درجونسے ترقی کرکے پھر اسکی حضوری سے مشرف ہوتے ہین اور وے درجے مسافت کی دوری اور نزدیکی مین مختلف اور متفاوت ہین بعضے درجے اور مرتبے ایسے ہین کہ ایک پلک مارنے مین انکے سبب سے ترقی ہوسکتی ہی جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے کہنا کہ اس کلمہ کے زبان پر جاری کرنے کے سبب سے وہ شخص ایک آن مین خرابی اور ہلاکی سے رہائی پاکے نجات ابدی کے درجہ مین ترقی کرتا ہی اور بعضے ان مین سے ایسے ہین کہ ایک ساعت مین انسے ترقی حاصل ہوتی ہی جیسے نماز کا ادا کرنا اور بعضے ایسے ہین کہ ایک دن کامل مین انسے ترقی حاصل ہوتی ہی جیسے روزہ یا ایک مہینے مین جیسے رمضان کے مہینے کا روزہ رکھنا یا ایک سال مین جیسے حج کا ادا کرنا اور اسی پر دوسرونکو قیاس کرلیا چاہئے اور اسیطرح فرشتون اور روحون کا عروج جو کسی کام پر مقرر ہین اس کام سے فراغت پانے کے بعد مختلف اور متفاوت ہی چنانچہ بنی آدم کے نگہبان فرشتے کہ صبح سے عصر تک نگہبانی کرتے ہین اور عصر کی نماز کے بعد عروج کرتے ہین پھر دوسرے فرشتے جو انکے عوض آتے ہین وے صبح کی نماز کے بعد عروج کرتے ہین اور رزق اور موت پر معین فرشتے شب برات کو یعنے شعبان کی پندرہوین شب کو عروج کرتے ہین اور پھر دوسرا دفتر لاتے ہین اور اسیطرح درختون اور کانون اور بدلی اور برسات کی روحین اپنے اپنے متعلق کامون کی مدتون مختلف تک تدبیرین کرکے عروج کرتی ہین اور اسیطرح کسی نبی کے دین کے قایم رکھنے کیواسطے یا کسی قبیلے کی سلطنت یا حکومت کے تھانبھنے کے واسطے جو فرشتے اور روحین کہ مقرر ہین ہزار سال تک اسکی تدبیر مین مشغول اور سرگرم ہوکے پھر اس مدت کے تمام ہونے کے بعد عروج کرتے ہین اور ان سب سے دراز اور لنبی ایک مدت ہی کہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ چڑھینگے فرشتے اور روحین جو بنی آدم کی تدبیرون کے واسطے مقرر ہین آسمان کے ہون یا زمین کی اسکی طرف اسدن مین جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہی اور وہ روز قیامت کا دن ہی کہ اسدن پہلے صور کے پھونکنے کے سبب سے وے فرشتے اور روحین جو آسمان اور زمین اور پہاڑ اور دریا اور ستارون کی نگہبانی کے واسطے مقرر ہین عروج کرینگے پھر وے فرشتے جو بنی آدم کے عملون کی نگہبانی اور ان عملون پر گواہی دینے کیواسطے مقرر ہین عروج کرینگے اور اسیطرح عملون کے تولنے اور نامہ اعمال سپید ہے یا الٹے ہاتھ مین دینے کیواسطے اور بہشت والون کو پلصراط سے پار کرنیکے واسطے اور دوزخ

والون کو دوزخ کی طرف ہانک لیجانیکے واسطے اور منزل اور درجے بہشتیون پر تقسیم کرنیکو اور ان کی عیش و عشرت
کا سامان درست کر دینے کیواسطے اور دوزخیون کو ہر ہر طبقے اور درجے مین ڈالنے کو اور انکے عذاب اور دکھ
اور رنج کا سامان کرنیکو واسطے تمام فرشتے عالم علوی اور عالم سفلی کے اور آسمانی اور ارضی اور عنصری
اور معدنی اور نباتی اور حیوانی سب روحین گروہ کے گروہ ایک کے بعد ایک عروج کرینگے اور دنیا کی خدمتون
سے جو ہر ایک کے واسطے مقرر تھی فراغت پا کے عالم آخرت کی خدمتون پر مقرر ہونگے یہان تک کہ پھر ایک
طور پر قرار ہو گا اور بہشتی بہشت مین اور دوزخی دوزخ مین ٹھہرینگے اور اس عالم کے قیام اور انتظام
کے واسطے فرشتے اور روحین ابد الآباد تک یعنے ہمیشگی کے واسطے اپنے اپنے کامون پر مستعد اور مشغول ہونگے
پھر اس وقت عروج نہ رہے گا اور قرار اور سکون یعنے ٹھہراؤ اور چین کی حالت ظاہر ہوگی اور ابتداء عروج سے
انتہا تک پچاس ہزار برس کی مدت ہوگی چنانچہ صحیح حدیثون مین اسکی تصریح آگئی ہے اور اس تمام مدت کا نام
ایک دن ہے اسواسطے کہ اتنی مدت مین ایک ہی کام یعنے بدلا دینا بھلائی اور برائی کا منظور ہے اور صحیح حدیث
مین حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ صحابہ نے اس آیت کے سننے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہہ دن تو بہت بڑا ہو گا اتنی مدت خوف اور بےچینی
اور بیقراری مین گذارنا اور بے ٹھور ٹھکانے رہنا بہت مشکل ہو گا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم
خدا کی ایماندار آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہو گا جتنی دیر مین ایک نماز فرض کی دنیا مین ادا کرتا ہے اب
پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف مخاطب ہو کے فرماتے ہین کہ جب حقتعالی کو تمنے ذی المعارج کی صفت سے
سمجھ گیا جان لیا اور اسکے بعضے معارج سن بھی لئے کہ پچاس ہزار برس کی مدت رکھتے ہین تو ان کافرونکے
ایسے عذاب مقرر کی جلدی کرنے اور مسخری کرنے سے رنجیدہ مت ہو فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا پھر صبر کرو اچھی
طرح کا صبر کرنا جسمین جلدی اور رنجیدگی اور دل کی گھبراہٹ نپائی جائے اور ہم تم کو صبر کرنیکو اسواسطے
فرماتے ہین کہ ان کافرون کا جلدی اور مسخری کرنا ان کی غلطی اور نادانی اور کم فہمی سے ہے کہ اِنَّهُمْ
يَرَوْنَهُ بَعِيدًا بے شک یے کافر دیکھتے ہین اسدن کو بہت دور اور جانتے ہین کہ آسمان اور زمین
خراب ہونیکو ابھی مدتین ہین ہمکو اسدن سے ڈرنا کسواسطے چاہیئے کچھ ہماری زندگی مین تو آنیوالا نہین ہے وَنَرٰىهُ

قریبًا اور ہم دیکھتے ہین اسدنکو بہت نزدیک اسواسطے کہ اسدن کی آمد نی کی ابتدا موت سے ہی جسوقت روح
بدن سے جدا ہوتی اسیوقت اُسدنکے آثار اور علامتین ظاہر ہونے لگتی ہین اور فرشتے مقرر اور روحین ہر
اسکی عروج کرتی ہین جو خاص اسی کیواسطے مقرر تھین سو موت کا زمانہ تو بہت قریب ہی اور اگر اُسدن کی
حقیقت کو دور سمجھتے ہین اسواسطے کہ دنیا کے تمام ہونیکو بہت مدت باقی ہی تو یہہ بھی ان کی بوجہ بیجا ہی اسواسطے
کہ جو واقعے اور احوال اُسدن ظاہر ہونگے اور ہر ہر واقعہ اُسکا ہزار ہزار سال کی مدت تک رہیگا
اُسکی نسبت سے دنیا کا گذرنا بہت قریب ہی اسواسطے کہ دنیا کا تمام ہونا اُسدن کے شروع سے ہی یَوْمَ تَکُوْنُ
السَّمَآءُ جسدن ہو جائیگا آسمان آگ کی کثرت اور لپک سے اور صور کی آواز کے صدمے سے کَالْمُھْلِ جیسے
اوٹے ہوئے کے مانند وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو جائینگے پہاڑ آندہی اور طوفان کے زور سے جو اُن پہاڑونکی
جڑونمین گھسکر زمین کو خلخول اور کہوکھلا کردیگا اور پچ در پچ ہونے صور کی آوازکے پہاڑون کی جڑون کو
سست اور بودی کردینے مین ہوا کی اور بھی مدد ہوگی کَالْعِھْنِ رنگین اُون دھنے ہوئے کے مانند جسکو
دھنیا اپنی کمان کی تانت سے مارکے اُڑاتا ہی اور یہان رنگین اُون اسواسطے مراد لی ہی کہ بعضے پہاڑ سرخ
ہوتے ہین اور بعضے سفید اور بعضے سیاہ اور اسدن جو ہر ایک کے ٹکڑے ملکر اُڑینگے تو اس اپس مین ملنے
کے سبب سے رنگین اُونکی طرح معلوم ہونگے اور اسوقت آدمیون پر اسدن کی سختی اور مصیبت اسقدر
ہوگی کہ اپنے خویش اور اقربا کو بھول جاوینگے وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا اور نہ پوچھے گا کوئی قرابت والا
اپنے قرابت والیکو کہ تیرا کیا حال ہی اور یہہ حال یعنے انکا نہ پوچھنا کچھہ دوری اور اوٹ کے سبب سے نہ ہوگا
بلکہ یُبَصَّرُوْنَھُمْ دکھلایا جائیگا آدمیون کو انکے قرابت والون کا حال سو باوجود انکے بُرے حال دیکھنے کے
اپنی مصیبت اور گرفتاری کی دہشت اور فکر مین کچھہ بھی انکی پروا انکو نہ ہوگی اور رنج اور غم بھی ان کا نہوگا
بلکہ یہ آرزو کرینگے کہ کاشکے ہمارے عوض بھی انپر عذاب کرین اور ہم چھوٹین یَوَدُّ الْمُجْرِمُ آرزو کریگا
گنہگار لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ کہ کاشکے یعنے کسیطرح عوض مین وے اسدن کے عذاب سے
بِبَنِیْہِ اپنے بیٹون کو جسطرح دنیا مین اپنی عوض اول مین دیکر لیتے ہین سے خلاصی ہوتی ہی وَصَاحِبَتِہٖ
اور اپنی جورو کو جو اسکا ناموس اور عزت ہی اور جورو کو اول مین دینا بڑی سبب بے عزتی اور بیحیائی

ہی وَاَخِيۡهِ اور اپنے بھائی کو جو اسکی برابر والا ہے اور تابعدار بھی اسکا نہین ہے وَفَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـئْوِيۡهِ اور اپنے ایک جدے گھرانیوالون کو جن مین رہتا تھا اور جب یہہ شخص کوئی گناہ کرکے بھاگ کر ان مین آبیٹھتا تھا تو وے بیٹھا رکھتے تھے اور اسکی حمایت کرتے تھے وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا اور جتنے لوگ زمین پر ہین سب کو اکٹھا نہ ایک کے بعد دوسرا ثُمَّ يُنۡجِيۡهِ پھر اپنے تئین خلاص کرے اور چھڑا دے جاننا چاہئے کیہان اس آیۃ مین لڑکون کو جورو پر اور جورو کو بھائی پر اور بھائی کو گھرانے والون پر اور گھرانیوالون کو بیگانون پر مقدم فرمایا ہے اور سورۂ عبس مین بھائی کو ماباپ پر اور ماباپ کو جورو پر اور جورو کو لڑکون پر مقدم کیا ہے سو اس تقدیم اور تاخیر اور عبارت کے الٹنے مین ایک باریک بات ہے وہ یہہ ہے کہ سورۂ عبس مین بھاگنے کا بیان ہے اور آدمی بھاگنے کے وقت پہلے اسکو چھوڑتا جس کی محبت کم ہوتی ہے اسواسطے وہ ترتیب وہان مناسب ہوئی اور اس سورت مین اپنا فدیہ اور عوض دینا مذکور ہے اور اول دینے مین پہلے اسیکو کرتے ہین جو اپنا تابعدار اور فرمان بردار ہو تو اس مقدمے مین لڑکا مقدم ہے جورو سے اور جورو مقدم ہے بھائی سے اور بھائی مقدم ہے دوسرے اپنون سے اور اپنے مقدم ہے بیگانون سے كَلَّا ہرگز نہین یعنے آرزو بیفائدہ کرنا نچاہئے اس واسطے کہ اِنَّهَا بے شک وہ عذاب جو اسکا بیان ہے اور ضمیر کا مؤنث ہونا خبر کی رعایت سے ہے یعنے خبر مونث ہے لَظٰى وہ دہکتی آگ ہے اور لپک والی سو یہہ آگ عوض قبول نہین کرتی اسواسطے کہ عوض قبول کرنا شعور اور فہمیدگی کا کام ہے اور وہ آگ اس بدلے اور عوض کا کچھ شعور نہین رکھتی ہان مگر اس سے داناؤن کیسے کام ہوتے ہین اس حالت مین کہ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى کھینچتی ہے بدن کی کھال کو جلانے کے سبب سے اور کھال کی بھر بالکل چیز کی نہین جلادیتی تاکہ نیست اور نابود نہو جاوے بلکہ کھال کے جلنے کے سبب سے سوزش اور جلن دمبدم زیادہ ہو اور ایک دوسرا بھی کام داناؤن کا سا کرتی ہی کہ تَدۡعُوۡا بلاتی ہے للکارکے اور فصیح زبان سے کہتی کہ اِلَیَّ یا کافِرُ اِلَیَّ یا مُنافِقُ اِلَیَّ یا جامِعَ الۡمالِ یعنے میری طرف آ اے کافر میری طرف آ اے منافق میری طرف اے مال کے جمع کرنے والے یعنے حرام مال کے جمع کرنیوالے اور زکوۃ نہ دینے والے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہہ قول یعنے دوزخ کا بلانا ان لفظون سے منقول ہے اور یہہ نام لیکر خاص اس شخص کو بلاوے گی مَنۡ

اَدْبَرَ جسنے پیٹھہ دی تھی سچی راہ سے پیغمبرون کی دشمنی اور نافرمانی کرنے سے وَتَوَلّٰی اور موہنہ موڑا تھا
ایمان سے وَجَمَعَ اور جمع کیا تھا مال کو بے پروائی سے یعنے نہ حلال کو دیکھا نہ حرام کو نہ شبہہ کو نہ مکروہ کو
جسطرح پایا جمع کرلیا تھا اور اس مال حاصل کرنے اور جمع کرتے ہی وقت عذاب کا مستحق ہوچکا تھا
فَاَوْعٰی پھر جمع کرنے کے بعد اس مالکو کسی چیز مین کرکے رکھہ چھوڑا اور جو جو حق اسپر واجب تھے اسکو ادا نکیا
یعنے نہ خدا کا حق ادا کیا جیسے زکوۃ نہ بندیکا حق ادا کیا جیسے قرض اور نوکر کی نوکری اور مزدور کی مزدوری
اور لونڈی غلام کے کھانے کپڑے دینے خبرگیری کرنا اور جورو لڑکون حق اور بھائی بہن کا حق اور ماباپ کا حق اس مال
سے ادا نکیا پھر اس مال کے بیجا خرچ کرنے مین بھی دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوا اور جب معلوم ہوا کہ اس
آگ کو دو کام مطلوب ہین ایک برون کی کھال کو جلادینا نہ دلونکو تاکہ ماباپ جورو لڑکے بھائی بند کی گرفتاری
کو دیکھکر جلین دوسرا کام یہہ ہے کہ بھاگنے والون اور منہہ موڑنیوالون اور مال کے جمع کرنے والون اور
حقونکے ندینے والون کو ڈھونڈھہ ڈھونڈھہ اور چن چن کے بلاویگی اور اپنی طرف کھینچیگی پھر ایسا شخص اپنے
عوض مین دوسرے کو دینے کی کس طرح آرزو کرتا ہے اور اس کا عوض قبول کسطرح ہوگا اسواسطے کہ اگر اسکے
عوض مین دوسرا قبول ہو تو اس شخص کے بدن کا جلنا جو مطلوب ہے کسطرح سے ہو اگرچہ اس کا دل اپنے قریبون
اور یگانونکے عذاب کے دیکھنے کے سبب سے جلے گا اور یہہ بھی ہے کہ اگر اسکے خویش اور اقربا انہی گنہگارون مین سے
ہین یعنے بھاگنے والون اور منہہ موڑنیوالون اور مال کے جمع کرنیوالون اور دوسرے کے حق ندینے والون
مین سے ہین تو وہ دوزخ کی آگ آپہی انکو پکڑے گی اور ہرگز نہ چھوڑے گی اس شخص کا ان لوگون کو
اپنی عوض مین دینا نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یہہ ایسا ہوا جیسے ایک گنہگار اپنی عوض مین دوسرے گنہگار
کو حوالہ کرے اور اگر اسکے خویش اور اقربا ان گنہگارونکے غول مین کے نہین ہین تو وہ آگ انکو قبول
نکرے گی اسواسطے کہ اسکی غرض ایسے ہی گنہگارونکو جلانا ہے نہ بے گناہون کو سو ایسے شخص کو اپنے عوض
مین دینا ویسا ہوا جیسے کوئی شخص گھوڑے کو دانے چارے کے عوض مین جواہر دے کہ وہ ہرگز قبول نکرے گا
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جب کافرون اور منافقون کو دوزخ کی آگ نام
نام پکارے گی اور یے لوگ بھاگینگے تب ایک گردن بہت لنبی آگ سے نکلے گی اور دو سو سالکی

راہ سے جتنے کافر اور منافق ملینگے سب کو چن چن کر اٹھالیجاوے گی جسطرح سے جانور اپنی نوک سے دانہ اٹھالیتا
ہی اور اگر کسیکے دلمین یہہ شبہ آوے کہ اس سورتمین بہت سے لوگون کو دوزخ کی آگ پھونکی اسواسطے
کہ یے چارون صفتین جو دوزخ کی آگ کو مطلوب ہین اکثھا کم لوگومین پائی جاتی ہین تو اُسکے جواب مین ہم کہینگے
کہ بدنی عبادت سے منہہ موڑنا اور پیغمبر اور قرآن سے منکر ہونا اگرچہ کم ہی اور نیک پیدایش والا اس کو
دانائی کے خلاف جانتا ہی لیکن مال کا جمع کرنا اور مستحقین کو حق نہ دینا بہت رائج اور پھیلا ہوا ہی اسواسطے
اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا بے شک آدمی موافق اپنی جبلت کے پیدا کیا گیا ہی بے صبر اور حریص گھبرالا اور
هَلُوْع عرب کی لغت مین بڑے حریص بے صبر کو کہتے ہین چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
اس لفظ کے معنے لوگون نے پوچھی آپ نے فرمایا کہ حقتعالیٰ نے اس لفظ کی آپ ہی تفسیر کی ہی اور
فرمایا ہی اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا جب پہنچی اسکو برائی جیسی مفلسی اور بیماری یا دوسری مصیبت
تو نہایت گھبراوے اور بیقرار ہووے بخلاف دوسرے جانورونکے اور اسکی وجہہ یہہ ہی کہ آدمی کی بوجھ
اور سمجھ بہت قوی ہی اور اسکی فکر دور دور تک پہنچتی ہی اسواسطے ہر مصیبت کے رنج اور الم کی وجہون کو خوب
غور کرکے دریافت کرتا ہی اور اسکے لوازمات کو اور انجام کے حال کو بہت دور سے دیکھتا ہی پھر وہم
کے غلبے کے سبب سے ان سب کو واقع ہوا جانتا ہی اور اس بیقراری کے حال مین مغلوب ہو جاتا ہی اور اس مصیبت کے
دفع کرنیکے واسطے طرح طرح کے حیلے اور تدبیرین بھی اسکے دلمین آتی ہین اور کسی سے مطلب برآری نہین ہوتی
ہی پھر ایک تدبیر کو چھوڑتا ہی اور دوسری تدبیر مین پڑتا ہی اور اس انتقال مین یعنے ایک تدبیر کو چھوڑنے
اور دوسرے کو پکڑنے مین اسکے قوٰی کو بہت بیقراری حاصل ہوتی ہی اور ایک تدبیر کو تمام نکرکے
دوسرے تدبیر کے سامان کی فکر مین پڑجاتا ہی وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اور جب پہنچتی ہی اسکو بھلائی
جیسی دولت اور حکومت یا دوسری طرح کی بھلائی تو نہایت بخیل ہو جاتا ہی اور ہرگز نہین چاہتا کہ دوسرکو کچھ پہنچے
اور جب حقتعالیٰ اسپر ہر طرف سے خوشی اور ترقی کے دروازے کھولتا ہی تو اسکو ہر نعمت اور ہر مرتبے کی ترقی کی محافظت اور
نگہبانی منظور ہوتی ہی تاکہ دوسریکو نہ پہنچے اور میرے ہی نسل اور خاندان مین یہہ حکومت اور ثروت ہمیشہ
باقی رہے پھر اس سبب سے اس کا بخل روز بروز بڑھتا جاتا ہی سو یہہ بھی اس کی دانائی اور زیرکی ہی

کہ ہر نعمت کے نفع کی وجہونکو خوب غور کرلیتا ہی اور اسکے لوازمات بعید کو اور پوشیدہ خواصون کو دور سے
بوجھ لیتا ہی اور اسمین انتہا درجکی خواہش کمتا ہی اور وہم کے غلبے کے سبب سے ہر ایک خواہش کو ہوا بوجھتا ہی
اور اس نعمت کو تنہا اپنے ہی پاس رکھنے کے واسطے طرح طرح کے حیلے اور تدبیرین کرتا ہی اور اس مین بہت
فکر اور غور کرتا ہی اور ان سب کے پیچھے پڑتا ہی اور یے دونون صفتین یعنے بے صبری اور حرص کی زیادتی
اکثر بندگی اور عبادت کی خرابی کا سبب اور پیغمبرون اور قرآن سے پھرنے اور انکار کرنے کا سبب پڑتی ہین
تو دوزخ کے بلانے کے قابل سب آدمی ہوئے اسواسطے کہ ان کی اصل پیدایش مین دوزخ کے بلانے کی استعداد
پائی جاتی ہی مگر آٹھ فرقے کہ ان کو دوزخ نہ بلاوے گی اسواسطے کہ انکو اپنے آٹھون دروازون سے بہشت
بلاوے گی اگر انکو دوزخ بھی بلاوے تو آپس مین دوزخ اور بہشت کے جھگڑا اور مناقشہ لازم آوے اور دوزخ
اور بہشت آپس مین خواجہ تاش ہین یعنے ایک ہی خاندان کے تابعدار ہین اور انکے آپس مین صلح اور ملاپ ہی
انمین جھگڑا فساد آپس مین نہین ہوسکتا اور ان آٹھون فرقون کی تفصیل یہہ ہی اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى
صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ مگر وے نمازی جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرتے ہین اور یہہ انکا فعل اثبات کی دلیل ہی کہ یے
زیادہ حریص اور بے صبرے نہین پیدا کیے گئے ہین والا پنجوقتہ نماز کا ادا کرنا انسے نہوسکتا اور جو یے دن
اور رات مین پانچ وقت اپنے خاوند کی حضوری مین حاضر ہوتے ہین تو انسے اپنے خاوند کے واسطے اپنے مال سے
نذر اور نیاز نکالنے مین انکار کب ہوسکتا ہی یا جن کی تنخواہ حقتعالے نے انپر اتاری ہی ان کو ندین اور حرص کی زیادتی
ان کو اس مرتبے کو پہنچاوے کہ اسکے حقکو منع کرین یہہ انسے ہرگز ممکن نہین ہی اس جگہہ پر جاننا چاہیئے کہ حق تعالے
نے نماز پڑھنے والون کو گویا ان آٹھون فرقون کا سردار کرکے اس آیت مین سب کے پہلے ذکر فرمایا ہی اور اس
کلام کے آخر مین بھی اسی فرقے کا ذکر کرکے کلام کو ختم کیا ہی سو ظاہر مین تکرار معلوم ہوتی ہی لیکن حقیقت مین
تکرار نہین ہی کئی وجہون سے پہلی وجہہ یہہ ہی کہ لوگون نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بڑے جلیل القدر صحابیون مین سے ہین اس آیت کے معنے پوچھے تھے کہ نماز کی ہمیشگی سے کیا مراد ہی اس
واسطے کہ ہمیشہ نماز مین رہنا آدمی کی طاقت سے باہر ہی انھون نے جواب دیا کہ نماز کی ہمیشگی سے یہہ مراد ہی
کہ نماز پڑھنے مین داہنے بائین نہ دیکھے اور دل بھی سوائے خدا کی یاد کے دوسری طرف نماز مین نہ لگاوے

اور ظاہر بھی یہی ہے کہ محافظت کی لفظ جو ان آیتون کے آخر مین آئی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ نماز کے مقدمے
مین بڑا اہتمام کرے جیسے اسکے آداب اور شرطون کی رعایت کرنا اور وقت آنیکے پہلے سے وضو کرکے کپڑے
پہن کے قبلہ کیطرف دریافت کرکے مستعد ہوکر بیٹھنا تاکہ نماز کا وقت جو آوے تو اس وقت کسی شرط
کے حاصل کرنے کیطرف دل متعلق نرہے اور اثنار نماز مین ظاہری اور باطنی کی عاجزی سے کھڑے ہونا اور
ریا سے بچنا اسیطرح تمام آداب اور سنن کی رعایت کے ساتھ اول سے آخر تک نماز کو تمام کرنا اور نماز
سے فراغت ہونیکے بعد بھی بیہودہ اور بری باتون سے بچنا یے سب چیزین التفات کے سوائے ہین ۱۲
دوسری وجہہ یہہ ہے کہ مداومت سے مراد یہہ ہے کہ پانچوقت کی نماز ہمیشہ ادا کرنا اور ایک وقت کی بھی
نماز کو جان بوجھہ کے چھوڑنا اور محافظت سے دوسری چیزین مراد ہین چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی
اللہ عنہما سے منقول ہے تیسری وجہہ یہہ کہ پہلی آیت سے فرض نماز مراد ہے اور آخر کی آیت سے سوائے فرض
کے دوسری نمازین مراد ہین جیسے روز کی مؤکدہ سنتین اور چاشت اور اشراق اور دوپہر لوٹنے کی اور تہجد کی
نماز چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ اور دوسرے لوگ جو
انکے سب قسم کے مالونمین سے جیسے نقد اور کھیتی کا حاصل اور جانور پالے ہوئے اور تجارت کا مال اور لونڈی غلام
حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ حق ہے معین اور مقرر کیا ہوا سو وہ زکوٰۃ ہے اور صدقہ فطر کا اور واجب نفقے یا دوسرا حق
ہے جو اپنے ہر جنس کے مال مین مقرر کر رکھا ہے لِّلسَّآئِلِ سوال کرنیوالیکے واسطے جسکو شریعت کی راہ سے طلب
کرنا پہنچتا ہے جیسے جورو اور اولاد اور غلام اور لونڈی اور دوسرے ناتے والے اور قرضخواہ اور مہمان
کہ ان سب کو اپنے اپنے حقونکا مطالبہ پہنچتا ہے اور یے سب اپنے حقوق کو بے شرم ہوکے لوگون کے سامنے
محکمے مین طلب کرتے ہین وَالْمَحْرُوْمِ اور اسکے واسطے جو محروم ہے مانگنے سے اور شریعت کی راہ سے
اسکو مانگنا نہین درست ہے جیسے مسکین اور یتیم اور محتاج کہ یے لوگ مطالبہ نہین رکھتے اور بعضے مفسرون نے
ایسا کہا ہے کہ سایل سے آدمی مراد ہے کہ اپنی احتیاج کو اپنی زبان سے ظاہر کرسکتا ہے اور محروم سے
جانور مراد ہین اسواسطے کہ بیزبان ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ سایل سے فقیر کوچہ گرد یعنے جو مانگتے پھرتے
ہین تو وے مراد ہین اور محروم سے وے محتاج مراد ہین جو اپنے گھر مین بیٹھے ہین اور کسی سے اپنی حاجت

کو ظاہر نہین کرتے اور لوگ ان کو غنی سمجھتے ہین سو اس سبب سے وے لوگ صدقے سے محروم
رہتے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ محروم سے وہ افلاس زدہ مراد ہی جسکی روزی کا سبب درہم برہم
ہو گیا سو کسیطرح سے اپنا قوت پیدا نہین کر سکتا یا وہ تاجر مراد ہی کہ اسکی اصل پونجی مین بہت نقصان آیا
یا اسکا مال بالکل لٹ گیا اور اگرچہ صدقہ دینے مین محروم سایل پر مقدم ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا
ہی لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ تَرُدُّہٗ الْاُکْلَۃُ وَالْاُکْلَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ
لَا یَجِدُ غِنًا یُّغْنِیْہِ وَلَا یَسْئَلُ النَّاسَ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْہِ یعنے مسکین وہ نہین ہی جسکو پھیرے ایک لقمہ
یا دو لقمے یا ایک خرما یا دو خرمے اور دربدر مارا پھرے بلکہ مسکین وہ ہی کہ اپنے احتیاج کے دفعکی چیز نہین رکھتا
اور اپنی احتیاج کو کسیکے سامنے ظاہر کرنیسے سوال بھی نہین کرتا ہی تاکہ لوگ اس کی حاجت دریافت کرکے
کچھ اسکو دیوین سو ایسے فقیر کو دینا بہت بڑا ثواب ہی لیکن اس آیت مین سایل کو محروم پر مقدم بیان فرمایا ہی
اسواسطے کہ ظاہر مین بھی یہی بات ہوتی ہی جیسے کھانا تقسیم کرنیکے وقت مانگنے والے کو جو دروازے
پر کھڑا ہو کر پکارتا ہی پہلے دیتے ہین پھر جو کچھ بچ کر رہ جاتا ہی تو محتاج خانہ نشینونکے گھر بھیجدیتے ہین اور اس
عمل سے معلوم ہوا کہ اس گروہ کو بڑا صبر ہوتا ہی کہ اپنا مال بھی دیتے ہین اور فقیر محتاجون کے آوازے اور
ظلم بھی سہتے ہین پر گھبراتے نہین ہین اور حرص بھی نہین رکھتے ہین تو اپنا مال جس سے بڑے بڑے فایدے حاصل
کر سکتے ہین دوسرون کو کیون اسطرح سے دے دیتے لیکن ان کا مرتبہ پہلے فرقے سے یعنے نماز پر ہمیشگی
کرنیوالون سے کم ہی اسواسطے کہ اُن کو کبھی کبھی مال کے خرچ کرنے کا سوچ اور مال کے جمع کرنے کی حرص بھی ہوتی
ہی بخلاف پہلے فرقے کے کہ وے نماز مین مستغرق ہونیکے سبب سے اس حالت استغراق مین ایک ساعت ان
دونون چیزونسے نجات پاتے ہین وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ اور تیسرے وے لوگ جو سچا جانتے
ہین انصاف کے روز کو سو بلا کے آنے سے بے صبر نہین ہوتے ہین اور بہتری پہنچنے سے مناع الخیر یعنے
خیر کو منع نہین کرتے ہین اسواسطے کہ ہر بلا اور نیکی کا عوض ملنا یقینی جانتے ہین سو یہہ لوگ صبر بھی
رکھتے ہین اور حرص کو اپنے پاس آنے نہین دیتے لیکن ان کا مرتبہ ان دونون کے مرتبے سے یعنے نمازیون
اور زکوۃ دینے والونسے کم ہی اسواسطے کہ ان لوگون کو ایسا کام کرنا نہین جسمین دنیا کا نفع کچھ نہووے

اور اپنے مال کو ایسی جگہہ خرچ کرنے مین جسمین ظاہری فائدہ کچھہ نہووے بے صبری اور گھبراہٹ ہوتا ہے
اور دنیا کے نفع والی باتون مین پھنسنے پر اور دنیا کے رنج سے بچنے پر اور آئیندہ کے واسطے مال جمع کرنے
پر حرص ہوتی ہے اور لالچ کرتے ہین لیکن یہ لوگ صبر کو بے صبری پر اور قناعت کو حرص پر ترجیح دیتے ہین
اس سبب سے کہ انکو جزا کی یقین ہے تو گویا عوض اور بدلا کرتے ہین اور تھوڑا دیتے ہین اور بہت چاہتے
ہین اور ان کی گھبراہٹ اور حرص بالکل بے تاثیر نہین ہے بلکہ ایک فائدہ رکھتی ہے لیعنے قسم دنیوی سے طرف
قسم اخروی کے انتقال کیا ہے اور فانی سے طرف باقی کے اور ایک رنگ دوسرا پیدا کیا ہے وَالَّذِيْنَ
هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ اور چوتھے وے لوگ ہین جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنیوالے
ہین دنیا اور آخرت مین اور جانتے ہین کہ اگر بلا مین صبر کرینگے یا مال کے دینے مین اپنے ہاتھ کو اچھی طرح نکھولینگے
تو حق تعالےٰ کے عذاب مین گرفتار ہونگے اور حقیقت مین بات یہی ہے کہ اپنے پروردگار کے عذاب سے
خوف اور ڈر مین رہا چاہیئے اسواسطے کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ بے شک عذاب انکے پروردگار کا ایسا ہی
ہے کہ اس سے باوجود بلا مین صبر کرنے کے اور اپنے مال کو اسکی راہ مین خرچ کرنے کے غَيْرُ مَاْمُوْنٍ
نڈر اور بے دہشت نرہا چاہیئے اسواسطے کہ بھلائی اور برائی کا اعتبار خاتمہ پر ہے اور خاتمہ کا حال ہر شخص
کا پوشیدہ ہے کسیکو معلوم نہین کہ کیا ہوگا اور صبر اور بخشش مین ان لوگو نکا مرتبہ پہلون کے مرتبے سے کم
ہے اسواسطے کہ انکے کام عذاب کے خوف کے سبب سے ہین اور پہلو نکے کام ثواب کی امید پر اور ثواب
کی طمع امید کی راہ ہے اور امید وسیلہ ہے محبت کا اور خدمت اور تابعداری محبت کے ساتھہ بہتر
ہے اس خدمت اور تابعداری سے جو خوف کے ساتھہ ہو جسطرح مزدور یا نوکر کی خدمت بہتر ہے لونڈی
غلام کی خدمت سے اور یے دو نون گروہ پہلے دونون گروہونسے مرتبے مین بہت کم ہین اس واسطے کہ انکے
عمل صرف محبت کی راہ سے تھے بھلائی کی امید اور برائی کے خوف کا خیال ان کو کچھہ نتھا تو ان کی خدمت
اور تابعداری ایسی ہوئی جیسے عاشق معشوق کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے اور یے چارون فرقے
جو مذکور ہوئے سو وے لوگ ہین جنہون نے بدنی اور مالی عبادت ادا کرنے پر صبر کیا اور مصیبت اور بلاؤن کو
سہہ لیا اور اپنی حرص کو جو طاعت کے مخالف تھی ترک کیا تھا اور گناہ اور شہوتون کی خواہش کو بالکل ہو ئے

کیا تھا ان لوگون کا حال بیان فرماتے ہین جنسے جزئی کاموں مین صبر اور قناعت ظاہر ہوئی ہے سو وے بھی چار فرقے ہین پہلا فرقہ وہ ہے جو اپنے شرمگاہ کی شہوت پر اور عورت سے صحبت کرنے کی لذّت پر حرص نہین کرتا ہے بلکہ صبر کرتا ہے اور یہہ وہ چیز ہے جو اکثر خلق اللہ کی خرابی کا سبب پڑتی ہے دوسرا فرقہ وہ ہے جو خلق اللہ کے حق مین جیسے امانت ہے یا عہد حرص نہین کرتے بلکہ اسکے ادا کرنے مین صبر کرتا ہے تیسرا فرقہ وہ ہے جو خلق اللہ کے حقوق کو جو ظاہر کرنیکے سزاوار ہین انکے چھپانے پر حرص نہین کرتا بلکہ اسکے ظاہر کرنے پر صبر کرتا ہے چوتھا فرقہ وہ ہے جو نفل عبادت مین جو اپنے ذمہ پر لازم کرلین ہین خصوصًا نماز نفل جو دن رات مین اپنے پر مقرر کرلی ہے اسکے ادا کرنے پر صبر کرتا ہے اور کھیل کود اور آرام وچین کی لذّت مین اپنے وقت کو گذارنے مین حرص نہین کرتا اور ان فرقون کو اس ترتیب سے بیان کرنے کی وجہہ یہہ ہے کہ عبادتین بدنی جو حقتعالےٰ کے واجب کرنے سے بندے پر لازم ہوئی ہین وے اسی ترتیب سے بزرگی رکھتی ہین سب سے اعلیٰ پانچوقت کی نماز ہین ہمیشگی کے طور سے ادا کرنے پر صبر کرنا اور انکے چھوڑنے پر حرص نہ کرنا پورے درجے کی نزدیکی اور قرب کا سبب ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْئٍ اَحَبَّ مِمَّا اَفْتَرَضْتُ عَلَیْہِ یعنے نہین نزدیک ہوتا ہے کوئی بندہ ہماری طرف کسی عبادت سے جتنا نزدیک اور محبوب ہوتا ہے ہماری طرف اس عبادت کے ادا کرنے سے جو ہمنے فرض کردی ہے اسپر اور دوسری عبادتون سے نماز مین زیادہ خصوصیت ہے اسواسطے کہ یہہ جامع ہے سب عبادتون کو اور انتہا درجہکی حضوری اور قرب کو جو سرگوشے اور کلام کی حد کو پہنچے بلا واسطہ پہنچادیتی ہے پھر اسکے بعد فرض زکوٰۃ کو ادا کرنا اور اپنے ذمے کے واجب نفقے دینے مین خلق اللہ کی منفعت اور خدا کے بندون کی پرورش منظور رکھنا اسواسطے کہ یہہ بھی نہایت خوشی اور رضامندی کا پروردگار کے سبب پڑتی ہے پھر اسکے بعد گھبراہٹ اور بے صبری اور حرص کو ترک کرنا بلا اور مصیبت کے وقت مین فوت ہوئی چیز پر ثواب کی امید سے نہایت بڑا مرتبہ ہے اس ترک سے جو عذاب کی دہشت سے ہو پھر اسکے بعد نامشروع چیز پر حرص نہ کرنا اور جو شرع مین جایز ہے اسیقدر پر اکتفا کرنا خصوصًا شرمگاہ کی شہوت کے مقدمے مین بہت ہی بڑا اور سخت صبر ہے اور سب سے سب پروردگار کے حق سے متعلق ہین جو بندون کے حقسے علاقہ رکھتا ہے سو

سو وہ یا ان کے حقونکا ادا کرنا ہے جو اسکے ذمہ پر ہین جیسے آپسمین امانتون کا ادا کرنا اور عہد اور پیمان کو
پورا کرنا یا انکے حقون کو ظاہر کر دینا کہ اسمین انھونکے مالون کا زندہ کرنا ہے اگرچہ اپنے ذمہ پر کچھ لازم نہین آتا ہے
اور جب ان سب حقتعالی کے واجبات کو صبر کرنے سے اور حرص کے ترک کرنیسے مضبوط کیا تو باقی نرہی مگر وہ
چیز جو اپنے ذمے پر نذر کے طور پر لازم اور واجب کرلی ہے جیسی عبادتمین نفل خصوصًا نماز سو ان چیزون کا ذکر
آخر مین کیا گیا چنانچہ فرماتے ہین وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ اور پانچوین وے لوگ جو اپنی شرمگاہون کو حافظون
نگاہ رکھنے والے اور روکنے والے ہین اس سے کہ کسی کی نظر اسپر پڑے یا بدن کسیکا اسمین لگے اور اس وقت
مین ان کی صبر کی قوت بھی ثابت ہوئی اور ان کی بے حرصی بھی اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی جوڑون پر لغت مین
زوج جوڑے کو کہتے ہین اور جو گھر کا کاربار اور انتظام بدون مرد اور عورت کے درست نہین ہوسکتا
اسیواسطے عورتکو مرد کا جوڑا اور مرد کو عورتکا جوڑا کہتے ہین جیسے موزے کا جوڑا اور جوڑے کے ہونے مین کئی چیزین شرط ہین پہلی
شرط یہہ ہے کہ دونون مین کوئی خصوصیت ظاہر ہو اور یہہ خصوصیت بدون شرعی ایجاب اور قبول کے جسکو
عقد نکاح کہتے ہین حاصل نہین ہوسکتی اسیواسطے ہر عورت کو ہر مرد کا جوڑا نہین کہتے ہین اور دوسری شرط
یہہ ہے کہ وہ خصوصیت گھر کے انتظام اور دنیا کی کامون کی تدبیر کیواسطے ہو نہ فقط شہوت نکالنے کے واسطے
اور بدون گھر کے کامون مین شریک ہونے کے نفع اور نقصان دونون کا مشترک نہوگا تو جوڑے ہونے کے معنے
بھی ظاہر نہونگے جیسے خرچی اور متعہ کی عورت کہ اسکو جوڑا نہین کہہ سکتے ہین تیسری شرط یہہ ہے کہ نسل
لینا اس سے ممکن ہو اور دوسریکا حق اسکے ساتھ متعلق نہو جیسے غیر کی لونڈی کہ اسکے مالک نے اسّے صحبت
کرنے کی اجازت دی ہو تو اسکو بھی جوڑا نہین کہہ سکتے ہین چوتھی شرط یہہ ہے کہ کوئی دوسرا رشتہ اور علاقہ
اس سے قوی زیادہ اور مشابہ زیادہ ان دونون کے درمیان اس رشتہ سے بڑھ کر نہو اسیواسطے
ما اور بیٹی اور بہن کو مرد کا جوڑا نہین کہتے ہین بس اس جگہہ سے معلوم ہوا کہ متعہ کی عورت بھی مرد کا جوڑا نہین ہو
سکتی اسیواسطے متعہ کی عورت کے مال کا مرد مالک نہین ہوتا ہے اگرچہ متعہ کی مدت مین وہ عورت
مر جاوے اور نہ خانگی کامون کی تدبیر مین کچھ ایسی عورت کو دخل ہوتا ہے اور نہ نفع نقصان مین شریک
ہوتی ہے اور نہ اسکی خوراک اور پوشاک مرد پر واجب ہوتی ہے اور نسب اور نسل کی محافظت اور نگہبانی

اس سے ممکن ہوتی ہی اسواسطے کہ متعہ کی مدت گذرنیکے بعد دونون مین خود بخود اجنبیت اور جدائی ظاہر ہو
جاتی ہی ایک مشرق کو جاتا ہی اور دوسرا مغرب کو عورت دوسریکو متعہ کیواسطے چاہتی ہی اور مرد دوسری
عورت کی خواہش کرتا ہی اور اگر متعہ کی مدت مین اس مرد سے اس عورت کو حمل رہگیا اور کوئی بچہ پیدا ہوا تو نہ وہ بچہ
اپنے باپ کو پہچان سکتا ہی اور نہ باپ اس بچہ کو اور نہ وہ بچہ باپ تک پہنچ سکتا ہی تاکہ فرزندی کے حق اپنے باپ سے طلب
کرے اور نہ باپ اس بچہ تک پہنچ سکتا ہی تاکہ تعلیم اور تربیت پدری اسکے ساتھ بجالاوے اور جب بچہ نسب سے مجہول اور نامعلوم رہا تو اسکا محرم
ہونا بھی باپ کے قریبون سے اور خویشون سے نامعلوم اور پوشیدہ رہا تو آپسمین تداخل محارم کا بھی ممکن ہی
یعنے محرم کے ساتھ نکاح کرلینا اس طور سے کہ وہ لڑکا اپنے باپ کی بیٹی کی ساتھ نکاح یا متعہ کرلے
یا باپ کا بھائی اس لڑکی کے ساتھ متعہ یا نکاح کرلے اور اسیطور سے دوسری قرابتون مین بھی یہی تداخل متصور
ہوسکتا ہی اور ایسے نکاح کرنے سے جو اولاد پیدا ہوگی انکے نکاح مین بھی کفو ہونے کی رعایت برہم درہم
ہو جائیگی اور میراث کی تقسیم کا دروازہ بالکل بند ہو جائیگا اسواسطے کہ اسکے وارث جہانمین منتشر اور پھیل
گئے اور انکے پہچان اور ان کے نامون اور مکانون کا دریافت کرنا بہت متعذر ہوگیا تاکہ ہر شخص کی میراث
اس تک پہنچا دی جاوے اسیواسطے متعہ کرنیوالونکے عقیدے کے موافق بھی زوجیت اور جورو پنے کے حکم متعہ
کی عورت کے ساتھ جاری نہین ہین جیسے عدت اور طلاق اور ایلا اور لعان اور ظہار اور برابری عورتون مین
یعنے پوشاک اور کھانا اور گھر اور ساتھ سونیمین اور یہہ قاعدہ کلیہ ہی کہ جب ایک چیز کے حکم جاتے رہتے
تو وہ چیز بھی نفی ہو جائے گی یعنے اس کا نام باقی نرہیگا جسطرح یہان ہی کہ جب زوجیت کے حکم جاتے رہے تو
جورو پنا بھی جاتا رہے گا اور ایسی عورتون کو جورو نکہینگے اور اس مقام پر جو متعہ کے حلال جانیوالون نے
گفتگو کی ہی اور کہا ہی کہ یے حکم یعنے عدت اور طلاق وغیرہ جورو پنے کے لازم نہین ہین تاکہ اسکا نپایا
جانا زوجیت کے نہونے کی دلیل ہو اسواسطے کہ ناشزہ عورت یعنے جو اپنے خاوند کے بے رضامندی اسکے
گھر سے نکلکر دوسرے کے گھر مین جا بیٹھی اور خاوند کے بلانے سے نہ آئی تو خوراک اور پوشاک ایسی عورت کے
خاوند کے ذمے سے ساقط ہو جاتی ہی اور اسکو دینا لازم نہین ہوتا اور جو عورت اپنے خاوند کو مار
ڈالے یا کسی کی لونڈی ہوگئی یا اہل کتاب مین سے ہووے یعنے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو ایسی عورت کو میراث نہین ملتی

اور لونڈی کے ساتھ نکاح کرنیسے اُس مین لعان نہین ہوتا اور سفر مین باری جو لازم ہی یعنے سب عورتون کے پاس
برابر رہنا جاتا رہتاہے اور باوجود ان سب چیزون کے وہ عورت اسکی جورو کہلاتی ہی تو معلوم ہوا کہ
ان چیزونکا نپایا جانا کچھ جورو ہونیکے مخالف نہین ہی سو یہہ اُن کا گفتگو کرنا اس مقام پر بالکل بے معنے اور بیفایدہ
ہی اسواسطے کہ منکوحہ عورت سے ان حکمونکا جو اوپر ذکر ہوچکے ہین اُٹھ جانا ایک عارضہ کے سبب سے ہی جو
لاحق ہوگیا ہی اگر وہ عارضہ جاتا رہے تو یہہ حکم سب پھر اسپر جاری ہو جاوین جیسی عورت ناشزہ اگر اپنے
خاوندکے گھر پھر آوے تو خوراک اور پوشاک کی سزاوار اور مستحق ہو جاویگی اور اگر لونڈی آزاد ہو جاوے
یا کتابیہ عورت مسلمان ہوجاوے تو میراث کی مستحق ہو جاوے گی اور مرد جب سفر سے پھر آوے تو برابری رات
کے رہنے مین اسپر واجب ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ ان چیزونکے عارض ہونیکے سبب سے بعضے حکم زوجیت کے
جاتے رہتے ہین زوجیت اور نکاح نہین جاتا بخلاف متعہ والی عورت کے کہ وہان خود عقد متعہ کا ان حکمونکے
منافی ہی کسی چیز کے عارضی ہونیکے احتیاج نہین ہی اور اسکی تمثیل یون سمجھا چاہئے کہ پانی کی طبیعت بہنے کو چاہتی ہی
اور پتھر کی طبیعت منجمد ہونے اور ٹھہرنے کو پھر اگر کوئی شخص کہے کہ پانی بھی پتھر کی قسم سے ہی اسواسطے کہ پانی یخ
کے سبب سے پتھر کی طرح جم جاتا ہی یا کہے کہ پتھر پانی کی قسم سے ہی اسواسطے کہ اگر تیزاب مین اسکو ڈال دو تو
یہہ بھی پانی کی طرح بہہ جائے گا تو یہہ بات اسکی حماقت سے خالی نہین ہی اور کوئی عاقل اس کی اس
بیہودہ بات کو قبول نکریگا اور دوسرے یہہ بھی ہی کہ منکوحہ عورتونکو حقتعالےٰ نے چار عدد مین منحصر کیا
ہی چنانچہ سورۂ نسا کے اوّل مین مذکور ہی سو اگر متعہ والی عورتین منکوحہ عورتون مین داخل ہوئین تو یے بھی
چار سے زیادہ جایز نہوتین اور حال یہہ ہی کہ متعہ کرنیوالون کے نزدیک بھی دس دس عورتونکے ساتھ
ایک ہی رات مین متعہ کرنا جایز ہی اور اگر ان مین سے کسیکے پاس چار عورتین منکوحہ ہون تو دوسری عورتون
کے ساتھ سوائے ان چار کے متعہ کرنا درست جانتے ہین اور شرع شریف مین ایسا مقرر ہی کہ جب کسی
شخص نے اپنے نکاحی عورت سے ایک مرتبہ صحبت کی تو وہ شخص محصن ہوگیا پھر اسکے بعد اگر
اس شخص سے زنا ہو تو اسکو سنگسار کرینگے یعنے پتھرون سے اسکو مار ڈالینگے اور اگر منکوحہ عورت
سے صحبت کرنیکے پہلے زنا ہوا تو سو دُرّے ماریںگے اور متعہ کے جایز رکھنے والون کے نزدیک بھی متعہ

والی عورت سے صحبت کرنا احصان کا سبب نہین ہوتا ہی غرض کسی وجہ سے متعہ والی عورت زوجہ
مین داخل نہین ہوسکتی اور جو لوگ متعہ والی عورت کو زوجہ مین داخل کرتے ہین ان کی مثل ایسی ہی کہ جیسے
کوئی شخص آٹا گھولکر کانجی پکاوے پھر اُسمین گوشت کی بوٹی ڈھونڈھے سو اَضَاعَ الْعُمْرَ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ
یعنے گنوائی اپنی عمر محال چیز کی تلاش مین اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ یا وہ چیز کہ اسکے مالک ہوئے ہین انکے ہاتھ
اور اس چیز سے لونڈیون کی شرمگاہ کا مکان مخصوص مراد ہی اسواسطے کہ وہ چیز چاہیے کہ نجاست کی جگہہ نہو
اور نسل کے قابل ہو سو غلام ایسی چیز نہین رکھتے اور لونڈیون کے پاس دونون قسم کی چیزین ..... موجود ہوتی
ہین لیکن ان کی نجاست کی جگہہ حرام ہی اسواسطے کہ وہ جگہہ نہ کھیتی ہونیکے لیاقت رکھے نہ نسل کی اور جب ما موصولہ کے
لفظ سے وہی موضع مخصوص مراد ہوا تو اب ما موصولہ کے لفظ پر کوئی اشکال وارد نہین ہوسکتی اور اس صورت
مین بھی عورت اور مرد کی خصوصیت اور نفع نقصان مین شریک ہونا اور اپنے نسب اور نسل کو نگاہ رکھنا
اور خانگی کامون کی خدمت کرنا یہہ سب باتین یہان بھی ثابت ہین ان دونون مین یعنے لونڈی اور بی بی مین فرق
اتنا ہی کہ بی بی کے بدن سے موضع مخصوص کے سوا اور کوئی چیز دوسری خاوند کے ملک مین نہین آتی اور لونڈی سر سے
قدم تک اپنے مالک کی ملک مین داخل ہوجاتی ہی اور عرب کی لغت مین ملک یمین ذات اور گردن کے مالک
ہونے کو کہتے ہین اسیواسطے مانگی ہوئی چیز کو کوئی نہین کہتا کہ یہہ میری ملک یمین ہی پس جو لونڈی کہ اسکے مالک نے
کسی کو عاریت کیطور پر صحبت کرنیکے واسطے دی تو وہ لونڈی اس مستعیر یعنے مانگ لینے والیکی ملک یمین
مین داخل نہو جاوے گی اور ایسی رعایت کو اس رعایت پر جس سے نفع لینا درست ہی قیاس کرنا غلط ہی
اس واسطے کہ یہہ قیاس نص کے مقابل مین ہی یعنے صریح دلیل کے مقابل مین ہی اور ایسا قیاس ہرگز
مقبول نہین ہی اور یہہ بھی ہی کہ یہہ قیاس مع الفارق ہی اسواسطے کہ اگر اس نفع کے واسطے لونڈی کو کسی سے
مانگ لین اور اسکے ساتھ صحبت کرنے سے شاید حمل رہجاوے تو وہ لونڈی مانگ لینے والے کے حق
مین مشغول ہوجاوے گی اور یہہ جایز نہین ہی اسی واسطے عاریت کی زمین پر درخت لگانا یا کنوان کھودنا درست
نہین ہی فَاِنَّهُمْ پھر بے شک یہ لوگ اگر اپنی عورتون یا اپنی لونڈیون کے ساتھ صحبت کرنے اور
لذت حاصل کرنے مین حرص اور بے صبری کرین غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ تو نہین ہین ملامت کئے گئے اور لاہناد یعنے

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ گئے تاکہ ان کا بھی بیصبرون اور حریصون مین داخل ہونا بوجھا جاوے
پھر جو شخص کہ طلب کرے ان دونون کے سوائے یعنے بی بی اور لونڈی کے سوائے پھر وہی لوگ ہین تعدّی
اور ظلم کرنیوالے اور عفّت اور پاکی کی حد سے آگے بڑھنے والے اور حریصون اور بے صبرونمین داخل ہونے
والے اب اس مقام پر جاننا چاہیئے کہ آدمی کو شہوت نکالنے کے واسطے کئی طور ہین لیکن سوائے ان دو قسم کے
جو شرع مین بے شبہ جایز ہین باقی سب صورتین ممنوع اور حرام ہین اور ان سب حرام قسمون کی تفصیل بہت
ہی ان مین سے ایک لونڈے بازی ہی اور اس سے مراد نجس محل مین دخول کرنا یعنے غلیظ نکلنے کی
جگہہ مین پھر یہہ کام خواہ مرد سے ہو خواہ اپنی عورت سے ہو یا اپنی لونڈی سے یا اجنبی عورت سے سب حرام
ہی اور اسی قسم سے ہی خرچی کی عورت جیسی کنچنی کہ ایک رات یا ایک مہینے کی اُجرت مقرر کرکے اُس سے
یہہ فعل کرتے ہین اور اسی قسم سے ہی خانگی عورت کہ بدون اُجرت مقرّر کرنے کے اس سے فقط دوستی
آشنائی کے سبب سے یہہ فعل کرتے ہین اور اسی قسم سے ہی جس عورت سے زبردستی یہہ فعل کرین جسطرح غنیم
کی فوج دوسرے ملک کے اُوپر غالب ہونے کے وقت وہان کی عورتون سے زبردستی یہہ فعل کرتے ہین اور اسی
قسم سے ہی متعہ والی عورت یعنے ایک مدّت معین کرکے اس کی اُجرت مقرر کردینا پھر اسکے ساتھ یہہ
فعل کرنا اور اسی قسم سے ہی دوسرے کی لونڈی جو اسکے مالک کی رضامندی سے مانگ کر اسکے ساتھ
یہہ فعل کرتے ہین اور اسی قسم سے ہی عورت کا عورت کے ساتھ یہہ فعل کرنا جسکو ہندی مین چپٹی کہتے ہین
اور اسی قسم سے ہی اپنے ہاتھ سے ہلا کر منی نکالنا جسکو جلق کہتے ہین اور اسی قسم سے ہی اپنے محرم عورتون
کے ساتھ نکاح کرنا پھر وے محرم خواہ نسبی ہووین جیسے ماں بہن خالہ پھپی بھتیجی بھانجی وغیرہ اور خواہ سببی
ہون یعنے سسرال والیان جیسے جورو کی ماں یا بہن یا پھپو یا خالہ وغیرہ اور خواہ رضاعی ہون یعنے دودہ پینے کے
سبب سے محرم ہوگئے ہووین جیسے دائی جس کا دودہ پیا یا اسکی ماں نانی دادی یا اسکی اولاد یے سب
حرام ہین اور اسی قسم سے ہی وہ عورت جو ایک شخص کے نکاح مین ہی اس سے بھی نکاح کرنا درست
نہین ہی اور اسی قسم سے ہی عورت مشرکہ کے ساتھ نکاح کرنا سوائے اہل کتاب کے اور اسی قسم سے
ہی فاحشہ عورت سے نکاح کرنا کہ یہہ بھی جایز نہین ہی سو یے سب قسمین ماوراء ذلک مین داخل ہین

اور بالکل حرام ہین وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِہِمْ اور جھٹے وے لوگ جو اپنی اماتنون کو یعنے لوگون کی امانتین جو اپنے
پاس رکھتے ہین اور امانت کی دو قسم ہین ایک وہ ہے جو حقتعالے کے حق کے ساتھ متعلق ہی جیسے وضو
اور ناپاکی کا غسل اور نماز اور روزہ اور زکوۃ اسواسطے کہ ان چیزون پر دوسرے لوگون کو خبر نہین ہوتی ہے
اسی شخص کا اقرار ان چیزونمین مقبول ہے اور امانت کی حقیقت بھی یہی ہی کہ امین کا کہنا اس مین معتبر ہے
دوسری امانت کی قسم وہ ہی جو خلق اللہ کے حق سے علاقہ رکھتی ہے اس کی بھی کئی قسمین ہین
پہلی قسم وہ ہی کہ لوگون کے مال کسی کے پاس امانت رکھے جاوین دوسری قسم یہہ ہے کہ لوگون کے حقوق
اس کی دالت مین ثابت ہوین اور اس کا مالک اسپر خبردار نہو جسطرح مورث کا قرض کہ وارثون کو اسکی
خبر نہو تیسری قسم یہہ ہے جو اس شخص کے کام سے متعلق ہین جیسے تول اور ماپ اور کھانا پکانے مین مصالح
کا خرچ کرنا یا سینے مین سنجاف اور مغزی کا لگانا اور اسیطرح پر دوسری چیزین ہین چوتھی قسم دلون کے
بھید جو کسیکو اعتماد والا جان کے اس سے کہتے ہین پانچوین حکومت مین انصاف کرنا کہ یہہ رعیت کی امانت ہی
حاکمون اور قاضیون کے ذمے پر چھٹی فتویٰ دینے مین حق بات بیان کر دینا کہ یہہ امانت عوام کی ہے
مفتیون کے ذمے پر ساتوین جورو خاوند کی آپسمین تنہائی کی باتین یا گھر کی تدبیر کہ یہہ بھی امانت
ہر ایک کی دوسرے کے ذمے پر ہی آٹھوین اپنے مالک کی پوشیدہ باتین لونڈی غلام کے ذمے پر ہین نوین
آقا کی امانت نوکر کے ذمے پر دسوین ہمسایہ کی امانت دوسرے ہمسایہ پر گیارھوین اپنے یارون کی
امانت دوسرے یارون پر وَعَھْدِھِمْ اور اپنے قول و قرار پر جو حقتعالیٰ سے یا خلق اللہ سے کیا ہے
سو پہلی قسم کو یعنے جو حقتعالے سے عہد کیا ہے وہ اگر مال دینے کو عہد کیا ہے یا کوئی عبادت ادا کرنے کو تو
اسکو نذر کہتے ہین اور اگر کسی خاص خدا کے بندونمین سے کیا ہی حقتعالیٰ کی راہ پہچاننے اور چلنے کو
تو اس کو بیعت کہتے ہین اسواسطے کہ یہہ بھی گویا حقیقت مین حقتعالے سے عہد کرنا ہی چنانچہ انا فتحنا
کی سورت مین خود حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ
اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا
عَظِیْمًا یعنے جو لوگ بیعت کرتے ہین تجھسے وے لوگ سوائے اسکے نہین کہ ہاتھ ملاتے ہین اللہ سے اللہ کا

اتہ قدرت کا ان کے ہاتھ کے اوپر ہے پھر جو کوئی قول کو توڑے سو سوائے اسکے نہین کہ توڑے اپنے برے کو اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جسپر قرار کیا اللہ سے سو وہ قریب ہے کہ پاوے گا ثواب بہت بڑا اور دوسری قسم کی بھی صورتین بہت ہین جیسے اپنا اپنا مال لاکر تجارت کرنا اسکو شراکت کہتے ہین یا ایک کا روپیہ اور دوسرے کی محنت پھر نفع مین شریک ہونا موافق عہد کے اسکو مضاربت کہتے ہین یا صلح کرنا یا وصیت کرنا اور سوائے اسکے جو فقہ کی کتابون مین شرح اور تفصیل سے مذکور ہین جیسے مرابحت یعنی اصل قیمت پر کچھ نفع ٹھہراکر بیچنا اور تولیت یعنی اصل قیمت پر یعنی خرید پر بیچنا اور جیسے وکالت اور کفالت اور ضمان ہے رٰعُوْنَ رعایت کرنیوالے ہین اور نگاہبانی مین امانت اور عہد کی کوشش کرتے ہین جسطرح سے بکریون کا چرانیوالا اُن کی نگہبانی ہر وقت کیا کرتا ہے سو یے لوگ بھی صبر کامل رکھتے ہین اور حرص بہت کم اسواسطے اگر ایسا نہوتا تو اپنے عہد اور امانت کی رعایت اور محافظت نہوسکتی وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ اور ساتوین وے لوگ جو اپنی گواہیون کے اظہار کرنے پر مستعد کھڑے ہوئے ہین اور سچی گواہی دینے مین دوستی جاتی رہنے سے اور قرابت کے چھوٹ جانیسے ڈرتے نہین ہین اور اس گواہی دینے مین جو انکے مخالفون کا اور دشمنون کو نفع پہنچتا ہے اسپر صبر کرتے ہین سو اس سبب سے حق والے اپنے حقونکو پہنچتے ہین یہان پر جان لیا چاہئے کہ گواہی کا چھپانا بڑا گناہ کبیرہ ہے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ جان بوجھ کے گواہی دینے سے انکار کرے اور کہے کہ مین نہین جانتا اور دوسری صورت یہہ ہے کہ گواہی دینے کے وقت انکار صریح نکرے لیکن کسی حیلہ اور بہانے سے اسکو ٹال دیوے ان دونون صورتون مین خلق اللہ کے حق تلف ہوتے ہین اور مٹتے ہین اور اس سے بھی بڑھ کر ایک اور گناہ کبیرہ ہے یعنے جھوٹھی گواہی دینا اسواسطے کہ اس صورت مین حق کو باطل کرنا اور جھوٹھے حق کو ثابت کرنا ان دونو گناہ مین یہہ شخص مبتلا ہوتا ہے اور اشارہ اسبات کی طرف بھی ہے کہ گواہی کو بدون کم اور زیادہ کے بیان کردینا چاہئے اسواسطے کہ کم اور زیادہ کرنے مین قیام اس گواہی پر ثابت نہین ہوتا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ اور آٹھوین وے لوگ جو اپنی نماز کی نگہبانی مین رہتے ہین تاکہ اس کا ثواب جاتا نرہے اور یہہ محافظت اس مداومت کے سوائے ہے جو پہلی آیۃ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مداومت کے معنے یہہ ہین کہ ہمیشہ بجالانا اور کبھی ناغہ نکرنا اور محافظت کے معنے یے ہین کہ اسکے ہر کام کو پورا کرنا تاکہ ثواب اس نماز کا پورا ملے

اور اسکی جتنی شرطین اور جتنی رکعتین ہین ان کو ان کے وقتون مین پورا ادا کرنا جیسے نماز مین ادہر ادہر ندیکھنا
اور سجدہ کی جگہہ اپنی نظر رکھنا اور کپڑے کو بچانا اور اپنے بدن کے ساتھ نکھیلنا اور انگڑائی نلینا اور جماہی
نلینا اور اگر آجاوے تو منہہ کو بہت نکھولنا اور منہہ کو کپڑے سے بند نکرنا اور کپڑے کو سر پر یا کندھے پر ڈالکے
دونون کنارون کو نہ لٹکانا اور اپنی انگلیون کے ساتھ پنجہ نکرنا اور انگلیون کو نہ توڑنا اسطور سے جس مین
آواز نکلے اور نماز مین سجدے کی جگہہ سے کوڑہ کنکری دور نکرنا اور اپنے ہاتھہ مین کوئی چیز جیسے لکڑی یا کوڑہ
نماز مین نہ رکھنا اور نماز مین دل دوسری طرف نہ لگانا بلکہ دل کو حاضر رکھنا اور دل کی حضوری سے نماز کو ادا
کرنا سو جسطرح پانچوقت نماز پر ہمیشہ قایم رہنا نہایت شاق اور گران ہی اور نہایت صبر اور بے حرصی کی
دلیل ہی اسیطرح کی مفسد چیزون اور مکروہ چیزون سے اپنے تئین بچائے رکھنا بھی بہت شاق اور گران ہی
اور کمال صبر اور بے حرصی کی دلیل ہوسکتی ہی اسیواسطے ان دونون چیزون کو باوجود اسبات کے کہ ایک ہی
چیز سے علاقہ رکھتی ہین جدا جدا بیان فرمایا اور شروع ایک فعل سے کیا یعنے مداومت سے اور دوسرے پر
تمام کیا یعنے نقصان کی چیزون سے بچنا تاکہ نماز کی فضیلت اور اسکا بہت تقید معلوم ہو جائے کہ ان آٹھون فرقون میں
اول اور آخر نماز والے ہین اور ہمیشگی کا ذکر پہلے اسواسطے کیا کہ نماز کے سبب سے جتنی آفتین بے صبری اور
حرص کی زیادتی کی ہین سب کم ہو جاتی ہین لِاَنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یعنے اسواسطے کہ
نماز بیحیائی اور برائیون سے باز رکھتی ہی اور جب حرص کم ہوئی اور صبر قوی ہوا تو نماز پر ہمیشگی حاصل ہوسکتی ہی
اسیواسطے کہ نماز کی محافظت اور نگہبانی مین سب مشقتون پر صبر کرنا اور تمام منافع کو چھوڑنا ضرور ہوتا ہی
اور سب لذتون پر حرص کرنا محافظت کو منع کرتا ہی اسیواسطے محافظت پر ختم فرمایا ہی اُولٰٓئِكَ یہ سب
فرقے جو بے صبری اور بخل اور حرص کی برائیون سے پاک ہین فِیْ جَنّٰتٍ قسم قسم کے باغون مین ہونگے
اپنے اپنے عملون کے مرتبے کے موافق مُّكْرَمُوْنَ تعظیم اور بزرگی کیئے گئے یعنے عزت سے وہان رہینگے
اسواسطے کہ سب اچھی خصلتین انمین پائی جاتی ہین اور برائیون سے بچے ہوئے ہین اور بزرگون کی تعظیم واجب
ہوتی ہی جسطرح سے شریر نافرمانون کی حقارت واجب ہی اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کی بزرگی
اسکے اخلاق اور خصلتین اچھی ہونیکے سبب سے ہی اور اسکی برائی اسکے اخلاق اور خصلتین بری ہونے کے سبب

سے اور بعضے مفسرون نے روایت آئی ہے کہ قرآن شریف مین بہشت کی بزرگی اور جو جو بہشتیونکو طرح طرح کی
بزرگیونکے وعدے دیے گئے ہین کافرون نے سُننے تو ہنسی اور مسخری کیطور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس
شریف مین آتے اور سلفے باندکر داہنے بائین رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹھتے او بکتے کہ اگر یہہ قول تمہارا سچ
ہے اور قیامت کا ہونا ضرور ہے اور اس قسم کی نعمتین اور بزرگیان وہان عنایت ہونگی تو اسکو تم یقین جان رکھو
ہم لوگ ان نعمتون اور بزرگیون کے زیادہ تر لایق ہونگے نہ یے جنھون نے تمہاری تابعداری اختیار کی ہے اسواسطے
کہ حق تعالی حکیم ہے ہم کو دنیا مین عزت والا اور بزرگی والا کیا ہے اور طرح طرح کی نعمتون سے نوازا ہے اور
مال اور مرتبہ اور سرداری اور ریاست ہم کو بخشی ہے یہی دلیل ہے اسبات پر کہ آخرت مین بھی اپنی نعمتون سے
ہم کو نوازے گا اور تمہارے تابعدار لوگ کہ اکثر فقیر او محتاج ہین اور غلام اور رذیلے اور کم اصل وے
ہرگز ان نعمتون کے سزاوار نہین ہین سو حق تعالیٰ نے اُن کی اس مسخری کی بات کے رد کرنے کیواسطے یے آیتین نازل
فرمائین کہ فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا پھر کیا ہوا ہے ان کافرون کو جو بہشت کی نعمتون کو سننے سے قِبَلَكَ
مُهْطِعِیْنَ تیری طرف دوڑے آتے ہین طمع کی گردن دراز کیے ہوئے اور امید کی آنکھہ سے تیری طرف
دیکھتے ہوئے کیا یے لوگ بہشتیون کی صفتونکو جو آٹھون اوپر بیان ہو چکی ہین اپنے مین حاصل کر چکے ہین جو
اس امید پر تیرے طرف دوڑے چلے آتے ہین اور باوجود اس امید کے انکے نفس ایسے سرکش ہین کہ
تمہارے روبرو دوزانو ہوکر ادب سے بیٹھنے کو قبول نہین کرتے بلکہ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ داہنے
اور بائین سے حلقہ کرکے بیٹھتے ہین تاکہ کسیکو یہہ گمان نہو کہ یے بھی تمہارے تابعدار ہوئے اور کچھ اچھی
دین کی بات سیکھنے کو تمہارے پاس آئے ہین اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ کیا طمع کرتا ہے ہر شخص ان کا
اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ اسبات کی کہ داخل کیا جاوے نعمتونوالی بہشت مین باوجود اس کفر اور دشمنی
اور مسخری کے اور باوجود اس باطل اعتقاد اور گھمنڈ کے کہ ہم لوگ اصل پیدایش مین عزیز اور بزرگ
پیدا ہوئے ہین کتنا ہی کفر اور برائی ہم سے ہووے لیکن ہم بہشت ہی کے سزاوار ہین اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کی امت اور تابعدار اگر مسلمان اور نیک بخت ہون لیکن جو اکثر نہین رذالے اور کم اصل ہین
سو ذلت اور حقارت ہی کے لایق ہین اور اس امر کو دنیا کی مجلسون اور محفلون کی تعظیم اور تکریم پر قیاس

کرتے ہین کَلَّا ہرگز ایسا نہین ہونا چاہئے کہ ایسی جھوٹھی طمع کو چھوڑین اور ایسے باطل خیال اور فاسد قیاس سے درگذرین اسواسطے کہ اصل پیدایش مین کوئی نہ واجب التعظیم ہے نہ لازم التکریم اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ مقرر ہمنے پیدا کیا ان کو اس چیز سے جسکا حال یے خوب جانتے ہین اور چیز منی کا قطرہ اور نطفہ ہے کہ وہ آپ بھی ناپاک ہے اور ناپاک جگہہ سے نکلتی ہے اور ناپاک ہی جگہہ مین ٹھہر جاتی ہے پھر کہین اگر بدن پر یا کپڑے پر لگ جاتی ہے تو اس بدن اور کپڑے کا دھونا واجب ہوتا ہے پھر اب سوچنا چاہئے کہ آدمی کہان سے واجب التعظیم اور تکریم ہوا ہان البتہ آدمی کی بزرگی اور بڑائی ایمان اور نیک عملون سے ہے اصل پیدایش سے کچھ علاقہ نہین لیکن رذالت اصل پیدایش سے بھی ہے اور کفر برائیون سے بھی پھر اگر ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو اصلی رذالت اسکی دور ہوئی اور تعظیم و تکریم کے سزاوار ہوئے اور اگر کفر اور گناہون مین گرفتار رہا تو اصلی رذالت اس کی اس نافرمانی کی رذالت سے ملکر دونی ہوگئی تو یہہ لوگ ہرگز تعظیم اور بزرگی کے قابل نہین مین اسواسطے کہ دونی رذالت رکھتے ہین بلکہ تعظیم اور تکریم کے سزاوار وے لوگ ہین جو تمھاری صحبت مین دین سیکھنے کو مقرر ہوئے ہین اور تم پر آپ کو فدا کئے ہوئے ہین فَلَآ اُقْسِمُ پھر قسم نہین کھاتے ہین ہم اس واسطے کہ قسم کھانیکی اس جگہہ احتیاج نہین ہے حق تعالی کی قدرت کاملہ سب پر ظاہر اور روشن ہے جس فرقہ کو چاہئے بدل کر دوسرا اس سے بہتر اس کے عوض مین پیدا کر دے اور اگر تم کو بدون قسم کھانیکے یقین نہین ہوتا تو ہماری قسم بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اپنی ان صفتون کر کے ہے یعنے پروردگار مشرقون اور مغربون کا ہون مین اور یہہ کثرت مشرقون اور مغربون کی اسواسطے ہے کہ ہر ستارہ سورج ہو یا چاند یا دوسرے پانچون ستارے ان سب کی ہر روز ایک نئی مشرق ہوتی ہے سوائے اس مشرق کے جو سال کے پہلے ہو چکی ہے اس ستاریکے دوریکے قدر منطقہ معدل سے یا نزدیکی اس ستارے کی اسی منطقہ سے پھر اسی طرح ہر ایک ستارے کی مغرب بھی جدا ہے لیکن تموز مین آفتاب کو نصف سال تک مشرقین اور مغربین جدا جدا معلوم ہوتی ہین اور باقی آدھے سال مین وہی مشرقین اور مغربین عود کرتے ہین یعنے پھر پھر آتی ہین اور یہہ ہماری صفت شرافت اور حقارت کے تغیر اور تبدل پر دلیل کافی ہے یعنے بعضون کو اپنی مخلوقات مین سے کسی وقت مین ایسی عظمت اور بزرگی سے سرفراز کرتے ہین ہم کہ انوار کے ظہور کے مشرق

ہو جاتے ہین اور پھر دوسرے وقت انہی مخلوق کو اس عظمت اور بزرگی سے معزول کر کے دوسرے کو ان بزرگی سے سرفراز کرتے ہین ہم پھر اسی طرح بعضون کو اپنی مخلوقات سے ایسی ذلت سے رسوا کر دیتے ہین ہم کہ بالکل سیاہی اور تاریکی اسپر چھا جاتی ہی پھر دوسرے کو اسی رسوائی سے ذلیل کر دیتے ہین اور اسی پر اور بھی قیاس کر لینا چاہئے اور جب یہہ ہماری قدرت عظمت اور حقارت کے تغیر اور تبدل مین بر سکے ہر دو مین ظاہر اور کھل گئی تو ثابت ہوا کہ اِنَّا لَقَادِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ مقرر البتہ ہم قادر ہین اسپر کہ بدل کر لے آوین دوسرے فرقے کو جو بہتر ہون اُنسے تمہاری صحبت کے واسطے اور تمہاری شاگردی اور نیک راہ سیکھنے اور خلق کی آراستگی اور عملون کے نیک کرنیمین انسے وے بہتر ہون سو وہ فرقہ انصاریون کا تھا وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اور نہین ہین ہم ایسے کہ کوئی ہمسے بڑھ چلے اور اسقدر تعظیم اور بزرگی کا مستحق ہو جاوے کہ ہماری قدرت اور زور کو لیلیوے اور اسکی حقارت اور اہانت کرنے سے ہماری تعظیم اور تکریم نرہے یا یہہ عزت اور بزرگی ہمسے لیکر دوسرے کو حوالہ کر دے اور ہمکو عاجز کر دے سو ایسا کوئی نہین ہی تو بس معلوم ہوا کہ یہہ ان سبکا جمع ہو کر تمہارے پاس آنا کچھ بہشت مین داخل ہونے کی طمع سے نہین اور نہ تعظیم اور بزرگی کرنے کی راہ سے ہی بلکہ ان کی تکبر سے ہی جو بڑہ بڑہ کے باتین کرتے ہین اور حقتعالی کی آیتون سے اور اسکے وعدون سے مسخری کرتے ہین فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا پھر چھوڑ دے ان کو تا کہ یہہ باتین بناوین اور کھیلین حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ یہان تک کہ ملاقات کرین اُس اپنے برے دن کی جس کا وعدہ دئے جاتے ہین لیکن اسدن حقتعالی کی طرف بلانیوالیکو دوسری طرح سے جواب دینگے یعنے جس طرح اب ہنسی اور مسخری کے ارادےسے تمہارے پاس آتے ہین سو اسدن یہہ بات نہوگی بلکہ نہایت بے چینی اور بیقراری سے اس بلانیوالےکے پاس دوڑکر حاضر ہونگے يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ جس دن نکلین گے اکیلے کھلے بدن ننگے سر اور ننگے پاؤن مِنَ الْاَجْدَاثِ قبرون سے سِرَاعًا دوڑتے ہوئے اور جلدی کرتے ہوئے حضرت اسرافیل علیہ السلام کی صور کی آواز سنکے كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ گویا کہ وے سب کسی بت کی طرف جسکو اس گھر سے نکال کر گھڑا کیا ہی درشن کیواسطے يُّوْفِضُوْنَ دوڑے جاتے ہین جلدی سے اس ارادےسے کہ سب سے پہلے ہم ہی درشن کر لین اور چوم چاٹ لین اسکو اور اپنی تئین اس تک پہنچاوین اس آرزو سے کہ اسوقت جو پہنچا سو

پہنچا لیکن یہہ بات نہین ہی بلکہ یہہ انکا دوڑنا اور جلدی کرنا نہایت ذلت اور خواری کے ساتھہ ملا ہوا ہوگا
اس واسطے کہ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تاریک اور متحیر ہوئی ہونگی آنکھین انکی بلکہ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ چھالیگی سر سے
پاؤن تک انکو ذلت اور رسوائی ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ یہہ وہ برا دن ان کا ہی جس کا
وعدہ دئے جاتے تھے نہ وہ صبر کرنیوالون اور کم حرصون کا دن ہی اسواسطے کہ ان کو اس دن نعمت
والی بہشتون مین تعظیم اور تکریم سے داخل کرینگے باقی رہے اس مقام پر کتنے سوال جنکا جواب ضرور
ہی اُن مین سے ایک یہہ ہی کہ انسان کو جو سب مخلوقات سے اشرف اور بزرگ ہی جسکو
فرشتون نے سجدہ کیا ہی اور تمام روئے زمین کا خلیفہ ہی اس طرح کا بے صبر اور حریص کسواسطے
پیدا کیا اور اس کی اصل خلقت مین ان دونون مذموم صفتون کو کس واسطے ملا دیا دوسرے
حیوانون کو عُشر عشیر بھی اس کی نہین ہی یعنے دسوین حصّے کا دسوان حصہ یعنے سومین کا ایک حصّہ
بھی نہین رکھتے کھانا پانی نہ ملنے کے وقت اور مصیبتون مین جو بیقراری اور بے تابی یہہ کرتا ہی دوسرے
حیوانون کو کبھی اس قسم کی بیتابی اور بے صبری نہین ہوتی اور اس بات مین نہایت ذلّت
اور رسوائی اس کی ہی اور اس حرص اور بے صبری کے سبب سے جہان کہین کچھہ طمع اور لالچ
دیکھتا ہی اس کا تابع اور غلام بنجاتا ہی اور ہر گرم اور سرد سے اسی بیقراری اور بے
صبری کے سبب سے خوف کرتا ہی اور ڈرتا ہی سو اگر اس کا خمیر انہی دو چیزون سے
کیا ہی اور اسکی اصل خلقت مین یے دونون عیب ملادئے ہین پھر بے صبری اور حرص پر جو اس سے
ہو غصہ اور غضب کرنا اور اسکو برا کہنا کسواسطے ہی اس واسطے کہ اس کی اس مین کچھہ تقصیر نہین
ہی جبلّی اور پیدایشی چیز سے وہ لاچار ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ حرص اور بے صبری کی
شدّت اور زیادتی جو انسان مین پائی جاتی ہی یہہ حقیقت مین اسکی بہتری کا سبب ہے اسواسطے
کہ معرفت کے درجون کی ترقی اور حق کی راہ کا چلنا اور جناب احدیت کی درگاہ مین قرب اور
نزدیکی حاصل کرنے کا کوئی وسیلہ اور زینہ اس سے بہتر اسکے واسطے نہین ہی اگر یہہ حرص کی
شدّت اور بے صبری اسکو نہوتی تو یہہ بھی دوسرے حیوانون کی طرح تھوڑی سی معرفت

قناعت کرتا اور بڑے بڑے معرفت کے اور قرب کے درجونکا طالب اور خواہان نہوتا اور حال یہہ
ہے کہ معرفت کے دریا کا کنارہ بھی نہین ہے اور قرب اور نزدیکی کے مرتبون کی کہین حد اور
انتہا ظاہر نہین ہے پھر اگر اس کا شوق اور حرص دمبدم زیادہ نہوتا جائے اور استسقی والے
کی طرح پیاس پیاس کرکے نپکارے تو یہہ رہ ہ بے نہایت جسکی کہین حد اور کنار یکا پتا بھی معلوم
نہین ہے کسطرح کٹ سکے اور یہ سب مرتبے قرب اور معرفت کے معطل اور بیکار رہ جاوین
اور اگر اپنے مالک اور خالق کی جدائی مین ایک لحہ صبر کرے اور بے تابی اور بیقراری اور گھبراہٹ نکرے
تو اس کی محبت اور عاشقی اور اپنے حال سے بے حال ہو جانا کس طرح ثابت اور ظاہر ہووے
مصرعہ میان عشق و صبوری ہزار فرسنگ ست یعنے عشق اور صبر مین نہایت مبائنت اور
دوری ہے جمع ہونا محال ہے پھر جب ثابت ہوا کہ آدمی کی شرافت اور بزرگی دوسری مخلوقات
پر اسی سبب سے ہے کہ اس کو اپنے خاوند کے عشق اور محبت کا مستعد یعنے استعداد والا پیدا کیا
ہے اور اسکا قرب اور نزدیکی کا تلاشی اور ڈھونڈھنے والا بنایا ہے اور معرفت کے
دریا کا جو بے تہاہ ہے غوطہ خور کیا ہے اسیواسطے اسکو یہ دونون چیزین یعنے بے صبری اور حرص
کی زیادتی دینا ضرور ہوا اسپر غصہ اور غضب کرنا اور اسکی مذمت کرنا اسکے حرص کی زیادتی اور
بے صبری کے سبب سے نہین ہے بلکہ اس پر غصہ اور غضب اسواسطے ہے کہ یہہ اپنی حمایت اور نادانی
سے ناپایدار اور فنا ہونیوالی لذتون پر بے قراری کرتا ہے اور جو چیزین چھوڑنے اور ترک
کرنے کے لایق ہین ان پر اپنی حرص کو صرف کرتا ہے غرض کہ بے جگہہ صرف کرنے پر اس کی مذمت
اور برائی بیان کی جاتی ہے جس طرح کوئی شخص اپنی جورو یا لونڈی کو اچھے کپڑے اور زیور پہنا کر
آراستہ کرے اپنی خوشی اور دیکھنے کیواسطے اور وہ عورت شرارت اور ناشکری سے اپنے
خاوند کا حق تلف کرکے اس لباس اور زیور کو پہنکر دوسرے یار پاس جاوے اور اپنی
زیب و زینت دوسرون کو دکھلاوے تو وہ عورت سب کے نزدیک بری اور پھٹکار کے
سزاوار ہوگی اللہ تعالی پناہ دے وے ایسی ناشکری سے اور کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے

سے اَلصَّبرُ مَحمُودٌ فِي مَوَاطِنِ كُلِّهَا اِلَّا عَلَيكَ فَاِنَّهُ مَذمُومٌ یعنے صبر کرنا بہتر اور سراہا یا گیا ہی سب جگہہ مین لیکن ایسا کام کرنا جس مین دوسرے کو اپنے اوپر صبر کرنا پڑے سو بے شک براہی اور حدیث شریف مین آیا ہی مَنهُومَانِ لَا يَشبَعَانِ طَالِبُ عِلمٍ وَطَالِبُ دُنيَا یعنے دو حریصون کا پیٹ بھرتا نہین ایک علم کے طالب کا اور دوسرا دنیا کے طالب کا اور دوسری حدیث شریف مین بھی آیا ہی کہ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثنَتَينِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الحَقِّ فَهُوَ يُنفِقُ مِنهُ اٰنَاءَ اللَّيلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الحِكمَةَ فَهُوَ يَقضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا یعنے نہین ہی حسد مگر دو شخصون مین ایک وہ شخص جسکو دیا اللہ تعالیٰ نے مال پھر مسلط کیا اسکو یعنے توفیق دی اسکو اس مال کے خرچ کرنے پر اچھی جگہہ مین پھر وہ خرچ کرتا ہی اسی مال سے رات اور دن دوسرا وہ شخص جسکو دی اللہ تعالےٰ نے حکمت یعنے دین کا علم پھر وہ حکم کررہا ہی موافق اس علم کے اور سکھلا رہا ہی لوگون کو ؏

سورۂ نوح علیہ السلام

یہہ سورہ مکّی ہی اور اسمین اٹھائیس ۲۸ آیتین اور دو سو چوبیس ۲۲۴ کلمے اور نو سو انتیس ۹۲۹ حرف ہین اور اس سورہ کا نام سورۂ نوح اسواسطے رکھا ہی کہ اس سورہ مین سوائے حضرت نوح علیہ السّلام کے قصّے کے دوسرا حال مذکور نہین ہی اور تمام قرآن شریف مین دو سورتین ایسی ہین کہ جنمین ایک ذکر خاص کے سوائے دوسرا مذکور نہین ہی ایک سورۂ یوسف علیہ السّلام اور دوسری سورۂ نوح علیہ السّلام سو ان دونون سورتون مین سوائے ان دونون پیغمبرون کے ذکر کے دوسرا کوئی حال بیان نہین فرمایا اور اس سورت کو حضرت نوح علیہ السّلام کے ساتھ بڑی خصوصیت ہی اس واسطے کہ سوائے ان کے کلام کے دوسرا کلام اسمین مذکور نہین ہی تو گویا اس سورت کا مضمون بالکل حضرت نوح علیہ السّلام کا کلام ہی اور یہہ بھی ہی کہ اس سورۃ مین حقتعالیٰ کیطرف خلق اللہ کی دعوت کے قاعدے اور اس دعوت مین شرطون اور ادب کی رعایت کرنا جو

پیغمبرون اور انکے وارثون کے عمدہ کام ہین خوب اچھی طرح سے بیان کئے گئے ہین اور اس دعوت مین حضرت نوح علیہ السلام جتنے حق تعالی کی طرف دعوت کرنے والے اور بلانیوالے گذرے ہین ان سب کے پیشوا ہین اسواسطے کہ ان سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ان کی نبوت تک جہان کے لوگ دعوت کے محتاج نہ تھے اور کفر اور شرک مین گرفتار نہ ہوئے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم اور ہدایت اور اسیطرح دوسرے پیغمبرون کی رہنمائی لوگون کو کافی تھی جیسے باپ کی تربیت اپنی اولاد کو اور قبیلے کے بزرگون کی نصیحت اپنے چھوٹون کو ہوتی ہے اسواسطے کہ کوئی اپنا مقابل اور طرف نرکھتے تھے تو انکو فقط نصیحت کافی تھی پھر پہلے رسول حق تعالی کے جنہون نے اس مالک الملک کا پیغام اسکے بندونکو پہنچایا اور لوگون کے اعتقاد کے خلاف ان کو تکلیف دی وے حضرت نوح علیہ السلام ہین اسی واسطے شفاعت کی حدیث مین ان کے حق مین فرمایا ہے اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ یعنے پہلے رسول جن کو بھیجا اللہ تعالی نے سو اس سورت کا مضمون جس مین خلق اللہ کی دعوت کا طریقہ حق تعالی کی طرف بیان ہے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے حلم سے ہے اور یہہ طریقہ جو دوسرون کو پہنچا وہ انہی کی میراث ہے اور اس سورہ کا ربط سورۂ معارج سے یون ہے کہ سورہ معارج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل تنگی کے اسباب مذکور ہین جیسے اپنے قوم کے کافرون کی دعوت کرنا یعنے اللہ تعالی کی طرف بلانا اور ان کافرون کا نہایت بیباکی اور جرٲت سے سوال کرنا قیامت کے عذاب کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی دعوت کی مشقت اور ایذا پر صبر کا حکم ہونا مذکور ہے اور اس سورت مین اول سے آخر تک حضرت نوح علیہ السلام کی دل تنگی کا حال مذکور ہے باوجود اسبات کے کہ ہزار سال تک کافرون کے ظلم اور ایذائین اٹھائین لیکن ان کافرون مین تابعداری اور فرمانبرداری کا اثر بھی نہ پایا گیا تو گویا اشارۃً یون ارشاد ہوتا ہے کہ پیغمبرون کو خلق اللہ کی دعوتین اسیطرح کی بردباری اور تحمل چاہیئے اور ان کی ایذاؤن پر صبر کرنا چاہیئے اور اگر ایک طور سے وے کافر نسمجھین تو دوسری طرح سے سمجھانا چاہیئے اور اگر اسیطرح سے بھی نسمجھین تو تیسری طرح سے غرض کہ رنجیدہ اور دل تنگ نچاہیئے ہونا اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت مین مذکور ہے کہ قیامت کا عذاب جو کافرون کے واسطے وعدہ کیا گیا ہے اگرچہ دور معلوم ہوتا ہے لیکن اسکی دوری کے لحاظ سے ڈرانے اور خوف دلانیمین

اِس عذاب سے قصور نہ کیا چاہیے جسطرح حضرت نوح علیہ السّلام نے قصور نہ کیا اسواسطے کہ طوفان کے عذاب سے خوف دلانیکا حکم ان کو ہزار سال سے پہلے ہوا تھا اور حضرت نوحؑ نے اس عذاب سے خوف دلانے مین باوجود دور ہونے کے بہت سی سعی اور کوشش کی تو اب یہہ بات ثابت ہوئی کہ جو چیز آدمیون کے ذہن اور خیال مین دور معلوم ہووے وہ چیز حق تعالی کی قدرت مین بہت نزدیک ہے اس معلوم ہوا کہ یہہ سورت حقتعالی کے اِس قول کی کہ اِنَّہُمۡ یَرَوۡنَہٗ بَعِیۡدًا وَّنَرٰىہُ قَرِیۡبًا دلیل اور برہان ہے اور باوجود ایسی دلالت کے ان دونون سورتون کے مضمون بھی آپس مین مناسب واقع ہوئے ہین چنانچہ اس سورتمین فرمایا ہے لَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا اور اس سورتمین ہے فَلَمۡ یَجِدُوۡا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡصَارًا اور اس سورتمین تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰی وَجَمَعَ فَاَوۡعٰی اور اس سورتمین وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ یَزِدۡہُ مَالُہٗ وَوَلَدُہٗۤ اِلَّا خَسَارًا اور اس سورتمین وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّہِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ واقع ہے اور اس سورت مین مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا اور اس سورت کے اول مین مذکور ہے کہ حق تعالی کا عذاب نہایت جبرت سے ایک شخص اپنے خویش اور اقربا کے واسطے مانگتا ہے اور اس سورت مین مذکور ہے کہ ایک پیغمبر مظلوم محنت اور ایذا اٹھائے ہوئے عام مغفرت کی دعا پہلے اور پچھلون کے واسطے کرتا ہے اور کہتا ہے رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنۡ دَخَلَ بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ الخ ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا یعنے دیکھہ فرق دونون راہون مین کہان سے ہے کہان تک اور سوائے اسکے بہت وہین مناسبت کی ہین فکر اور غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین اور حضرت نوح علیہ السلام اولو العزم پیغمبرونمین سے ہین اور حضرت آدم علیہ السلام سے جو ابو البشر ہین دسوین درجے مین ان کا ظہور ہوا ان کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان مین آٹھہ واسطے پائے جاتے ہین اس طور سے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کا نام لملک تھا بڑے نیکبخت موحد تھے لوگون کو توحید کی تعلیم کیا کرتے تھے ان کے باپ کا نام متوشلخ تھا حضرت ادریس علیہ السلام کے بیٹے ایسے تیز ذہن تھے کہ دس برس کی عمر مین جتنے آسمانی صحیفے جو حضرت ادریس علیہ السلام اور شیث اور آدم علیہم السلام پر نازل ہوئے تھے وے سب یاد کیے تھے اور بعد حضرت ادریس علیہ السلام کے بھی انکے خلیفہ ہوئے تھے اور بنی آدم کے کامون مین اور ان کی بہتری مین بہت کوشش اور سعی کیا کرتے تھے

اور بہت کثیر الاولاد تھے اور ان کے باپ حضرت ادریس علیہ السلام تھے جنکا نام اصل اخنوخ تھا اور بڑے
مشہور پیغمبرون مین سے ہین کئی جگہہ قرآن شریف مین بھی ان کا ذکر آیا ہے اور ریاضی اور طبعی علوم ن
کو یونان والے حکما ان ہی کیطرف نسبت کرتے ہین اور لکھنا اور سینا بھی پہلے آدمیون مین اُنہی سے
نکلا ہے ان کے باپ کا نام بیرو تھا جو قابیل کی اولاد کے ساتھ ہمیشہ لڑائی اور جہاد کیا کرتے تھے اور حضرت
آدم کی ریاست یعنے گدی پر بہی تھے انکے باپ کا نام مہلاییل تھا آدمیون کو علحدہ علحدہ شہرون مین پہلے اُنہی
نے بسایا اور بابل شہر آباد کرکے آپ مع اپنے خویش اور اقربا وہان رہے اور شہر سوس بھی اُنہی
کا بنا کیا ہوا ہے اُن کے باپ کا نام قنیان تھا یے بھی بڑے نیکبخت اپنے آبا و اجداد کے طور پر تھے اُن کے
باپ کا نام انوش تھا حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد مین یے سب سے افضل تھے اور حضرت آدم
علیہ السلام اور اپنے دادا کے برابر دفن ہین ان کے باپ کا نام شیث علیہ السلام تھا جو حضرت آدم علیہ السلام
کے جانشین اور خلیفہ تھے اور بڑے عظیم القدر پیغمبرون مین سے ہین پچاس صحیفے ان پر نازل ہوئے تھے اور
یونان کے حکما حکمت الٰہی کو انہی سے نقل کرتے ہین اور یے عبادت اور ریاضت مین بہت مشغول رہتے
تھے یہان تک آٹھ واسطے ہوئے اور ان آٹھون مین کوئی کافر نہ تھا سب مسلمان اور نیکبخت تھے ہان حضرت
ادریس علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی آدم مین بت پرستی شروع ہوئی اور سبب اس کا یہہ ہوا کہ حضرت
ادریس علیہ السلام کے بیٹے سب اولیا راشدا ور نیکبخت تھے اور ہر ایک نے اپنی عبادت کے واسطے ایک
مسجد بنا کر اس مین آپ بھی عبادت کیا کرتے اور لوگون کو بھی مسجد مین حاضر ہونے اور حقتعالی کے ذکر
اور بندگی مین مشغول رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے چنانچہ بہت لوگ وہان حاضر رہتے اور ان کی تعلیم کے بموجب
نہایت ذوق اور شوق سے عبادت کیا کرتے اور ان کی صحبت اور حضوری کی برکت سے عبادت مین نہایت
لذت انکو حاصل ہوتی جب حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد نے اس عالم سے انتقال کیا تب لوگون کو نہایت
رنج اور ملال ان کی مفارقت سے حاصل ہوا اور آپس مین اکثر اسی بات کا ذکر رہتا کہ جو مزا عبادت
کا ان بزرگون کی صحبت مین ہم کو حاصل ہوتا تھا اب وہ بات پائی نہین جاتی ابلیس مردود کہ انسان
کا دشمن جانی ہے اس وقت کو غنیمت جان کر ایک بوڑھے بزرگ کی شکل بنکر مکر کا عمامہ سر پر باندہ کر

اور فریب کا عصا ہاتھ مین لے کر جس مجلس مین یہہ سب لوگ بیٹھے یہی ذکر کر رہے تھے آنکر موجود ہوا اور
کہا کہ تمھارے رنج کے دفع ہونے کی ایک تدبیر مین تمھین بتلاتا ہون کہ وہی لذت عبادت مین تمکو پھر حاصل
ہوا کرے اور وہ تدبیر یہہ ہے کہ ان بزرگون کی شکلین پتھر سے تراشو اور ان بزرگون کے کپڑے اُن
تصویرون کو پہنا کر مسجد کی محراب مین اپنے سامنے کھڑا کر دو اور یہہ سمجھ لو کہ یہہ ہمکو دیکھتے ہین بموجب
اس قول کے کہ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ یعنے اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہین اگر یہہ تدبیر کروگے تو پھر
تم کو وہی لذت جو ان کے سامنے عبادت مین ملتی تھی ملا کرے گی ان لوگون کو یہہ تدبیر بہت پسند
آئی اور تصویرون کو بنا کر مسجد مین رکھا اور اس مین اسطرح ٹھہرایا کہ عبادت اور نماز سے فراغت ہونیکے
بعد جو مسجد سے باہر جاوے ان تصویرون کے ہاتھ اور پانون کو بوسہ دیکر باہر جاوے تاکہ اس شخص کی
حاضری جماعت مین ان بزرگون کی روحون کے نزدیک ثابت ہو جاوے تاکہ یے بزرگ حقتعالیٰ کی درگاہ
مین اسبات کی گواہی دین کہ یے شخص ہمارے سامنے جماعت کے ساتھ تیری عبادت مین مشغول تھا اور
ہماری شفاعت کرین ہوتے ہوتے اس امر نے ایسا رواج پایا کہ عبادت اور ذکر بالکل موقوف ہوگیا
بس ان تصویرون کا ہاتھ چومنا فقط رہ گیا کہ جو شخص مسجد مین آتا ان تصویرون کے دست بوسی
اور قدم بوسی کرکے چلا جاتا پھر تھوڑے دنون کے بعد قدم بوسی کے عوض خاک بوسی اور سجدہ شروع
ہوگیا بلکہ ادب سے موقوف ہوکر یہی رواج پایا حضرت نوح علیہ السلام کے باپ لوگون کو اس برے کام سے
بہت منع کیا کرتے تھے لیکن لوگ ان کی بات نہین سنتے تھے اسی اپنے کام کو اچھا جانکر کیا کرتے تھے یہانتک
کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے رسول کرکے ان لوگون کے سمجھانے کو بھیجا اور ساڑھے نو سو برس
حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگون کو سمجھایا کہ ان بتون کی عبادت کو چھوڑدو اور حق تعالیٰ کو وحدہ لاشریک
جان کر اسکی عبادت مین مشغول ہو لیکن ان لوگون نے ہرگز آپ کی بات کو نمانا اور اس ساڑھے
نو سو برس سمجھانے سے اسّی آدمی ان پر ایمان لائے اور اس بت پرستی کو چھوڑا دوسرے تمام
روئے زمین کے آدمیون نے باوجود اتنی مدت سمجھانے کے کسی نے انکا کہنا نہ سنا اور اتنی مدت دراز
مین کوئی جگہہ ایسی باقی نرہی جہان انکی دعوت نہ پہنچی لیکن سب نے انکار کی اور ہرگز قبول نہ کیا آخر حضرت نوح

علیہ السلام ان کے ایمان لانےسے مایوس ہوکے ان پر بد دعا کی حق تعالےٰ نے ان کی بد دعا سے ان پر طوفان بھیجا اور سب کو ڈبو دیا اور طوفان کے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالےٰ کا حکم ہوا تھا کہ اپنے واسطے اور اپنے گھر والون اور مسلمانون کے واسطے ایک کشتی بناؤ اور سب جانورون چرندا ور پرندمین سے ایک ایک جوڑا لیکر اسمین بند رکھو جس وقت تنور سے پانی ابلے اس وقت کشتی مین سوار ہونا چنانچہ حضرت نوح نے اس حکم کے موافق کشتی تیار کرکے کھانا اور پانی اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا اس کشتی مین رکھکر منتظر طوفان کے بیٹھے جو ہین پانی تنور سے ابلا آپ اور اپنے اہلبیت کو کہ تین بیٹے اور ان کی بی بیان اور لونڈیان اور غلام اور اسّی آدمی دوسرے جو مسلمان ہوئے تھے ان سب کو لیکر اس کشتی مین سوار ہوئے اور اس کشتی کے اوپر ایک سرپوش رکھا تھا تاکہ آسمان سے بارش کا پانی کشتی مین نہ آوے لیکن حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی اور ایک بیٹا جس کا نام کنعان تھا آپ کا ایمان نہ لائے تھے یے دونون کشتی مین نہ بیٹھے کافرون کے ساتھ غرق ہوئے اور حضرت نوح علیہ السلام چھے مہینے کشتی مین رہے تھے دسوین رجب کو سوار ہوئے تھے اور دسوین محرم کو عاشورہ کے دن اترے اور طوفان کا پانی زمین سے ابلتا تھا اور آسمان سے بھی برستا تھا چالیسدن تک پانی کی زیادتی اور طغیانی رہی چالیس دن کے بعد جوشش موقوف ہوا اور آہستہ آہستہ پانی گھٹنا شروع ہوا چھے مہینے کے بعد زمین نمودار ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام اور انکے ساتھ والے کشتی سے اترے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مین بڑا اختلاف ہے مشہور یہہ ہے کہ ایکہزار چار سو برس کی عمر تھی اور قرآن شریف سے اتنا بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ ہزار برس سے زیادہ عمر تھی اسواسطے کہ سورہ عنکبوت مین حقتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعد نبی ہونے کے پہلے طوفان سے ساڑھے نوسو برس ۹۵۰ دعوت کی اور کم سے کم چالیس برس کی عمر ہوگی جب آپ رسالت کی خلعت سے سرفراز ہوئے تھے اور بعد طوفان کے بھی بہت دنون دنیا مین آپ رہے ہے چنانچہ اسکا ذکر سورۂ ہود مین ہے اب یہان پر اس سورت کی تفسیر کے شروع سے پہلے دو مقدمونکو جان لینا ضرور ہے تاکہ اس سورت کے معنے بہت آسانی سے بوجھ مین آجاوین پہلا مقدمہ یہہ ہے کہ جب حقتعالیٰ کسی اپنے بندہ خاص کو مقبول اپنی بارگاہ کا کرکے اپنا پیغام پہنچانے کو خلق کی طرف بھیجتا ہے تو ہر بندہ کو لازم

ہے کہ ان لوگون کے عقیدے اور عمل اور خلق اور باطنی حالون کو خوب غور اور تامل سے دریافت کرے اور اسکے
اصل مرض کو پہچانے اور اس اصل مرض کے مٹانے اور دور کرنے کو سب امر اور نہی پر مقدم جانے پھر اسکے
بعد ان طبیعت کی خواہشون اور ان کی مقرری حاجتون اور احوالون مین اپنی نظر کو دوڑا وے اور انکو ہر چیز
سے جس سے بالطبع یا بسبب مقرری حاجتون اپنے کے ڈرتے ہون خوف دلاوے اور جس چیز کو بالطبع یا موافق
مقرری حاجتون اپنی کے خواہش کرتے ہون اسکا امیدوار کرے اور جسطرح پہلے اُن کی عقلی قوت کی
اور نفسانی ملکون کی اصلاح منظور رکھی تھی اسیطرح اس کام مین انکی وہمیہ قوت کی اصلاح امیدوار کرنے اور
خوف دلانے سے منظور رکھے اسواسطے کہ روح انسانی کی مملکت مین عقل وزیر ہے اور صاحب الامر اور
مختار کار اور حاکم اس مملکت کا وہم ہے اور جیسے دونون یعنے عقل اور وہم تابعدار ہوگئے تو
دوسرے جتنے ارکان اور تابع اور لشکر اس سلطنت کے ہین خود بخود فرمانبردار ہوجائینگے اور ایک
حالت عجیب حاصل ہوگی بموجب اس مصرعہ کے مصرعہ از دوست یک اشارہ واز ما بسر دویدن یعنے
پھر ان کا احوال اس مصرعہ کے موافق ہوجائیگا کہ معشوق کے طرف سے ایک اشارہ اور عاشق
کی طرف سے اسکو سر اور آنکھ سے بجا لانا لیکن ان دونون کامون کو قاصد اور رہر کارے کے طور سے انکو
نہ پہنچاوے بموجب مضمون اس شعر کے کہ شعر دادیم ترا ز گنج مقصود نشان مختار توئی خواہ رسی یا نرسی
یعنے مقصود کے خزانہ کا پتہ تمکو بتادیا اب آگے وہان پہنچو یا نہ پہنچو تم مختار ہو بلکہ باپ شفیق اور طبیب
ناصح ہو کے ان کی بیماری کی سختی سے دل تنگ اور رنجیدہ نہ ہو اور طرح طرح کی تدبیرین اسکے
دفع کے واسطے کرے اگر ایک طرح سے نہ سمجھین تو دوسری طرح سے سمجھاوے جہان تک ان کی استعداد
کا پیمانہ گنجایش رکھتا ہو اور جب ان کی استعداد کا بطلان خوب طرح سے معلوم کرے تب ان کے نیست
اور نابود کردینے کی فکر کرے جسطرح حیوان کے جسم مین اگر کوئی عضو سڑ جاتا ہے یا اس مین زہر باد
ہو جاتا ہے تو اس عضو کو کاٹ ڈالتے ہین تا کہ دوسرے اعضا کو خراب نہ کرے اسی طرح اُن کے
وجود کو جانے کہ اگر باقی رہینگے تو دوسرے کو خراب کرینگے پھر اگر جہاد اور قتال کا اسکو حکم ہو تو
لشکر اور دوسرے اسباب لڑائی کے جمع کرنے مین کوشش کرے اور اگر جہاد کرنے کا اس کو

حکم ہو تو ان کے واسطے درگاہ الٰہی مین بد دعا کرکے ان کے وجود کو اس عالم سے محو کر دے اور مٹا دے
تاکہ ان کا فساد اور برائی دوسرون مین نہ اثر کرے اور دوسرا مقدمہ یہہ ہی کہ حضرت نوح علیہ
السلام کی قوم کو اصل مرض یہہ تھا کہ حق تعالیٰ کی نزدیکی اور اپنی حاجتون مین اولیاء اللہ کی روحون سے
جو مظہر کامل ہین استعانت اور مدد چاہتے تھے اور تنزیہ کے مرتبے سے تقرب حاصل کرنا اور اسی
مرتبے سے مدد چاہنا ہرگز ان کے ذہنون اور خیالون مین نہین آتا تھا یہان تک نوبت پہنچی تھی کہ دنیا کی
محبت اور اسی کی خواہش ان کے دلون مین چھا گئی اور روحیت کے مرتبے کو نہ پوچھنے کے سبب سے ان
بزرگون کی روحین بھی ان کی نظرون سے غایب ہو گئی تھین اور جنبیت شیطانی روحون نے ان کے عوض
مین ان کے سامنے ہو کر اپنی طرف ان کو کھینچا تھا اور جھوٹے شعبدون مین ان کو اپنا فریفتہ کر لیا تھا بس
نام تو اولیا کا رکھا تھا اور حقیقت مین وے سب شیطانی روحین تھین اور یہی حال ہی البشریت کا جبلی اور
پیدایشی کہ جہان نیچے کی طرف جھکا اور معرفت کے عروج سے باز رہا تو بیچ مین بھی نہین ٹھہرتا بلکہ ادنے
سے ادنی مرتبے مین جا گرتا ہی ہان اگر عبادت اور تقرب مین ان کے نظر اولیاء اللہ کی روحون کے
اصل مرتبے کی طرف متوجہ ہوتی تو ان روحون کے طرف سے بھی کچھ نہ کچھ ہدایت اور ارشاد سے مستفید
ہوتے اور کبھی کبھی خواب مین یا دوسرے معاملون مین ان کو اللہ کے طرف متوجہ ہونے کی راہ بتا دیتین
اور شرک مین صراحۃً پھنسنے سے باز رکھتین سو یہہ تو کچھ نہ ہوا بلکہ ان کی وہمیہ قوت عمر کی درازگی اور
ہمیشگی اور مال اور اولاد کی کثرت اور عمارتون کی عمدگی اور باغ اور کھیتیون کی زیادتی کو بہت
دوست رکھنے لگی اور انہی چیزون کی محبت ان کے دلون مین بس گئی تھی تو ان لوگون کو یون سمجھنا ضرور ہوا کہ جتنی
تمہاری خواہش کی چیزین ہین وے سب حق تعالیٰ کے اختیار مین ہین زمین اور آسمان چاند اور سورج
جو تمہاری خواہش کی چیزون کے اسباب ہین ان سب کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہی سو اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف
رجوع کروگے تو جتنے تمہارے مطلب ہین سب حاصل ہونگے اور اگر کہین تم اس سے پھرے اور اس کا حکم نما تو خرابی
مین پڑو گے اور کچھ بھی تم کو حاصل نہو گا پھر جب حق تعالیٰ کا قادر اور مختار ہونا ہر چیز پر ان کے دلونمین
خوب طور سے جم جاتا اور اسی کی وحدانیت کا یقین حاصل ہوتا تو پھر آہستہ آہستہ انکو ترقی کی طرف

رغبت دلاتے اور یون سمجھاتے کہ دنیا فانی ہے اور اسکی جتنی چیزین ہین سب نیست اور نابود ہونیوالی ہین باقی رہنے والی وہی ذات پاک ہے سو تم کو چاہیئے کہ اپنی ہمت کو بلند کرو اور وے چیزین جو عقبی مین کام آوین اور اس مالک الملک کی رضامندی کا سبب پڑین حاصل کرو اور حضرت نوح علیہ السلام کا مطلب یہہ تھا کہ شاید اس تدبیر سے وے لوگ راہ پر آجاوین لیکن جب دعوت کی مدت ہزار سال کے قریب پہنچی اور اس عرصے مین کتنے قرن اور کتنے زمانے گذر گئے اور لوگون کے احوال مین بھی تغیر تبدل پایا گیا اور قسم قسم کی استعداد والے پیدا ہوئے اور گذر گئے لیکن محنت انکی سب بیفایدہ ہوئی اور کسی نے ان کی بات نہ سنی اور کوئی راہ پر نہ آیا مگر چند لوگ گنتی کے پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی صلاحیت سے بالکل مایوسی حاصل ہوئی آخر لاچار ہو کر پوری بد دعا ان کے واسطے کی یعنے یون عرض کیا کہ یا الٰہی اب ان مین ایک کو بھی باقی نہ رکھ حق تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور سارے جہان کو غارت کیا اب یہان پر جاننا چاہیئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی زبردست مناسبت ہے کئی وجہون سے جو دوسرے پیغمبرون کو آپ کے ساتھ نہین ہے اسیواسطے اس سورت کو دعوت کے قاعدون کی تعلیم اور رنج اور مشقت پر صبر کرنے کی تلقین کے واسطے آپ پر نازل فرمایا اور سورہ معارج مین جو حکم ہوا تھا کہ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا سو اسکے بعد اس سورت مین حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو نظیر اور تمثیل کے طور پر بیان فرمایا ہے یعنے تمکو ایسا صبر کرنا چاہیئے جیسا نوحؑ نے کیا تھا اور مناسبت کی وجہون سے پہلی وجہہ یہہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا عذاب جو وعدہ دیا گیا تھا انکے ڈرانے اور خوف دلانے کے وقت سے بہت دوری رکھتا تھا یعنے کچھ کم ہزار برس کا فاصلہ درمیان مین تھا اسیطرح عذاب موعود ہمارے رسول مقبولؐ کی امت کا بھی بہت دوری رکھتا ہے چنانچہ قیامت کے دن ہوویگا بخلاف دوسرے پیغمبرون کی قوم کے عذاب کے کہ دنیا ہی مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے آیا اور ان کی قوم کو ہلاک کیا چنانچہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا کرنے سے چالیس برس کے بعد غرق ہوا اور اسیطرح دوسرے کافر تھوڑی تھوڑی مدت مین دنیا کے عذاب سے ہلاک ہوئے اور یہہ امت مرحومہ دنیا کے عذاب سے محفوظ ہے اس امت کے کافرون کا عذاب بالکل قیامت کے دن پر

حوالہ ہوا ہی اسرائیلت کے کو فرونپر قتل کرنے اور زندہ پکڑکے لونڈی غلام بنانے سے کبھی کبھی دنیا مین بھی تنبیہ اور تادیب ہوتی رہتی ہی اور بس دوسری وجہہ یہہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کرنے کی مدت ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے دعوت کے برابر ہی اتنا فرق ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام اتنی مدت تک خود زندہ رہکے اپنی ذات سے اس دعوت کو مخلوقات الٰہی تک پہنچایا اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چند دنون اپنی ذات مبارک سے دعوت فرماکے اپنے نائبون کو اپنا قایم مقام چھوڑکے عالم بقا کو تشریف فرما ہوئے اور ان نائبون کے سبب سے ہزار سال تک یہہ امر دعوت کا پورا قایم رہا ہزار برس کے بعد ہندوستان مین کئی شخص جھوٹھے دینونکے مدعی ظاہر ہوئے جیسے نانک والے اور داؤد پنتھی اور غشان نمودی اور ان کافرون نے اپنی اپنی دعوت شروع کی اس وقت سے اس دین صحیح کی دعوت کا تو خدا در ہم برہم ہوگیا پھر اسکے بعد تمام جہان مین بہت جھوٹھے دین کے مدعی پیدا ہوئے اور اپنی اپنی دعوتین شروع کین اب یہہ انکا اختلاف بدون ظہور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کے نہین جاتا انشاء اللہ تعالی آپ کے زمانے فیض نشانہ مین تو خدا ورلفرد اس دعوت حقہ کا نئے سرسے تازگی قبول کریگا تمام عالم مین ایک دین اسلام کا ہوگا اور منکرون پر دوسری مرتبہ الزام حجت کو تجدید کرینگے یعنے حقانیت اس دین متین کی سب پر ثابت ہو جاویگی تاکہ عذاب موعود مین گرفتار ہونیکا مستحق اور قابل اپنے تئین معلوم کرلین اور اپنی قسم کے انعام ہونے کے بھی مستعد ہو وین اور تیسری وجہہ مناسبت کی یہہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت عام تھی تمام مخلوق کو شامل تھی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی نبوت عام ہی سب کو شامل ہی اتنا فرق ہی کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہین آپ کے بعثت جسطرح آپکے زمانیوالون کی طرف تھی اسیطرح قیامت تک جو آدمی اور جنات پیدا ہوتے رہینگے ان سب پر آپ کی بعثت ثابت ہی بخلاف حضرت نوح علیہ السلام کے کہ ان کی بعثت انکے زمانے والون پر جو اسوقت دنیا مین موجود تھے تھی یہہ نہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو پیدا ہونگے ان پر بھی وہی نبی رہینگے اور وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص مین حدیث وارد ہی کہ بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً

اِس حدیث کے یہی معنے ہین اسواسطے کہ حضرت نوح علیہ السلام کیوقت مین جو اس زمانے مین موجود تھے
سب آپ کی قوم تھے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیون کی رسالت سے مخصوص ہین اپنے زمانے
سے قیامت تک جو پیدا ہووین اور اسباب مین بھید یہہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت مین جتنے دنیا
مین لوگ تھے سب شرک مین گرفتار تھے اور جو عذاب کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بد دعا سے حقتعالے
نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا وہ عذاب بھی عام تھا اور سب جہان والون کو شامل تھا اگر حضرت نوح
علیہ السلام کو تمام جہان والون کی طرف رسول کر کے نہ بھیجتے اور ان کی عمر اتنی بڑی نکرتے تاکہ اتنی مدت
مین تمام رُوئے زمین پر ان کی دعوت تھوڑی سی پہنچ جاوے تو خاص کے گناہ پر ہلاکی عام کی لازم
ہوتی اور یہہ عدل اور حکمت کے قاعدے کے خلاف ہی اسیطرح سے اس امت کے کافرونپر جو عذاب کہ
مقرر اور موعود ہوا ہی وہ بھی عام ہی یعنے تمام عالم کی خرابی کو متضمن ہی اگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو
بھی قیامت تک جو پیدا ہوتے جاوینگے ان سب کی طرف رسول کر کے نہ بھیجتے تو یہان بھی وہی ہلاکی عام کی خاص
کے گناہ پر لازم آتی اور یہہ بات حکمت اور عدل کے قاعدے کے خلاف تھی چوتھی وجہہ مناسبت کی یہہ ہی
کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور ان کی دعوت قیامت وسطی کے متصل ہوئی جس کا نام طوفان تھا
کہ دنیا مین کسی چیز کو باقی نرکھا اور اسیطرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور دعوت قیامت
کبری سے اتصال رکھتی ہی بخلاف دوسرے پیغمبرون کے کہ ان مین یہہ بات نہین پائی جاتی تھی اور یہہ مناسبت
بھی تیسری مناسبت کی ایک شاخ ہی پانچوین مناسبت یہہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو بعد طوفان کے
بڑی شان عظیم حاصل ہوئی تھی یعنے حق تعالی کی نزدیکی کا وسیلہ سوائے انکی ذات مبارک کے کوئی نتھا اور
حقتعالے کی عبادت اور اسکی معرفت کا حق ادا کرنیوالا سوائے ان کی امت اور تابعدارون کے کوئی دوسرا
نتھا تو ... مین بہت بڑا مرتبہ ان کی ذات مین منحصر ہوا تھا اور عجیب طرح کی تفرد اور یکتائی اس کارخانہ مین
انکے نصیب ہوئی تھی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ہونے کے وقت سے یہہ مرتبہ حاصل تھا اسواسطے
کہ آپ کے نبی ہونے کے بعد جتنے دین تھے سب منسوخ ہوگئے اللہ تعالی کی نزدیکی حاصل کرنیکے لایق نرہے اور ان
دینون کی عبادت اور معرفت کے طریقے سب باطل اور بے اصل ہوگئے اور اب حضرت عیسی علیہ السلام کے

نازل ہونیکے بعد یہہ تفرد اور یکائی ظاہری اور باطنی حقیقی اور حکمی آپ کی ذات مبارک مین جلوہ گر ہوگی اسطور
پر کہ کوئی دین سوائے اس دین اسلام کے عالم مین باقی نہ رہے گا اور اسی دین مین توجہ الی اللہ کی شان منحصر
ہوگی اور کوئی مدعی کسی باطل دین کا نہ رہے گا حاصل کلام کا یہہ ہی کہ انہی مناسبتونکے سبب سے سورۂ نوح
کو جو حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور ان کا خوف دلانا طوفان کے عذاب سے اور سبکے واسطے بد دعا کرنیکے
بیان مین ہی بعد سورۂ معارج کے لائے ہین کہ اس مین بھی اُمت کے عذاب موعود کے سوال کرنے کا اور عذاب
کے جلدی کرنے کی ممانعت اور صبر کرنے کا حکم بیان ہی واللہ اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا بے شک ہم اس مرتبے سے جو جامع ہی درمیان جلال اور جمال کے نکالنے کے واسطے جلال کی پوشیدگیونسے
جمال کے انوار کیطرف اَرْسَلْنَا نُوْحًا بھیجا ہمنے نوح علیہ السلام کو جو ان دونون شانون کا جامع تھا اور
جلال کی تاریکیونمین پھنسے ہونکو جمال کی روشنیونکی طرف نکال لانیکی کیفیتون پر خبردار تھا اپنا ایلچی اور رسول کرکے
اِلٰی قَوْمِہٖ اسکی قوم کی طرف اسواسطے کہ ہم قوم ہونے کے سبب سے وہ انکے احوالون پر واقف بھی بہت ہوگا
تاکہ اس واقفیت کے سبب سے جسطور سے کہ مناسب بوجھے ان لوگون کو جلال کی تاریکیونسے نکال کر جمال کے
نور سے منور کرے اور ہر ایک کو اسکی استعداد اور بوجھ کے موافق اس تاریکی کے انجام سے خوف دلاوے
اور دوڑاوے اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ اسلئے کہ خوف دلا اور ڈرا اپنی قوم کو اسواسطے کہ قومیت مین شریک ہونیکے
سبب سے تمھاری شفقت اور خیرخواہی اپنے حق مین لیقین جانتے ہین تو تمھارے ڈرانے سے بھی خوف کھاوینگے
مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ پہلے اسکے کہ آوے ان پاس عذاب دکھ دینے والا جو اپنے پروردگار کی
مجہوبیت کا سبب ہی قَالَ یٰقَوْمِ یعنے ہمارے حکم کے پہنچنے کے ساتھ ہی نوح ؑ نے فرمانبرداری اس حکم کی
کی اور کہا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم ہم قوم ہونا ہمارا اور تمھارا اسی بات کو چاہتا ہی کہ جس سے ہم ڈرتے
ہین تم بھی اس سے ڈرتے رہو اور جو تمھاری نصیحت اور بہتری کی بات ہم کہتے ہین اسکو قبول کر لو اسواسطے
کہ ہماری سچائی تم کو خوب معلوم ہو کہ ہم جھوٹھ نہین بولتے ہین اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ بیشک مین تمھارے

واسطے ڈرانیوالا ہون صاف کہنے والا کہ اگر تم اپنے جھوٹھے معبودون کی عبادت کے پردہ مین پھنسے
رہوگے تو بڑے عذاب مین گرفتار ہوگے سو تمکو چاہئے کہ جلدی اس پردے سے اپنے تئین نکال کے سچے معبود
کی طرف جو تمہارا پروردگار ہی متوجہ ہوجاؤ اور اس پردے سے نکلنا کچھ بہت مشکل بات نہین ہی بلکہ بہت
آسان طور ہی اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ یہہ کہ عبادت کرو خدا کی اسواسطے کہ یہہ تم کو اس پردے سے چھڑاوے گی
اور اس کی برکت سے تمہارا توجہہ حق تعالے کی طرف صاف ہوجائیگا اور اسکے جمال کی روشنیون سے تم
منوّر رہوگے سو حقتعالی کی عبادت اس تمہاری بیماری کے کھونے مین کافی ہی لیکن پرہیز شرط ہی
پرہیز کو اپنے اوپر لازم پکڑو وَاتَّقُوْهُ اور ڈرو اس سے غیر کی عبادت کرنے سے اس اعتقاد سے کہ وسے
غیر اسکی صفتون کے کامل مظہر ہین اسواسطے کہ جو مخلوق ہی وہ حق تعالی کے کمال کے درجے سے ناقص ہی اگرچہ
مظہر کامل ہو بس اس صورت مین اس کے کمال مین نقصان کا اعتقاد کرنا تم کو لازم ہوتا ہی اور ایسا اعتقاد
حق تعالی کے بڑے غضب کا سبب پڑیگا زیادہ تر اس غضب سے جو بالکل عبادت کے چھوڑ دینے پر اور اس کے
حکمون کے بجا نہ لانے پر تم امید رکھتے ہو اور اگر تم کو عبادت خالص اور تقوی کا طریقہ اپنی عقل سے معلوم
نہوسکے تو ان دونون چیزون کی تفصیل مجھ سے سنو وَاَطِیْعُوْنِ اور تابعداری کرو میری اس چیز مین جو اللہ تعالی
کے حکم مین تم کو پہنچاؤن تاکہ عبادت مین بھی تم سے خطا اور چوک نہونے پاوے اور گناہ سے بھی بچے رہو اور
اگر اللہ تعالی کی عبادت کو پرہیزگاری سے ادا کروگے اور دل اور جان سے میری تابعداری قبول کروگے
تو اسیوقت تمہاری پہلی بیماری کے نشان مٹنا شروع ہوجائینگے اسواسطے کہ اللہ تعالی یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ
بخشش دیگا تمہارے واسطے بعضے تمہارے گناہونکو جو تمہاری پوشیدگی کے اس جناب پاک سے سبب پڑتے ہین
اور جب گناہ دور ہوئے تو اس سے دوری اور حجاب بھی اٹھ جانا ضروری ہوا اور وسے گناہ عبادت اور
تقوے کو ترک کرنا اور حقتعالی کے حکمون کی نافرمانی کرنا ہی جو آگے تم سے ہوچکے ہین نہ وسے گناہ جو
مخلوق کے حقون سے متعلق ہین نہ وسے گناہ جو اسلام مین داخل ہونیکے بعد کروگے بس یہان پر مِن کی لفظ تبعیض
کے واسطے ہی اور یہہ آیت مِن کی زیادتی ثابت کرنیکی دلیل نہین ہوسکتی ہی جس طرح کوفے کے
نحویون نے کہا ہی کہ پھر اسلام لانا تمہارا سبب پڑیگا ان گناہون کی پکڑ کی درگذری کا جو اسلام لانے کے بعد

تم سے ہونگے یا بندونکے حقوق سے متعلق ہونگے اس واسطے کہ حق تعالیٰ تم کو اسلام کی برکت سے دنیا کی پکڑ
سے محفوظ رکھے گا وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى اور تاخیر کرے گا اللہ تعالیٰ تمہاری پکڑ کو ایک مدت تک
جو اسنے مقرر کر دی ہے ہر شخص کی پیدایش کے وقت دم کے شمار سے یا برسون اور مہینون اور گھڑیون کا نام رکھدیا ہے
اور اس مہلت اور ڈھیل مین تمہارے واسطے فایدہ یہہ ہے کہ اس گناہ سے توبہ کر لو اور حق والون کو اپنے
سے راضی کر لو بس سوچو کہ اسلام لانا بالکل تمہاری امن اور چین کا سبب ہے ان چیزون سے جو حق تعالیٰ کے غضب
کے مقتضی ہین اور یہہ جو کہا کہ ایک مدت مقرر تک تم سے مواخذہ نہوگا تو اس سبب سے کہ اس مدت مقرری مین
تاخیر نہین ہونیوالی ہے اسواسطے کہ وہ مدت اللہ تعالیٰ کے علم مین معین ہے إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ بیشک وہ مدت جو علم
الٰہی مین معین ہے ہر شخص کے مرنیکے واسطے إِذَا جَاءَ جب آتی ہے جس طور سے کہ مقرر اور مقدر کی گئی ہے
لَا يُؤَخَّرُ ہرگز دیر نگی نہین کی جاتی اور اگر اسمین کچھ بھی تغیر اور تبدل ہو تو علم الٰہی مین نقصان پایا جاوے اور اگر
یہہ کہو کہ ہر شخص کا ہم مین سے مرنے کا وقت حق تعالیٰ کے علم مین معین ہے جس طرح اس وقت مین تاخیر
نہین ہونیوالی اسیطرح تقدیم بھی نہین ہوسکتی ہے پھر ہم کو کفر کرنے اور گناہون مین مبتلا ہونے سے کیون
خوف دلاتے ہو اسواسطے کہ کفر اور گناہ کے سبب سے اسوقت معین کے پہلے ہم ہلاک ہونیوالے نہین ہین اور
اسیطرح اسلام لانے اور فرمانبردار ہونے کے سبب سے بھی اسوقت کے بعد زندہ نرہینگے تو اسکے جواب
مین ہم کہتے ہین کہ حق تعالیٰ کے علم مین جو مدت تمہاری موت کے واسطے معین ہوئی ہے اگرچہ اسمین تاخیر نہین ہو
سکتی ہے لیکن تقدیم ہوسکتی ہے اسطور پر کہ ایک مدت معلق ہو تمہارے کفر اور گناہ پر اور دوسری
مدت معلق ہو تمہارے اسلام اور بندگی پر یعنے اگر کفر کروگے تو دس برس زندہ رہوگے اور ایک بلا
مین مبتلا ہو کر ہلاک ہوگے اور اگر اسلام لاؤگے تو اس بلا سے بچوگے اور بیس برس زندہ رہوگے اور تم کفر
اور گناہ کئے جاتے ہو تو اب اجل اللہ مقدم ہوسکتی ہے یعنے بیس برس کو نہ پہنچوگے بلکہ دس برس مین ہلاک
ہوگے اسواسطے کہ اجل اللہ اس مدت کا نام ہے جسکے وجود کی شرطین علم الٰہی مین معلوم ہین کہ فلانے وقت
واقع ہونگی اور دوسری اجل اس مدت کا نام ہے کہ جسکی شرطین علم الٰہی مین معلوم الوقوع نہین ہین سو یہہ
ہوسکتا ہے کہ معلق کی دونون طرفون سے ایک طرف کی شرطین واقع ہووین اور وہی طرف اجل اللہ

ہو جاموے اور دوسری طرف پر مقدم ہو جاوے اور یہہ ہو سکتا ہے کہ دوسری طرف کی شرطین واقع ہووین اور وہ طرف اجل اللہ ہو جاوے اور اس پہلی طرف پر مقدم ہو جاوے اور یہہ ہرگز نہین ہو سکتا ہے کہ ایک طرف معین کی شرطین پائی جاوین اور وہ طرف نہ پائی جاوے بلکہ دوسری طرف پائی جاوے اس واسطے کہ اسمین اجل اللہ کی تاخیر بوجھی جاتی ہے اور یہہ ممکن نہین ہے سو ہر شخص کے موت کی مدت مثلاً حقتعالی کے نزدیک معین ہے اسواسطے کہ اگر اسکی اجل مبرم اور یقینی ہے تو ٹل نہین سکتی کسیطرح پر کہ اگر معلق ہے تو اسکی دونون طرفون سے ایک طرف کا پایا جانا حقتعالے کے علم مین بالیقین معلوم ہے تو ان دونو صورتون مین تعین لازم آئی اور یہہ مدت معین کسی طرح تغیر اور تاخیر قبول نہین کرتی اس واسطے کہ علم الٰہی کا خلاف ہرگز متصور نہین ہے اور اگر اسمین تاخیر پائی جاوے تو علم الٰہی کا خلاف لازم آتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ کو اس کا وقوع جسوقت معلوم تھا اسوقت اس کا وقوع نہوا سو یہہ بات ہرگز ہو نہین سکتی اور تقدیم کی صورت یہہ ہے کہ اسطرف کے وقوع کی شرطین پائی جاوین اور دوسری طرف کے وقوع کی شرطون مین توقف ہووے پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ اجل اللہ مقدم ہو سکتی ہے لیکن موخر نہین ہو سکتی پھر جو آدمیون کو اسکی خبر نہین ہے کہ ان دونون طرفون کے احتمالون سے کون پایا جاویگا تو ان پر لازم ہوا کہ جو طرف بہتر ہے اسکی شرطون کے حاصل کرنیمین کوشش اور سعی کرین اور بری طرف کی شرطون کے حاصل کرنے سے پرہیز کرین اور بچے رہین اسیواسطے کفر اور گناہ کو حرام کر دیا ہے اور ایمان اور بندگی کو واجب کیا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے حق مین حقتعالے کا حکم یعنے قضائے معلق اسطور پر جاری ہوا تھا کہ اگر یے لوگ نوح علیہ السلام کی فرمانبرداری کرینگے اور ان پر ایمان لاوینگے اور عمل نیک کرینگے تو ہر ایک اپنی عمر طبعی کو پہنچیگا اور اپنی اپنی موت پر مریگا اور اگر یے لوگ ان کا کہنا نمانینگے اور ان کی رسالت کی انکار کرینگے اور اس سبب سے حضرت نوح علیہ السلام ان پر بد دعا کرینگے تو ان کی دعا قبول کر کے ان سب کو ایک ہی مرتبے طوفان مین ہلاک کر ڈالینگے اور علم الٰہی مین یہہ آخر کی بات یعنے سب کا ایک مرتبے ہلاک ہو جانا اجل اللہ تھا اسیواسطے اسکی شرطین پائی گئین اور اس اجل نے ان اجلون پر جو علیحدہ علیحدہ ہر ایک کی موت کیواسطے مقدر تھین تقدیم پائی سو انکے حق مین اجل کی تاخیر کا وعدہ جو ایمان لانے اور عبادت اور

تقویٰ اور اطاعت کی شرطوں پر تھا صادق ہوا لیکن شرط کے فوت ہونیسے مشروط بھی فوت ہوگیا یعنے جو ایمان نہ لائے تو اجل کی تاخیر بھی نہوئی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ دنیا مین تمام اسباب کا کارخانہ ابہام احتمال اور معین نہونے پر بنا کیا گیا ہی اسیواسطے اجلونکا علم جسمین تعین معلوم ہوجاوے کسیکو نہین دیا گیا مگر بعضے کامون مین بعضے شخصون کو عنایت ہوتا ہی تاکہ اسبابون کا مسببونکے ساتھ مربوط ہونا درہم برہم نہ ہوجائے باقی رہا یہان پر ایک سوال جو بعضے ظاہر بین کرتے ہین اسکا حاصل یہہ ہی کہ جو اجل مبرم ہی اسمین نہ تقدیم پائی جاتی ہی نہ تاخیر اور جو اجل معلق ہی اسمین جسطرح تقدیم ہوسکتی ہی اسیطرح تاخیر بھی ہوسکتی ہی اس واسطے کہ صحیح حدیث مین آیا ہی کہ جب حق تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو ان کی اولاد دکھلائی تو ان مین حضرت داؤد علیہ السّلام ان کو بہت اچھے معلوم ہوئے پوچھا کہ ان کی عمر کتنی ہی حق تعالےٰ نے فرمایا کہ ان کی عمر ساٹھ برس کی ہی پھر حضرت آدم علیہ السّلام نے اپنی عمر سے چالیس برس اُن کو دیے اور حضرت داؤد علیہ السّلام نے سو برس کی عمر پائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اجل اللہ تعلیق کے سبب سے جسطرح تقدیم قبول کرتی ہی تاخیر بھی قبول کرتی ہی اس سوال کے جواب مین لوگ ایسا کہتے ہین کہ اس آیت اجل اللہ مین تاخیر نہ پائے جانیکو اذا جاء کے لفظ سے مقید کیا ہی اور اجل اللہ کے آنیکے بعد تقدیم کسیطرح ممکن نہین [illegible] اسیواسطے یہان پر تقدیم کی نفی نہین فرمائی فقط تاخیر کی نفی پر اکتفا کیا ہی لیکن یہہ نہین بوجھتے کہ اس صورت مین ان اجل اللہ کے جملہ کو سابق کے کلام سے کچھ ربط اور میل نرہیگا بلکہ اگر یہی معنے کیے جاوین تو جسواسطے یہہ کلام لایا گیا ہی وہ غرض حاصل نہوا سواسطے کہ اس جملہ کے ذکر کرنے سے غرض یہہ ہی کہ اگر کفر کو نہ چھوڑ دوگے اور حق تعالےٰ کے حکم کی فرمانبرداری نکروگے تو تم کو جلدی ہلاک کر ڈالینگے اور بھاری عمر مقدر کی مدت تک جو ہر ایک کی مقدر مین علیحدہ علیحدہ تقرر ہوئی ہی تمکو رہنے نہ دینگے اور اگر ایمان لاؤگے اور فرمان برداری کروگے تو تم سب کو ایک ہی مرتبے طوفان مین نہ ہلاک کرینگے بلکہ ہر واحد کو اسکی اجل مقدر تک پہنچائینگے اور علیحدہ علیحدہ ہر ایک کی روح کو قبض کرینگے یہہ اسواسطے کہ جو اجل معین ہی حق تعالےٰ کے نزدیک وہ تاخیر کے قابل نہین ہی اور جو اجل کی تعین علم الٰہی مین اس کی شرطوں کے واقع ہونیکے تابع ہی تو چاہیئے کہ مرغوب اجل کی شرطون کے حاصل کرنے مین بہت سعی

اور کوشش کرو سو حقیقت مین جواب اس شبہ کا یہہ ہی کہ حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہما السلام
کے قصے مین اجل اللہ سو سال تھی نہ ساٹھ اسواسطے کہ اجل اللہ اس تعلیق کی طرف کا نام ہی جس کی
شرطین پائی جاوین اور معلق کے دونون طرفون کو اجل اللہ کہنا مجاز کے طور پر ہی اسواسطے کہ دونو
طرفونمین سے ایک طرف اجل اللہ ضروری ہی پس یہہ معلوم ہوا کہ اجل اللہ کی تاخیر کسیطرح ممکن نہین ہی
ہان تقدیم اسکی ہوسکتی ہی لیکن اسی طور پر جو مذکور ہوا یعنے تعلیق کی دونون طرفونمین سے ایک کو ایسی چیز
کے ساتھہ معلق کرنا جو پائی نجاوے اور دوسری طرف کو اس کی صد کے ساتھہ معلق کرنا پھر جب
وہ چیز پائی نجائیگی تو ضد اسکی ضرور پائی جاویگی پس یہی دوسری طرف ثابت ہوگی اور وہی اجل اللہ
ہی جو علم الٰہی مین واقع ہونیوالی تھی اور اس مین جو فرق ہی اس کی کنہہ یہہ ہی کہ واقع چیز کا موخر ہونا غیر واقع
سے معقول نہین ہی یعنے عقل مین نہین آتا اور واقع کا مقدم ہونا غیر واقع پر معقول اور ثابت ہی اور
اجل اللہ دونون طرفون مین سے واقع کی طرف متعلق ہوتی ہی اسکی دوسری طرف غیر واقع ہوتی ہی اور اگر
کسی کو اسجگہہ شبہہ گذرے کہ اجل معلق کی تاخیر حدیث نبوی مین بہت سی آئی ہی چنانچہ بِرّ والدین
کے مقدمے مین آپ نے فرمایا ہی کہ لَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ یعنے نہین زیادہ کرتی عمر کو کوئی چیز مگر
نکوئی کرنا خصوصًا ماں باپ کے ساتھہ اور اپنے خویش و اقرباء کے ساتھہ صلہ رحمی اور نیک سلوک کرنیکے
مقدمے مین آپ نے فرمایا ہی کہ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ
یعنے جو شخص کہ چاہئے کشادگی کی جاوے اسکے رزق مین اور تاخیر کی جاوے اسکے پیچھے یعنے اسکی
اولاد اور نسل بہت دنون تک رہے تو چاہے کہ صلہ رحمی کو اپنا شیوہ کرے اور اپنے خویش اور
اقربا سے سلوک کرے اور دعا کے باب مین آیا ہی کہ اِنَّ الدُّعَاءَ وَالْبَلَاءَ لَیَعْتَلِجَانِ وَلَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ
اِلَّا الدُّعَاءَ یعنے قضائے الٰہی کو کوئی چیز رد نہین کرتی مگر دعا سو حدیث مین اجل کی تقدیم کا کہین ذکر نہین
ہی اور حال یہہ ہی کہ اس تقریر کے بموجب تقدیم ہوسکتی ہی تاخیر ممکن نہین ہی بلکہ متصور
بھی نہین ہی سو جواب اس کا یہہ ہی کہ تاخیر کا متصور نہونا اس تقریر مین اجل اللہ کے ساتھہ مخصوص
ہی اور اجل اللہ تعلیق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف ہی جو علم الٰہی مین معین ہی اور حدیثونمین جو تاخیر

آئی ہے او وہ بھی اسی تعلیق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف ہے لیکن بے تعین علم بشری کی نسبت سے
آب اس سورتمین کچھ آپس مین منافات نرہی لیکن تقدیم کو جو حدیثون مین ذکر نہین کیا اسکی وجہہ یہہ ہے کہ آدمی
اکثر موت مین تاخیر چاہتا ہے نہ تقدیم پس اس صورت مین جو عمل تاخیر کے سبب پڑتے ہین ان کا بتانا ضرور ہوا جس
طرح دعا کی قبولیت اور مطلب کا جلد حاصل ہونا کہ یے چیزین آدمی کی مرغوب اور خواہش کی ہین اور ان مین
جلدی چاہتا ہے اسواسطے اسمین تقدیم بھی آئی ہے اسیطرح وے چیزین جن مین خوف دلانا منظور ہے ٭
جیسے بغاوت اور ماباپ کی نافرمانی اور زنا کی کثرت سو اس مین موت کی تقدیم اور عمر کی کوتاہی سے
بھی ڈرادیا ہے سو علم بشری کی نسبت سے اجل معلق مین تعلیق کی دونون طرفون سے ایک طرف کی تاخیر کو
جایز رکھا ہے جس طرح تقدیم بلاشبہ جایز اور درست ہے اور حق تعالی نے اس علم مین اسباب اور مسببات کے
کارخانے کو اسی طور سے مبہم اور محتمل رکھا ہے اگر یہہ ابہام درمیان مین نہوتا اور تعلیق کی دونون طرفون
مین سے ایک طرف کا یقین ہوجاتا تو سعی اور کوشش کا کارخانہ بالکل برہم درہم ہوجاتا سو کلام آلہی اس
سورتمین اجل اللہ کی تاخیر کو نفی کرتا ہے اسواسطے کہ وہی طرف واقع ہونیوالی ہے نہ یہہ کہ دونون طرفونمین
سے ایک طرف مبہم کو نفی کرتا ہوا اور ظاہر بینون کے طور پر جو تقدیم اور تاخیر مین فرق نہین کرتے یون کہہ
سکتے ہین کہ اس سورتمین اجل اللہ کی تاخیر کی نفی اسکے آجانے کے بعد فرمائے ہین اور حدیثون مین جو تاخیر
کا جواز پایا جاتا ہے وہ آنے کے قبل ہے نہ بعد آجانے کے تو اب آیت اور حدیث کے مضمون مین کچھ
منافات باقی نہ رہی لیکن بعضے ضعیف حدیثون مین آیا ہے کہ رَاَیْتُ رَجُلًا اَتَاہُ مَلَکُ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ
رُوحَہٗ فَجَآءَہٗ بِرُّہٗ بِوَالِدَیْہِ فَنَزَعَہٗ مِنْ یَدِہٖ یعنے دیکھا مین نے ایک شخص کو کہ آیا اسکے پاس ملک
الموت تاکہ قبض کرے اس کی روح پھر آیا اس پاس بر اسکا یعنے وہ نیکی جو ماں باپ کی فرمانبرداری سے
اسکو حاصل ہوئی تھی اور چھین لیا اس روح کو ہاتھ سے ملک الموت کے سو اس صورت مین اجل اللہ کی تاخیر
آنے کے بعد بھی ثابت ہوتی ہے البتہ اگر یون کہا جاوے کہ ملک الموت کا آنا اجل اللہ کے آنے کو لازم نہین
ہے تو ہوسکتا ہے لیکن یہہ بات عقل سے دوری رکھتی ہے پس تحقیق یہی بات ہے کہ تعلیق کی دونون ٭
طرفونمین اجل اللہ اس طرف کا نام ہے جو ہونیوالی ہے اور سب مناسب شرطون کو جامع ہے اور تمام

موانع اور مخالف کو مانع اور اکثر مفسرون نے اس آیت کے معنے اس طور پر کہے ہین کہ یُؤَخِّرْکُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی سے اجل مبرم جو یقینی ہی وہ مراد ہی اور اجل اللہ سے بھی وہی مراد ہی اور اس اجل مبرم مین جس طرح تاخیر نہین پائی جاتی تقدیم بھی نہین پائی جاتی ہی لیکن تاخیر کی نفی پر اس واسطے اکتفا کیا ہی کہ یہہ مقام اسی بات کو چاہتا ہی کہ تاخیر کی نفی سے ڈرا دیا چاہیئے نہ تقدیم کی نفی سے کہ یہہ مطلب کا عکس ہی اور تحقیق بات یہہ ہی کہ اجل کی تین قسمین ہین ایک مبرم اور محتوم یعنے یقین کی گئی ہی کہ اس مین تردد اور شبہہ ہرگز گنجایش نہین رکھتا ہی اور تقدیم اور تاخیر بھی اسمین متصور نہین ہی اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر دو احتمال کو چاہتی ہی اور اجل معلق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف واقع ہونیوالی ہوتی ہی سو یہہ وہ طرف ہوتی ہی جسکے وجود کے شرطون کا مجتمع ہونا اور اسکے موانعات کا دفع ہونا علم الٰہی مین ثابت ہو چکا ہی اور یہہ طرف مقدم ہوتی ہی دوسری طرف پر جو واقع ہونیوالی نہین ہی اور تاخیر کو ہرگز قبول نہین کرتی جس طور سے کہ اوپر گذر چکا ہی اور یہہ دوسری قسم ہی اور یہہ دونون قسمین اجل اللہ ہین اور تیسری قسم اجل معلق کی دوسری طرف ہی جو غیر واقع ہی اور اسکے وجود کی شرطونکا مجتمع ہونا اور اسکے موانعات کا دفع ہونا علم الٰہی مین ثابت نہین ہوا ہی سو اس قسم مین تقدیم اور تاخیر دونون ہوسکتے ہین اور اس قسم کو وہمی اور احتمالی کہتے اور معنے آیت کے یون بھی ہوسکتے ہین کہ اگر تم لوگ ہماری فرمانبرداری اور بندگی اور پرہیزگاری کروگے تو تم کو حق تعالے دنیا کی پکڑ سے نجات بخشیگا اور عمر بھر تمکو کسی عذاب اور بلا مین جیسے قحط اور وباء عام مین گرفتار نکرے گا اور اگر میری فرمانبرداری اور بندگی اور پرہیزگاری نہ کروگے تو تم سب ان بلاؤن مین گرفتار ہوگے لیکن وہ موت جو مقرری ہی وہ کسیطرح سے دفع ہونیوالی نہین ہی پیغمبرون کی اطاعت اور فرمانبرداری اور پرہیزگاری کی بڑی تاثیر یہی ہی کہ دنیا کی بلاؤن سے بچ جانا نہ یہہ کہ موت دفع ہوجاوے اسواسطے کہ اجل اللہ مین تاخیر نہین پائی جاتی اور کسی چیز سے تاخیر نہین ہوسکتی لیکن جب یہہ معنے ہونگے تو پھر وہی سوال وارد ہوگا کہ بعضی صحیح حدیثون مین نیک عمل کے سبب سے موت مین بھی تاخیر ثابت ہوتی ہی سو بدون اس بات کے کہ اجل کی دو قسمین کی جاوین ایک وہمی اور تعلیقی اور دوسری اجل اللہ اور تحقیقی کسیطرح گذارہ نہین ہی اور کوئی بات بن نہین پڑتی

غرض کہ حاصل اس تقریر کا یہہ ہی کہ حقتعالے کے علم مین جو مدت ہر شخص کی موت کیواسطے مقدر اور مقرر کی
گئی ہی اسمین کسیطرح سے تاخیر نہین پائی جاتی لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ کبھی تم جانتے اس بات کو کہ ہر شخص کو
موت کا مزہ چکھنا اپنے وقت مقرر پر ضروری ہی اور اگر تم کہو کے کہ ہم منکر موت کے نہین ہین تو ہم کہتے ہین کہ
تمھاری حرص اور محبت دنیا کے کامون پر اس مرتبے کو پہنچی ہی کہ گویا تم اپنی موت کے آنے سے اپنے
وقت پر منکر ہو اور ہر وقت تم انہی چیزون کی تلاش اور کوشش مین رہتے ہو جس سے موت دفع ہو جاوے
اور وعدہ ٹل جاوے اور عمر بڑھ جاوے اگر اس بات کا تم کو یقین کامل ہوتا کہ اس وعدے مین
کتنی بڑھتی ہونیوالی نہین ہی تو اس بیہودہ کام کے پیچھے نہ پڑتے اس جگہہ پر حقتعالے نے مختصر بیان فرمایا تمامی
اس قصہ کی یون ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے حقتعالی کا حکم اپنی قوم کو پہنچایا اور عذاب الٰہی سے خوف
دلایا اور ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور ان کی بات کو نمانا یہانتک کہ صدہا برس اسی طور پر گذر رہے
اور لوگون کی کتنی پشتین گذر گئین جو شخص اس قوم مین مرنے کے قریب ہوتا تھا اپنی اولاد کو نصیحت کر جاتا
تھا کہ خبردار اس شخص سے یعنے حضرت نوح علیہ السلام سے بچے رہنا اور ہرگز اس کی بات مت سنا
اور اپنے باپ دادے کے طریقہ کو مت چھوڑنا اسواسطے کہ بڈھا دیوانہ ہو گیا ہی واہی تباہی بکا کرتا ہی ہماری
عمرین گذر گئین کہ ہمکو جھوٹھے وعدے سے ڈرایا کیا اور کبھی اس کا وعدہ سچا نہین ہوا غرض اسقدر آپ کی ذلت اور
حقارت کے درپے رہتے تھے کہ چھوٹے چھوٹے اپنے لڑکون کو آپ کے پیچھے لگا دیا کرتے تھے تاکہ ہنسی اور
مسخری آپ کی کرین اور آپ کو پتھر مارین اور جب حضرت نوح علیہ السلام نصیحت مین کچھ کڑی کرتے اور عذاب
الٰہی سے زیادہ خوف دلاتے تو وے بدبخت آپ کو اس قدر مارتے کہ آپکے بدن اور چہرے سے خون
بہنے لگتا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالی نے اس قدر حلم اور بردباری عطا کی تھی کہ باوجود اس
ظلم اور تعدی ان بدبختون کے آپ ہمیشہ جناب الٰہی مین یہی دعا کیا کرتے تھے کہ اس میری قوم کو بخش
دے کہ یہ مجھکو نبی جانکے یہہ نہین کرتے ہین اور تیرے پیغمبر کے ساتھ اپنے گمان مین بے ادبی نہین کرتے ہین بلکہ یہہ لوگ جاہل ہین اپنی نادانی
سے ایسی حرکتین کیا کرتے ہین انتہی اور اس قصہ کو اسجگہہ یہہ سواسطے بیان نفرمایا کہ اسی سورت مین حضرت نوح علیہ السلام کے عرض احوال مین یہی
مضمون بالکل مذکور ہی سو آگے حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی حکایت کے طور پر یہی قصہ نقل فرمایا ہے اگر یہان بھی یہہ قصہ مذکور

ہوتا تو تکرار بیفائدہ لازم ہوتی اور یہہ بھی اشارہ کرنا منظور ہی کہ حضرت پیغمبر علیہم السلام حکم الٰہی کی
فرمانبرداری مین ہرگز قصور نہین کرتے سو انھون نے بھی حکم الٰہی کے پہنچانے مین اور عذاب الٰہی سے خوف دلانے
مین انتہا درجے کی کوشش کی ہوگی کچھہ ذکر کرنے کی حاجت نہین ہی ہمارا فرمانا ان کے واسطے کافی ہی اس
بات کے بوجھہ لینے مین کہ یے لوگ ہمارے حکم کو قرار واقعی بجالاتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ حضرت
نوح علیہ السلام نے جو نصیحت کا حق تھا اسکو ادا کیا اور سمجھانے اور خوف دلانے کا کوئی مرتبہ باقی نہ
رکھا آخر کو تھکے اور اپنی قوم کے ایمان لانے اور فرمانبردار ہونے سے مایوس ہوئے اور اس خوف سے
کہ دعوت کے مرتبون مین انکے قصور پر حمل نہ کیا جاوے غرض حال کی تقریب سے قَالَ رَبِّ کہا حضرت نوح
علیہ السلام نے ای میرے پروردگار اِنِّیْ بیشک مین نے تیرے حکم کی فرمانبرداری مین اور اپنی قوم کو
نصیحت کرنے مین حتی المقدور قصور نہین کیا اور آدمی کی طاقت بھر ان کے سمجھانے مین کوشش کی اسواسطے
کہ دَعَوْتُ قَوْمِیْ بلایا مین نے اپنی قوم کو بندگی اور پرہیزگاری اور فرمانبرداری ٭ کیطرف چھپ کر چپکے
چپکے کانون مین سمجھایا کرتا کہ ان کو اپنے پہلے گناہون پر جو غیر کی عبادت کرنے سے + + + + + + + + +
+ + + اور تیری عبادت نہ کرنے سے جو شرمندگی ان کو حاصل ہوئی ہی اسکے سبب سے آپسمین ایک دوسرے کے
سامنے فضیحت اور رسوا نہ ہووین اسیواسطے نصیحت کرنیکے وقتون مین مقدم رکھا مین نے لَیْلًا
رات کو اسواسطے کہ پوشیدہ بات رات کو کہنا چاہیئے اگرچہ رات سمجھانے اور ڈرانے کا وقت نہین
ہی اور رات ہی کے سمجھانے پر کفایت نہین کی مین نے بلکہ وَّنَهَارًا اور دنکو بھی سمجھاتا رہا مین اسواسطے
کہ تنہائی کے وقت دن کو بھی بہت ہوتے ہین سو باوجود اسبات کے کہ دن اور رات ہمیشہ چھپے چھپے انکو
سمجھایا مین نے لیکن ان کو کچھہ اثر نہ کیا بلکہ ان کو اور بھی عبادت اور پرہیزگاری کے نام سے نفرت ہوگئی
فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا پھر زیادہ نہ کیا بلانا مین نے ان کو تیری طرف مگر × × بھاگتے تھے
تیری طرف سے اور جسقدر مین نے ان کو تیری طرف بلایا اتنا اور تیری راہ سے پیچھے ہٹتے گئے یہان تک نوبت
پہنچی کہ میری بات سننے سے اور میری صورت دیکھنے سے ان کو نفرت ہوگئی وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ اور بیشک
مین نے جسوقت بلایا ان کو عبادت اور تقوی اور فرمانبرداری کی طرف سو اپنے نفع کے واسطے نہین تاکہ

انپر کچھ مجھکو حکومت حاصل ہوا اور مجھکو اس نصیحت کرنے کے عوض مین انسے کچھ ملے بلکہ انہی کے خاص نفع کیواسطے یعنے لِتَغْفِرَ لَهُمْ تاکہ بخش دے تو اُن کے پچھلے گناہ اور اس سبب سے تیری رحمت کی لیاقت پیدا کرین اور تیرے قہر اور غضب سے نجات پاوین جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ کرلیئے انگلیان اپنے اپنے کانون مین تاکہ میری نصیحت کی آواز بھی ان کے کانونمین نہ پہنچے وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ اور رلپیٹے اپنے کپڑے اپنے اوپر تاکہ میری صورت نہ دیکھین اور آواز بھی میری نہ سنین اور ایسا نہو کہ ہاتھ کے ہلنے کے وقت کہین انگلی ڈھیلی ہوجاوے اور کوئی بات میری ان کے کان مین پڑجاوے اور باوجود ایسی نفرت کے کبھی اُن گناہون کو جنمین گرفتار تھے چھوڑ دیتے تو کیا اچھی بات ہوتی کہ غضب اور قہر الٰہی تو تھوڑا انسے کم ہوجاتا لیکن انھون نے اس کا اُلٹا کیا اور برائیونمین اور بھی زیادتی کی وَاَصَرُّوْا اور اصرار اور ہٹ کی انھون نے گناہون پر وَاسْتَكْبَرُوْا اسْتِكْبَارًا اور تکبر کیا انھون نے میری فرمانبرداری سے انتہا درجہ کا تکبر کرنا اور یہہ لوگ یہہ سمجھے کہ مین اپنا حکم ان پر چلایا چاہتا ہون اور انکی ریاست لیا چاہتا ہون اس حیلے سے انکو اپنا تابع کیا چاہتا ہون تاکہ انسے کچھہ فایدہ مجھکو دنیاوی حاصل ہووے اور یون سمجھے کہ یہہ جو چھپے چھپے ہمکو سمجھاتا ہے اسکا مطلب یہہ ہے کہ اس پوچ اور جھوٹی بات کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک کو سمجھا کے اپنا فریفتہ کرے اور اپنے جال مین پھانس لے اور اپنی بات ہر ایک کے دلمین بٹھاوے اسی سبب سے سبکے سامنے کھل کے کہہ نہین سکتا ہے تاکہ ہم سب مل کے اس کی پوچ بات سے خبردار نہ ہوجاوین اور سب کے مجمع مین اسکو الزام نہ دے دیوین سو معلوم ہوا کہ یہہ شخص فریبی دغاباز ہے ہرگز خیرخواہ نہین ہے پھر جب مجھکو اُن کا مطلب معلوم ہوا کہ میرے پوشیدہ سمجھانے سے یے لوگ بدگمان ہوتے ہین اور مجھسے زیادہ بھاگتے ہین تب نصیحت کرنے کا دوسرا طور اختیار کیا مین نے ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا پھر بلایا مین نے ان کو تیری عبادت کی طرف برملا اور کھلے انکے مجمع اور محلسون مین اور انکو کھلا کھلا الزام دیا مین نے اور اسبات کو ثابت کیا مین نے کہ غیر اللہ کی عبادت دنیا مین حجاب کا اور عقبی مین عذاب کا سبب پڑے گا اور حقتعالے کی عبادت سے جمالی انوار حاصل ہونیکا اور اس کی مہربانی کا سبب ہوگا تاکہ ان کی بدگمانی دفع ہوجاوے لیکن دیکھا مین نے کہ اس کھلی نصیحت نے ایک دوسری بدگمانی ان کے دلونمین پیدا کی یعنے وے یہہ سمجھے

کہ ہمنے اسکے پوشیدہ کہنے کو بُرا مانا تو اسکے عوض مین ہم کو الزام دیتا ہے اور ہماری خفت اور فضیحت چاہتا ہے چنانچہ عرب مین یہہ مثل مشہور ہے کہ اَلنُّصحُ بَینَ المَلَاءِ تَقرِیعٌ یعنے نصیحت کرنا سب کے سامنے رنج اور قلق مین ڈالنا ہے اور اسی ہیرے کھلے نصیحت کرنے کو اپنی خیرخواہی نجانی آخر لاچار ہوکر نصیحت کرنیکا تیسرا طریقہ اختیار کیا مین نے ثُمَّ اِنِّیٓ اَعلَنتُ لَهُم وَاَسرَرتُ لَهُم اِسرَارًا پھر تحقیق ظاہر کی مین نے ان پر دعوت اور ثابت کیا اسکو عقلی دلیلون اور قطعی حجتون سے اور پوشیدہ بھی کی مین نے ان کو دعوت اور اسکو کشفی دلیلون اور وجدانی حجتونسے ثابت کیا لیکن ایک قسم کی پوشیدگی سے یعنے عقلی دلیلون کے میل مین کشفی دلیلونکو بھی بیان کر دیا اور فقط کشف پر اکتفا نہ کیا مین نے اس واسطے کہ ایسا نہو کہ اسکے سمجھ جانے مین ان کو تامل ہووے اسی واسطے حق تعالی نے اسررت کے بعد اس مصدر کو جو نوع پر دلالت کرتا ہے ذکر فرمایا اعلنت لہم اعلانا نفرمایا اس واسطے کہ یہہ ہر طرح سے اعلان اور ظہور پایا جاتا ہے اور وہان ایک وجہہ سے پوشیدگی پائی جاتی ہے نہ دوسری وجہہ سے سو ظاہر اور پوشیدہ دونون طور سے سمجھایا مین نے تاکہ دونون بدگمانیان ان کی دفع ہو جاوین یعنے ظاہر سمجھانے کی بدگمانی پوشیدہ سے اور پوشیدہ بیان کرنے کی بدگمانی ظاہر کے بیان سے دور ہو جاوے لیکن دیکھا مین نے کہ تینون طریق سے دعوت کرنے مین کچھہ فایدہ نہ ہوا اور خطابی اور عقلی اور کشفی تینون قسم کی دلیلون کے بیان کرنے سے کچھہ حاصل نہوا اور انکے ظاہری احوال کو دیکھا مین نے کہ اس کفر اور گناہون کی شامت سے چالیس برس ہوئے کہ قحط مین مبتلا ہین کھیتیان اور باڑیان اور مال اور اسباب اور جانور انکے سب خراب اور ہلاک ہوئے ہین اور عورتین ان کی بانجھ ہو گئین اور اولاد ہونا بند ہو گیا ہے اور چشمے اور نہرین ان کی سب خشک ہو گئین ہین تو اسوقت مین یہہ سوچا کہ آپ ہی یہہ لوگ اس بلا مین گرفتار ہین اور جان سے بہ تنگ ہین ایسے وقت مین اس دنیاوی نعمتون کا لالچ دلا کے انکو راہ پر لایا چاہیے شاید اس دنیاوی نفع کو دیکھہ کر میرا کہنا قبول کرلین اور راہ پر آجاوین پھر جب اس طریقہ کی بہتری اور خوبی ان پر کھل جاوے گی تو اس وقت ان کی نیت بھی خالص ہو جاویگی اور اپنے مطلب کو پہنچ جاوینگے اسبات کو اپنے دل مین سوچکر دوسرا ڈھنگ ڈالا اور دعوت اور سمجھانے کا طریقہ دوسرے

طور سے شروع کیا مین نے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ پھر کہا مین نے کہ بخشش طلب کرو اپنے گناہون کی اپنے
پروردگار سے اگرچہ تم اس کی عبادت اور پرہیزگاری جیسی چاہیئے سب شرطون کی رعایت سے نہین ہوسکتی
اسواسطے کہ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا بیشک وہ تمھارا پروردگار بڑا بخشنے والا گناہون کا ہے اور اگر سب گناہ
اور برائیان تمھاری نہ بخشیگا تو اتنا تو ضرور ہوئیگا کہ یہہ جو تم اپنے گناہون کے وبال سے اس بلا مین گرفتار
ہو سو اس دنیا کی بلاؤن سے تو نجات پاؤگے یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا بھیجیگا بدلی کو تم پر برستی ہوئی
نہ اسطور کی جیسی خشک بدلی اب قحط کے دنون مین آتی ہے اور تمکو جھوٹی طمع دلا کے اور حسرت اور افسوس
مین گرفتار کرتی ہے وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ اور مدد کرے تمھارے مالون کی بہتایت سے یعنے کھیتیون
اور چراگاہون اور جانورون اور ان کی نسل اور دودہ اور گھی کی پیدایش کی زیادتی سے وَّبَنِيْنَ
اور مددگاری کرے گا بیٹون سے یعنے ان رطوبتون سے جو حیض کے استحالہ کے واسطے مستعد ہوئین اور اب
تمھاری عورتون کے بدنون سے خشک ہوگئی ہین جننے کے قابل نہین رہین جس طرح برسات کا پانی قحط اور
یبوست کے غلبے سے خشک ہوگیا ہے اور تمھاری منی بھی خشک ہوگئی ہے وہ بھی نطفہ ہونیکے قابل نہ رہی اور
جب تمام عالم مین رطوبت پھیلیگی تو وہ رطوبت بھی تمھارے اور تمھاری عورتون کے بدنون مین پھر آویگی
اور بہم پہونچنے سے یبوست جو تمھارے مزاج پر چھاگئی ہے اسکے ساتھ وہ رطوبت مل کے اعتدال بہم پہونچاویگی
اور یہہ اعتدال کا پایا جانا اولاد نرینہ پیدا ہونیکا سبب ہے پر لڑکا نہ بیٹیونکا اسواسطے لڑکیکی پیدایش کیواسطے رطوبت کی کثرت چاہیئے اسواسطے کہ عورتکا مزاج
بہت رطوب ہوتا ہے وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ اور کردے گا تمھارے واسطے باڑیان پانی کی کثرت اور چشمے اور
کنوؤن کے جاری ہونے سے وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا اور کردے گا تمھارے واسطے نہرین جاری برسات
اور زمین کے پانی ملنے کے سبب سے اور پہاڑون مین پانی جمع ہونے اور آہستہ آہستہ نشیب مین اور خشک
ندیون مین جاری ہونے کے سبب سے یہان پر بوجھا چاہیئے کہ اس آیۃ کا مضمون اسبات پر دلالت
کرتا ہے کہ گناہون کی شامت سے بھی کبھی قحط پڑتا ہے اور مال اور اولاد کی ہلاکی اور کھیت اور
باغون کی خرابی اور بربادی مین لوگ مبتلا ہوتے ہین اور استغفار کرنا یعنے مغفرت طلب کرنا اسکے
واسطے بہت مفید ہے اسیواسطے شریعت مین صلوٰۃ الاستغفار مقرر فرمائی اور استغفار کا اس مین حکم

فرمایا ہے چنانچہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہین کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین ایک دفعہ قحط پڑا سب صحابہؓ کو لیکر آپ استسقے کے واسطے گئے اور منبر پر چڑھے تاکہ دعا کرین اور پانی حق تعالے کی درگاہ سے مانگین لیکن منبر پر جاکے سوائے استغفار کے کچھ بھی نہ کہا اور منبر سے اتر آئے اور مکان کو چلے جب مکان پر پہنچے لوگون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین باران کے طلب کی دعا تو آپنے نہ کی آپ نے کہا کہ مین نے بڑے عمدہ اور قوی سبب سے باران کو طلب کیا ہے اور یہی آیت آپنے پڑی راوی کہتے ہین کہ پھر پانی اتنا برسا کہ قحط بالکل دور ہو گیا اور ربیع بن صبیح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص انکے پاس آیا اور قحط کا شکوہ کیا انھون نے اس سے کہا کہ استغفار کہا کر پھر دوسرا شخص آیا اسنے اپنے فقر اور افلاس کا کچھ گلا کیا اسکو بھی یہی فرمایا کہ استغفار کہا کر پھر تیسرا شخص آیا اور کہا کہ میرے لڑکا نہین ہوتا ہے آپ دعا کیجئے کہ حق تعالی مجھکو لڑکا عنایت کرے آپنے اسکو بھی فرمایا کہ استغفار کہا کر پھر چوتھا ایک شخص آیا اسنے اپنے کھیتی اور باڑی کے حاصل کی شکایت کی کہ اس مین کچھ پیدا نہین ہوتا آپنے اسکو بھی استغفار کرنے کی نصیحت کی آپ کی مجلس کے لوگون نے پوچھا کہ آپنے ان چارون کو ایک ہی امر کی نصیحت کی حالانکہ ہر ایک کا مطلب جدا جدا تھا آپنے فرمایا کہ مین نے کچھ اپنی طرف سے یون نہین کہا بلکہ حق تعالی نے خود قرآن شریف مین فرمایا ہے کہ ان چارون آفتون کا دفعیہ استغفار ہے اور اس آیت کو آپنے پڑھا اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی دلیل سے کہتے ہین کہ استسقا حقیقت مین دعا اور استغفار کرنا ہے نماز اور خطبہ اور دوسرے اسکے لوازمات کچھ ضروری نہین ہین یعنے اگر ہون تو بہتر ہے اور نہین تو کچھ ہرج نہین ہے اصل مقصود اس مین دعا اور استغفار سے بھی حاصل ہوتا ہے مَا لَكُمْ کیا ہوا ہے تم کو جو حق تعالے کی عبادت سے انکار کرتے ہو اور پرہیزگاری مین قصور اور اسکے رسول کی فرمانبرداری سے تکبر اور غرور کرتے ہو شاید کہ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا امید نہین رکھتے ہو خدا کے واسطے عظمت اور بزرگی کی کہ اس عظمت اور بزرگی کے سبب سے اپنے تابعدارون اور فرمانبردارون کو نقصان اور زیان سے بچاکر ترقی کے کمال کو پہنچا دیگا اور طبیعت کی تاریکی سے نکال کر قدس کے انوارون سے مشرف کرے گا اسواسطے کہ جو شخص کسی کی تعظیم اور بزرگی سے انکار کرتا ہے تو اس کا سبب یہی

ہوتا ہے کہ اسکو آپ سے بڑا نہین جانتا کہ اس برائی کے سبب سے اسکو اپنے سے بڑا سمجھے تو ایسے شخص کی تعظیم کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہے اور اسکی فرمانبرداری اور نافرمانی یکسان ہے سو حقتعالے کی جناب مین ایسا وہم کرنا باطل اور غلط ہے عقل کے نزدیک بھی بدون فکر اور تامل کرنے کے اسواسطے کہ اگر اسکی اس عظمت کو جو تمام عالم مین جلوہ گر ہے تم دیکھ نہین سکتے ہو تو اپنی ذات ہی مین دیکھو اور اپنی پیدائش مین نظر اور غور کرو وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا اور بیشک پیدا کیا ہے تمکو بھانت بھانت کا اور ہر رنگ پہلے رنگ سے بہتر اور خوب ہے اور ہر دوسرا طور تمھاری ترقی کا سبب پڑتا ہے پہلے کی نسبت سے چنانچہ پہلے عناصر تھے پھر غذا کو آپس مین ترکیب دیکر تمھاری اصل درست کی پھر اس سے نطفے کو بنایا پھر اسکو خون بندھا کیا پھر اسکو بندھی بوٹی گوشت کی کی پھر اسمین بعضے کو ہڈی اور بعضے کو نرم گوشت بنایا اور یہ سات طور بدن مین روح آنے کے پہلے ہوتے ہین پھر جب نفخ روح کیا تو تم بچے ہوکے ماکے پیٹ مین مقید ہوئے ہلنا ڈلنا ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانا ہاتھ پانون سے اپنی خواہش کے موافق کچھ کام کرنا یا آنکھ سے دیکھنا کان سے سنا کچھ بھی تمسے ہو نسکتا تھا پھر اس قید خانے سے تم کو خلاصی دی اور ماکے پیٹ سے صحیح وسالم باہر نکالا اور ماکے دودھ کی لذت تمکو ملی اور اسکی گود مین پلنے لگے اور دودھ پیتے بچے کہلائے اور کچھ ہلنے ڈلنے دیکھنے سننے کی طاقت تمکو عنایت ہوئی پھر چلنے پھرنیوالے بچے ہوئے تم اور چلنے پھرنے سے سیر تماشے کی لذت تمکو ملی لیکن اپنے ہی گھر اور کوچے مین پھر نوجوان ہوئے اور بازار اور باغ اور دریا اور مجلسون کی سیر اور دیکھنا لوگون کا اور سننا خوش آوازون کا تمکو عنایت ہوا پھر جوانی کے کمال کو پہنچے اور دور و دراز سفر کرکے مال کمانا شروع کیا تھا پھر متوسط عمر کو پہنچے اور عقل اور تجربہ اور تدبیر مین کمال کو پہنچکر بڑا مرتبہ اور نام حاصل کیا تھا پھر تمکو بڑھے پن کی طرف پھیرا تا کہ آخرت کے سفر کے واسطے مستعد اور تیار ہو جاؤ اور قوت شہوی اور غضبی کے مضمحل اور کم زور ہونے کے سبب سے حقتعالی کی راہ چلنے کے موافع تمسے دور ہو جاوین اور اس عالم آخرت کی ترقی کے اسباب کچھ حاصل کرو اور یہ بھی سات طور ہوئے دنیا مین زندگی پانے کے وقت سے آخر وقت تک اور اگر اپنے بدن اور اعضا مین اور جو جو حکمتین کہ ان مین سپرد کی گئین اور چھپائی گئین ہین غور کرو اور دیکھو تو ظاہری ارکان تمھارے بدن کے بھی سات طور کو شامل

ہین جیسے کھال کہ زینت اور محافظت کے واسطے ہی اور گوشت قوت اور گرمی کے واسطے ہی اور پٹھے ہلنے
ڈلنے کے واسطے ہمین اور رگین اور آنتین غذا کے پہنچانے کے واسطے مقرر ہین اور شرائین کی رگین روحون
کے ڈرانے کے واسطے مقرر ہین اور ہڈیان ستون یعنے تھمونکے قایم مقام ہین اور روحین قوتون کی
حامل اور زندگی کی سواری ہین اور اسمین ہر طور اپنی سفلانی طور سے نفیس اور شریف ہی اور پوشیدگی
کے عالم مین بھی چھپے رکن تمھارے سات طرح پر واقع ہوئے ہین پہلے قوی اور دوسرے نفس اور
تیسرے عقل اور چوتھے سر اور پانچوین روح اور چھٹی خفی اور ساتوین اخفی یعنے بہت نفی جو غیب
الغیوب اور عین جمع تمھاری ذات کی ہی اور اسمین بھی ہر طور سفلانی طور سے بہتر اور اعلی ہی پھر باوجود
ان چیزون کے دیکھنے تم کو کیا ہوا ہی جو غیب کو ظاہر پر اور معقول کو محسوس پر اور آئندہ کو گذشتہ پر قیاس نہین
کرتے ہو اور آفاق کو نفس کے ساتھ مطابقت نہین دیتے ہو اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
طِبَاقًا کیا نہین دیکھتے ہو کہ کسطرح پیدا کئے حق تعالے نے سات آسمان طبقے طبقے یعنے ایک کے اوپر ایک اور
ہر طبقہ موٹائی اور بلندی اور کشادگی اور بڑائی مین اپنے نیچے کے طبقے سے زیادہ ہی اور آسمانون کا سات
ہونا اور ہر آسمانکا اپنے نیچے والے آسمان سے زیادہ ہونا اس طرف دیکھنے سے بوجھا جاتا ہی اسواسطے
کہ سات حرکتین مختلف سات ستارون کی ظاہر دیکھی جاتی ہین اور ہر ستاریکا حاجب اور کاشف دوسرا
ستارہ دیکھا جاتا ہی سو عقل سے صراحتہ یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ یے ساتون ستارے ایک آسمان
پر نہین ہین بلکہ ہر ایک جدے جدے آسمان پر ہین اور ان کی حرکتین جدی جدی دیکھی جاتی ہین تو اس سبب سے
بوجھا جاتا ہی کہ ہر ایک آسمان کرے کی شکل ہی یعنے گول ہی اور دوسرے آسمان کو جو اسکے نیچے ہی گھیرے
ہوئے ہی اور اگر ایسا نہوتا تو ستارے کی حرکت زمین کے نیچے کسیطرح سے نہو سکتی اور یہہ بات
ظاہر ہی کہ جو چیز کسی دوسری چیز کو گھیرے ہوتی ہی تو گھیرنیوالی زیادہ ہوتی ہی گھیری گئی سے لسیے
یہہ بات ثابت ہوئی کہ ہر نیچے کے آسمان سے اسکے اوپر کا آسمان بڑا ہی وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا
اور کر دیا ہی چاند کو ان ساتون آسمانون کے درمیان مین روشنی کا سبب کامل جو دوسرے ستارون
کی روشنی سے بہت زیادہ ہی گویا کہ اسکی روشنی کے مقابلے مین دوسرے ستارون کی روشنی نہی

ہی تاکہ یہہ دلیل ہو اس بات پر کہ ظلمانی عالم مین نور کا فیض پہنچانا ممکن ہی وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور کردیا ہی سورج کو ایک چراغ چمکتا ہوا اسطور کا کہ چاند کی روشنی حقیقت مین اسی چراغ سے ہی جسطور سے کہ صیقل کئے ہوئے لوہے کے تختے پر چراغ کی روشنی پڑکر اس تختے کو چمکا دیتی ہی تاکہ تم لوگ اس بات کو بوجھ لو کہ عالم نور مین بھی ایک ایسی ذات درکار ہی جو فیّاض کے مبدء سے فائض اور مستفید ہووے اور اسیکے سبب سے جو استعداد اور لیاقت اس کی رکھتے ہین مستفیض اور منوّر ہووین اور اپنی ترقی کا احوال پیغمبرون کی ترقی کی نسبت سے اسیطور پر قیاس کرلو اور یہہ بھی جان لو کہ علم اور عمل مین شریعت کی پیروی کے سبب سے ظلمت اور تاریکی دور ہوتی ہی اور نور اور روشنی کی طرف ترقی حاصل ہوتی ہی چنانچہ پیدایش کیطور زمین ترقی کا حصول یعنے بچپن سے جوانی کو اور جوانی سے بڑھاپے کو پہنچنا حکمت اور قدرت مین طبیعت کی تابعداری سے ہوتا ہی اور اگر عالم علوی کے ترقیات کے درجے اپنی نظر کے قصور کے سبب سے یعنے پست ہمتی سے تم دریافت نہین کرسکتے ہو تو عالم سفلی کی یعنے دنیا کی ترقیات اور بڑھتی مین نظر کرو اور دیکھو وَاللّٰہُ اَنْبَتَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اور اللہ تعالی نے تم کو اُگایا ہی زمین سے اسواسطے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو تمھارے سب کے باپ ہین ان کو زمین سے پیدا کیا پھر انکی اولاد مین نطفہ کو دلالت کا بیج ٹھہرایا اور نطفہ کو غذا سے اور غذا نباتی ہی یا حیوانی اور یے دونو چیزین زمین سے پیدا ہوتی ہین بعضی بلا واسطہ اور بعضی بیواسطہ سو تم کو ہرچند کہ زمین سے بلا واسطے نہین پیدا کیا تاکہ یون کہا جاوے کہ اَنْبَتَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اَنْبَاتًا لیکن تمھاری پیدایش کا سلسلہ آخر کو زمین تک پہنچتا ہی تو کہہ سکتے ہین کہ اَنْبَتَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فنبتم یعنے پیدا کیا تمکو زمین سے پھر پیدا ہوئے تم نَبَاتًا پیدا ہونا اسواسطے کہ قریب تمھاری جو نطفہ ہی سو وہ زمین سے پیدا ہوتا ہی لیکن ایک واسطے سے اور اصل بعید تمھاری یعنے پہلی حضرت آدم علیہ السلام ہین جو بے واسطے زمین سے پیدا ہوئے ہین اور جتنے دنیا کے جسم ہین ان سب سے ذلیل اور خوار زمین کا جسم ہی اسواسطے کہ جو چلنے والا ہی وہ اسکو روندتا ہی اور باوجود اس ذلت کے جو تمھاری اصل مین پائی جاتی ہی پھر تمکو ایسا عزت والا پیدا کیا کہ دنیا مین ظاہری عزت اور بزرگی سے نوازا یعنے غنی اور حاکم اور بادشاہ کیا اور دین مین نبوت اور رسالت اور امامت اور خلافت اور قطبیت اور ارشاد اور ولایت کی بزرگیون سے عزیز

اور پھر فراز کیا ثُمَّ یُعِیۡدُکُمۡ فِیۡهَا پھر پھیریگا تمکو اسی زمین مین باوجود اس تمھاری بزرگی کے جو تمنے حاصل کی ہی تاکہ تمھاری بزرگی کے سبب زمین بھی قدر اور منزلت پیدا کرے اور تمھارے بزرگون کی قبرین متبرک اور زیارت گاہ عام اور خاص لوگون کی ہو وین وَیُخۡرِجُکُمۡ اِخۡرَاجًا اور نکالیگا تمکو زمین سے دوسری بار نکالنا سوائے اس نکالنے کے جو نطفے سے تم کو نکالا تھا اور اس دوسری بار کے نکالنے مین زمین کے جزون کو تمھارے وجود مین بہت ترقی اور عظمت حاصل ہوگی جو کسی کے وہم اور خیال مین نہین آسکتی ہی اور اس درجے کی بزرگی حاصل ہونے کے سبب سے تمھارا جسم اس مالک الملک کے مشاہدے اور دیدار کی لیاقت پیدا کریگا اور اسکی ہمیشگی کی حضوری اور ہمسائگی سے مشرف ہوگا اور اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوگیا کہ یخرجکم کی تاکید مصدر سے نکرنے کی یہہ وجہہ ہی اور نعیدکم کی اعادۃ سے تاکید نہ کرنیکی یہہ وجہہ ہی اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ انبتکم کی تاکید انباتا سے نکرنا بلکہ انباتا سے کرنے کی وجہہ یہہ ہی اسواسطے کہ اعادہ کی فقط ایک ہی قسم ہی اور اخراج کی دو قسمین ہین ایک تو اخراج ابتدائی ہی جیسے آدمی کا نطفے سے پیدا کرنا اور دوسرا اخراج ابداع کے بعد یعنی مارنے کے بعد پھر جلا کر نکالنا سو ابتدائی اخراج سے احتراز کیواسطے مصدر نوعی سے تاکید لانا ضرور ہوا اور انبتکم نباتا فرمایا اور اگر انبتکم انباتا ارشاد ہوتا تو معلوم ہوتا کہ حق تعالی نے آدمی کو زمین سے بدون کسی واسطے کے اُگایا ہی اسواسطے کہ فعل کی تاکید مصدر سے اسواسطے لاتے ہین کہ مجاز کا وہم جاتا رہے اور اسناد حقیقی کا ثبوت پایا جاوے اور یہان اسناد مجازی ہی منظور ہی اسواسطے کہ آدمی کو زمین سے اصل اور نطفے کے واسطے سے پیدا کیا ہی یعنے زمین سے ان کی اصل اور نطفے کو پیدا کیا اور نطفے کی طبیعت کی خواہش سے اور باپ کی شہوت کے تقاضے سے یے لوگ پیدا ہوئے ہین اور اگر تمھارے خاطر مین یہہ شبہ گذرے کہ یہہ جتنی عالم علوی اور عالم سفلی کی ترقیات ہی ایک جنس کی جتنی قسمین ہین سب کو شامل ہی اور تم عبادت اور تقوی اور اطاعت کے مرتبون کے موافق خاص ترقیون کا ہم سے وعدہ کرتے ہو تو اس کے جواب مین ہم تم سے کہتے ہین کہ اس خاص ترقیون کے بھی گواہ اور شاہد اس عالم سفلی مین جو قریب تمھارے ہی موجود ہی وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا اور اللہ تعالی نے بنا دیا ہی تمھارے واسطے زمین کو فرش جس پر کھاتے پیتے بیٹھتے اٹھتے سیر کرتے ہو ۔

لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا تاکہ چلو اُس زمین سے بہت لمبی چوڑی راہین سو باوجود اسبابت کے کہ تمام زمین ایک فرش کے طور پر ہے لیکن بعضون کو مشرق کی طرف اور بعضون کو مغرب کی طرف اور بعضون کو پہاڑون کی طرف اور بعضون کو بستیون کی طرف اور بعضون کو جنگلون کی طرف ہم راہ چلاتے ہین اور ہر طرف مین ان چلنے والون کو اپنے مطلب کی ایک بات حاصل ہوتی ہے اور اُس سبب سے ہر ایک کو ترقی اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے یہان پر جاننا چاہیئے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ابتدا نصیحت سے یعنے ومالکم لا ترجون للہ وقارًا سے یہان تک چار مرتبے اپنے معبود کا نام پاک ظاہر کرکے لیا ضمیر اور اشارہ پر کفایت نہ کی اگرچہ اشارہ بھی اسجگہہ پر کافی تھا لیکن اپنی زبانکو مشرف کرنا اور لذت حاصل کرنا اس نام پاک سے منظور تھا سواسطے اشارہ پر کفایت نہ کی اور اس بات پر خبردار کرنا بھی منظور تھا کہ ابتدا سے انتہا تک اور عرش معلے سے فرش تک اور انفس سے افاق تک یعنے اعلی سے ادنی تک تمام مخلوق کو ترقی بخشنے والی اور ادنی سے اعلی مرتبے کو پہنچانے والی وہی ایک ذات پاک ہے اور وہ ذات پاک اسطرح کی عظمت اور قدرت رکھتی ہے کہ کوئی چیز جہان مین عالم کی قسمون سے جن ہون یا فرشتے یا انسان عشر عشیر اُس بزرگی کا نہین رکھتی پھر ایسی ذات پاک کی عبادت اور فرمانبرداری سے منہہ موڑنا اور انکار کرنا برلے درجے کی خرابی اور نقصان ہے اور ان دلیلون کی ترتیب مین اور ان گواہیون کے مقدم موخر لانے مین ایک نکتے باریک کی رعایت منظور ہے اور وہ یہہ ہے کہ جب آدمی کو منظور ہو کہ کسی کی عظمت اور بزرگی دریافت کرے تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اپنے احوال کو غور اور تامل سے دیکھے کہ اُس کی بزرگی کے آثار مجھہ مین کیا کیا پائے جاتے ہین چنانچہ قد خلقکم اطوارا سے اسی نظر کرنے کی طرف اشارہ ہے پھر اسکے بعد جسکی بزرگی کا یہہ خود قایل اور معتقد ہے اسین نظر کرے اور دیکھے کہ آس عظیم الشان کی بزرگیون کے آثار اس بزرگ جز مین کیا کیا پائی جاتی ہین چنانچہ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اُس نظر کی طرف اشارہ ہے اسواسطے کہ عظمت اور بزرگی اور بلندی اور روشنی اور چمک اور آسمان اور چاند اور سورج کی ہر ایک چھوٹے بڑے کو معلوم ہے پھر اسکے بعد اپنی اصل اور اپنے خاندان مین تامل کرے اور دیکھے کہ اُس عظیم الشان کی بزرگیون کے آثار

اپنے باپ دادون پر اور اپنے بزرگون کو پاپ پائے جاتے ہین چنانچہ واللہ انبتکم من الارض نباتا اسی نظر
کی طرف اشارہ ہے پھر اس کے بعد اپنے دوسرے متعلقات اور حاجتون مین نظر کرے چنانچہ واللہ
جعل لکم الارض بساطا اس نظر کی طرف اشارہ ہے اور جب حضرت نوح علیہ السلام دعوت کے ان مرتبون
کے طی کرنے کے بعد اور انتہا مرتبے کے سمجھانے کے بعد اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوئے تب
درگاہ الٰہی مین ان کی ہلاکی کے واسطے دعا کی اور اس دعا کے پہلے جو حالت یاس اور ناامیدی کی
اپنی قوم کی صلاحیت سے ان کو حاصل ہوئی تھی اسکو اس طور سے حق تعالیٰ کی جناب مین عرض کیا قَالَ
نُوحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ کہا نوح نے اے رب میرے بیشک ان لوگون نے نافرمانی کی میری اس قدر کہ
اب ہرگز انسے اطاعت کی امید باقی نرہی اسواسطے کہ باوجود نافرمانی کے اگر یے لوگ میرے مخالفونسے
نملتے اور اُن کی تابعداری نکرتے تو البتہ امید تھی کہ شاید نصیحت قبول کرین اور صلاحیت پر آوین اور
آہستہ آہستہ فرمانبردار میرے ہوجاوین لیکن یے سب میرے مخالفون سے جاملے وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ
وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا اور تابعدار ہوئے ایسے کے جسکے مال اور اولاد نے زیادہ نکیا مگر نقصان اسواسطے
کہ مال کے جمع کرنے کی محبت مین اور اولاد کی کثرت کی خواہش مین اس قدر محو اور مستغرق ہوئے کہ اپنے
پروردگار کی یاد سے اور آخرت کے سفر کے سامان کی درستی سے غافل ہوگئے اور اپنی عمر کو جو نہایت
عمدہ چیز ہے خسیس کام مین یعنے مال کے جمع کرنے مین اور بچہ کشی مین برباد کیا سو پہلی بات یہہ ہے
کہ تونگروںکی اور بہت بچہ والون کی پیروی کرنا اور ان ہی چیزون کی تلاش مین رہنا میرے طریقے
کی مخالفت پر کمر باندھنا ہے اور دوسری بات یہہ ہے کہ مال اور اولاد کی کثرت کو تابعداری کا
سبب گردانا میری تابعداری کی انکار کرتا ہے اسواسطے کہ مین بلکہ تمام پیغمبر اولاد اور مال کی کثرت کی
خواہش نہین رکھتے بلکہ اس سے احتراز رکھتے ہین اور تیسری بات یہہ ہے کہ مال اور اولاد والونسے
چُن کر ان لوگون کی تابعداری انھون نے اختیار کی ہے جو لوگ اپنے مال اور اولاد کی کثرت پر مغرور
ہوکے اپنی آخرت کو بھول گئے ہین کاشکہ ان مال والون اور اولاد والون کی پیروی کرتے جو اپنے مال
اور اولاد کی کثرت سے آخرت کی بہتری کو حاصل کرتے ہین تو بھی کچھ مضایقہ نہ تھا اس واسطے کہ اس

صورت مین اگرچہ مالدارون اور اولاد والون کی پیروی مین انکو بھی مال کے جمع کرنے اور کثرت سے اولاد
ہونے کی محبت ہوتی اور یہہ محبت حق تعالی کی راہ سے انکو دور کرتی لیکن جب وہ مال جمع کیا ہوا اور
اولاد پالی ہوئی اللہ تعالی کی رضامندی مین مصرف کرتے اور اسکو آخرت کے ثواب وسیلہ گردانتے
تو بھی حقتعالی کی راہ کے نزدیک ہو جاتے اور انجام انکا اچھا ہوتا اگرچہ استدا انکی اچھی نہ تھی وَاِنَّمَا
الْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْم یعنے اعتبار اچھائی کا اور برائی کا خاتمے پر ہے اور میرے مخالفون کی تابعداری
کے سوائے میرے طریقے کے مٹانے مین انتہا درجیکی کوشش کرتے ہین اگر فقط میری نافرمانی اور میرے
مخالفون کی فرمانبرداری ہی ان مین ہوتی تو بھی انکے صلاحیت پر آنے کی توقع باقی رہتی سو یہہ بات نہین ہے بلکہ
انھون نے اس نیک طریقے کو برا کرکے ظاہر کرنے کے واسطے ایک ایسی بات ٹھہرائی ہے کہ عوام لوگ انکے فریب
مین پھنس جاوین اور وہ برائی انپر ظاہر نہووے وَمَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا اور فریب کیا ہے ان لوگون نے
ایسا فریب کہ اس سے زیادہ فریب نہین ہو سکتا اسواسطے کہ پیغمبرون کے مقابلے مین انکے دین کی انکار
کے واسطے کافر اور منکر جو مکر اور فریب کرتے ہین وے تین قسم کے ہوتے ہین اول قسم یہہ ہے کہ
رسولون کی رسالت مین اور انکے رسالت کے مستحق ہونے مین شبہہ نکالتے ہین جیسا کہ مکہ معظمہ کے کافر
اور دوسرے کفار کیا کرتے تھے چنانچہ کہتے تھے کہ اگر یہہ رسول ہوتا تو کھاتا پیتا نہین اور بازارون مین
نہ پھرتا اور فقیر نہوتا اور دوسری بہت سی باتین واہیات کیا کرتے تھے لیکن یہہ مکر ان کا سہل ہے اور
اسکا دفعیہ بہت آسان ہے کہ بڑے بڑے معجزے دکھلا کر رسالت ثابت ہو سکتی ہے اور دوسری قسم
کافرون کے مکر کی یہہ ہے کہ حق تعالی کی ربوبیت مین کہ حضرات پیغمبر اپنے تئین اسی طرف منسوب کرتے ہین
اور اسکا بھیجا ہوا اپنے تئین کہتے ہین شبہہ نکالین اور اپنے تئین خود مختار ظاہر کرین اور اپنے حقتعالی کی
طرف محتاج ہونیکو پوشیدہ کرین اور اسکے حکمون کو اور اپنے ذمہ سے ساقط کرین جس طرح فرعون کرتا تھا
کہ کبھی کہتا تھا وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے کیا چیز ہے پروردگار عالم کا اور کبھی کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی یعنے مین
ہون تمھارا رب سب سے بڑا اور کبھی کہتا تھا مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ یعنے نہین جانتا ہون مین واسطے
تمھارے کوئی معبود سوائے اپنے سو یہہ مکر پہلے مکر سے بھی آسان ہے اسواسطے کہ حق تعالی کی ربوبیت ؎

سلطان الاولیا جناب حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی دلیلین رسولون کی رسالت کے ثبوت کی دلیلون سے زیادہ تر ظاہر اور کھلی ہوئین ہین اور جسکو تھوڑی بھی
عقل اور دانائی سے حصہ ملا ہی وہ حقتعالے کے رب ہونیکا انکار نہین کرسکتا ہی اور تیسری قسم یہہ ہی
کہ حقتعالی کی ربوبیت کا بھی ظاہر مین قایل ہو اور رسول کی رسالت کا بھی لیکن اسکے ساتھ اسکا اعتقاد
یہہ ہو کہ رسولون کا علم عوام لوگون کی رغبت اور خوف دلانے کے واسطے ہی اور کمینے اور کم عقلون کے
سمجھانے کے واسطے اور ان لوگون کو راہ پر لانا اور ان کی برائیون کو چھوڑوانا مناسب اور بہتر ہی لیکن دانا
اور باریک بین جو ہر چیز کی حقیقت سے کماحقہ واقف ہین ان کے پیغمبرون کی نصیحت کی کچھ احتیاج نہین ہی
اور وے لوگ خطابات اور احکام سے مخاطب اور محکوم بھی نہین ہین جو علم نصیحت اور پند کا رسول
رکھتے ہین اس سے ان لوگون کا مرتبہ بڑھ کے ہی اور ربوبیت کی حقیقت کو اور رسالت کی حقیقت کو جس قدر
یے لوگ جانتے بوجھتے ہین رسول اتنا نہین بوجھ سکتے اسواسطے کہ رسولونکی نظر ظاہر اور سرسری ہی
اور ان باریک بینون کی نظر بہت دور اور تہ کو پہنچتی ہی اور اس قسم کا کفر بہت سخت اور دشوار ہی
دوسرے کفرون سے اور یہہ مکر بہت بڑا اور قوی ہی دوسرے مکرون سے اور اس کا علاج بہت مشکل
چنانچہ اکثر فلسفی طریقے والے اور یونانی حکما اس بلا مین گرفتار ہین اور اسی قسم کے دھوکے مین مبتلا ہین
اور اس مرض کا دفع ہونا بہت مشکل ہی اور سورۂ مؤمن مین انہی لوگون کا حال مذکور ہی چنانچہ حقتعالی
فرماتا ہی فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا
بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ یعنے جب آئے انکے پاس رسول انکے کھلی نشانیان لے کر تو وے رہے اپنی بوجھ پر
اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس کی مسخری کرتے تھے اور وہ جو مشہور ہی کہ یونان کے لوگون مین
سے ایک شخص نے اپنے وقت کے رسول کی نصیحت کے جواب مین کہا تھا کہ نَحْنُ أُنَاسٌ مُهَذَّبُونَ لَا
حَاجَةَ لَنَا إِلَى مَنْ يُهَذِّبُنَا یعنے ہم لوگ خود مہذب اور آراستہ ہین ہم کو کچھ احتیاج کسی ہادی اور
ناصح کی نہین ہی سو یہہ کلام بھی اسی قسم مین سے ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام
نے اپنی قوم کو خالص حق تعالے کی عبادت اور شرک سے احتراز کرنے کا جو حکم کیا تو
ان لوگون نے ان کے جواب مین اسطرح کا کلام فریب آمیز کہا کہ ہم لوگ حق تعالی کی عبادت پر قائم ہین

بلکہ تم سے زیادہ ہم مضبوط ہین اسواسطے کہ ہم لوگ ان مظاہر کاملہ کو عبادت کرتے ہین کہ جن مین حقتعالے
اپنی صفت الوہیت سے درآیا ہے اور ان کو اپنا مظہر خاص کیا ہے اور تم ہم کو تنزیہ کے مرتبے کی عبادت
کرنے کو حکم کرتے ہو اور اس مرتبے کی تعریف مین ایسی صفتین بیان کرتے ہو جنکے سبب سے وہ مرتبہ
موہوم محض ہوا جاتا ہے تو گویا تم ہم کو حق تعالے کی عبادت سے پھرا کر ایک موہوم امر کی عبادت کا
حکم کرتے ہو تو ظاہر مین تم اپنے تئین داعی الی اللہ کہتے ہو اور حقیقت مین حق تعالی کی عبادت سے منع کرتے ہو
اور اس تقریر فریب آمیز کو اپنے تابعدارون اور احمقون سے بیان کیا کرتے تھے اور سچی بات کو اس
فریب کی تقریر سے جھوٹھی کرکے ان کے دلون مین جمادی تھی وَقَالُوا اور کہا میری قوم نے اپنے
تابعدارون اور کم عمرون سے کہ اگر تم کو حق تعالی کی عبادت کرنا منظور ہے لَا تَذَرُنَّ ہرگز
نہ چھوڑنا اسکے مظاہر کی عبادت کو اسواسطے کہ ان مظاہرون مین اسنے خود الوہیت سے ظہور فرمایا ہے
اور اسی سبب سے یعنے الوہیت سے ان مظاہرون مین ظہور فرمانے کے سبب سے وے مظاہر ہوئے ہین
اٰلِهَتَكُمْ اپنے معبودون کو سو اگر تمنے ان مظاہرون کی عبادت کو چھوڑا تو ظاہر کی عبادت کو چھوڑا اور
ان مظاہرون مین خدا ظاہر ہے تو گویا خدا کی عبادت کو چھوڑ دیا تمنے اور حقیقت اس فریب کی یہہ ہے
کہ مظاہر کی الوہیت اسوقت ثابت ہووے کہ الوہیت کا مرتبہ انہین ظاہر ہووے اور اس الوہیت کے
مرتبے کو واجب الوجود ہونا شرط ہے اسواسطے کہ بغیر واجب الوجود ہونے کے کوئی صفت انتہا درجکی
کمال کو قبول نہین کرسکتی اور بدون ایسے کمال کے انتہا درجکی تعظیم کا مستحق ہونا متصور نہین ہے اور
معبود کو معبود ہونا اور انتہا درجکی تعظیم کا مستحق ہونا ضروری ہے اور جتنے حادث اور ممکن ہین انمین
وجود کا واجب ہونا ممکن نہین ہے ہان ان مظاہرون مین حقکا ظہور صرف وجود سے البتہ مسلم الثبوت ہے
یعنے سب اسکے قایل ہین لیکن وجود محض بدون قید وجوب کے عام ہے اور سب موجودات کو شامل ہے
لیکن اس ظہور کے سبب سے بعضے موجودات دوسرے موجودات کے معبود ہونے کے مستحق نہین ہوسکتے ہین
والا ترجیح بلا ترجح لازم آوے یا عابد کا معبود ہونا اور معبود کا عابد ہونا لازم آوے اور یے دونون
چیزین محال اور ممتنع ہین ہرگز ہو نہین سکتین اس تقریر سے یہہ ثابت ہوا کہ مظاہر کا معبود ہونا کسیطرح سے

ہو نہین سکتا لیکن ان مکارون نے اپنے تابعدارون سے یون کہا تھا کہ وَلَا تَذَرُنَّ ہرگز نہ چھوڑنا نیک لوگون کی تصویر کی عبادت کرنا اسواسطے کہ حق تعالیٰ کی تجلی خاص انکے دلون پر اصالت کے طور پر واقع ہوئی ہے اور اسی تجلی نے انکے دلونکو اپنا مظہر یعنے جائے ظہور ٹھہرایا ہے اور اس تجلی کا اثر جو انکے ظاہر اور باطن مین چھا گیا ہے اس سبب سے ان کی تصویرین بھی اگرچہ پتھر یا پیتل وغیرہ کی ہینے بنائی ہین لیکن وہی تاثیران مین بھی پائی جاتی ہے اور یہہ تصویرین بھی معبود اور مسجود ہونے کی لیاقت رکھتی ہین سو ہرگز نہ چھوڑنا علی الخصوص وَدًّا ود کو جو حق تعالےٰ کی محبت ذاتیہ کا مظہر ہے اور وہی محبت تمام عالم کے ظہور کا مبدء پڑی ہے چنانچہ اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ یعنے چاہا مین نے کہ کہ پہچانا جاؤن مین پھر پیدا کیا مین نے مخلوقات کو تاکہ پہچانا جاؤن مین اس قول کا مضمون اسی مطلب کیطرف اشارہ ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو ایک مرد کی تصویر قرار دیا تھا اسواسطے کہ عالم انسانی کے اصل مبدا رکے ظہور مین مرد کی محبت اور اس میلان عورت کی طرف ہے اور اس مظہر کو ہندوون کی بولی مین بشن کہتے ہین وَلَا سُوَاعًا یعنے اور ہرگز نہ چھوڑیو ان مظاہر کو خصوصًا سواع کو جو ثبات اور استقرار اور بقائے الٰہی کا مظہر ہے اور تمام عالم کی بقا کا سبب ہے اور شرع کے عرف مین اس صفت کو قیوم کہتے ہین اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو عورت کی شکل بنایا تھا اسواسطے کہ گھر کا انتظام اور اپنی نسل اور خاندان کا ثبوت اور قیام عورت کے سبب سے ہوتا ہے اور ہندونکی بولی مین اس مظہر کو برہما کہتے ہین اور سواع کا مادہ عرب کی لغت مین سکون اور استقرار کیواسطے موضوع ہے اور یہ سواع کے معنے تھامنے والا تمام جہان کا وَلَا يَغُوثَ یعنے اور ہرگز نہ چھوڑنا ان مظاہر کو خصوصًا یغوث کو اسواسطے کہ فریادرسی اور مشکلکشائی حق تعالیٰ کا یہی مظہر ہے اور اس مظہر کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے گھوڑے کی شکل بنایا تھا اسواسطے کہ گھوڑا دوڑنے اور جلد پہنچنے اور مدد کرنے مین مشہور ہے اور اس صفت کو شرع شریف مین غیاث المستغثین اور مجیب دعوة المضطرین کہتے ہین یعنے فریادرس مصیبت مین پکارنیوالون کا اور پہنچنے والا پکار پر بیقرارون کی اور ہندوؤن کی بولی مین اس مظہر کو اندر کہتے ہین وَيَعُوقَ اور نہ چھوڑنا یعوق کو جو حمایت کرنے اور بلا کو دفع کرنیکا مظہر ہے اور اس صفت کو

شرع شریف مین کاشف الضر اور دافع البلا کہتے ہین اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو شیر کی شکل بنایا تھا اسواسطے کہ شیر جسوقت کسی درندے جانور کے مقابلہ مین آتا ہے تو وہ جانور بھاگ جاتا ہے اور ہرگز اسکا مقابلہ نہین کرسکتا ہے اور ہندؤن کی بولی مین اس مظہر کو شیو کہتے ہین وکنسا اور چھوڑنا نسر کو اور یہہ قوت الٰہی کا مظہر ہے اور نسر کو لغت فارسی مین کرکس کہتے ہین جسکو ہندی مین گدھ کہتے ہین اور یہہ پرند جانورون مین بڑا قوت والا مشہور ہے اور اڑنا انہین بھی بڑا تیز ہے ان مناسبتون کے سبب سے حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم نے اس مظہر کو اس شکل کا بنایا تھا اور شرع شریف مین اس صفت کو لطیفہ غیبیہ الٰہیہ کہتے ہین اور ہندؤن کی بولی مین اس مظہر کو ہنومان کہتے ہین اور جب غیب سے امداد چاہتے ہین تو اپنے اعتقاد مین اسی کو پکارتے ہین یہان پر جاننا چاہئے کہ لا کی لفظ کو یعوق اور نسر سے حذف فرمایا ہے یعنے ذکر نہین کیا بخلاف پہلے تینون نامون کے کہ ان تینون پر لا کو لائے ہین اسکی وجہہ یہہ ہے کہ جن تدبیرون کو یغوث اور یعوق اور نسر کیطرف نسبت کرتے تھے وے تدبیرین جزئی ہین جیسے فریادرسی اور بلا کو دفع کرنا اور غیبی مدّت تو گویا حق تعالیٰ شانہ نے ایک شان کا حکم ان کے اعتقاد مین ان تینون نے پیدا کیا تھا جسکو مدبر عالم کہتے ہین اسواسطے کہ ان تینون چیزون سے جن کو ان کی طرف نسبت کرتے تھے ایک شان تدبیر کی بوجھی جاتی ہے اور ود اور سواع کو ان تدبیرون مین جو کلیہ ہین اور سب کو شامل ہین جیسے عالم کا ظہور اور اسکی بقا اپنے اعتقاد مین مختار جانتے تھے تو گویا ہر ایک مستقل بالذات ہوا یعنے علٰحدہ علٰحدہ اپنے کام کا مختار ہوا تو گویا لا کی لفظ یغوث اور یعوق اور نسر پر مل کر داخل ہے گویا اسطرح ارشاد ہوا کہ ود کو اور سواع کو اور ان تینون کو جو ایک مظہر کا حکم رکھتے ہین ہرگز نہ چھوڑنا تاکہ حق تعالیٰ کی ظاہر شانون سے محروم نہو اور یہہ بھی جان لیا چاہئے کہ یے پانچون اسم حضرت ادریس علیہ السّلام کے صاحبزادون کے نام ہین بہت نیک لوگ تھے لیکن جو ان کو زمانہ بہت گذرا تھا اور ان لوگون مین جو جو صفتین اکثر پائی جاتی تھین ان صفتون نے ان پوجنے والونکے ذہنون مین وہم کے غلبے سے ان شکلون پر ظہور پکڑا تھا اس سبب سے اپنے اپنے وہم کے موافق اپنے اپنے بتونکو ان مختلف شکلون پر تراشا تھا اور وہم کے غلبے اور زور سے اسطرح کے عجائبات اور غرائبات بہت ہوا کرتے ہین چنانچہ

جاہل اسلام کے مدعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصویر کو شیر کی شکل بناتے ہین اس واسطے کہ اسد اللہ
بھی انکا لقب ہےا اور بعض شہباز کی تصویر کو سفید باز کی شکل بناتے ہین فقط اور حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان مین یہہ پانچون بت زمین کی تہ مین دب گئے
تھے ابلیس مردود نے پھر عرب کے لوگون کو ان بتون کا نشان بتایا اور عرب کے نادانون نے ان کو زمین سے
نکال کر اپنا معبود ٹھہرالیا چنانچہ بنو قضاعہ نے ود کو لے کر دومۃ الجندل مین رکھا اور اسکی عبادت مین مشغول
ہوئے یہان تک کہ بنو قضاعہ سے وہ بت بنو کلب کے ہاتھ مین آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
وقت تک بنو کلب مین تھا اور بنو طی کے کئی فرقون نے یغوث کو لیکر اپنی بستیون مین رکھا پھر بنو مراد
انسے چھین کے اپنے شہر مین لیگئے اور اسکو پوجنے لگے پھر بنو ناجیہ نے چاہا کہ ان سے اس بت کو زبردستی
چھین لیوین بنو مراد اس خوف سے اس بت کو لے کر بھاگے اور بنو الحرث بن کعب کے ملک مین آ رہے
اور بنو الحرث کے ملک مین وہ رہا اور یعوق بنو الکہلان کے پاس تھا پھر آخر ہوتے ہوتے بنی ہمدان کے
قبیلے مین وراثت کی راہ سے پہنچا اور نسر بنو خثعم کے پاس تھا اسلام کے ظہور تک وے لوگ
اسکی پوجا مین مشغول تھے اور سواع ذوی الکلاع حمیری کی اولاد کے پاس تھا پھر انسے بنی حمیر کے
سب فرقون کو پہنچا اور ان پانچ بتونکے سوائے عرب کے لوگون کے پاس دوسرے بت بھی تھے چنانچہ بنی
ثقیف مین لات تھا اور بنو سلیم اور بنو غطفان اور بنو نصر اور بنو سعد اور بنو بکر مین عزی اور قدید اور مسلل
والون کا منات تھا اور مدینے والے بھی اسکے درشن کرنیکو جاتے تھے اور مکہ کے لوگون پا اساف اور
نائلہ اور ہبل تھا اساف کو صفا پہاڑ پر حجر اسود کے مقابلہ مین رکھا تھا اور نایلہ کو رکن یمانی کے مقابلہ مین
اور ہبل کو بیت اللہ شریف کے اندر رکھا تھا اور ڈیل مین ہبل سب سے بڑا تھا آٹھ گز کا لنبا تھا اور
لڑائی کیوقت کافر اسی کو پکارتے تھے چنانچہ ابو سفیان نے بھی کفر کی حالت مین یعنے اسلام لانے کے
پہلے اُحد کے دن جب فتح پائی تھی تو اسی کی تعریف کی تھی حاصل کلام کا حضرت نوح علیہ السلام کی
قوم ایسی تقریر فریب آمیز سے عوام لوگون کو بہکایا کرتے تھے اور اس ان کے مکر نے عوام کے دلون مین
بہت تاثیر کی تھی دیوانون کی سی بیہودہ باتین ان کے نزدیک نہ تھین تاکہ کوئی اسطرف التفات نکرے

اور اسکے تدارک اور خبرگیری مین غفلت کی جاوے وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا اور تحقیق گمراہ کیا ہی ان لوگون نے اس مکر اور فریب سے بہت لوگون کو یہان تک کہ حقتعالی کی عبادت سے سب کے سب محروم رہے اور غیر اللہ کی عبادت مین یعنے تصویرون کے مظاہر مین مشغول ہوئے اور حال یہہ ہی کہ اس مکر کے باطل ہونے پر ان کی گمراہی خود دلیل ظاہر تھی اسواسطے کہ اگر ان مظاہر کی عبادت حقیقت مین حقتعالے کی عبادت ہوتی تو حقتعالے کی درگاہ مین مقبولیت کا سبب پڑتی اور تاریکی کے پردے انکے درمیان سے اٹھ جاتے اور انکو ہدایت نصیب ہوتی لیکن یہان اس کا عکس پایا گیا یعنے یہہ مظاہر کی عبادت زیادہ تر دوری کا سبب پڑی اور حق تعالی کی عبادت سے غفلت زیادہ ہوتی گئی اور عمر بھر اسی مظاہر کے قید مین گرفتار رہے اسی سبب سے معلوم ہوا کہ ان کی عبادت خدا کی عبادت نہ تھی اور یہے لوگ اس مظاہر کی عبادت اور معبود حقیقی کی عبادت نہ کرنے سے ظالم ہوئے اسواسطے کہ کسیکے حق کو تلف کرنا اور جو چیز جسواسطے بنی ہی اسکے غیر مین اسکو صرف کرنا اسیکا نام ظلم ہی سو عبادت خاص الوہیت کے مرتبے کا حق ہی اسکی ذات کے لحاظ سے جزئی مظاہر کا حق نہین ہی جس طرح کلی ہونا انسان مطلق کا حق ہی اسکی ذات کے لحاظ سے ہر ہر فرد انسان کا حق نہین ہی اور وسعت اور ہمیشہ بہنا دریا کا حق ہی اسکی ذات کے لحاظ سے ہر ہر موج کا اسکی حق نہین ہی اور جوہریت شخص کا حق ہی ذات کے لحاظ سے نہ اسکے سایہ کا اور نہ اسکے عکس کی صورت کا جو اپنے مین معلوم ہوتا ہی اور قسمت کو قبول نہ کرنا واحد کا حق ہی اسکی ذات کے لحاظ سے اسکے ظہور کے مراتب کا کہ بے انتہا عدد ہین حق نہین ہی اور اسی پر اور بھی قیاس کر لیا چاہیے سو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ جب ان لوگون نے اسطرح کا ظلم کیا تو انکو استدراج کے طور پر بھی معرفت سے آشنا نہ کر اور اپنی شانون سے کسی شان کی طرف ان کو ہدایت نہ کر اور راہ نہ دکھا وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا اور زیادہ نہ بڑھا تو ظالمون کو گمراہی کے سوائے اس واسطے کہ اگر کسیکو انمین سے استدراج کے طور پر بھی کسی شان کی طرف معبودیت کی شانون مین سے ہدایت کریگا تو تو یہہ ہدایت کرنا ایک کا دوسرونکی خرابی کا سبب پڑے گا یعنے اللہ تعالے کی عبادت کی طرف بالکل رخ نہ کرین گے اور غیر اللہ کی عبادت پر مصر ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہہ کہینگے کہ جزئی مظاہر کی عبادت بھی معرفت

حقیقی کے فتح باب کا سبب پڑتی ہے اور فتح باب ہونا پردے کے اٹھنے اور مطلب کو پہنچنے کی علامت ہے
اس جگہہ پر مفسر لوگ ایک اعتراض کرتے ہین اس کا مضمون یہہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبرون
مین ہین انسے اپنی قوم کے واسطے زیادہ گمراہی کی دعا کرنا پڑا تعجب ہے اس واسطے کہ نبیون کا کام تو
ہدایت طلب کرنا ہے نہ گمراہی کی بد دعا کرنا اور اس اعتراض کا جواب اس طور سے دیا ہے کہ یہہ بد دعا
حضرت نوح علیہ السلام نے اس وقت کی تھی جب انکے ایمان سے بالکل ناامید ہوگئے تھے اور ہدایت کی
توقع ان سے بالکل جاتی رہی تھی چنانچہ دوسری آیت مین حق تعالی نے خود فرمادیا تھا کہ اَنَّہٗ لَنْ
یُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ یعنے اب ہرگز ایمان نہ لاویگا کوئی تمھاری قوم کا مگر جو ایمان لاچکا تب
حضرت نوح علیہ السلام نے چاہا کہ اپنا عوض انسے لیجئے اور بد دعا زیادتی گمراہی کی انکے واسطے کیجئے تاکہ
انکے عذاب مین زیادتی ہو چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام بھی جب فرعون اور اسکی قوم کے ایمان سے مایوس
ہوئے تھے اسیطور کی بد دعا اُن کے واسطے کی تھی چنانچہ سورۂ یونس کے آخر مین حکایت کے طور پر انکے
طرف سے بیان فرمائی ہے کہ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِہِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ یعنے اے رب میرے
مسخ کردے انکے مالونکو اور سخت کردے انکے دلون کو اور اس آیت کی تفسیر کے بیان مین اس اعتراض
کا جواب بہت خوب طرح سے بیان ہوچکا کہ زیادتی گمراہی کی بد دعا حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم
کے واسطے مطلق نہین ہے بلکہ ظلم اور شرک کی بھی قید لگی ہوئی ہے اور یہہ بات اصول کے قاعدے کے موافق
ہے اور وہ قاعدہ یہہ ہے کہ تَعْلِیْقُ الْحُکْمِ بِالْوَصْفِ مُشْعِرٌ بِعِلِّیَّۃِ الْوَصْفِ لِذٰلِكَ الْحُکْمِ یعنے حکم کو کسی وصف
کے ساتھہ معلق کرنا اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ یہہ وصف علت ہے اس حکم کا اور اگرچہ ظلم اور شرک
کی حالت مین ہدایت متصور نہین ہے لیکن اس دعا مین ایک فائدہ ہے کہ کسیطور سے ہدایت کا ان مین
ظہور نہونے پاوے تاکہ دوسرون کی گمراہی کا سبب نہ پڑے اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے
بیان سے جو انتہا درجے کی نصیحت اپنی قوم کو کرکے یہہ بد دعا کی تھی اور ان کی قوم کی شکایت کے بیان سے فراغت
پائی جو حکایت کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام کیطرف سے بیان کی گئی ہے تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس
دعا اور اس شکایت کا اثر ظاہر ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم انکی نافرمانیون اور برائیون نمین ہمیشہ

پہنچے ہین کسیطرح ہدایت انکو ہوئی یہانتک کہ مِمَّا خَطِیْئٰتِہِمْ اپنے گناہون کے بعد اور مِن اس جگہہ تعلیل کے
واسطے ہی اور مَا کی لفظ کثرت اور زیادتی کے معنون کے فایدہ دینے کیواسطے ہی جسطرح کثیرًا اور دوسری
بہت جگہون پر کثرت کیواسطے مَا کو زیادہ کرتے ہین اور یہان ان گناہون کی زیادتی سے ان کا کفر مراد ہی کہ اپنے
وقت کے پیغمبر کے مقابلے مین ہزار برس تک اسی اپنے کفر پر اڑے رہے اور طرح طرح کی ایذائین پہنچائین
سو اسی سبب سے انکا کفر بہت قوی ہو گیا اور اسی سبب سے اُغْرِقُوْا غرق کئے گئے ایسے پانی مین جو آسمان سے
بھی گرتا تھا اور زمین سے بھی اُبلتا تھا اور ان کو ڈبو دینے سے ان کا نیست اور نابود کر دینا روے زمین
سے فقط منظور نتھا جو اسی ڈبونے پر کفایت کی جاتی بلکہ برزخ کا عذاب چکھانا بھی ان کو منظور تھا سو اسواسطے کہ
فَاُدْخِلُوْا نَارًا پھر غرق ہونیکے بعد داخل کئے گئے ایک آگ مین سوائے دوزخ کی آگ موعود کے اسواسطے کہ
اس مین داخل ہونیکو ابھی بہت دوری ہی اور اس آیت مین ایک فعل ماضی کو دوسرے فعل ماضی پر فے تعقیب
کے ساتھ جو عطف کیا ہی سو یہہ قبر کے عذاب کے ثبوت پر صریح دلیل ہی چنانچہ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ حضرت
نوح علیہ السلام کی قوم ایدہر ڈوبتے جاتے تھے اور اُدھر جلتے جاتے تھے اور یہہ بھی اس آیت سے معلوم ہوا
کہ نافرمانون کی موت کسیطرح سے ہو پانی مین ڈوبنے سے یا آگ مین جلنے سے یا جانور کے کھا جانے سے
لیکن قبر کے عذاب مین ضرور گرفتار ہوتے ہین اور جو کچھ اس مردے پر جو قبر مین گاڑا جاتا ہی ہوتا ہی وہی اسپر
بھی ہوتا ہی سو اسواسطے کہ جو کچھ عذاب ہی سو روح پر ہی نہ بدن پر تاکہ بدن کا باقی رہنا عذاب کیواسطے شرط
ہو فَلَمْ یَجِدُوْا لَہُمْ پھر نہ پایا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے واسطے ان اپنے معبودون کو جن کو
پوجتے تھے اس امید سے کہ وقت پڑے پر کام آوین گے اور مصیبت مین مدت کرین گے مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
سوائے حقتعالیٰ کے اَنْصَارًا مددگار یعنے نہ وَدّ نے انسے محبت کی نہ سُواع نے انکو قایم رکھا نہ یغوث انکی
فریاد کو پہنچا نہ یعوق نے حمایت کی نہ نسر نے انکو کچھ قوت دی تاکہ دنیا کے عذاب سے یعنے طوفان مین
غرق ہونے سے ان کو بچاتے یا برزخ کے عذاب کو یعنے آگ مین جلنے کو انسے دفع کرتے سو ان کی گمراہی کا اثر
حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے موافق ظاہر ہوا اور جب طوفان کے پانی کی زیادتی ہوئی اور آسمان سے
برسنا اور زمین سے اُبلنا شروع ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے لوگون کے ساتھ کشتی مین سوار ہوئے

اور کافر ڈوبنے لگے لیکن بعضے کافرون کو دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹیون پر اور اونچے مکانون پر بھاگ کر جا بیٹھے
ہین اور بعضون نے حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے اس طوفان کا حال سنا تھا تو اس خوف سے شیشے
کے مکانات پہاڑون پر احتیاط کے واسطے بنا رکھے تھے اور کئی مہینون کا کھانا پینا بھی اسمین رکھا تھا سو وقت
ان مکانون مین جا کر بیخوف ہو کر بیٹھے تھے حضرت نوح علیہ السلام نے یہہ حال دیکھہ کر اندیشہ کیا کہ ایسا نہو کہ
بعضے کافر اس عذاب سے اس حکمت سے بچ جاوین اور پھر کفر کا تخم جہان مین باقی رہے یہہ سوچکے پھر درگاہ
الٰہی مین دست بدعا ہو کر عرض کی چنانچہ حقتعالےٰ فرماتا ہے وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ اور کہا نوحؑ نے اے رب میرے
جو تو نے مجھکو اس دعا کی قبولیت سے سرفراز کیا ہے اور میری قوم کے سردارون اور مکارون کو جنہون نے
عوام لوگون کو بھی فریب دے کر خراب کیا تھا طوفان کے عذاب مین گرفتار کیا ہے تو ایک عرض تیری
جناب مین اور کرتا ہون کہ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ نہ چھوڑ زمین پر جہان بھر مین نہ یہان نہ دوسری جگہہ
مِنَ الْكَافِرِينَ کافرون کی جنس سے سردار اور مکار ہون یا ان کے مقلد اور تابعدار میری قوم سے ہون یا
غیر انمین سے کسیکو دَيَّارًا گھر مین رہنے والا اور چلنے والا اور دیار فیعال کے وزن پر ہے مشتق ہے دار سے
یا دور سے اگر دار سے یہہ لفظ نکلی ہے تو اسکے معنے ہین گھر مین رہنے والا اور بسنے والا اور اگر دور سے نکلی ہے
تو اسکے معنے ہین پھرنیوالا اور چلنے والا اور یہہ لفظ فعّال کے وزن پر نہین ورنہ دوّار ہونا چاہئے تھا نہ دیار
اور اسمین تعلیل ایام کے موافق ہوئی ہے جسکی اصل ایوام ہے مثل سید کہ اصل مین سیود تھا اور تعلیل یہہ
ہے کہ واو اور یے ایک لفظ مین بلا فاصلہ جمع ہوئے واو کو یے کے ساتھہ بدلا گیا اور یے کو یے مین
ادغام کیا دیار اور ایام اور سید ہوا اور قیام بھی فیعال کے وزن پر ہے اور بعضے روایت مین یہہ اسم اسماء
حسنی مین معدود ہے اور تہجد کی دعا مین واقع ہوا ہے فعّال کے وزن پر نہین ہے اور متحیز کے لفظ جو سورہ
انفعال مین آئی ہے وہ بھی متفیعل کے وزن پر ہے اصل اسکی متحیوز ہے نہ متفعل کی وزن پر اسواسطے کہ اصل
مین یے سب صیغے واوی ہین نہ یائی فقط اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کلام دعائیہ مین دیار کی
لفظ کو لائے مشتمل نہ کہا کہ ابلیس اور اسکی ذریت کی بقا قیامت تک آپ کو معلوم تھی اگر ہر کافر جاندار
کی ہلاکی روئے زمین سے درگاہ الٰہی سے طلب کرتے تو ان کا کلام حقتعالےٰ کی تقدیر مبرم کے مخالف واقع ہوتا

حضرات انبیا علیہم السلام تقدیر الٰہی کے مخالف دعا نہین کرتے ہین اسی سبب سے دیار کی لفظ کو لاے
تاکہ ابلیس اور اسکی ذرّیت اس مین داخل نہ ہون اسواسطے کہ ابلیس اور تمام شیاطین زمین پر
انسان کی طرح خانہ داری اور سکونت نہین کرتے ہین اور اکثر زمین پر چلتے پھرتے کم ہین بلکہ اُن
کی حرکت اکثر ہوا مین ہوتی ہے اور جو کافرون کا روئے زمین پر باقی رہنا کبھی حکمت الٰہی کے تقاضے
سے ہوتا ہے اسواسطے کہ ان کافرون سے کسی زمانے مین خلق کی ہدایت مقدر ہوتی ہے اگرچہ سردست
کفر اور گمراہی مین گرفتار ہوتے ہین جیسے حضرت رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانیکے کافر کہ باوجود کفر مین
سخت ہونے کے آخر کو سعادت اسلام سے مشرف ہوئے اور ہزارون کافرون سے جہاد کرکے اسلام مین داخل
کیا یا ان کافرون سے اولاد صالح پیدا ہونا مقدر ہوتا ہے اور ان کی اولاد حق تعالی کی معرفت اور بندگی
کو بجا لاتے ہین سو حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کے عرض کرنے کے وقت ان دونون فایدون کی نفی
بھی بیان کر دی کہ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ تحقیق اگر چھوڑیگا تو ان کو تو البتہ گمراہ کرینگے سب
تیرے بندون کو تیری عبادت کی راہ سے اور ان کو نفرت دلاوینگے اور منع کرین گے سیدھی راہ چلنے
سے اور اُن کی پیدایش جو معرفت اور عبادت کے واسطے ہوئی ہے وہ حکمت درہم ہوجائیگی وَلَا يَلِدُوْٓا
اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اور ہرگز نہ جنین گے یہ بدبخت مگر بدکار ناشکر پس ان کی اولاد مین بھی صالح اور نیک بخت
ہونے کی امید نہین ہے غرض ہر طرح سے یہ لوگ ہلاکی اور خرابی کے سزاوار ہین اور جب حضرت نوح
علیہ السلام نے جناب باری عزّ اسمہ سے ایسا مواخذہ جو عام ہووا اور سب کو شامل اور نمونہ ہو قیامت کا
طلب کیا تو اسبات کا خوف ہووا کہ ایسا نہ ہو کہ قہر الٰہی ایسا جوش مین آوے کہ مجھسے ترک اولی جو
کبھی کبھی ہو جاتا ہے اور میری امت کے مسلمانون سے فرعیہ گناہون پر جو اُن سے ہو جاتے ہین مواخذہ
اور پکڑ ہو سو اس خوف کے دفع کے واسطے درگاہ الٰہی مین ایک دعا دوسرے مضمون کی بھی کی اور کہا رَبِّ
اغْفِرْ لِيْ اے پروردگار میرے بخشدے مجھکو جو کچھ تیری مرضی کے خلاف مجھسے ہوا ہو اور میرے حق مین وہ
گناہ کا حکم رکھتا ہو جیسے ترک اولی اور اجتہاد مین خطا اور چوک وَلِوَالِدَيَّ اور بخشدے میرے
ماباپ کو اگرچہ وے مرگئے تھے لیکن والدین کے مرنے کے بعد بھی اولاد پر واجب ہے کہ انکی مغفرت کی دعا

مانگے جائے اور اپنے مقدور بھر انکے واسطے صدقے بھی دئے جانے اور حضرت نوح علیہ السلام کے باپکا
نام لملک بن متوشلخ تھا اور آپ کی ماکا نام شمخا تھا انوش کی بیٹی لیکن یہہ انوش وے نہین ہین جو آپ کے
اجدادمین ہین بلکہ یہہ دوسرے شخص ہین اور عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے
آباواجدادمین حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا سب مسلمان موحد تھے اور آپ کی والدہ بھی
مسلمان تھین وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا اور بخشش کر اسکے واسطے سو داخل ہو میری کشتی مین جو میرا چلتا
گھر ہی لیکن مسلمان ہو اسواسطے کہ آپ کی کشتی مین ابلیس بھی تھا اور بخشش کا مستحق نتھا اور مسلمانون کی بخشش
اسواسطے طلب کی کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی برائیون اور گناہون کی شامت سے کشتی ڈوب جاوے تو بے
گناہ بھی ہلاک ہوجاوین اسواسطے کہ دنیا کے عام عذابون مین جو آزمایش اور جانچ کے واسطے ہوتے
ہین ان مین کافر مسلمان کا فرق اور امتیاز نہین ہوتا ہی اسیواسطے جو بلا کسی قوم پر آتی ہی تو اس مین انکے
بچے اور دیوانے بھی ہلاک ہوجاتے ہین بلکہ جانورون کی بھی خرابی ہوتی ہی وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور
بخشدے تمام مسلمان مردون اور مسلمان عورتون کو قیامت تک جو ہوتے جاوین تاکہ ان کی اولاد کے
گناہ جو آگے پیدا ہوکر کرینگے ان لوگون مین کہ ان کے باپ ہین تاثیر نکرین اور کشتی کو نڈبووین وَلَا تَزِدِ
الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا اور زیادہ نہ کر ان ظالمون کو جو شرک اور کفر کی شامت سے ڈوب کر آگ
مین جلینگے مگر دکھ اور درد اور عذاب اسواسطے کہ اگر دمبدم ان پر عذاب کی زیادتی ہوتی جاوے گی
اور ایک ہی طور پر عذاب رہیگا تو اس عذاب کی ان کو عادت ہوجائیگی اور سہہ جائینگے اور وہ
عذاب ان کو نہ معلوم ہوگا اور یہہ بھی ایک طرح کی مغفرت ہی تو یہہ بھی مومنین کی مغفرت مین شریک
ہوجائینگے اگرچہ تھوڑی ہی سہی علمانے کہا ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا مین بڑی خوشخبری ہی
تمام ایماندارون کے واسطے جو قیامت تک ہونے جائینگے اسواسطے کہ کافرون کے حق مین جو بددعا آپ
نے کی تھی وہ درگاہ الٰہی مین بالیقین مقبول ہوئی اور اسکی قبولیت کے آثار بھی ظاہر ہوئے یعنے سب
کافر ہلاک ہوئے تو ایماندارون کے حق مین مغفرت کی دعا جو آپ نے کی ہی وہ بھی بلاشبہ مقرون
باجابت ہوئی ہوگی اور مسلمان مغفور ہووے والحمد للہ علی ذلک اور یہہ بھی علمانے کہا ہی کہ او

اور سواع وغیرہ پانچون بت جو اوپر مذکور ہو چکے ہین کچھ حضرت نوح علیہ السلام ہی کی قوم کے واسطے
خاص نہ تھے بلکہ ہر شخص کے پاس موجود ہین اور ہر ایک انکی عبادت اور محبت مین گرفتار ہی جان بوجھکے
یا نادانی سے مگر جسکو حقتعالی بچاوے لیکن ایسے لوگ بہت کم ہین اس اجمال کی تفصیل یہہ ہی کہ آدمی
اپنے حالمین خوب غور اور تامل کرکے دیکھے کہ ہر شخص کا بدن وَدّ ہی اسواسطے کہ روح کا محبوب ہی اور یہہ
بات جبلی اور پیدایشی ہی اور اپنے بدن کی محبت مین ایسا مصروف رہتا ہی کہ اسکے مقابلے مین سبکو
ہیچ جانتا ہی کسیکی حقیقت اسکے سامنے نہین ہی اور ہمیشہ اسکی پرورش اور زینت مین لگا رہتا ہی کھانے
پینے مین لباس مین زیور مین طاب مین کنگھی مین دوا کے استعمال مین ورزش مین ریاضت مین حمام کے جانے مین
غسل کرنے مین بدن کے تلنے مین حجامت بنانے مین غرض جتنی چیزین ہین سب مین بدن کی صلاح اور بہتری منظور اور
ملحوظ رہتی ہی اور ہمیشہ اور دن اور رات بلکہ ہر ساعت اسی مین مشغول رہتا ہی اور ہر شخص کا نفس اسکا
سواع ہی اسواسطے کہ اسکی زندگی کا قیام اسی سے متعلق ہی اسیواسطے جن چیزون مین اسکو لذت اور خوشی
ہوتی ہی اسی کی طرف دوڑتا ہی اور جن چیزون سے رنج اور ضرر اسکا سمجھا ہی ان سے دور بھاگتا ہی یہی
سبب ہی کہ عبادت اور تقوی مین اس سے قصور ہوتا ہی اور پیغمبرؑ کی فرمانبرداری کما حقہ نہین کرسکتا اور ہر شخص
کا یغوث اسکا باپ بیٹا یا بہن بھائی بھتیجا اور اور اقربا ہین اسواسطے کہ ان لوگون سے امید فریادرسی کی رکھتا ہی
اور انکے بھروسے پر کودتا ہی اور انکی خاطرداری اور دلجوئی مین ہمیشہ لگا رہتا ہی یہان تک انکی خاطر
سے اللہ اور رسول کے حکم کو ٹال جاتا ہی اور سنّے کو اَن سنا کردیتا ہی اور ہر شخص کو یعوق اس کا مال
ہی جو زکوٰۃ اور صدقات کے دینے سے اور مسکینون محتاجون کی خبرگیری سے اور حق تعالی کی عبادت اور
تقوی سے روک دیتا ہی اور منع کرتا ہی اور یہہ شخص اپنی مصیبت اور بلا کے دفع کرنے مین اس سے بڑی امید
رکھتا ہی اور ہر شخص کا نسر اس کا شیطان ہی جو حرص اور غصے کے دونون بازون سے پہنچکر اس شخص کے
سبب کئے اور نکئے کو برابر کردیتا ہی اور برے وسوسے اور جھوٹھے اعتقاد اسکے دلمین ڈالا کرتا ہی
سو جبتک ان پانچون بتون کے پھندے سے نہ چھوٹیگا تب تک ایمان اس کا درست نہ ہوگا اور حضرت نوح
علیہ السلام کی دعا مین جو تمام ایماندارون کے واسطے ہی داخل نہوگا اب سمجھنا چاہئے کہ حضرت نوح نے

اپنی دعا مین عرض کیا ہی کہ میری قوم کے کافر بخشین گے مگر بدبخت ناشکر یعنے ان کی نسل سے بھی کوئی مسلمان ہونیوالا نہین ہی لیکن بہت کافر ایسے بھی ہوئے ہین کہ ان کی نسل سے نیکبخت خدا کے خاص نبدے پیدا ہوئے ہین چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کہ ان کے نطفے سے ایسا شخص پیدا ہوا جو سید المسلین اور ابو المرسلین ہوا اور خلعت الٰہی کے مرتبے سے سرفرازی پائی سو ظاہر مین دعا کا مضمون واقع کے خلاف معلوم ہوتا ہی اس شبہہ کے جواب مین مفسرین نے بھی اختلاف کیا ہی علمار ظاہر یون جواب دیتے ہین کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وحی سے اپنی قوم کا حال بخوبی معلوم ہو چکا تھا کہ ان لوگون سے ہرگز مسلمان پیدا ہونیوالا نہین ہی اسواسطے یہہ دعا کی اور یہہ حکم انہی کی قوم کے واسطے خاص ہی عام نہین ہی کہ ہر کافر کو شامل ہو اور بعضے عالمون نے یون کہا ہی کہ طوفان کے آنیکے پہلے حق تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی تھی کہ اِنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ اور اس حصر کے لفظ سے حضرت نوح علیہ السلام نے بوجھ لیا تھا کہ اب میری قوم سے جو پیدا ہوگا وہ کافر ہی رہیگا اس واسطے کہ قوم کی اولاد بھی قوم مین داخل ہین اس سبب سے آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا اور اس مضمون کو جو متضمن شرط اور جزا کا ہی جناب الٰہی مین عرض کیا یعنے اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ الخ اور حضرت صوفیہ رحمہم اللہ کہتے ہین کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تنگدلی اور غضب الٰہی کے غلبے کے سبب سے دعا کیوقت جوش آگیا تھا اور ان پر ایک حالت طاری ہوگئی تھی سو ظاہر حال کے موافق آپنے حکم فرمایا اسواسطے کہ خبیث اور تاریک نفس سے جو نطفہ کہ پیدا ہوگا اسی تاریک نفس کی تدبیر سے ترتیب پاویگا تو بالیقین وہ بھی خبیث ہوگا اور خباثت ہی کی استعداد پیدا کریگا جسطرح اولاد کا جسم کہ صنفیت مین والد کے جسم کے موافق ہوتا ہی جیسے حبشی اور رومی اور جسطرح شاگرد اور مرید کہ کمال کی قسم مین اپنے استاد اور پیر کے موافق ہوتا ہی اسیواسطے کہا ہی کہ اَلْوِلَادَةُ الرُّوْحَانِيَّةُ مِثْلُ الْوِلَادَةِ الْجُسْمَانِيَّةِ یعنے ولادۃ روحانی جسمانی ولادت کے مانند ہی تاثیر مین سو اسی طور سے حضرت نوح علیہ السلام کا عرض کرنا آپ کے حال کی لغزش سے تھا کہ کبھی انبیا سے بھی ہو جاتی ہی جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قبطی مرگیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عمل کی لغزش تھی یہی سبب

ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس عرض کی عوض مین ان کے بیٹے کے کفر سے جس کا نام کنعان تھا متنبہ اور خبردار
کردیا جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو اوریا کی عورت کے مقدمے مین دو شریکون کے قصے سے جو آپس
مین بکریون مین جھگڑتے آئے تھے متنبہ اور خبردار کردیا تھا اور تحقیق اس مقام کی یہہ ہی کہ جو کیفیت ما باپ
کے باطن پر غالب ہوتی ہی اس کیفیت کی تاثیر اولاد مین بلاشبہ پائی جاتی ہی لیکن جو کیفیت کہ ما باپ کے
باطن پر غالب نہین ہوتی ہی اس کی تاثیر کا اثر اولاد مین پایا جانا کچھ ضرور نہین ہی اسیواسطے کہتے ہین کہ
اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ یعنے اولاد لپنے باپ کا بھید ہی جو حالت کہ باپ مین پوشیدہ اور غالب ہی اس کا ظہور اس مین
ہوتا ہی پھر جب یہہ فرق معلوم ہو چکا تو اب جان لیا چاہیئے کہ بعضے وقت مین بعضے کافرون کی استعداد
بڑھی ہوئی ہوتی ہی اور انکے باطن پر صفائی کا غلبہ ہوتا ہی اور اس جبلی استعداد کے موافق ان کی اصل
بھی پاکیزہ ہوتی ہی لیکن ظاہر مین اپنے باپ دادونکے دین پر ہوتے ہین اور اپنی قوم کی عادت اور اپنے
بزرگون کی وضع انسے چھوڑے نہین جاتی لیکن باطن ان کا آفت سے بچا ہوا ہوتا ہی اس سبب سے اس
نورانیت کی حالت مین ان کی اولاد با ایمان پیدا ہوتی ہی اور ان کے باطن کی حالت کا ظہور انکی اولاد مین
پایا جاتا ہی جیسے حضرت ابرہیم علیہ السلام آذر سے پیدا ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوطالب سے سو جب
حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کا احوال ہزار برس تک دیکھا اور اتنی مدت دور دراز مین کتنے زمانے
اور کتنے قرن گذر گئے اور ہر زمانے کے لوگونکا تجربہ کیا اور انکے باطن کے استعداد کی معرفت کو خوب آزمایا لیکن
کسی مین صلاحیت کی لیاقت نہ دیکھی تب بالیقین آپ کو معلوم ہوا کہ انمین سے کسی کی پیدایشی استعداد سلامت
نہین رہی اور باطن ان کا تاریک ہو گیا ہی بلکہ سیاہی نے تمام انکے باطن کو چھا لیا ہی اور انکا کفر اپنے باپ
دادونکی پیروی پر اور قوم کی رسم پر نہین رہا بلکہ انکے دل سیہ تاب ہو گئے ہین اب انسے اور ان کی اولاد سے ہرگز
توقع ایمان کی نہین ہی لاچار ہو کر اس طور کی بددعا ان کے واسطے کی اور اس شرط اور جزا کو درگاہ الٰہی مین
یقین کے طور پر عرض کیا سو حق تعالیٰ کی درگاہ مین اسی راستی کے سبب سے ان کی دعانے قبولیت کا درجہ
پایا اور اس قہار مالک الملک کی درگاہ سے ان کی قوم پر عذاب نازل ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام
پر کچھ بھی عتاب نہ ہوا اور انکے بیٹے کنعان کا کافر ہونا تنبیہ اور عتاب پر حمل نہین کیا جاتا اور ان کی دعا مین شرط اور جزا کا جو مضمون ہی اسکے

مخالف بھی نہین ہی اسواسطے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے کلام کا مطلب یہہ ہی کہ ان کافرون سے سوائے کافر
فاجر کے پیدا نہو گا اس سبب سے انکا نیست اور نابود ہونا ضروری ہی یہہ مطلب نہین ہی کہ کافر فاجر پیدا
نہ ہون اسواسطے کہ کبھی نیکبختون سے بھی بُرے پیدا ہوتے ہین لیکن ان سے اچھے صالح بھی پیدا ہوتے ہین تو بعضے
اولاد کی نیکی اور بعضے کی بدی مقابل ہوکے فنا اور نیستی کے وجوب کی علت نہین پڑتی ہی اور یہہ بھی کچھ بعید نہین ہی
کہ کنعان کے نطفے کے علوق کے وقت بعضی لغزشین اور ترک اولی نے جنکا پیغمبر و مقتضائے بشریت کے ہونا کچھ
عجب نہین ہی حضرت نوح علیہ السلام کے باطن مین ایک ظلمانی ہیئت پکڑی ہو اور اسی ہیئت ظلمانی کا
کنعان حامل ہوکر اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ کا مصداق ہوا ہو اور سوائے اسکے اسکی ماں کا مشرکہ اور منافقہ ہونا اسکی
استعداد کی خرابی مین بڑی تاثیر رکھتا ہی اب اس لحاظ سے کنعان کے استعداد کے فساد کو حضرت
نوح علیہ السلام کی طرف نسبت کرنا کچھ لازم نہین ہی اس کی اماں کا اثر ہو تو کچھ عجب نہین ہی حاصل کلام یہہ ہی
کہ ایک تو یہہ بات ہی کہ سوائے کافر فاجر کے صالح کا نہ جننا اور دوسری یہہ کہ کافر فاجر بھی پیدا ہون
اور صالح بھی ان دونون باتون مین فرق بڑا ہی اور ان دونون مین سے ایک کا اثبات دوسرے کی نفی
نہین کرتا ہی تاکہ تنبیہ اور عتاب متصور ہو سکے واللہ اعلم بالصواب

سورۃ الجن

یہہ سورہ مکی ہی اسمین اٹھائیس آیتین اور دو سو اسی کلمے اور نو سو نو حرف ہین اور اس سورت کے ربط
کی وجہہ سورہ نوح اور اسکے پہلے کی سورتون کے ساتھہ یہہ ہی کہ سورۂ نون مین یہہ مضمون بیان ہی کہ
مکے کے کافرون نے باوجود نہایت نزدیکی نسب کے رسول مقبول سے اور آپکے احوال اور اخلاق بزرگ پر
واقف ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہ پہچانی اور دیوانگی کی نسبت آپکی طرف کرنے لگے
اور سورۂ حاقہ مین یہہ مذکور ہی کہ یہہ کافر ایسے بدبخت اور شقی ہین کہ باوجود عقل اور دانائی کے دعوے
قرآن مجید کو کبھی شاعر کا کلام اور کبھی کاہن کا کلام اور کبھی پیغمبر کا بنایا ہوا کہتے ہین اتنی سمجھہ نہین رکھتے
کہ اسکی حقیقت حال کو دریافت کرین کہ یہہ کلام اعجاز سے بھرا ہوا کس قسم کا ہی اور کہان سے آیا ہی اور

زمین پر اتارے اور زمین والون کو سنانے سے مقصود کیا ہے یہان تک کہ سورۂ معارج مین جان بوجھکر سچ کو جھوٹھا کرنا اور بیفائدہ جھگڑا کرنا کافرون کا کھول کر بیان فرما دیا کہ سبب کا فر اپنی نادانی اور جہالت سے حق تعالی کے عذاب کی درخواست کرتے ہین اور سورۂ نوح مین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے واسطے حضرت علیہ السلام کی کامل دعوت کا پورا قصہ بیان فرمایا یعنے جو دعوت کا حق تھا سو وہ بجالائے اور نہرار سال تک اپنی قوم کو طرح طرح سے سمجھایا لالچ بھی دلوایا اور ڈرایا بھی اور اسکام مین انتہا درجہکی سعی اور کوشش کی لیکن اس قوم نے اپنے باپ دادونکی تقلید جو کفر مین کی تھی اُسے ہرگز نہ چھوڑا اور اسی پر ہٹ کرتے رہے اور اب اس سورہ مین ارشاد ہوتا ہے کہ حق تعالی کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھو اور خوب جان رکھو کہ دلون کا پھیرنیوالا اور پوری ہدایت کرنیوالا وہی مالک الملک ہے اپنی قوم کا حال دیکھو کہ تمھارے احوال کو بخوبی جانتے ہین اور تمسے نسبی قرابت بھی رکھتے ہین اور ایک جنس بھی ہین اور عربی کلام کے بڑے ماہر ہین اور اسقدر استعداد رکھتے ہین کہ اگر قرآن شریف کے بوجھنے اور اس کلام کے اعجاز دریافت کرنے مین تھوڑا سا غور اور تامل کرین تو بخوبی بوجھ سکتے ہین لیکن ہرگز نہین بلکہ ایسے گمراہ ہین کہ جان بوجھکر انکار کرتے ہین اور نہین مانتے اور بیفائدہ کلام کرتے ہین اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم باوجود اس قدر مدت درازکے دعوتکے اور ہم جنس ہونے کے یعنے آدمی تھے نہ جن اور عقل پوری رکھتے تھے اور ایمان کی نکوئی اور کفر کی برائی بخوبی بوجھ سکتے تھے لیکن ہرگز راہ پر نہ آئے اور حضرت نوح علیہ السلام کا کلام نہ سنا بلکہ روز بروز گمراہی ان کی اور زیادہ ہوتی گئی اور سیدھی راہ سے دور بھاگتے رہے اور ایک جماعت ان جنون سے جو تمھارے ہم جنس بھی نہین ہین اور انکی بات سمجھنے کی فہمید بھی خوب نہین رکھتے اور تم کو کبھی دیکھا بھی نہین اور تمھاری صحبت مین بھی نہین آئے نا کہ قرآن کے معنون کی تفسیر تم انکے سامنے بیان کرتے اور اسکے مضمون کو اچھی طرح سے کھولکر ان کو سناتے فقط راہ چلتے کئی آیتین قرآن شریف کی انسے سنکر کسقدر ہدایت کے نشہ مین مست ہوگئے اور کیسے قرآن قرآن مجید کے معتقد اور تابعدار ہوگئے کہ سنتے ہی ایمان لائے اور اپنی قوم کے بزرگون اور پیشواؤن کی تقلید اور پیروی بھاسے بالکل پھر گئے اور ایمان کی خوبی اور کفر کی برائی کیا اچھی طرح سے اپنی قوم کے سامنے بیان کی اور تمھاری نبوت کی صحت پر کیا خوب دلیل لائی باوجود اسباب کے کہ برائیان جنون کی جبلت اور پیدائشی

ہین جیسے غرور اور تکبر اور ہٹ کرنا اور گڑگڑانا اپنی بات پر اور لپنے بھاگنے اور چھپنے پر اعتماد اور بھروسہ کرنا سوان سب باتون کو لپنے سے دور کیا اور اقرار کیا اسبات کا کہ لَن نُّعۡجِزَ اللّٰہَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَن نُّعۡجِزَہٗ ھَرَبًا اور اسبات کا بھی اقرار کیا کہ ہمکو ہرگز علم غیب نہین ہے اور کہا کہ لَا نَدۡرِیۡۤ اَشَرٌّ اُرِیۡدَ بِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اَمۡ اَرَادَ بِہِمۡ رَبُّہُمۡ رَشَدًا اور اپنی تعریف اور اپنی قوم کی تعریف اور توصیف سے دست بردار ہوے اور کھول کر کہدیا کہ مِنَّا الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنَّا دُوۡنَ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا اور اپنا نداروں اور کافروں کے انجام کار کو دریافت کر لیا بس اب جاننا چاہیے کہ جس شخص کی نکوئی اور رہنمائی کے واسطے ہدایت الٰہی اسکے حال پر متوجہ ہوئی اور توفیق نیک اس طرف سے ملی تو جتنی برائیان اور نیک بات سے روکنے والیان ہین وے چیزین اسکے پاس بھی نہین آتی ہین اور جو چیزین نیک بات کی حاصل کرنیوالیان ہین وے سب بے خواہش جمع ہوتی ہین اور جسطرف حق تعالیٰ کی ہدایت متوجہ نہوئی تو کتنی ہی عقل اور دانائی ہوا ور رحم جنسی اور قرابت بھی پائی جاوے اور استاد کی شفقت اور محبت اور مرشد کامل کی صحبت ہووے بھی نصیب ہووے لیکن یے سب باتین بیکار اور بیفائدہ محض ہوتی ہین اور کچھ بن نہین پڑتی مصرعہ کچھ بن نہین پڑتی جب تقدیر بگڑتی ہے نظم جسکو توفیق حق کی ہووے رفیق بن پڑے گر برا بھی کام کرے جسکی تقدیر ہی الٹ جاوے جو کرے سر پر اُسکے آن پڑے اور باوجود ان باتون کے ان دونون صورتون سے کے متفرق مضمونون مین بھی مناسبت اور موافقت پائی جاتی ہے چنانچہ اس سورتمین یعنے سورۂ نوح مین حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے فرماتے ہین کہ مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا اور اس سورتمین جنون کی زبانی نقل فرمایا ہے وَاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا اور اس سورتمین کافر لوگون کی زبانی نقل فرمایا ہے کہ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوۡثَ وَیَعُوۡقَ وَنَسۡرًا اور اس سورتمین مسلمان جنون کی زبانی نقل فرماتے ہین کہ لَن نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا وَّمَنۡ اَسۡلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوۡا رَشَدًا اور اس سورتمین مذکور ہے فَلَمۡ یَجِدُوۡا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡصَارًا اور اس سورت مین مذکور ہے وَلَنۡ اَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا وَلَن نُّعۡجِزَ اللّٰہَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَن نُّعۡجِزَہٗ ھَرَبًا اور اس سورتمین مذکور ہے اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا اور اس سورت مین مذکور ہے وَاَنۡ لَّوِ اسۡتَقَامُوۡا عَلَی الطَّرِیۡقَۃِ لَاَسۡقَیۡنٰہُمۡ مَّآءً

خدٗ قالیقہم فیہ اور اس سورت مین مذکور ہی کہ آدم کی اولاد اپنی ناخلفی اور نالایقی کے سبب سے
اپنے اصل باپ کی خلافت کی خدمت سے معزول ہوئے اور بلا کے سزاوار ہوئے بلکہ واجب
القتل ہوئے بموجب اس مضمون کے لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا انک
ان تذرہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا اور اس سورت مین
مذکور ہی کہ باوجود مختلف ہونے جنسون کے اور جدائی اخلاق اور اوضاع کے جنون مین جو لیاقت
اور صلاحیت تھی اس سبب سے پیغمبر آخر الزمان کے خلیفہ ہوئے اور ہدایت اور رہنمائی کے منصب
سے سرفراز ہوئے اور اپنی قوم مین جاکر پیغام رسول کا پہنچایا اور نافرمانی سے خوف دلایا اور ڈرایا
نظم دہقان کے بیٹے بسکہ فراست مین طاق تھے پہنچے حضور شاہ کے بلکہ ہوئے امیر نادان امیرزادے گئے بھیک
مانگتے دہقان کے در پہ جیسے کوئی مبتذل فقیر اور اسکے سوائے دوسری بھی مناسبتین ان دونو
سورتون مین پائی جاتی ہین جو خوب فکر اور غور کرنے کے بعد معلوم ہوتی ہین اور اس سورت کا نام
سورۂ جن اسواسطے رکھا ہی کہ قرآن شریف کی حقیقت کا ثبوت اس سورت مین دو وجہ سے جنو نکی طرف سے
ظاہر ہوا ہی سو ان دونون وجہون سے پہلی وجہہ یہہ ہی کہ بڑے بڑے فصیح اور بلیغ آدمیون کا
اس قرآن کے مانند عبارت بنالانے مین عاجز ہوجانا ہر خاص و عام کو معلوم ہوچکا تھا فقط دو احتمال
اس زمانے کے لوگون کو قرآن شریف کے حق مین ان خاطرون مین گذرتے تھے ایک یہہ کہ شاید خدا
کا کلام ہو جو فرشتے کے واسطے سے پہنچا ہی دوسرا احتمال یہہ کہ شاید جن کا کلام ہو جو کسی کاہن
کے واسطے سے دل مین ڈالا گیا ہو اسواسطے کہ اس زمانے مین عرب کے شہرون مین کہانت کا دروازہ
کھلا تھا اور جنون سے علم کا سیکھنا رائج اور مشہور ہو رہا تھا اکثر عرب کے لوگون کو جنات سے دوستی
آشنائی ہوجاتی تھی اور وے جنات بعضی باتین جو آدمیون کو نہین معلوم ہوتی تھین بلکہ آدمی اسکو
غیب کی بات سمجھتے تھے ان اپنے دوستون کے دلون مین ڈالتے تھے اور اس معاملہ کے سبب سے
اس شخص کا مرتبہ اور اعتبار لوگون کے دلون مین بڑھتا تھا اور اس جن کی بھی بزرگی اور عزت
لوگون کے دلون مین جم جاتی تھی اس سبب سے ان جنون اور کاہنون کی طرف لوگ رجوع کرتے تھے اور

نذر نیاز چڑھاتے تھے اور ان کاہنوں کا حق جو مقرر کرتے تھے اسکو ادا کرنا ضروری جانتے تھے
اور یہہ معاملہ ان لوگون مین بہت جاری تھا جیسا کہ اس زمانہ مین بھی اسی قسم کے معاملات ان شخصون سے
جو اپنے اوپر جن یا پری کے آنیکے دعوے کرتے ہین لوگ کیا کرتے ہین اور ان جن اور پریون کو غیب دان
جانتے ہین اور ان کی نذر نیاز اپنے اوپر واجب سمجھتے ہین اور عرب کے جاہل لوگ ایسا جانتے تھے
کہ جیسی عبارت جن بنا سکتے ہین ویسی عبارت آدمی ہرگز نہین بنا سکتے ان کو گمان اس بات کا تھا کہ
یہہ کلام یعنے قرآن شریف آدمی نہین بنا سکتے تو شاید کسی بڑے جن کا کلام ہو جو پیغمبر کو سکھلاتا ہو
اور جب اس سورت مین یہہ مضمون بیان ہوا کہ اس کلام کو سنکر جن بھی دنگ ہو گئے اور اپنی عاجزی کا اقرار
کیا اور کہنے لگے کہ یہہ کلام ہرگز مخلوق کا نہین ہے بلکہ یہہ کلام خالق کا ہے تو یہہ شبہ بھی بالکل جاتا
رہا وہی ایک بات باقی رہی یعنے یہہ قرآن حق تعالی کا کلام ہے کسی دوسرے کا نہین ہے
اور اگر کسی کے دل مین یہہ شبہ گذرے کہ یہہ جنون کا اپنی عاجزی کا اقرار کرنا یعنے یہہ کہنا کہ یہہ کلام
حق تعالی کا ہے کسی مخلوق کا نہین ہے یہہ بھی تو اسی قرآن سے ثابت ہوا ہے جنون کی زبان سے
کسنے سنا کہ جنون نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تا کہ اس کلام کا اعجاز ثابت ہووے اور حق تعالی کا کلام
ہونا سب کو یقین ہو جاوے سو یہان اثبات الشئی بنفسہ لازم ہوتا ہے یعنے ایک چیز کے وجود کو ثابت
کرنا اسی چیز کی ذات ثابت کرنے سے اور اسکا جواب یہہ ہے کہ یہان اثبات الشئی بنفسہ لازم نہین ہوتا
بلکہ یہہ اثبات الشئی علی فرض نقیضہ کیطور پر ہے یعنے اگر اس چیز کو نقیض کو ہم فرض کرلین یعنے مان لین تو بھی
یہہ چیز ثابت ہوتی ہے اور دعوے اور مطلب کے ثابت کرنے مین کوئی دلیل اس سے مضبوط اور قوی نہین
ہے اور یہان اس مطلب کو یون بوجھا چاہیئے کہ قرآن کے منکرون سے ہم پوچھتے ہین کہ جس سورت مین کلام
الٰہی ہونے کا اور اپنی عاجزی کا اقرار جنون کی زبان سے نقل کیا گیا ہے وہ سورت کلام الٰہی ہے یا
جنون کا کلام ہے اب اگر تم کہوگے کہ جنون کا کلام ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہوا یعنے جنون نے اپنی عاجزی کا
اقرار کیا اور اسکو کلام الٰہی کہا اور اگر تم کہوگے کہ یہہ کلام الٰہی ہے تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہوا کیونکہ ہمارا
بھی مطلب ہے اور جب کلام ہونا صادق ہوا تو جو کچھہ اسمین جنون کا احوال مذکور ہے وہ بھی سب ثابت ہوا اور یہا تک

شبہ کہ باقی قرآن بھی جن کا کلام ہوا اور یہہ سورت آدمی کا کلام ہو سو یہہ شبہ پہلے سے باطل ہو چکا ہے
اسواسطے کہ آدمی اس سورت کے مقابلہ مین کلام لا نہین سکتے بس انہی دونون احتمالون مین سے یعنی
یہہ سورت جن کا کلام ہے یا خدا کا ایک احتمال کا معین ہونا ضرور ہوا اور ان دونون احتمالون مین سے جو ثابت
ہو گا تو اپنا مطلب ثابت ہے اور دوسری وجہہ اس قرآن کے ثبوت کی جنون کی طرف سے یہہ ہے کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جنات آسمان پر جاتے تھے اور جو فرشتے دنیا کے کامون
کی تدبیر پر مقرر ہین ان کی مجلسون اور محفلون مین سے وے باتین جو دنیا مین ہونیوالی ہین چوری اور جاسوسی
کے طور پر سنکے لوگون سے کہتے تھے تاکہ وے لوگ ان کی غیب دانی کے معتقد ہووین اور انکی پرستش
کرین اور کاہنون کو جو ان جنون کے خادم اور پجاری ہین نذر اور نیاز لا کر دیوین اور روز بروز ان
کاہنون کی شیخی اور بزرگی ان کے نزدیک بڑھتی جاوے سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے
تب یہہ کارخانہ درہم برہم ہو گیا اور آسمان پر جانے سے جنون کو ممانعت ہو گئی اور فرشتے نگہبانی کو مقرر
ہوئے تاکہ آسمان پر جنون کو آنے نہ دیوین اور اگر وے آنے کا ارادہ کرین تو آگ کے انگارے
مارین اور اس قسم کی احتیاط اور نگہبانی سے مطلب یہہ تھا کہ جب قرآن نازل ہوگا اور زمین والے اگر
انکار کرینگے تو ان سے اس قرآن شریف کا مقابلہ طلب ہوگا یعنے اگر تم اسکو کلام الہی نہین جانتے ہو تو تم
بھی ایسا کلام بنا لاؤ اور جب زمین والون سے اسکے مقابلے مین کلام نہ آسکیگا تو ان کو کلام الہی ہونا قرآن
کا یقین ہو جائیگا اور اگر جنات آسمان پر جاتے رہینگے تو ہو سکتا ہے کہ بیت العزۃ کے فرشتون
کی زبان سے کسی آیت قرآن کو سنکے کسی کاہن کو پہنچا دین اور بیت العزۃ اس مکان کو کہتے ہین جو دنیا کے
آسمان پر قرآن شریف نازل ہونیکا محل ہے اور وہ کاہن پیغمبر کے مقابلے مین وہ آیت پڑھے تو جاہلون
کے ذہنون مین شبہہ پڑ جائیگا کہ قرآن شریف کے برابر عبارت آدمی بھی بنا سکتا ہے تو قرآن کا کلام الہی
ہونا بالیقین ثابت نہوگا اور یہہ بھی تھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام تھی یعنے جس طرح
آپ آدمیون کے نبی تھے اسیطرح جنون کے بھی نبی تھے اور منکر جنون سے بھی قرآن کے مقابلہ مین جواب کا
طلب کرنا منظور تھا تاکہ وے بھی عاجز ہوکے کلام الہی ہونے اس قرآن کے اقرار کرین اور اگر آسمان پر انکا

آنا جانا بند نہ ہوتا تو وے بعضی آیتین فرشتون کی زبان سے چوری کے طور پر سنکے مقابلہ مین موجود ہوتے
اور معجزہ ان کا ثابت نہ ہوتا اسی سبب سے تدبیر الٰہی اس امر کو مقتضی ہوئی کہ زبان فیض نشان نبوت مین
جو زمانہ قرآن کے نازل ہونے کا ہے اور وہ تئیس ۲۳ برس تک رہا یہہ کارخانہ بالکل موقوف کردیا چاہیے
چنانچہ عرب کے سب کاہن آپ کے نبی ہونے کے وقت سے معطل اور بے کار ہوگئے تھے اور گلہ شکوہ کیا کرتے
تھے کہ اب جن ہمارے پاس کوئی خبر نہین لاتے ہین اور جنات بھی حیرت مین تھے کہ حق تعالیٰ کو کیا الٹ پلٹ منظور ہے
جو ہم لوگ آسمان پر جانے نہین پاتے اور جانیکا ارادہ جو کرتے ہین تو مار پڑتی ہے جب اس قرآن مجید کو سنا
تب ان کو یقین ہوا کہ یہہ ممانعت اور حفاظت اس کلام کے واسطے تھی کہ اس کا مقابلہ کوئی نہ کرسکے اور قرآن کی
حقیقت پر اسطور سے دلیل لانا پہلے امارات اور قراین کے اعانت سے ہے اور یہی طور عرف مین رایج ہے اور اس دلیل کو
دانشمندیکے قاعدونکے طور پر اس وضع سے لکھ سکتے ہین کہ جنون کی ممانعت آسمانی کلام کے سننے سے اگر
فرشتون کے کلام کی محافظت کے واسطے ہوتی تو قرآن شریف کے نازل ہونے کے پہلے بھی ہوتی پس معلوم ہوا کہ یہہ
ممانعت نتھی مگر قرآن شریف کی محافظت کے واسطے تاکہ اس کا مقابلہ کسی صورت سے نہ ہوسکے بسبب دلیل دورانکے
پس یہہ کلام محفوظ ہوا معارضہ سے اور جو کلام کہ معارضہ سے محفوظ ہے وہ کلام معجز ہے اور کلام معجز نہین ہوتا
ہے مگر فعل الٰہی جو صادق کے ہاتھ پر پیدا ہوتا ہے پس یہہ کلام بھی کلام الٰہی ہوا جو ڈالا گیا ہے صادق پر یعنی
نبی علیہ السلام پر اور یہی مدعی ہے اور اس جگہہ پر جاننا چاہیے کہ جاندارونکا پیدا کرنا بھی عالم مین حکمت کی راہ
سے ضروری ہوا اسواسطے کہ اگر عالم مین جاندار نہوون تو فعل اختیاری کا ظہور نہ ہوسکے اور بدون اختیاری
فعلون کے عالم کے رونق نہین ہے اور ارادے اور اختیار کا مظہر بھی ثابت نہ ہوا اور اسیطرح سے شعور اور بوجھ
بدون جاندار کے مظہر نہین رکھتا ہے تو علم کا وصف بے مظہر رہتا اور جاندار کا اختیاری فعل کا مصدر
ہونا بدون خواہش اور نفرت کے متصور نتھا اسواسطے کہ یہہ دونون صفتین بھی جاندار کو دنیا ضرور ہوا اور
بدون دریافت کرنے اچھائی اور برائی کسی چیز کے جسکی طرف جاندار رغبت کرے یا اسسے نفرت کرے
خواہش اور نفرت کا وجود متصور نتھا سو اسواسطے جزئی چیزون کا شعور اور دریافت بھی پیدا کرنا جاندار مین
ضروری ہوا اور جو جزئی چیزون کی سمجھہ بوجھہ پوری جیسی چاہیے تھوڑی مدت مین ممکن نتھی اسواسطے شعور

اور ادراک کلی جو سب چیز کو شامل ہوا اور سب سے علاقہ رکھے اور ہزار ون چیزون کی اچھائی اور برائی اسکی سبب سے بوجھی جاوے جاندار کو دینا ضرور ہوا سو خواہش اور نفرت کیواسطے قوت شہویہ اور غضبیہ کو پیدا کیا اور جزئی چیزون کی اچھائی اور برائی دریافت کرنے کے واسطے وہم اور خیال کو معہ اسکے آلات اور اسباب پیدا کیا یعنے معہ حواس خمسہ پیدا کیا اور شعور اور ادراک کلی کے واسطے روحکو امادہ اور مستعد کیا اور عقل کی قوت اسکو بخشی سو ہر جاندار مین شہوت اور غضب اور وہم اور خیال اور عقل کا پایا جانا ضرور ہوا لیکن جانداران چیزون کی ترکیب اور کیفیت کی نسبت سے چار قسم کے واقع ہوئے ہین پہلی قسم وہ ہے کہ ان کی عقلی قوت وہم اور خیال اور شہوت اور غضب پر غالب ہے اور یے چارون اسکے محکوم ہین یہان تک کہ اُن چیزونکا حکم ان کی قوت عقلی کے سامنے بے حقیقت محض ہے کچھ بھی اُن کا چل نہین سکتا جیسے مردہ غسّال کے ہاتھ مین ہر طرح سے اسکے مطیع اور فرمانبردار ہین سو اس قسم کو فرشتہ کہتے ہین اور روحانیات اور شرع شریف کی اصطلاح مین ملائکہ اور ارواح اور ملکوت اور فارسی مین سروش اور ہندی مین دیوتہ اسی قسم کا نام ہے اور یہہ قسم خطا اور گناہ سے معصوم اور پاک ہے اور کھانے پینے سونے عورت سے صحبت کرنے اور دوسری اسی قسم کی خسیس چیزونکے محتاج نہین ہین اسواسطے کہ اختیاری فعلون کے صادر ہونے کے واسطے اُن کو نور سے جسم عنایت ہوا ہے جو نہ کٹے نہ ٹوٹے نہ گلے نہ سڑے نے سب جسمانی صدمون سے بری ہے کسیطرحکا نقصان اسمین پایا نہین جاتا اور قوت عقلیہ کے غلبے اور وہم اور خیال کے خادم ہونیکے سبب سے جس صورت پر چاہین اپنے تئین ظاہر کر سکتے ہین اور ہر شکل سے متشکل ہو سکتے ہین اور ہر چیز کی کیفیت دریافت کر سکتے ہین اور اس قسم مین اشرف اور اعلی حملۃ العرش ہین اسکے بعد گرد عرش معلی کے صف باندھکر کھڑے ہونیوالے اسکے بعد کرسی کے فرشتے بعد اسکے آسمانون کے فرشتے درجہ بدرجہ آسمانون کی ترتیب سے اسکے بعد فرشتے بدلی کے کرہ کے اور نسیم کے کرہ کے اور بخار اور زمہریر کے جو شیطانونکے پر انگارے مارنے اور پانی برسانے اور بدلی کو کھینچ لانے پر مقرر ہین رعد اور برق سے یعنے گرج اور چمک سے بدلی کو کھینچ لاکے جمع کرتے ہین جسطرح جانور کو کوڑے سے مار کر جہان چاہتے ہین لیجاتے ہین اسکے بعد فرشتے جو پہاڑون اور دریاؤن پر مقرر ہین اسکے بعد وہ فرشتے جو عالم سفلی مین یعنے دنیا کے کامون پر مقرر

ہین یعنے انسانی اور حیوانی اور نباتی جسمون کے تصرفات مین مشغول ہین اور دوسری قسم وے جاندار
ہین جن کی عقل اور شہوت اور غضب پر وہم اور خیال غالب ہی اس قدر کہ ہر ایک اختیاری فعل مین
عقل اور شہوت اور غضب انکے وہم اور خیال کے تابع ہوتے ہین اور ان کا جسم ناری اور ہوائی جزؤنکا
خلاصہ ہی جسکو قرآن شریف مین کہین مَارِجٍ مِّن نَّارٍ فرمایا ہی اور کہین نَارِ السَّمُومِ فرمایا ہی اور انکا یہہ
بدن آدمی کی ہوائی روح کا حکم رکھتا ہی جو دلمین پیدا ہوتی ہی آدمی کی ہوائی روح مین اور انکے
بدنون مین اتنا فرق ہی کہ آدمی کی ہوائی روح عناصر اربع کا خلاصہ ہی جو آدمی کی غذا مین کام آتی ہین
اور اس قسم کا جسم فقط ناری اور ہوائی جزونکا خلاصہ ہی اور ان کا بدن نسیمی جو آدمی کی روح ہوائی کے
مانند ہی اس قسم سے لطیف ہی کہ اس اصلی بدن سے مختلط اور متحد ہوکے دودہ اور پانی کے طور سے
ایک رنگ ہوجاتے ہین یہی سبب ہی کہ انکے وہم اور خیال کی قوت ان کے اس اصلی بدنون کو نسیمی بدنکے
مانند متغیر الشکل اور متبدل الصورت کردیتی ہی جسطرح آدمی کا نسیمی جسم خوف اور گھبراہٹ مین اور
سرور اور خوشی کی حالت مین متغیر ہوتا ہی ہان البتہ یہہ قسم کبھی اپنے اسی بدن پر اکتفا کرتی ہی اور اسی
سے تصرف کرتی ہی اور تنگ جگہہ مین درآتی ہی اور نکل جاتی ہی جیسے آدمی کی مسام اور کبھی وہم اور
خیال کی قوت سے ایک جسم کثیف اور ثقیل اپنے واسطے ترتیب دیکے مختلف شکلون سے جو اچھائی اور برائی
کی راہ سے معانی مین بھی متفاوت ہووین الفت اور ہولناکی سے ظہور کرتی ہی یہی سبب ہی کہ اس قسم
کا جسم اکثر دیکھنے مین نہین آتا جیسے ہوا اور آگ اور شعاع اور باوجود ان وصفونکے یعنے ایسی لطافت
کے وہم اور خیال کی قوت سے بہت سخت اور بھاری کام بھی انسے ہوسکتے ہین جسطرح سے ہوا کہ باوجود
لطافت جسم کے بھاری درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہی اور اس قسم کے واسطے کھانا پینا
عورت سے صحبت کرنا سب ثابت ہی سو ہندی بولی مین دیوتہ کی لفظ ان کو بھی شامل ہی لیکن ان مین
سے جو برائی اور خلق اللہ کی ایذا رسانی پر قصداً مستعد ہین ان کو دیت اور دینت بھی کہتے ہین
اور فارسی زبان مین اس قسم کے شریر اور بد ونکو دیو کہتے ہین اور اچھونکو پری کہتے ہین اور عرب
کی لغت مین اس قسم کے شریرون کو شیطان اور جن مین جبلی شرارت نہین ہی ان کو جن کہتے ہین اور حدیث

شریف کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی شکلون مین اختلاف بہت ہے یعنے ان کی ایک طور کی
شکل نہین ہے بعضون کو ان مین سے پر ہوتے ہین اور وے تیز ہوا کی طرح ہوا مین اڑتے ہین اور بعضے
انمین سے اپنے کو سانپ یا کتے کی شکل مین کر کے پھرا کرتے ہین اور بعضے ان مین سے آدمیون کی صورت ہوتے
ہین اور گھر بار بھی رکھتے ہین اور اسی طرح کوچ مقام بھی کیا کرتے ہین لیکن انکے گھر اور ٹھہراؤ کی جگہہ اکثر ویرانے
اور جنگل اور پہاڑ ہوتے ہین اور یہہ انکی صورتون کا مختلف ہونا ان کی رغبت کے سبب سے ہے یعنے جسطرف
ان کی رغبت زیادہ ہوئی اسی شکل خاص پر اپنے تئین ظاہر کیا نہین تو اصل ان کی وہی ناری اور ہوائی
جزون سے مل کے ترکیب پائی ہے اور یہہ قسم گویا کہ عالم ملائکہ اور عالم حیوانات کے درمیان مین برزخ
کے طور پر ہے جسطرح عقل اور طبیعت کے درمیان مین وہم اور خیال برزخ ہے اسی سبب سے کہ دونون طرف کے
حکم انمین پائے جاتے ہین چنانچہ جس شکل پہ چاہنا ہو جانا اور کلی تدبیرون پہ واقف ہونا اور باریک امرونکی
اچھائی اور برائی کو سمجھنا یہ سب چیزین عالم ملائکہ کی ان مین پائی جاتی ہین اور یہی وجہہ ہے کہ تکلیف کا قلم بھی
ان پر جاری ہے یعنے مکلّف بھی ہین اور کھانا اور پینا اور عورت سے صحبت کرنا اور جو دوسرے حیوانونکے خاصے
ہین یہ سب چیزین حیوانون کی سی انمین پائی جاتی ہین اور غضب اور شہوت کے وقت نفس کی فرمانبرداری
کرتے ہین حیوانونکے مانند انمین اور حیوانون مین اتنا فرق ہے کہ حیوانون نے اپنی عقل اور وہم اور خیال کو شہوت
اور غضب کا مغلوب کر رکھا ہے اور انھون نے اپنی عقل اور شہوت اور غضب کو وہم اور خیال کا مغلوب
بنا رکھا اور تیسری قسم وے جاندار ہین جن کی عقل اور وہم اور خیال پر ان کی شہوت اور غضب غالب ہے یہانتک
شہوت اور غضب کا غلبہ ہے کہ عقل تو گویا پائی نہین جاتی اور وہم اور خیال ان کی شہوت اور غضب کے
فرمان بردار ہین سو اس قسم کا نام حیوان ہے اسکی دو قسمین ہین جنکی شہوت انکے غضب پر غالب ہے انکو
بہیمہ کہتے ہین اور جنکا غضب انکی شہوت پر غالب ہے ان کو سباع کہتے ہین جیسے پھاڑنیوالے جانور سو
سباع اور بہایم جسطرح چرندونمین ہوتے ہین اسیطرح پرندونمین اور حشراتمین بھی ہوتے ہین چنانچہ
بعد تلاش اور غور کرنے کے یہہ بات معلوم ہوتی ہے جیسے مکھی کہ یہہ حشرات مین بہیمہ ہے اور مکڑی سباع
ہے اور اسیطرح دوسرون کو بھی قیاس کر لیا چاہئے اور یے تینون قسمین جاندارونکی جو ذکر ہو چکین ہین

سوذی روح کی بسایط ہین اسواسطے کہ پہلی روحون کا تعلق انہی تینون قسمون کے بدلون کے ساتھ ظاہر ہوا
پھر آسمین سے حقتعالی نے پہلی قسم کو جو فرشتے ہین آسمان پر رہنے کے واسطے مقرر فرمایا اور جو یہہ قسم خطا
اور نافرمانی سے پاک تھی اسواسطے عالم کے انتظام کے کام اور اسکی آراستگی کی تدبیرین ان کو سپرد ہوئین
اور دوسری قسم کو یعنے جنّات کو اختیاری فعلون کے صادر ہونے کے واسطے لیکن جو جزئی ہین زمین پر رہنے
کا حکم ہوا اور نباتات یعنے اُگنے والی اور بڑھنے والی چیزین جیسے درخت اور گھانس اور معادن یعنے
زمین سے خود بخود پیدا ہونیوالی چیزین جیسے چاندی سونا لوہا پتھر وغیرہ اور حیوانات چرند ہون یا پرند
ان سب مین تصرف کرنے اور اپنے کام مین لگانے کے واسطے اسکو حکم ہوا یعنے جنّات کو یہہ حکم ہوا کہ ان
چیزونکو جسطرح چاہو اپنے کام مین لگاؤ اسواسطے کہ جنّات کی روحین صفائی اور لطافت مین ملائکہ کے رتبے
سے کم تھین اور غلاظت اور کثافت مین سباع اور بہایم کے رتبے سے اعلی تھین اسواسطے ان کے بدلون کو
بھی عناصر کے جرمونمین سے جو لطیف جرم تھے انسے بنایا یعنے ناری اور ہوائی کے خلاصہ سے بنایا تاکہ علمونکے
حاصل کرنے اور بوجھنے مین اور حرکات کی سرعت مین درمیان کا مرتبہ ان کو حاصل ہووے یعنے فرشتے اور
جانورونکے درمیان کا مرتبہ ان کو حاصل ہووے اور جو اس قسم کی روحین اور جسم ازروئے طبیعت کے ملائکہ کی
روحون اور بدلون کے قریب ہین تو اس قسم کو ممکن ہوا کہ عالم ملکوت سے یعنے فرشتونسے بعضے غیب کی چیزین
معلوم کرلین اور انکی مجلسون اور محفلون مین آسمان پر حاضر ہوسکین اور تیسری قسم کو یعنے حیوانکو فقط انکی خدمت اور انکی
خواہش کی پیروی اور نفرت کے واسطے پیدا کیا ہے پھر ان تینون قسمون کی پیدایش کے بعد حقتعالی نے چوتھی قسم کو
یعنے انسان کو خلعت وجود کا عنایت فرمایا اور یہہ قسم ان تینون قسمونسے گویا مرکب ہوکر معجون کے طور پر ظاہر ہوئی ہے
اور عقل اور وہم اور خیال اور شہوت اور غضب اس قسم کا ہر ایک اعتدال کے قریب ہے اس سبب سے زمین کی
سلطنت اسکو سپرد ہوئی اور خلعت خلافت کا اسکو عنایت ہوا اور غیب کے علم اسکے حوصلے کے موافق ملایکہ کے
وسیلے سے خاص اسی قسم پر نازل فرمائے اور تمام حیوانات کو اور سب اُگنے والی اور زمین کے اندر پیدا
ہونیوالی چیزون کو اس کا تابعدار اور فرمانبردار کردیا تاکہ خلافت کبریٰ کے امورات کو اچھے طور سے
سرانجام کرے اور جو چیز بسائط ذوی الارواح سے یعنے پہلی تینون قسمونسے متوقع تھی یعنے نہونگی وہ ہمین ظاہر ہوئے

ایک نکتہ پوشیدہ یعنے جنات کی خلقت کے تقدیم کا بھید انسان کی خلقت پر واضح ہو گیا کہ جو بات منظور تھی جب اس قسم سے نہو سکی تب انسان کو پیدا کیا اور جنات کا شریک ہونا انسان کے ساتھ امانت آلہی اٹھانیکی تکلیف مین بھی ظاہر ہو گیا یعنے اس امانت کے اٹھانے مین یے دونون شریک ہین لیکن جو عالم جنات کا گویا سطح سفلانی عالم ملایکہ کی ہے اس سبب سے انسان کے کمال کی راہ اس عالم جنات نے خراب کر دی اور عالم بالا پر انسانکی ترقی کو روکا ہے حتی المقدور چڑھنے نہین دیتا اور اکثر بنی آدم کو اسی سطح سفلانی مین گرفتار کر کے خراب کر ڈلتا ہے یہانتک نوبت پہنچی کہ انسان کی ہمتین اور اسکی دریافت کی قوتین بھی اسی سطح سفلانی مین منحصر ہو گئین اس سطح کو پہاڑ کر اوپر چڑھنے کی طاقت اور حوصلہ نرہا سو بعضے بنی آدم نے اس سطح کے عمدہ شخصونکو اپنا معبود ٹھہرا لیا اور بعضون نے اپنی حاجتون مین انہی سے مدد مانگنا شروع کیا اور بعضون نے غیب کا علم انہین ثابت کر کے آگے ہونیوالی چیزون کا احوال انسے دریافت کرنا شروع کیا اور شرک پیدا ہوا یہانتک کہ بعضے بنی آدم کے جاہلون نے اس قسم کے وجود کو بلا واسطہ حضرت رب العزت سے سمجھ کر اس ذات پاک کی لڑکیان ان کو قرار دیا ہے نعوذ باللہ من ذٰلک اور ہندونکے اور عرب کے مشرکون کے اور دوسرے کافرونکے مذہبون اور رسمون مین اگر خوب غور اور تامل کر کے دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہو جاوے کہ ان لوگون کا علم اور دریافت اور ہمت سوائے اس سفلانی سطح کے زیادہ نہین ہے بلکہ جاہل مسلمان بھی اس بلا مین گرفتار رہین اور اس عالم کے بعضے شخصون کا پیر نام رکھا ہے اور اکثر غیب کی بات انسے پوچھا کرتے ہین یعنے یون پوچھتے ہین کہ اب آگے ہمارے دن کیسے ہین اچھے یا برے اور ہر کام مین انہین سے مدد چاہتے ہین مثلا روزی کی کشادگی اور اولاد اور دوسری اسیطرح کی چیزین انسے طلب کرتے ہین اور بعضون کا نام پریان رکھا ہے جیسے سبز پری اور لال پری اور بعضون کو پیر ٹھہرایا ہے اور اسی پر دوسرون کو قیاس کر لینا چاہیئے اللہ تعالے سب مسلمانون کو اس آفت سے بچاوے اور توحید کامل نصیب کرے سو جب ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا زمانہ قریب ہوا تو پہلے اس سطح کو جو عالم غیب کی راہ کو مانع تھی توڑ ڈالنا اور دور کر دینا ضرور ہوا کہ انسان کی ارواح کی ترقی کی راہ کھل جاوے اور صاف ہو جاوے اسیواسطے فرشتون کو حکم آلہی صادر ہوا کہ اگر جنات

سطح سفلانی یعنی نیچے کا

آسمان پر آنیکا ارادہ کرین تو ان کو آگ کے انگارون سے مارو اور اوپر آنے نہ دو تاکہ آسمانی احوال پر
سے مطلع نہووین اسی سبب سے ابلیس اور اسکے تابعدارون کو کہ گمراہی اور گمراہ کر دینے کا عہدہ اٹھائے
ہوئے ہین بلکہ ان کی طبیعت برائی ہی کو چاہتی ہے نہایت ذلت اور رسوائی حاصل ہوئی اور جتنے انکے مکر
اور فریب تھے جیسے کبھی کاہنون کو کوئی بات غیب کی بتلاکے اپنی غیب دانی ثابت کرتے تھے اور کبھی شاعرون
کی فکر مین دخل دے کے کوئی مضمون عجیب باریک تراش کر اپنی تعریفین سنتے تھے اور کبھی ہوا ہو کر
بتون کے جسمون مین در آکر عجیب اور غریب آوازین کیا کرتے تھے سو اس ممانعت سے انکے بزرگیون مین خلل
پڑ گیا اور انکی شیخیان جاتی رہین اور بالکل یہہ کارخانہ بیکار ہو گیا اور انہی عجائبات سے ایک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے سو اس کو بھی جنون کی زبان سے ثابت کرتے ہین اسواسطے کہ ایسے کامون مین
جن بہت واقف اور خبردار ہین اور ان کی دریافت زیادہ ہے سو اس سبب سے گویا یہہ سورت سورۂ جن ہے
اسواسطے کہ انہی کے کلام کی تفصیل اس سورت مین بیان ہے جیسے ایمان کی اچھائی اور کفر کی برائی اور
شرک کا رد اور توحید کا اثبات اور شیطان کے مکرون کا دفع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت
کی حقیقت کا اثبات یہ سب باتین جنون کی زبان سے بالتفصیل اس سورت مین بیان کی گئی ہین اور اس سورت
کے نازل ہونیکا سبب یہہ ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہونے کے بعد مکہ معظمہ مین دس برس تک
طرح طرح سے کافرون کو سمجھاتے رہے اور اللہ تعالی کی توحید کی طرف بلاتے رہے پھر جب دیکھا کہ یے لوگ
بالکل ہماری بات کو نہین سنتے اور ہماری نصیحت کو قبول نہین کرتے آخر کو ان کے ایمان سے مایوس ہو کے آپ نے
چاہا کہ اب ان کو چھوڑیے اور بیگانون کو اور غیرون کو نصیحت کیجیے شاید وے راہ پر آوین اس ارادے سے
پہلے آپ طایف کی طرف تشریف لیگئے اور وہان ایک علاقہ بھی تھا یعنے ایک عورت قریش کے قبیلے کی جو جمحی
کے بطن سے تھی طایف کے کسی سردار کے نکاح مین تھی اور طایف مین سب تین سردار تھے ایک عبد یالیل اور
دوسرا مسعود اور تیسرا حبیب لیکن تینون سردار آپ کے ساتھ بدسلوکی اور برائی سے پیش آئے یہانتک
کہ اپنے شہر سے نکال دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوق عکاظ کی طرف اسی نیت سے تشریف لیگئے
کہ شاید یے لوگ ہماری بات سنین اور یہہ سوق عکاظ ایک بازار کا نام ہے پینٹھ کیطور پر تھی سالمین اکٹھے ہوتے

بیسوین شوال سے دسوین ذیقعدہ تک وہان مجمع رہتا تھا اطراف اور جوانب کے لوگ بیع اور شراکیواسطے وہان جمع ہوتے تھے سو اُس طرف جانے مین ایک دن راہ مین آپ نے نخلہ مین مقام کیا تھا اور صبحکو آپ صحابہؓ کے ساتھ فجر کی نماز مین مشغول تھے اور قرأت جہر سے آپ پڑھ رہے تھے اس وقت نو جن اسطرف آ گئے اور وے جو نبو الشیصبان کے فرقے سے تھے جو جنون کے قبیلون مین بہت عمدہ قبیلہ ہے اور شہر نصیبین کے رہنے والے تھے اور اس طرف ان کے آنے کی وجہہ یہہ ہوئی تھی کہ جب آسمان پر جانے سے جن منع کئے گئے اور جب ارادہ اوپر جانے کا کرتے تو آگ کے انگارے ان پر پڑتے تب جنون نے اپسمین مشورہ کیا کہ اسکا سبب کیا ہے جو ہمکو آسمان پر چڑھنے کی ممانعت ہوئی اور وہان کی خبر سے ہمکو روکا ہے پھر آپس مین ایسی صلاح ٹھہرائی کہ تمام دنیا مین مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پھر کر خبر لو اور دیکھو کہ کونسی نئی چیز زمین پر ظاہر ہوئی ہے جسکے سبب سے ہم لوگون کے واسطے اس طور کی ممانعت ہوئی ہے اپنی تدبیر سے اگر کچھہ معلوم ہو جاوے اور اسکا تدارک ہمسے ہو سکے تو اسکے دفع کرنے کا کچھہ علاج کرین سو اُس چیز کی تلاش مین یے نو شخص ادھر تہامہ کیطرف آنکلے تھے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے قرآن شریف اور فرقان منیف کو سنا اور اسکی تاثیر اُنھون نے کے دلون پر پڑی اور اُسکے سنتے ہی ان لوگونکو یقین ہو گیا کہ یہہ کلام اللہ تعالیٰ کیطرف سے اترا ہے اور یہی ہماری ممانعت کا سبب ہے تاکہ کوئی ہم مین سے اُسکو چوری سے آسمان سے سنکر کسی دوسریکو نہ پہنچا دے پھر جب تمام قرأت آپ کی زبان مبارک سے سُن لی تب اپنی قوم کی طرف گئے اور ان کو اس خبر سے آگاہ کیا اور اس جماعت مین جنھون نے قرآن شریف سنا تھا دو سردار تھے ایک کا نام زدیعہ تھا اور دوسرے کا نام عمرو تھا ان دونون کا قصہ تاریخ کی کتابون مین تفصیل سے مذکور ہے بعد اسکے انکے سمجھانے سے نو وے سردار جنون کے نصیبین اور نینوا کے رہنے والونسے اپنے لشکر اور تابعدارون کو لیکر قرآن کو سننے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال اور آپکی صحبت سے مشرف ہونے کو ارادہ کیا جب قریب پہنچے تب زدیعہ نے آگے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ بہت سے جن آپ کے جمال مبارک کے دیکھنے کو اور قرآن شریف کے سننے کو آتے ہین جس مکان مین جو وقت حکم ہووے حاضر ہو وین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وقت شعب الحجون کے نواح اور میدان مین

جمع ہووین اسواسطے کہ دن کو اگر ملاقات ہوگی تو شہر کے لوگون کو دہشت اور خوف حاصل ہوگا اور شعب
الجون ایک پہاڑ کے درے کا نام ہی بڑا میدان ہی مکہ معظمہ کے قریب پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نماز عشا سے فراغت کرکے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کے اسطرف کو تشریف فرما ہوے
جنونکا ہجوم بہت دیکھا اور سب کو مشتاق پایا عبداللہ بن مسعود رض کو درے کے باہر چھوڑا اور ایک خط
اپنے دست مبارک سے اُنکے گرد کھینچکے فرمایا کہ جب تک ہم نہ آوین اس خط کے باہر قدم نہ رکھنا کہ مبادا کچھ
تمکو جنون سے اذیت پہنچے اور آپ وہان تشریف فرما ہوکے اپنے دیدار سے اُن سب کو مشرف کیا عبد
اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مین دور سے دیکھتا تھا انمین سے بعضے گدھ کی شکل کے تھے اور بعضے
زُط یعنے جٹ کی شکل اور طور پر آور یہہ ایک فرقہ ہی بصرہ ۔ کے متصل رہتا ہی ننگے سر اور ننگے پانون رہتے
ہین اور سفید کپڑے سے ستر عورت کو ڈھانکتے ہین اور رنگ انکے بدن کا سیاہ ہوتا ہی اور اُن کے
سر اور داڑھی کے بال دوہرے ہوتے ہین سرخی مایل اور بعضے دوسری شکل کے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے نزدیک ہجوم کیا اور آپ کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوئے صبح تک آپ ان کی تعلیم اور تلقین
مین مشغول رہے پھر اُنھون نے عرض کی کہ تبرک کے طور پر کچھہ ہمکو عنایت فرمائے آپ نے فرمایا کہ مین
ایسا توشہ تم کو دیتا ہون جو قیامت تک تمھاری قوم کو نسلا بعد نسل اور بطنا بعد بطن کام آوے اور
وہ یہہ ہی کہ جہان کہین ہڈی خالی یا اونٹ یا بکری کی مینگنی یا گائے بھینس کا گوبر پڑا ہوا پاؤ اسکو اپنے تصرف
مین لاؤ حق تعالی جلشانہ میری دعا سے تم کو اسمین ایسا رزق اور ایسی لذت عنایت فرماوے گا جو
تمھارے اگلے کھانے پینے سے بڑھ کر ہوگی اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ کوئلے کو بھی آپنے انکو عنایت
فرمایا پھر جنون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان چیزون کو آدمی گندہ کر ڈالتے ہین اور نجاست سے خراب کر دیتے
ہین آپنے فرمایا کہ ہم آدمیون کو منع کر دینگے کہ ان چیزون کو نجاست سے آلودہ مت کیا کرو چنانچہ اسی
وقت سے ہڈی اور خشک گوبر اور مینگنی سے استنجا کرنا منع ہوا اور ان دنونمین جنات کے آپس مین
ایک خون ہوگیا تھا اُسکے فیصلے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا آپنے جو حق بات تھی سو کہدی پھر وے
سب اس پر راضی ہوئے اور جتنے تھے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور آپ مکانکو تشریف فرما ہوئے

اور دوسری مرتبہ بہت سے جن حرا پہاڑ پر جسکو اب جبل نور کہتے ہین جمع ہوئے اور وے جزیرہ کے
باشندے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاس ایک جن کو خبر کرنے کو بھیجا اس شب کو آپ تنہا
تشریف فرما ہوئے تھے اور تمام شب انکی تعلیم اور تلقین مین رہے چنانچہ صبح کے وقت صحابہؓ کو انکی آگ
اور لکڑیان اور دوسری چیزین جو وے چھوڑ گئے تھے آپ نے بتائی تہین اور یہہ صحیح مسلم مین مذکور ہے حاصل
کلام کا یہہ ہے کہ جنونکا آپ کی خدمت مین حاضر ہونا اور دین کی باتون کی تحقیق کرنا کتنے مرتبے ثابت ہے
عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے مین زُط کی قوم کو جب دیکھتے تھے تب خوف کھاتے تھے اور پوچھتے تھے
کہ کیا یے جن ہین لوگونکو تعجب ہوتا تھا اور یہ کہتے تھے کہ یے جن نہین ہین یے تو آدمی ہین تب عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مین نے جس وقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی مین جنونکو اور انکی شکل
اور صورت کا دیکھا ہے اسوقت سے جب یے مجھکو نظر پڑتے ہین مجھکو انہین جنون کا گمان ہوتا کہ شاید یہی
جن ہووین اور یہہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمن کو جب جنون کو
پڑھا تھا تو جنون نے اس سورت کو نہایت موافقت ہوکے سنا تھا اور جب یہہ آیت پڑھتے تھے کہ فَبِاَیِّ
اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ یعنے پھر کس کس نعمتون کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونون اے آدمیو اور جنو تو اسکے
جواب مین وے سب پکار کر کہتے تھے کہ ہم کسی تیری نعمت کی اے پروردگار ناشکری نہین کرتے سو حقتعالی
جلشانہ اس سورت کا مضمون کافرون کو سناتا ہے تاکہ کچھ بھی ان کو عبرت اور نصیحت ہووے اور یہ بات
کو خوب طرح سوچین کہ جنات کی خلقت تابعداری اور فرمانبرداری سے بہت بعید اور دور ہے چاہیئے ہرگز نہین تھا
کہ کسیکے تابعدار ہووین لیکن باوجود اسکے ان کا تو یہہ حال ہے کہ سنتے ہی قرآن کے اسپر ایمان لائے اور پیغمبر کے
فرمانبردار ہو گئے اور دل اور جان سے اسکی تابعداری قبول کی تم لوگ تو ہم جنس ہو تمکو تو چاہیئے تھا کہ آگے
سر کو قدم بناکے دین اسلام مین داخل ہوتے اور رسولؐ کی فرمانبرداری کو خوشی ہوکر دل اور جان سے
قبول کرتے باقی رہے یہان پر دو سوال جنکا جواب دینا ضرور ہے پہلا سوال یہہ ہے کہ اس سورت مین
پہلی لفظ اُوحِیَ اِلَیَّ کی واقع ہوئی ہے اور یہہ جملہ حاکیہ ہے اسکے واسطے محکی عنہ ضرور چاہیئے اور اگر اسی
سورت کو محکی عنہ ٹھہراوین تو وہی مغالطہ جو منطقیون مین جذر اصم کرکے مشہور ہے یعنے مشکل مشہور ہے در پیش ہوتا

ہی اور متحد ہونا حکایت اور محکی عنہ کا لازم ہوتا ہی تو چاہیئے کہ اس سورت کے مضمون کی خبر اس سورت کے
نازل ہونے کے پہلے وحی مین آئی ہو اور یہہ بات واقع کے خلاف ہی سو جواب اس سوال کا یہہ ہی کہ سورت کے
نازل ہونے کے پہلے پانچ آیتین جو سورۂ احقاف مین ہین اور اس قصہ کے اصل ہین وحی ہو چکی تھین اور وے آیتین
یے ہین وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ اور چار آیتین اسکے بعد کی اور یہہ بھی ہو سکتا ہی
کہ پہلے اس سورت کا مضمون بغیر عبارت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر القا کر دیا ہو بعد
اسکے اس سورت کو اس عبارت سے نازل کر کے حکم فرمایا ہو کہ اس وحی کے مضمون کو اور اس عبارت کو کافرونکے
سامنے بیان کرو تا کہ اسکو قرآن کی حقیت اور تمھاری نبوت پر دلیل پکڑین اور انکار کو چھوڑین دوسرا سوال یہہ
ہی کہ جنون کے قول سے تیرہ باتین اس سورت مین بیان فرمائی ہین سو پہلے کلام مین حرف ان کا ہمزہ کے زیر سے
آیا ہی یعنے یون فرمایا ہی اِنَّا سَمِعْنَا اور دوسرے بارہ کلمون مین اَنَّ کا ہمزہ مفتوح ہی یعنی زبر ہی اور
قول کے مقولہ مین اَنَّ مفتوح نہین آتا ہی بلکہ اِنَّ مکسور آتا ہی سو اسمین عربیت کے قاعدیکا خلاف لازم آتا ہی
اسکا جواب یہہ ہی کہ پہلا کلام یعنے اِنَّا سَمِعْنَا یہہ صریح جن کا مقولہ ہی اسمین ہمزہ کا مکسور لانا ضروری ہی سو موجود
ہی اور باقی بارہ کلمون مین ضرور نہین ہی اسواسطے کہ وے فاصلہ کے سبب سے صریح مقولہ نہین ہی بلکہ وہان
اذکروا یا اُخبروا کی لفظ مضمر ہی اور ان سبکا عطف قالو پر ہی اور ان کے ہمزہ کو بعد معنی قول کے فتحہ
لازم ہی اور اسکے بعد جو بارہ کلمے ہین جیسے وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور اسکے سوائے
یے سب جنون کے قول مین داخل نہین ہین بلکہ یے وحی مین داخل ہین اور اِنَّهٗ استمع پر معطوف ہین

واللہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
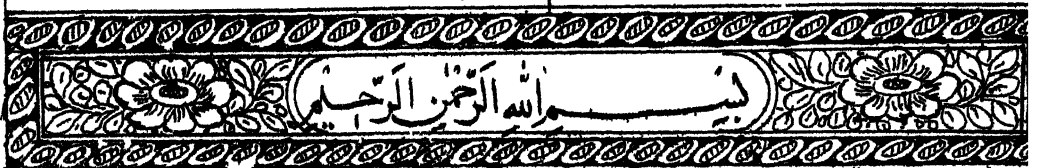
کہہ تو اے پیغمبر کہ اگر تمھارے دلون مین یون سمایا ہی کہ آدمیون کا عاجز ہونا اس کلام سے اس سبب سے ہی
کہ یہہ کلام جنکا ہی اور آدمی جن کے برابر کلام بنا نہین سکتے تو جنون کا حال سنو کہ جنون نے اس کلام کے سنتے ہی
اسکے اعجاز کا اقرار کیا اور یہہ جنون کا اقرار کرنا میرے پاس جنون کے واسطے سے نہین پہنچا ہی تا کہ اس

خبر مین احتمال صدق اور کذب کا ہو بلکہ حقتعالٰے کی طرف سے وحی کے طور پر مجھپر نازل ہوا ہے اسواسطے کہ اُوحِیَ اِلَیَّ اَنَّہٗ وحی کی گئی ہے میری طرف اس مضمون کی کہ جنون نے اس کلام کے معجز ہونیکا اقرار کیا اور یہہ اقرار اس طور کا نہین ہے کہ اس کلام کو سرسری سُن کے بدون سمجھے بوجھے اسکی فصاحت اور بلاغت کے اسکے اعجاز کا اقرار کر لیا ہو بلکہ اَسْتَمَعَ نہایت توجہ سے کان رکھکے سُنا ایک دو نے نہین کہ انکے اقرار پر اعتماد نہو بلکہ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ بڑی جماعت نے جنون سے جن کی خبر کو حکم تواتر کا ہے اور جب ایک امر وجدانی سے اسقدر بہت لوگ خبر دیوین تو اس خبر کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور یہہ خبر جنون نے کچھ مجھی کو اور دوسرے آدمیون کو فقط نہین دی ہے تا کہ کسی کی پاسداری اور خاطر داری کا احتمال ہووے بلکہ ان جنون نے اپنی قوم مین جا کر یہہ خبر پہنچائی فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا پھر کہا بیشک ہمنے سنا ہے قرآن یعنے ایک پڑھنے کی چیز یہان پر جاننا چاہیئے کہ دنیا مین کتابین تصنیف کی ہوئین دو قسم کی ہوتی ہین ایک قسم تو فقط خواندنی ہوتی ہے جس مین خدا کا ذکر بہت ہو اور اللہ تعالٰے کی وے صفتین اور مدحین اسمین ہووین جو دقّت طلب نہ ہووین بلکہ عقل کے نزدیک ظاہر اور عام فہم ہووین جیسے اذکار امام نووی اور حصن حصین اور اَوراد فتحیہ اور اس قسم کی دوسری کتابین جن مین اللہ تعالٰے کے کھلے کھلے وصف بیان ہین اور دوسری قسم وہ ہے جو دیدنی ہوتی ہے یعنے بدون مطالعہ اور غور کے اسکا مطلب بوجھ مین نہین آتا جیسے عقاید اور حدیث اور فقہ اور سلوک اور دوسرے دینی علمون کی کتابین کہ ان مین حقتعالٰے کی دقیق اور باریک صفتین اور مدحین جو عام کے فہم سے باہر ہین اور عجایب اور غرایب اسکی قدرتین اور صفتین اور دنیا اور آخرت کے حکم اور انبیا اور اولیا اور دوسرے اسکے خاص بندون کے احوال اور ایسے مسئلے اور قاعدے جو ان چیزونکے بوجھنے اور سمجھنے مین کام آوین بلکہ واسطہ پڑین یے سب ان مین مندرج ہین اور یہہ حقتعالٰی کا کلام جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اسطرح کا ذکر اور صفات الٰہی سے پر ہے کہ سب عالم کے بلکہ آدمیونکے فہم مین آتا ہے اور ہرگز عقل کے نزدیک اس مین کسی طور کی پوشیدگی پائی نہین جاتی اور کوئی آیت اس کلام پاک کی بلکہ کوئی جملہ طویلہ اس کا ذکر الٰہی سے خالی نہین ہے اسیواسطے اس کلام کا نام قرآن رکھا ہے اسواسطے کہ اذکار اور اوراد کے حکم مین ہے لیکن جنون

نے جب یہہ کلام سُنا اور بوجھا کہ یہہ کلام ذکر اور ورد ہے تو اسکے ساتھ ہی ایک بات اور بھی انھون نے اس سے بوجھی اور کہا کہ عَجَبًا یعنے ایک ذکر ہے لیکن نہایت عجیب اور غریب نکات کو شامل ہے اسواسطے کہ با وجود ذکر ہونے کے حقایق الہیّہ اور کونیّہ کے دقیقون کو جامع ہے اور بہت ہی عمدہ داناؤن کیسی اسکی تقریر ہے کہ ہر چیز کی کنہین اور باریکیان خوب توضیح سے بیان کی ہین پھر اگر اسکے وعظ اور نصیحت کے کلمون مین تامل اور غور کیجئے تو وے بھی بہت ہی دلچسپ اور مناسب ہین اور خطابت کے طریق کو اس مین انتہا درجے کو پہنچایا ہے پھر اگر اسکے عمدہ مضامین مین خوب غور اور تامل کیجئے تو عجیب لفظون مین ان مضمونونکو بیان فرمایا ہے کہ ہرگز کسی مخلوق کا کلام اس اسلوب کا پایا نہین جاتا اسواسطے کہ یہہ کلام نہ نظم ہے نہ مسجع نثر ہے لیکن با وجود اسبات کے تشبیہ اور استعارہ کی رعایت اس خوبی سے اس مین کی ہے کہ انتہا درجیکی فصاحت اور بلاغت کے رتبے کو پہنچا ہے اور ان سب سے علاوہ یہہ ہے کہ یَهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ راہ دکھاتا ہے صواب اور بہتری کی اور روح مین بڑی تاثیر کرتا ہے اور اپنے معنون کو روح مین منقش کر دیتا ہے اور مدرکہ کو اسطور سے منوّر کر دیتا ہے کہ اسکی تاثیر تمام قوتون کو غضبیّہ ہون یا شہویّہ سب کو گھیر لیتی ہے بس یہہ کلام ورد اور ذکر کا بھی حکم رکھتا ہے اور معلّم اور استاد کا اور پیر اور مرشد کا بھی اور با وجود اسکے اس قسم کا یہہ کلام نہین ہے کہ فکر اور تخیلات سے علاقہ رکھے یا عقلی قیاسون سے نکلا ہو یا وہمی اور خیالی مقدمون سے مرکب ہو بلکہ نہایت ہی عمدہ عجائبات اور غرائبات کو شامل ہے فَاٰمَنَّا بِهٖ پھر ایمان لائے ہم اس کلام پر اور جان لیا ہمنے کہ اس قسم کا کلام نہوگا مگر حقتعالےٰ کیطرف سے اور اگر با وجود ایسی تاثیر اور ایسی خوبی اس کلام کی بوجھنے کے بعد بھی اس کلام کو کلام الٰہی نہ جانین ہم بلکہ اس کلام کو حقتعالےٰ کے غیر کیطرف سے جانین کہ دوسرا بھی اس قسم کا کلام بناکر نازل کر سکتا ہے تو گویا شرک کو ثابت کیا ہمنے وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا اور ہرگز ہم شریک نکرینگے اپنے پروردگار کے ساتھ کسیکو اور یہہ بھی جنون نے ذکر کیا کہ پروردگار مطلق وہ ہے کہ عظمت اور بزرگی انتہا درجکی اس مین پائی جاوے اور کوئی اسکی برابری نہ کر سکے وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا اور بیشک حال یہہ ہے کہ بہت ہی بلند ہے بزرگی ہمارے پروردگار کی اتنے کہ کوئی اس کا

شریک ہو سکے اور یہی وجہہ ہی جو مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا نہین لیا ہمارے پروردگار نے عورتکو اور نہ لڑکے کو اسواسطے کہ عورت اکثر خانگی کامو نمین مرد کے شریک ہوتی ہی اور لڑکا باپ کے مال اور ملک مین شریک ہوتا ہی اور اللہ تعالی پاک ہی اسبات سے کہ کوئی بزور اس کا شریک ہوجاوے یا کسی کو وہ خود اپنی رضا سے اپنا شریک کرلے اسواسطے کہ دونون قسم کی شرکتون مین انتہا درجے کی عظمت کا نقصان ہی اور یہہ بھی ہوا کہ قرآن شریف کے سننے کے پہلے جو انکے دلون مین بری باتین گڑی ہوئی تھین جسطرح انکے اعتقاد مین یہہ تھا کہ بعضے اسکے بندے اسکے کارخانے مین شریک ہین یا بعضے اسکی اولاد ہین یا بعضے اسکی جورو ہین سو ان سب باتون سے توبہ کی اور اس کا عذر اسطور سے بیان کیا وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا اور بیشک حال یہہ ہی کہ کہتے تھے احمق لوگ ہم مین سے اللہ تعالی پر ایسی بات جو اسکی شان سے بہت بعید ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ابلیس اور دوسرے جن جو اسکے تابع تھے بڑے اعتقاد حق تعالی کی جناب مین رکھتے تھے اور اسکے مخلوقات مین سے کسیکو اللہ تعالی کی جورو ٹھہرایا تھا اور کسی کو اسکی اولاد اور بعضون کو اس کا شریک ٹھہرایا تھا اور اللہ تعالے کی خاص صفتین انہین ثابت کرتے تھے اسطور سے کہ بعضون کو کہتے تھے کہ یہہ شخص قدرت کاملہ رکھتا ہی جو چاہے سو کر سکتا ہی اور بعضون کے علم محیط جانتے تھے یعنے دور اور نزدیک کھلا اور چھپا سب اسکے نزدیک برابر ہی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہین ہی اور بندون کو اپنے فعل کا خالق جانتے تھے اور بعضون کو ایسا جانتے تھے کہ اگر کوئی مشکل کیوقت اُن کو پکارے تو وے غیب سے اس کی مدد کرکے اوسکی حاجت روائی کر سکتے ہین اور بعضون کو عبادت کا مستحق جانتے تھے یعنے انکے واسطے عبادت کرنا ضروری ہی جیسے سجدہ کرنا یا اُن کے نام کا روزہ رکھنا اور سوائے اسکے اور بعضونکو ذکر دایم کا مستحق جانتے تھے یعنے انکے نام کو ہر وقت جپنا بڑا ثواب رکھتا ہی اور بعضونکو ایسا جانتے تھے کہ اُن کے نام پر جانور کو ذبح کرنا بڑا ثواب ہی اور وے اسکے مستحق ہین اور مال کو کسیکے نام پر خرچ کرنا اور نذر اور ہدیہ اسکو پہنچانا اسکو اُسکی نزدیکی اور خوشی کا سبب جانتے تھے اور بعضون کو ایسا جانتے کہ اگر لوگ اپنے تئین ان کا بندہ اور پرستار کہین تو درست ہی اور وے اسکے مستحق ہین اور اسیطرح کے بہت سی باطل چیزونکے معتقد تھے سو اب ہم قرآن

شریف کے سننے سے ہمکو معلوم ہوا کہ وے سب اعتقاد ہمارے بے اصل اور باطل تھے اللہ تعالی ایسے فاسد
اور برے اعتقادوں سے بری اور پاک ہی اور اس اپنے باطل اعتقادوں سے عذر کرنیمین یہہ بھی جنون نے
بیان کیا کہ وَأَنَّا ظَنَنَّا اور بیشک ہمنے گمان کیا تھا کہ أَن لَّن تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ ہرگز نہ کہین گے آدمی
اور جن جرأت کرکے اور بے باک ہوکے عَلَى اللَّهِ كَذِبًا اللہ پر جھوٹھ کو انکے کلام کا حاصل یہہ ہی
کہ ہم اتنی مدت تک ایسے باطل اعتقادونمین جو پھنسے رہے اس کا سبب یہہ تھا کہ ہمنے تقلید کی تھی ان
لوگون کی جو عقل اور دانائی مین سارے جہان سے ممتاز تھے اور حق اور باطل کے دریافت کرنیمین اپنے تئین یکتائے
زمانہ جانتے تھے اور ہمنے یہہ جانا تھا کہ اس قدر جماعت کثیر جن اور انس سے کہ ہر ایک انمین سے عقل اور دانائی
مین کسیکو اپنا ثانی نہین جانتا ہی اور ہر بات کی تہ کو پہنچنے مین ہر ایک اپنے تئین دوسرے سے بڑھ کر جانتا ہی
سوایسے عاقل اور فہمیدہ لوگ سب کے سب ایکبارگی کسی بڑے شخص پر مخلوقات سے جھوٹھ نہ باندھین گے
پھر ایسے شخصون سے اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھنا جو سب بڑون سے بڑا ہی اور اسکی عظمت اور بزرگی
کے سامنے کسیکی عظمت اور بزرگی پاسنگ کو بھی نہین پہنچتی ہی کسیطرح ممکن نہین ہی اور ہرگز یے لوگ
ایسی جرأت اور بے باگی نہ کرین گے لیکن ان لوگون نے بڑی جرأت اور بیباگی کی کہ اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھا
اور اس انکی جرأت اور بیباکی کا سبب بھی ہمنے دریافت کیا اور اس سبب کو جنون نے یون بیان کیا وَأَنَّهُ
كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ اور بیشک تھے بہت لوگ آدمیون سے کہ باوجود مرد ہونے کے کہ عقل کا کمال اور دلکی
قوت اور بیخوفی مرد کو لازم ہی يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ پناہ مانگتے تھے جن کے فرقے کے مردون سے
اور یہہ ان کا پناہ مانگنا کئی قسم کا تھا پہلا طور پناہ مانگنے کا یہہ تھا کہ جب کوئی مرض ان کو لاحق ہوتا تھا تو
وے جانتے تھے کہ یہہ جن کی بدنظری کا اثر ہی سو اس جن کیواسطے کھانا اور خوش بو اور بخور تیار کرکے
جس جگہہ پر جاتے تھے کہ یہان جنون کے آنیکا گمان ہی وہان وے چیزین رکھدیتے تھے تاکہ اس چیز کو
رشوت کیطور پر قبول کرین اور ہمکو ایذا پہنچانے سے باز آوین اور دوسرا طور پناہ مانگنے کا یہہ تھا کہ شکل
اونکی جیسی چیزون مین ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور انکے نام کو وظیفے کے طور پر جپا کرتے تھے اور ان ترا(شی ہوئی)
صورتون پر جن کو انہی جنونکے نام کا ٹھہرایا تھا اور ان کو بت کہتے تھے نذرین اور ہدیے اور قربانی چڑھاتے تھے تیسرا

پہلا طور پناہ مانگنے کا جنونسے ... (marginal handwritten note)

طو یام طا

طور یہہ تھا کہ جب کسیکو ان مین سے آگے کی بات دریافت کرنا منظور ہوتا تھا تو کاہنون پاس جاتے اور انسے
پری خوانی کرواتے یعنے جو جنون کے بلانے کا طور ہے جیسے مکانون کو صاف کرنا اور پھول رکھنا لوبان جلانا راگ
کرانا تاکہ اس سبب سے جن اسجگہہ آکر حاضر ہون اور اس چیز کی جو مطلوب ہے خبر دیوین کہ فلانی چیز یون ہو گی
اور فلانی چیز یون چوتھا طور یہہ تھا کہ جب سفر مین کسی جنگل یا پہاڑ یا مکانمین اُترتے تو جنون کے بادشاہون
اور سردارونکے نام لیتے اور انسے پناہ اور مدد چاہتے تاکہ اس مقام پر ان کے تابعدارون سے کوئی صدمہ ہمکو
نہ پہنچے اور اس مضمون کے کچھ کلمات بنا رکھتے تھے اسکو پڑھتے تھے جیسے دُہائی لونا چمار کی یا کلوا بیر کی
اور اسی طور کے دوسرے کلمات اب بھی مشہور ہین اور انکے اعتقاد مین یون سمایا تھا کہ جب ان کی پناہ مین
آگئے تو اب سب بلاؤن سے محفوظ رہین گے پانچوان طور یہہ تھا کہ اُن کی تعریفین اور خوشامد اور چاپلوسی
کیا کرتے تھے اور نذرین اور ہدئے اور اچھے اچھے کھانے انکے نام پر دیکر انکو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے تاکہ وے
عاجزی اور احتیاج کے وقت اس حیلے سے انکے کام آوین اور ان کی مدد کرین چنانچہ کردم بن السائب اپنے باپ
سے کہ وے صحابی تھے روایت کرتے ہین کہ ان کے باپ کہتے تھے کہ سفر مین ایک مرتبے ایک عجیب چیز دیکھنے
مین آئی کہ جنگل مین ایک شخص بکریان چراتا تھا ایک بھیڑیا آیا اور اسکی بکریونمین سے ایک بکری کو اٹھا لیگیا
اس شخص نے ایک جن کا نام لیکر پکارا کہ اے فلانے جلد آؤ کہ بھیڑیا میری بکری کو لئے جاتا ہے اُس آواز کے
ساتھہ ہی سناکہ ہمنے کوئی شخص کہتا ہے کہ اے بھیڑئے اسکی بکری کو چھوڑ دے پھر اسیوقت بھیڑئے نے
اس بکری کو چھوڑ دیا بلکہ جہان سے لیگیا تھا اسی جگہہ پہنچا کر چلا گیا فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا پھر زیادہ کیا ان
آدمیون نے جنون کا تکبر اور غرور اسواسطے کہ جنون نے جانا کہ خدا کے بندے انکا مومنین جو ہماری طرف
محتاج ہوتے ہین اور ہم انکی کام روائی کردیتے ہین اور بعضی بلائین اور آفتین جو خدا تعالے انپر بھیجتا ہے ہم
انسے دفع کردیتے ہین تو ہمکو بھی شاید خدائی کارخانے مین ایک طرح کی شرکت اور دخل ہے اور اگر مستقل
اور بلا واسطہ شرکت ہمکو نہین ہے تو فرزندی کی نسبت تو ہمکو اللہ تعالی سے بے شبہ ثابت ہے اور ہم لوگ
محض بندے نہین ہین اور یہی سبب ہے کہ اپنے محض بندون کو ہمارے سپرد کیا ہے اور ہم ان کی کام روائی
کرتے ہین اور آدمیون نے یہہ جانا کہ یے غیب کے لوگ جو ہمارے وقت پر کام آتے ہین اور ہماری حاجت روائی

کرتے ہین تو انکو ربوبیت مین بھی کچھ شرکت ہے اور یہہ لوگ محض بندگی کا علاقہ حق تعالیٰ سے نہین رکھتے
ہین بلکہ یے لوگ یا تو اللہ تعالیٰ سے فرزندی کا علاقہ رکھتے ہین یا اسکے ولی عہد ہین یا اسکے کارخانون
کی خدمت انکے سپرد ہے اگر ایسا نہوتا تو ہم لوگون کو باوجود بندگی مین برابر ہونیکے ان کا محتاج کاہیکو کرتا
سوان دونون کی فہمید کی غلطی سے اس قسم کی استعانت اور اعانت یعنے مدد چاہنا اور مدد کرنا جنون اور
آدمیون مین واقع ہوا اور یہہ سمجھ ایسے باطل اور جھوٹھے اعتقادون کی جرأت کا سبب پڑی اسیواسطے حدیث
شریف مین جنون سے استعانت اور مدد لینے کو کسی طور سے منع فرمایا ہے اور یون ارشاد ہوا کہ جس
کسیکو سفر مین یا شہر مین یا بیماری مین جنونکا کچھ خوف ہووے تو اسکو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء
حسنیٰ سے تعوذ کرے اور اسکی پناہ مین آوے اور یون کہے اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ
قُل رَّبِّ اَعُوذُ بِکَ مِن ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِینَ وَاَعُوذُ بِکَ رَبِّ اَن یَّحضُرُونَ یعنے پناہ چاہتا ہون مین
اللہ تعالیٰ کے شیطان راندے گئے سے کہہ تو اے رب مین تیری پناہ چاہتا ہون شیاطینون کی چھیڑ سے
اور تیری پناہ چاہتا ہون مین اس سے کہ میرے پاس آوین یے اور معوذتین پڑھے یعنے قل اعوذ برب الفلق اور
قل اعوذ برب الناس یا دوسری اسی طور کی آیتون کو پڑھے اور یہہ دعا بھی پڑھے اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ
التَّامَّاتِ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ یعنے پناہ مین آیا ہون مین اللہ تعالیٰ کے پورے کلمون کی برائی سے اس چیز کی
جسکو پیدا کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ ان دعاؤن کے پڑھنے سے جنات کے آسیب سے محفوظ رہیگا اور جنونکے
نام سے کسی جانور کو ذبح کرنے کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت منع فرمایا ہے اور وے افسون
اور منتر جسمین جنونکے بزرگون اور سردارونکا نام ہو انکے پڑھنے سے بھی بہت منع فرمایا ہے سو اسواسطے کہ
شرک کی اصل انہی معاملون سے پیدا ہوئی ہے اور بنی آدم اور جنات کی خرابی کا سبب پڑی گویا یہہ شرک
کا بیج ہے اور جو جنات کی اصل پیدایش آگ کا مادہ ہے اسی سبب سے انمین تکبر اور غرور اور شرارت
اور نافرمانی اور اپنے تئین سب سے بڑا جاننا بلکہ اپنے کو معبود قرار دینا ان کی پیدایشی اور خلقی بات ہے
اور ان چیزونکو بالطبع دوست رکھتے ہین اور جب اس قسم کا معاملہ آدمی انکے ساتھ کرتے ہین تو وے بھی
اپنی طاقت بھر آدمیون کی حاجت روائی مین قصور نہین کرتے ہین تاکہ ان کی بزرگی اور عظمت آدمیونکے دلونمین

جم جاوے اور شرک کے درخت کو سبزی حاصل ہووے اور پہلے اپنے تئین مکرا ور فریب سے سبز رگون کی پاک روحون مین ظاہر کرتے ہین اور ان سبز رگون کا نام اپنا رکھتے ہین تا کہ آدمی وہ نام سنکے جلدی گرویدہ اور فریفتہ ہو جاوین اور کسیطرح سے انکار نہ کرین آخر کو رفتہ رفتہ جب یہہ بات آدمیون کے دلونمین خوب بیٹھ گئی اور یہہ اعتقاد پکا ہوا تب اپنی خباثت اور بد طینتی ظاہر کرتے ہین اور صریح شرک کروانے لگتے ہین اور لوگ اس فریب سے غافل ہوکے ان کی فرمانبرداری کو اپنا فخر سمجھتے ہین بلکہ اسکو کرامت جانتے ہین اور یہہ بلا اسطرح کی پھیلی ہی کہ جتنے فرقے بنی آدم کے ہین سب کو گھیر لیا ہی یہان تک کہ امت مرحومہ مین بھی اس امر نے رواج تمام پایا ہی اور یہہ مرض تمام عالم مین پھیل گیا ہی اللہ تعالی اس امت مرحومہ پر رحم کرے اور توفیق خیر کی عنایت کرے اور اس بلا سے ہر مسلمان کو بچاوے العیاذ باللہ من ذلک اور جو یہہ معاملہ انسان اور جنات کے درمیان مین مدتون تک جاری رہا یعنے آدمی پناہ اور استعانت سے اور ہر کام کو جنون کی طرف رجوع کرنے سے باز نہین آتے تھے حالانکہ یہہ جانتے تھے کہ ہم سب آدمی ہون یا جن خدا کے بندے ہین ہم کو ہر کام مین اسی مالک الملک کی طرف رجوع اور التجا کرنا چاہیے نہ ہمچشمون کی طرف اور جن بھی اپچھانے اور گمراہ کرنے سے اور تکبر اور غرور اور الوہیت کے دعوے سے دست بردار نہین ہوتے تھے اور یہہ نہین بوجھتے تھے کہ اگر ایک مالک کے بندے آپس مین ایک دوسر کی طرف کسی کام مین محتاج ہوئے اور دوسرونے انکی حاجت روائی ہوئی تو یہہ نہی ہی مگر اسی مالک کے کرم اور فضل اور اعانت سے پھر اسمین تکبر اور غرور کرنا اور اس کام پر رشوت لینا اور اپنے تئین مالک اور مختار جاننا بلکہ مالک کے کارخانیکا شرک جاننا کسیطرح سے درست نہین ہی اور عقل کے خلاف ہی سو جنون نے اس معاملے کے سبب کے بیان مین یہہ بھی ذکر کیا وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا اور یہہ کہ گمان کیا ان آدمیون نے كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسا گمان کیا تمنے اے جنون اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کہ نہ زندہ کرے گا اللہ تعالی کسی کو جن ہو یا آدمی عملون کی جزا اور سزا کے واسطے اور اچھائی اور برائی کی پرستش اور حساب کتاب کے واسطے سو اس سبب سے آدمیون نے یہہ چاہا کہ جسطرح سے ہوسکے اپنی حاجت روائی کیا چاہیے اور دنیا کی زندگانی مین اپنی بلاؤن اور مصیبتون کو دفع اور دل کی خواہشون اور فایدون کو حاصل کیا چاہیے

اگرچہ اسمین شرک اور ناشکری بھی ہو جاوے اور مالک ناراض اور خفہ بھی ہو جاوے اور جنون نے پہنچا کہ اپنا نام حاصل کیا چاہیئے اور مشکلکشائی اور حاجت روائی کا منصب اپنے واسطے ثابت کیا چاہیئے اگرچہ اس مین اپنے مالک کے کارخانے مین دخل بھی بوجھا جاوے بلکہ شراکت کا دعوےٰ بھی پایا جاوے اور اس کا سبب یہہ تھا کہ دونون کے اعتقاد دون مین یہہ سمایا تھا کہ مرکے اٹھنا نہین ہے اور مالک کی پرسش کا خوف اور حساب کتاب کے سمجھانے کی دہشت نہین ہے آور اس بات کے ثابت کرنے مین کہ یہہ قرآن آسمان سے اترا ہوا ہے زمین والون کا کلام نہین ہے کہ کسی انسان یا جنات نے بنا لیا ہو ان جنون نے یہہ بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ اور یہہ کہ ہمنے چھوا اور ٹٹولا آسمان کو یعنے اسقدر آسمان کے متصل ہم پہنچے کہ گویا اسکو ہاتھ سے چھو لیا اور جب ہم کو ان راہون سے جدھر ہمیشہ آسمان پر جایا کرتے تھے ممانعت ہوئی تو ہم نے چاہا کہ کوئی دوسری راہ ڈھونڈھکے نکالئے اور اس راہ سے آسمان کے اوپر جا کے حقیقت حال کی معلوم کیجئے کہ ہماری ممانعت کا تشدد اسقدر کسواسطے ہوا ہے فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ پھر پایا ہمنے اس آسمان کو بھرا ہوا اور کسی راہ کو خالی نہ پایا حَرَسًا شَدِيْدًا نگاہبانون اور چوکیدارون سے جو بہت سخت اور زورآور ہین اور وے فرشتے ہین کہ ہم کو ہرگز انکے مقابلہ کی طاقت نہین ہے اور سوائے اُسکے ہر ایک راہون مین آسمان کے ایک اور آفت ہے وَّشُهُبًا اور آگ کے انگارے دہکتے دوڑتے ہوئے کہ وے نگہبان اور چوکیدار ہمکو انسے مارتے ہین اور جلاتے ہین چنانچہ معمر نے زہری رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا کہ قرآن شریف کے اترنے کے پہلے ایام جاہلیت مین بھی ایسطور سے یہ انگارے معلوم ہوتے تھے انھون نے کہا کہ ہان تھے لیکن اس کثرت سے نہ تھے جیسے بعث اور قرآن مجید کے نازل ہونے کے وقت سے شروع ہوئے ہین آور پہلے کسی دوسری غرض کے واسطے تھے اور اب شیطانون اور جنون کے مارنے اور ہنکارنے کے واسطے مقرر ہوئے ہین آور احتمال اسبات کا کہ یہہ آسمان کی زیادتی نگہبانی شاید کسی دوسری چیز کے واسطے ہو جنس کلام کی مخالفت کیو اسطے نہوا اور اگر بالفرض جنس کلام کی محافظت کے واسطے ہو لیکن شاید فرشتون کے کلام کی محافظت کے واسطے ہو جو اپنے مجمع اور مجلسون مین بیٹھکر کسی مطلب کی تدبیر کے واسطے آپسمین کچھ باتین کیا کرتے ہین

نہ اس کلام الٰہی کی محافظت کے واسطے سو اس شبہہ کے باطل کرنے کے واسطے اور اصل مطلب کو یعنے یہہ ممانعت کلام الٰہی کے واسطے ہوئی ہی اسکو ثابت کرنے کے واسطے جنون نے یہہ بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ اور یہہ کہ ہم بیٹھتے تھے قدیم سے آسمان کی معین جگہون مین جو فرشتون کے مجمع اور مجلسونکے قریب تہین ان فرشتون کے کلام کے سُننے کے واسطے اور اُنکے کلام کی محافظت اور ممانعت کبھی ہمسے نہین ہوئی دوسری کوئی چیز ہم آسمان سے چرا کر لاتے نتھے جسکے واسطے اسقدر محافظت ہوئی ہو کہ ہر طرف سے ہمارا گذر بند کر دیا گیا اور ملایکہ کے کلام کی محافظت کے واسطے اسقدر شدت ممانعت کی خیال مین نہین آتی ہی اسواسطے کہ ملائکہ کا کلام اب بھی ہم آسمان کے نیچے سے سن آتے ہین لیکن آسمان پر ہمکو جانے نہین دیتے فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پھر جو کوئی اسوقت مین کان لگاتا ہی سُننے کے واسطے یعنے جبسے قرآن شریف کا نزول شروع ہوا ہی سو اگرچہ اپنی معین جگہہ تک نہ پہنچے بلکہ دور ہی سے کان لگاوے اور سننے کا ارادہ کرے تو اسیوقت يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا پاتا ہی اپنے واسطے آگ کے انگارے کو گھات مین لگا ہوا سو معلوم ہوا کہ اسقدر تقید اور تشدد ہماری ممانعت کا نہین ہی مگر اس کلام الٰہی کی محافظت کیواسطے تاکہ ہماری ناپاک زبانون پر جاری نہو وے اور غیر جگہہ پر نہ پہنچے اور کسیطرح سے اس کا معارضہ اور مقابلہ کسی سے نہو سکے غرض یہہ ہی کہ نہایت عظمت اور بزرگی اس کلام کی ثابت ہوتی ہی جو دوسرے کسی کے کلام مین یہہ عظمت اور بزرگی ہو نہین سکتی اور یہہ بھی ثابت ہوا کہ یہہ کلام پاک آسمان سے اترتا ہی اور آسمان ملائکہ کے رہنے کی جگہہ ہی وہان کذب اور دروغ اور جھوٹھ اور افترا اور بندش کسی طرح گنجایش نہین رکھتی اور جو حکم اس کلام پاک مین ارشاد ہوا ہی وہ بلاشبہہ حق ہی اور حقتعالی جلشانہ کی طرف سے وہ حکم ہوا ہی اور یہہ معاملہ جو آدمیون اور جنون مین جاری ہو رہا تھا یعنے جن آسمان پر جاکے زمین کے کامون کی تدبیرین فرشتون کی زبانی سن آتے تھے اور اسیکی موافق آدمیون سے انکے مطلب کے موافق بیان کرکے گویا ان کی حاجت روائی مین معین اور مددگار ہوتے تھے اور آدمی بھی ان کے کہنے پر اعتماد کرکے آگے ہونیوالی چیزون کا حال دریافت کرتے تھے اور اپنی اچھائی اور برائی اس سبب سے معلوم کرکے اپنے بہتری کی تدبیر کر لیتے تھے اور ظاہر مین اسکو اپنے بڑے فایدے کی چیز جانتے تھے اور

اسی سبب سے جنون کی تعظیم اور توقیر حد سے زیادہ کیا کرتے تھے اسواسطے کہ اپنی حاجت روائی کا وسیلہ
انہی جنون کو سمجھتے تھے گویا دربار الٰہی مین جنات ان کی طرف سے وکیل بھی تھے اور جاسوس اور بھیدی بھی
تھے اور اس معاملہ کے جاری ہونے کے سبب سے دونون فرقون کو بڑے بڑے فایدے تھے سو اس
معاملے کے درہم برہم ہو جانے کے بیان مین حیرت کیطور پر جنھون نے یہہ بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ
اور یہہ کہ ہم نہین جانتے ہین کہ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ آیا برائی کا ارادہ کیا ہی زمین پر رہنے والونکے
ساتھہ جو یہہ معاملہ یعنے غیب کی باتین دریافت کرکے دوسرون کو بتانا موقوف کیا اور آسمان پر جانیکی
راہین بالکل بند کر دین گئین تاکہ اپنی مصیبتون اور آفتون کا حال کسیکو معلوم نہو انہی بلاؤن مین گرفتار رہین
اور سب کی حاجتین بند ہو جاوین کوئی کسی کی فریاد رسی نہ کر سکے اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا یا ارادہ کیا
ہی ان لوگون کے ساتھہ انکے پروردگار نے بہتری اور ہدایت کا یعنے یہہ چاہا ہی کہ جنون کی وکالت
اور میانجی گری موقوف ہو جاوے اسواسطے کہ جنون نے رشوت لینے کی اپنی عادت ڈالی ہی بلکہ خدائی کارخانے
مین شرکت کا دعوے کرتے ہین اور سوائے اسکے طرح طرح کی برائیان انسے صادر ہوتی ہین سو اس کام
سے ان کا معزول اور موقوف ہونا بہتر ہی اور اس کام کے سرانجام کیواسطے فرشتے اور اولیا اللہ اور شہدا
کی طیب اور پاکیزہ روحین مقرر کیا چاہئیے کہ وے خدتعالیٰ کے حکم سے اس وکالت اور سفارت کے کام
کو سرانجام کو پہنچاوین اور آدمیون کی ترقی کی راہین اور امور غیبیہ سیکھنے کے طریق کو صاف کر دین تاکہ
آدمی خود اس درگاہ کے روشناس ہو جاوین اور اپنی غرض آپ کر لیا کرین اور ان دغاباز اور چور
وکیلون کے خوف سے خلاصی پاوین اسواسطے کہ آدمی کی اصل پیدایش اور خلقت اسی بات کو چاہتی ہی
اور راہ مستقیم بھی یہی ہی اور جو نوع انسان کو یہہ ترقی حاصل ہوگی تو ان کی موروثی خلافت کے معنے
بھی تمام ہو وینگے وہ خلافت جو انکے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی اور جسطرح زمین کی
خلافت اور سلطنت سے جنّات معزول اور موقوف ہوئے ہین اسیطرح وکالت اور سفارت اور مختاریکے
عہدے سے بھی موقوف ہو وین اور جس کام کی بنا ان کے باپ یعنے حضرت آدم علیہ السلام ڈال گئے ہین سو اسکو
یہ سعادتمند فرزند انجام کو پہنچاوین اور اپنے باپ کے دشمنون اور حاسدون سے قرار واقعی عوض اور بدلا

لیوین اسی سبب سے جنون نے کلام مین شر کے مقابلہ مین رشد کے لفظ لائے ہین نہین تو ظاہر یہہ ہے کہ شر کے مقابلہ مین
خیر مذکور ہوتا ہے اور گمراہی کے مقابلہ مین رشد بولا جاتا ہے اور ایک بات دوسری یہان پر دریافت
کر لیا چاہئے یعنے جنون نے اس اپنے کلام مین ایک ادب کی بہت باریک بات کی رعایت کی ہے یعنے
ارادہ شر کے بیان مین فعل مجہول کے صیغے کو لائے ہین اور فاعل کے ذکر کو ترک کیا ہے اور ارادہ
رشد کے بیان مین فعل معروف کے صیغے کو لائے ہین اور ربہم کو اسکا صریح فاعل گردانا ہے لِلّٰہِ دَرُّہُم
مَا اَحسَنَ تَادُّبَہُم یعنے اللہ تعالی کیطرف سے دانائی ہے ان جنون کی کیا اچھا ادب کا کلام بیان کیا ہے اور
اسباب کے بیان کرتے مین کہ حقتعالی نے اس معاملہ کے موقوف کر دینے مین جو جنون اور آدمیون مین جاری تھا
آدمیون کے ہر فرد کی رہنمائی اور اچھائی کا ارادہ کیا ہے بلکہ بنی الجان کی بہتری کا ارادہ کیا ہے اور حقیقت مین بھی یہی بات ہے کہ جنات وکالت
اور سفارت کی لیاقت نہین رکھتے بلکہ قابل موقوف کر دینے کے ہین سو جن بھی یہان انصاف کی راہ چلے
ہین اور یہہ ذکر کیا کہ وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُونَ اور یہہ کہ ہم مین بعضے نیک بخت تھے جو اس خدمت کی لیاقت رکھتے
تھے جو اس خدمت کی لیاقت رکھتے تھے اور اس وکالت اور سفارت کا عہدہ انسے بخوبی سرانجام ہوتا
اور اس خدمت کی لیاقت اور ذمہ برداری کے واسطے تین شرطین لازم ہین پہلی شرط یہہ ہے کہ عالم غیب
کی خبرون اور حکمونکو کہ دربار حقیقی وہی ہے بدون زیادتی اور کمتی کے اور بغیر تغیر اور تبدل کے آدمیونکو پہنچادینا
اور اپنی طرف سے کچھہ بھی اسمین نملانا تاکہ اس مقدمے مین جھوٹھہ کو دخل نہو اور اس سبب سے آدمیونکے
نزدیک بعضے حکم اور بعضی چیزین اس دربار کی بے اعتبار نہ ہو جاوین اور یہہ جانین کہ جسطرح ہماری تدبیرون
اور خبرون مین جا بجا تغیر اور تبدل ہوتا ہے اسی طرح عالم غیب کی تدبیرون اور خبرونمین بھی ہوا کرتا ہے
اور اس سبب سے بداعتقادی اور جہالت مین گرفتار نہو جاوین اور دوسری شرط یہہ ہے کہ اگر اپنے عرض
معروض سے کسی کی کارروائی اور حاجت برآری ہوجاوے یا کسی تدبیر سے کسیکی کوئی مصیبت اور
بلا دفع ہو جاوے تو تکبر اور غرور نہ کرنے لگین اور اپنے تئین حاکم کا شریک نہ ٹھہراوین اور آدمیون پر اپنی
بڑائی اور بزرگی نجتاوین اور عبادت کے کام آدمیون سے اپنے واسطے نچاہین اور اس مضمون کو ہر وقت
پیش نظر رکھین کہ ہم سب ایک خاوند کے بندے ہین بعضون سے بعضون کی کارروائی ہوتی ہے لیکن جو

کچھ ہوتا ہے سب اسی خاوند کی عنایت ہے فخر اور تکبر انہیں کرنا چاہیئے اور تیسری شرط یہ ہے کہ اس
وکالت اور سفارت کی عوض مین رشوت لینا شروع کرین اور اپنے واسطے ہدیے اور نذرین اور
قربانیان مقرر کرین اور اگر انسان اس قسم کی نذرین اور ہدیے اور قربانیون کے دینے مین انکار کرین
یا کسی بہانے سے ٹال دیوین تو انکے پیچھے نہ پڑین اور ان کو اذیت نہ پہنچاوین اور ان کو نستاوین
سوان شرطون کی جمعیت ہم لوگون مین بہت کم پائی جاتی ہے لیکن بعضے لوگ ہم مین سے البتہ اس کی لیاقت
رکھتے ہین وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور ہم مین سے بہت لوگ ایسے ہین کہ بہت پست ہمت ہین اس مرتبے
سے اور اس خدمت کی لیاقت ہرگز نہین رکھتے چنانچہ بعضے ایسے ہین کہ آدمیون کی خوشنودی کیواسطے یا انکے
دغا دینے کے واسطے غیب کی خبرون مین اپنے طرف سے جھوٹھ ملاتے ہین اور تھوڑا بھی جھوٹھ نہین بلکہ ایک
بات سچی سو جھوٹھ اپنی طرف سے ملاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین اس بات کی تصریح آگئی ہے اور بعضے
ایسے ہین کہ کام کر دینے اور حاجت نکالدینے کے بعد تکبر اور غرور کرنے لگتے ہین اور اپنی خوشامد
اور تعریف چاہتے ہین بلکہ عبادت کے لوازمات ان لوگون سے اپنے واسطے طلب کرتے ہین اور یون کہتے
ہین کہ اپنا نام ایسا رکھو کہ جس مین ہماری طرف نسبت پائی جاوے جیسے بھوانی داس اور شیو داس
اور گربخش اور اندربخش اور اپنے ہر کام مین ہمین سے مدد مانگا کرو دوسرے کیطرف التجا مت کیا
کرو اور خدا کے رسولون کا پیغام جو بدون ہماری واسطے کے تم کو پہنچاتے ہین اس کو مت مانو نہین
تو ہم تمھاری وکالت نکرینگے اور اس عہدے سے دست بردار ہونگے پھر تم محتاج رہوگے کسی سے تمھاری حاجت
روائی نہو سکیگی اور بعضے انمین سے بہت ہی طماع اور لالچی ہین بدون رشوت لئے کام مین ہاتھ
نہین ڈالتے اور ہر کام اور ہر چیز پر کچھ اپنے واسطے مقرر کرالیتے ہین جیسے بھیڑ بکری مرغ مرغی کپڑا نقد
پکوان پان پھول ناچ گانا اپنی تعریف اور سوائے اسکے بہت سی چیزین ہین جو شرط کر لیتے ہین اور اس
شرط کے پوری کرنے مین اگر آدمی کچھ قصور کرتے ہین تو اپنے وہم اور خیال کی قوت سے جو ان مین بہت زور پر ہوتی
ہے ان آدمیونکو ایذا دیتے ہین اور جانی یا مالی نقصان اسکو پہنچاتے ہین اسی سبب سے ہر ایک کے مرغوبات دوسرے
سے جدا ہوتے ہین اور ایک کی فرمایش دوسرے کی فرمایش کے موافق نہین ہوتی ہے اور ہر ایک کا مطلب بھی اپنین

تقسیم کر لیا ہی چنانچہ چیچک کے مرض کے دفع کیواسطے ایک کو علیحدہ مقرر کر دیا ہی اور خون کے فساد کی
بیماری دفع کرنا اور طبیعت کو صلاحیت پر لانے کے واسطے ایک دوسرا مقرر ہوا ہی اور اسیطرح خبرونکے
پہنچانے مین بھی ہر ہر اقلیم اور ہر ہر شہر اور بستیون کو آپس مین تقسیم کر کے ایک ایک وہان کا حاکم بن بیٹھا ہی
سو اس سبب سے کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا تھے ہم مختلف طریقونپر اور طرح طرح کی راہونپر اور آپس کے نفاق
اور طمع اور حسد اور تکبر اور خدائی کارخانے مین شرکت کے دعوے کے سبب اس خدمت کی لیاقت
ہم لوگونمین بالکل نرہی تھی یہہ حقتعالے کی عین حکمت ہی جو ہم لوگون کو اس خدمت سے معزول اور موقوف کیا
اور آسمان پر چڑھنے اور دربار مین حاضر ہونے سے ممانعت فرمائی اور بنی آدم کی حاجت روائی کو
ہمسے باز رکھا اور انہی بنی آدم مین سے بعضون کو اپنے دربار کی روشناسی سے مشرف کیا تاکہ وے
بعضے یعنے جو مقرب درگاہ الہی کے ہین اپنے ہم جنس کی حاجتون کی عرض معروض کر کے کارروائی کر لیا
کرین اور غیب کی خبرون کو جو دین اور دنیا مین انکے کام آوین اور نفع پہنچاوین بغیر تغیّر اور تبدّل کے سب
لوگون کو پہنچاوین اور بری چیزونسے ڈراوین اور اچھی چیزون کی رغبت دلاوین اور انہین محض درمیانی
کہین نہ جنون کیطرح شریک کہین اور آدمیون کے قصد اور ہمتین اور توجہین اور مطلب بلا واسطہ اور بلا برزخ
اور بلا حجاب کے اپنے خاوند کیطرف پہنچاوین اور رشوت اور نذر اور مزدوری اس کام پر آدمیونسے لیوین
اور انمین سے ایک شخص کو سردار اور سرگروہ انکا کر دیا اور اس خدمت کے کلّی قاعدے اور آئین
اپنی مرضی کے موافق اپنے کلام پاک مین اس شخص پر اتارے تاکہ وہ شخص آپ بھی اسپر عمل کرے اور
دوسرون کو بھی اسی آئین پر خبردار کر کے اسپر عمل کرنے کی رغبت دلاوے تاکہ اس آئین پر عمل کرنے
کے وسیلے سے اس منصب جلیل القدر کی لیاقت پیدا کر دین اور ہمیشہ ہر زمانے اور ہر قرن مین اس آئین
پر عمل کرنے کے سبب سے اس عہدے کی لیاقت والے اور اس شان کے اٹھانیوالے پیدا ہوتے ہین بلکہ جنونکو بھی
ان قاعدون پر مطلع اور خبردار کر دیا اور انکی وکالت اور سفارت کو بھی اسی آئین اور قاعدے پر مقرر
کیا تاکہ وے بھی ایک دوسرے کو اعانت اور مدد کر کے اپنے خاوند کے دربار مین روشناس اور عرض
کرنیوالا کر دین اور اس قانون پر عمل کرنے کے سبب سے دونون فرقے انسان اور جنات کے صلاحیت پر آوین اور شرک

اور فساد سے نجات پاوین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ جسطرح مذہبون کا اختلاف آدمیون مین
پایا جاتا ہے اسیطرح کا اختلاف جنون مین بھی پایا جاتا ہے اور جن بھی مذہب مختلف رکھتے ہین چنانچہ بعضے
انمین قدریہ ہین اور بعضے مرجیہ اور بعضے رافضی اور بعضے خارجی اور بعضے ہنود اور بعضے مجوسی اور بعضے
یہودی اور بعضے نصرانی اور سوائے اسکے سو ہر مذہب والے جن اپنے مذہب والے آدمیون کو موافق اپنے مذہب کے
خبرین پہنچایا کرتے ہین کبھی خواب مین کچھ دکھادیا یا کبھی ہوشیاری مین کچھ انکے دل مین ڈالدیا اور آدمی یہہ
جانتے ہین کہ غیب سے اس مذہب کی تصدیق اور تائید ہوئی اسی سبب سے اور گمراہ ہوتے جاتے ہین اسیطور
سے ہر مذہب والونکی اعانت مین لگے رہتے ہین اور ان کی حاجت روائی اور مشکلکشائی اور بلاؤن کے دفع
مین حتی المقدور مدد کرتے ہین تاکہ ان مذہب والون کو یہہ یقین ہو جاوے کہ یہہ مذہب بھی عالم غیب مین
کچھ حقیقت رکھتا ہے اور درگاہ الٰہی مین پسند ہے اسی واسطے غیب سے ہماری حاجت روائی
مین مدد ہوا کرتی ہے اور ہماری بلائین دفع ہوا کرتی ہین سو آن وجہون سے جنونکا سفیر اور درمیانی ہونا غیب
کی باتین آدمیون کو پہنچانے مین طرح طرح کی برائیون اور گمراہیون کو مستلزم تھا اور خود جنونکی بھی گمراہی کا
سبب تھا اسیواسطے اس کارخانے کو بالکل موقوف اور بے اعتبار کردیا اور اگر کسیکو سمجھہ پر شبہ گذرے
اور کہے کہ اس کارخانیکے موقوف کرنے اور اس معاملے کے باطل کرنے اور جنون کو اس خدمت سے
معزول کرنے سے کچھہ حاصل اور فایدہ نہوا اسواسطے کہ جتنی اس قسم کی چیزین ہین وے سب آپ بھی بنی آدم
مین رائج اور پھیلی ہوئی ہین غیب کی باتین اب بھی لوگ انسے پوچھا کرتے ہین اور اپنی مشکل کامو نمین انسے
مدد مانگا کرتے ہین اور غیر اللہ کا تقرب اور شرک کیا کرتے ہین اس شبہ کا جواب یہہ ہے کہ معزول کو
منصوب بوجھنا اور اسکے مکر اور فریب اور دغابازی مین پھنسنا اور اپنے کامون کو اسکی طرف رجوع
کرنا یہہ سب اپنا قصور اور نادانی ہے آدمیون کو لایق یہہ تھا کہ اس فرقے کے معزولی اور موقوفی
کی خبر جو سنی تھی تو انسے دست بردار ہوتے اور ان کی طرف رجوع نکرتے جو وکیل دربار سے نکالا گیا
اور وہان جانے کی بھی ممانعت ہو گئی اسکی طرف اپنے مقدمہ کو رجوع کرنا اور اپنے معاملے کے سوال و جواب
کے واسطے اسکو واسطہ گردانا کمال نادانی اور حماقت پر دلالت کرتا ہے قرآن شریف مین اس فرقے کی

معزولی اور موقوفی اور اس کارخانے کا باطل اور بیکار محض ہو جانا ہزار جگہہ سے زیادہ ذکر ہو چکا ہے پھر سننے کو ان سنا کر دینا اور دیکھ بھال کے اندھے بن جانا رسول کی ہدایت اور تبلیغ مین کیا قصور ہے اب رہی یہہ بات کہ جو اس خدمت سے اس فرقے کو موقوف کیا تھا پھر ان کو عالم غیب مین دخل دینا کیا ضرور تھا تاکہ وہان کی خبرون پر یہہ مطلع ہووین اور لوگون کی مدد اور ... اسی ظاہر کرکے ان کو خراب کرین سو اس کا جواب یہہ ہے کہ عالم غیب کی خبرون پر کچھ نہ کچھ خبردار ہونا جنون کی پیدایشی بات ہے اور اسیطرح بڑے مشکل کام کرنا جو آدمی سے نہو سکے جیسے کوئی بہت بھاری چیز اٹھا لینا اور تاثیرین جیسی خوفناک شکل سے ڈرا دینا اور آدمی کے بدن یا روح کو ضرر پہنچانا جیسے بدنکو زخمی کر دینا اور دل مین وسوسہ ڈال دینا یہ سب چیزین جنون کی خلقت کے لوازمات سے ہین ایسے علم اور اس قسم کے عملون کی قدرت کو جنون سے لے لینا گویا ان کو خلقت سے خارج کر دینا ہے اور وکالت اور سفارت کی خدمت سے موقوف کرنے کو یہہ بات لازم نہین ہے کہ یہ چیزین بھی انسے لے لی جاوین جسطرح آدمی کو کسی کام سے موقوف کرنا اس بات کو لازم نہین ہے کہ اس کی آنکھ بھی پھوڑ دینا تاکہ اندھا ہوکے بیٹھے غرض اس خدمت کی موقوفی سے یہہ ہے کہ بنی آدم ان کی طرف اب رجوع نکرین اور انسے مدد نچاہین اور غیب کی خبر نہ پوچھین اگرچہ بعضے کام مین سے مدد کر سکتے ہین اور بعضے غیب کی بات ان کو معلوم ہو سکتی ہے لیکن بنی آدم کو انسے احتراز کرنا واجبات سے ہے اور انسے رجوع کرنا اپنے خاوند کی عدول حکمی ہے چنانچہ اس کارخانے کی موقوفی اور اس خدمت کی معزولی کے سبب سے لاکھون کروڑون آدمیون کو انکے فریب اور دغابازی سے مخلصی حاصل ہوئی گو کہ بعضے بیوقوف انکے اب تک جال مین پھنسے ہوئے ہین اسواسطے کہ ہر ہر فرد بنی آدم کی ہدایت اصل سے منظور نہین ہے اور حکمت بھی اس بات کو نہین چاہتی ہے تاکہ بھلے بُرے کا فرق ظاہر رہے فقط اور کلام الٰہی کے سنتے ہی اسکو مان لینا اور باوجود اپنی قوم کی معزولی دریافت کرنے کے ایسی عمدہ خدمت سے جو اس کلام سے بوجھی جاتی تھی نفسانیت کو دخل نہ دینا اور اس کلام کی انکار اور مخالفت نہ کرنا ان لوگون کی طرح سے جو عقل تو رکھتے ہین لیکن معصوم نہین ہین اور طبیعت کے تقاضے سے کبھی ایسی جگہہ پر نفسانیت کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہین جن ہون یا انسان

لیکن ان جنون نے جنھون نے کلام الٰہی سنا تھا ایسا نہ کیا بلکہ سنتے ہی فرمان بردار ہو گئے اور اس فرمان برداری بے تکراری کی وجہہ مین یہہ بھی بیان کیا کہ وَاَنَّا ظَنَنَّآ اور یہہ کہ ہمنے گمان کیا اسس بات کا کہ اگر اس کلام پر ہم ایمان نہ لاوینگے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری سے انکار کرینگے اور اسکی خدمت سے معزول ہونے پر ہم راضی ہونگے تو بلاشبہ ہمارا پروردگار ہم پر غصہ ہو گا اور ہمکو نہین مواخذہ کریگا اور پکڑے گا اور پھر اس صورتمین ہمکو یقین ہی کہ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ ہرگز عاجز نکر سکینگے ہم خدا کو زمین مین چھپ کے کہین اندھیرے مکانمین چھپ کے یا بڑے جنگل مین بھاگ کے یا کسی غار اور کوہ مین چھپکے اس سے بچ رہینگے جس طرح ہم عمل پڑہنے والون اور موکلون کے ساتھ ایسے حیلہ اور فریب کرکے ان کو عاجز کرکے تھکا دیتے ہین وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور یہہ بھی ہی کہ ہرگز عاجز نہ کر سکینگے ہم اس کو بھاگ کے ادھر مین آسمان اور زمین کے جس طرح فرشتونکو آگ کے انگارے مارتے وقت جلدی بھاگنے سے عاجز کر دیتے ہین کہ وے ہمکو نہین پاتے ہین اور انگارا ہم تک نہین پہنچتا ہی اور اس جگہہ پر اگرچہ مقام یقین قطعی کا تھا لیکن جنون نے ظن کو استعمال کیا اور اِنَّا ظَنَنَّآ کہا اسکی وجہہ یہہ ہی کہ کلام الٰہی کی تصدیق اور احکام الٰہی کی قبولیت اور اپنی خدمت کی موقوفی مین ظن غالب کفایت کرتا ہی کچھہ احتیاج یقین قطعی کی نہین ہی چنانچہ معاملات دنیاوی مین لوگون کے درمیان بھی یہی رائج اور دستور ہی کہ جہان کسی کے مقابلہ سے اپنی عاجزی کا ظن غالب ہوا تو اسکی تابعداری قبول کر لیتے ہین قطعی یقین حاصل کرنے کی انتظاری نہین کرتے والا کام ہاتھہ سے جاتا رہے اور پھر کچھہ تدبیرین نہ پڑے اور یہان تو یقین قطعی حاصل ہی اسی واسطے جنون نے ذکر کیا کہ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ اور یہہ کہ جسوقت سنا ہمنے ہدایت کے مضمون کو اس قرآن مین تو اسی وقت بلا مہلت ایمان لائے ہم اسپر اسواسطے کہ اس کلام کے سننے کے بعد تاخیر کرنے مین خدتعالے کے غصے اور غضب کا خوف تھا اور اسکے غضب سے بھاگ بچنے کی ہم مین طاقت نہین ہی اور اگر ہماری قوم ہمسے کہینگی کہ جلدی ایمان لانے کے سبب سے اپنے ظن غالب کے بموجب غضب الٰہی کے خوف سے تو تم نے نجات پائی لیکن سردست تمھارا بڑا نقصان ہوا کہ نذر نیاز آدمیون سے جو ملتی تھی سو موقوف ہوئی اور اس وکالت کے سبب سے جو رشوت دیتے تھے اس کا بھی دروازہ بند ہوا اور ذلت اور رسوائی بھی بہت حاصل

ہوئی کہ ایسے عہدہ جلیل القدر سے تمکو موقوف کیا اور تم نے اس عہدہ کی بحالی کی کچھ تدبیر نہ کی چپ ہوکر بیٹھ رہے اور ایسی عمدہ خدمت ہاتھ سے نکل گئی تو اس کے جواب مین ہم کہین گے کہ ان چیزون سے جو تم نے بیان کین ہم کو کچھ خوف نہین ہی اسواسطے کہ ہمارے ایمان کامل نے ہمکو سب چیزون سے بیخوف کردیا کردیا ان کی کچھ بھی پروا ہمکو نہ رہی فَمَنْ یُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا پھر جو کوئی ایمان لاویگا اپنے پروردگار پر وہ ہرگز نہ ڈریگا مال کے نقصان سے اور نہ ذلت اور بے حرمتی اور بے آبروئی سے اسواسطے کہ حقتعالی اسکو ایمان کی برکت سے اس نقصان کے عوض مین دوسری طرح نوازیگا اور مال کے حاصل ہونیکا کوئی دوسرا سبب کردیگا اور ثواب علاوہ اسکے ملے گا اور اس ذلت اور بیحرمتی کے عوض مین ہمیشگی کی عزت اور مرتبہ عنایت کریگا اور عرب کی اصطلاح مین راہق اس ذلت حاصل ہونے کو کہتے ہین جو آدمی پر چھا جاتی ہی اور اسکو ڈھانک لیتی ہی جیسے کپڑا بدن کو ڈھانک لیتا ہی چنانچہ دوسری آیت مین حقتعالی نے فرمایا ہی وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ یعنے ڈھانکے لیتی ہی ان کو رسوائی اور اس قرآن شریف پر اپنے قوم کے ایمان نہ لانے سے باوجود ایسے قوی سببونکے اور ایسے قادر زبردست کی پکڑ کے خوف سے کہ کسی سے اسکے مواخذہ سے بچاؤ اور خلاصی ممکن نہین ہی جنون نے تعجب کرکے پھر بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ اور یہہ کہ ہم مین سے بعضے حکم الہی کے مطیع اور منقاد ہونے والے ہین اور اپنی ایسی عمدہ خدمت سے معزول ہونے پر راضی ہوکر اپنے خاوند کے حکم کی فرمانبرداری پر مستعد ہوگئے اور تابعداری کی راہ پر چلنے لگے اور اس کلام پر ایمان لائے اور جو جو معاملے آدمیون سے رکھتے تھے ان سب سے دست بردار ہوئے بلکہ نہایت انصاف کی راہ چلے کہ اپنی معزولیکی خبر آپ آدمیونسے پکار کرکہدی اور پیغمبر آخر الزمان کی خدمت مین خود آنکر حاضر ہوئے اور ان کی پیروی کو اسپنے اوپر واجب جانا چنانچہ بہت سے جنات جو عرب کے جزیرونمین رہتے تھے انھون نے یہی طور اختیار کیا تھا کہ خود حاضر ہوکر ایمان لاتے تھے چنانچہ بہت سی حکایتین تواتر کیطور پر اس مقدمے مین جنون سے منقول ہین انہین حکایتون مین سے ایک حکایت وہ ہی جو حضرت امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے صحیح بخاری اور دوسری کتابون مین روایت آئی ہی کہ وے کہتے تھے کہ مین ایک روز اپنے بتونکے پاس بیٹھا تھا اسوقت ایک شخص ایک بچہ گاے کا بتونکی

نذر کیواسطے لایا اور اسکو وہان ذبح کیا اسوقت ایک بت کے اندر سے ایک آواز بہت سخت نکلی کہ مین نے
کبھی ایسی آواز نسنی تھی اور رہبر خاص و عام نے وہان اس آواز کو سُنا وہ کہتا تھا یَا جَلِیحُ اَمْرٌ نَجِیحٌ
رَجُلٌ یَصِیحُ یَقُولُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنے اے قوت والے آدمی ایک ایسا کام ظاہر ہوا ہے جس مین
مطلب کی بات ہے ایک شخص پکار کر کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جتنے
لوگ وہان تھے سب بھاگے لیکن مین وہان کھڑا رہا کہ دیکھون یہہ کسی آواز ہے پھر دوسری مرتبے
مین نے وہی آواز سنی اور تیسری مرتبے بھی وہی آواز ہوئی مجھکو نہایت حیرانی ہوئی کہ یہہ امر کیا ہے پھر
لوگون سے معلوم ہُوا کہ یہان ایک شخص پیغمبر ظاہر ہوا ہے اور لوگونکو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا تعلیم کرتا ہے
اور اسی طرح کی حکایت ایک بڈھے سے مجاہد روایت کرتے ہین کہ وہ بڈھا کہتا تھا کہ ایک روز
مین ایک ... کو ذبح کرنے کیلئے جاتا تھا یکایک ایک آواز مین نے سنی کہ کوئی کہتا ہے یَا لَذِرِیحُ قَوْلٌ
فَصِیحٌ رَجُلٌ یَصِیحُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنے اے لذریح بات بہت اچھی اور کھلی ہے ایک شخص پکار کر کہہ
رہا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بعد اسکے شہر مکے مین جب مین پہنچا تو وہان سنا کہ یہان ایک پیغمبرؐ مبعوث ہوا ہے
اور وہ بھی یہی کلمہ کہتا ہے اور اسیطرح بیہقی نے سواد بن قارب سے روایت کی ہے کہ وے کہتے تھے کہ ایام
جاہلیت مین ایک جن میرا آشنا تھا اور ہونیوالی چیزون کی مجھکو خبر دیا کرتا تھا اور مین اسکے کہنے کے بموجب
لوگونسے کہا کرتا تھا اور وے خبرین اکثر سچی ہوا کرتی تھین اس سبب سے نذر نیاز مجھکو بہت ملا کرتی تھی ایک
رات کو مین سوتا تھا کہ وہ جن میرا آشنا آیا اور کہا اُٹھ اور بوجھ اگر کچھ تجھکو عقل اور شعور ہے کہ ایک لُوَی
بن غالب کی اولاد سے پیدا ہوا ہے پھر یے کئی بیتین پڑھین **نظم** عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَاَرْجَاسِهَا
وَشَدِّهَا الْعِیسَ بِاَحْلَاسِهَا تَهْوِیْ اِلٰی مَکَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا مُؤْمِنُوْهَا مِثْلَ اَرْجَاسِهَا
فَانْهَضْ اِلَی الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَاسْمُ بِعَیْنَیْکَ اِلٰی رَاْسِهَا یعنے تعجب آتا ہے مجھکو جنات
کے احوال اور ان کی بیقراری سے کجاوے اور زین باندھنے سے ان کے اونٹون پر سفر کرنے کے
واسطے جاتے ہین مکّہ کی طرف ہدایت کی تلاش مین ایماندار ادر جنات نہین ہین مانند ان کے ناپاکون کے
تو بھی اُٹھ اور چل اس شخص کی طرف جو چنا ہوا ہے بنی ہاشم سے اور بلندی کر اپنی دونون آنکھونکو ہمارے

قبیلے کے سرداروں کی طرف مطلب اسکا یہہ تھا کہ ہماری قوم اور سب سردار مکہ معظمہ کو جاتے ہیں ایمان لانیکو تو بھی جا اور ایمان لا سواد کہتے ہیں کہ ان بیتون کے سننے سے مین جگ پڑا اور تمام رات اسی تشویش مین گذری کہ یہہ کیا ماجرا ہی پھر دوسری رات کو بھی اسیطور سے آکر مجھکو جگا کر وہی بیتین پڑھین اور چلا گیا اور اسی طرح تیسری رات کو بھی جب تین رات پے در پے مجھپر یہی ماجرا گذرا تو میرے دل مین اسلام کی محبت پیدا ہوئی اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا یہانتک کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری مین حاضر ہوا اور آپکے جمال باکمال کے دیدار سے مشرف ہوا تو مجھکو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا مرحبا ای سواد بن قارب مجھکو معلوم ہی جو چیز تجھکو یہان لائی ہی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کچھ بیتین آپ کی مدح مین کہی ہین پہلے آپ ان بیتون کو مجھسے سن لیجئے آپنے فرمایا پڑھ سواد بن قارب نے قصیدہ بائیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین کہا تھا اُسے پڑھا اس قصیدہ کی آخر بیت یہہ ہی وَکُنْ لِیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَۃٍ سِوَاکَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٖ یعنے اور ہونا تو واسطے میرے شفیع جس دن نہوگا کوئی صاحب شفاعت کا تیرے سوائے کوئی کام آنیوالا سواد بن قارب سے اور یہہ بھی بیہقی نے روایت کی ہی کہ عمان کے ملک مین مازن طائی بتون کی خدمت پر مقرر تھا ان بتون مین ایک بُت تھا اس کو ناجر کہتے تھے سو مازن کہتا ہی کہ ایک روز مین نے اس بت کیواسطے ایک جانور ذبح کیا اسوقت ایک آواز اس بت کے اندر سے سُننے مین آئی یہہ کہتا تھا یَا مَازِنُ اَقْبِلْ اِلَیَّ اَقْبِلْ تَسْمَعُ مَا لَا تَجْہَلُ ھٰذَا نَبِیٌّ مُرْسَلُ جَاءَ بِحَقٍّ مُنْزَلٍ فَاٰمِنْ بِہٖ کَیْ تَعْدِلُ عَنْ حَرِّ نَارٍ تُشْعَلُ وَقُوْدُھَا بِالْجَنْدَلِ یعنے ای مازن متوجہ ہو میری طرف متوجہ ہو سن ایسی چیز جسکو جہل اور نادانی مین نرکھا چاہئے یہہ پیغمبر ہی بھیجا گیا لایا ہی حق جو اتارا گیا ہی سو ایمان لاؤ اسپر تاکہ کنارا پکڑے تو آگ کی گرمی سے جو لپک والی ہی جس آگ کا ایندہن پتھر ہین لکڑی جگہہ مازن کہتا ہی کہ یہہ آواز سنکے مجھہ کو نہایت تعجب ہوا پھر دوسرا ایک جانور ذبح کیا مین نے پھر دوسری مرتبہ اُسسے بھی زیادہ کھلی ہوئی واضح آواز اس بت سے سنی مین نے کہتا تھا یَا مَازِنُ اسْمَعْ تُسَرّ ظَہَرَ خَیْرٌ وَبَطَنَ شَرٌّ بُعِثَ نَبِیٌّ مِّنْ مُضَرَ بِدِیْنِ اللہِ الْاَکْبَرِ فَدَعْ نَحِیْتًا مِّنْ حَجَرٍ تَسْلَمْ مِنْ حَرِّ سَقَرَ یعنے ای مازن سن تاکہ خوش ہو تو بہتر ظاہر ہوا اور چھپ گئی بدی اٹھایا گیا ہی ایک پیغمبر مضر کے قبیلے سے

دین خدا پر ایسا خدا جو بہت بڑا اور بزرگ ہی سو چھوڑ بت کو جسکو پتھر سے تراش کے بنایا ہی تاکہ بچے تو آگ سے دوزخ کی مازن کہتے ہین کہ اسی وقت سے مین اس خبر کی تلاش مین ہوا کہ مضر سے کون پیغمبر مبعوث ہوا ہی یہانتک کہ ایک قافلہ حجاز کا اند نون مین وہان آیا انسے مین نے پوچھا او دھر کی خبر کیا ہی ان لوگون نے کہا کہ تہامہ مین ایک شخص پیدا ہوا ہی اسکو لوگ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہین اور وے اپنے تئین داعی الی اللہ کہتے ہین مین نے پہچانا کہ اس آواز کی تعبیر یہی ہی بس زاد و راحلہ یعنے سفر کا سامان تیار کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوا مین وہان پہنچکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف مایل ہوا پھر اسلام لایا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کچھ تمھارا مطلب ہو تو کہو مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے تین مقصد ہین اوّل تو یہہ ہی کہ مجھکو راگ سننے اور ناچ دیکھنے اور شراب پینے اور زنا کرنے کی لت ہو گئی ہی اور دوسرا یہہ کہ میری اولاد نہین ہی اور مجھکو اولاد کی نہایت آرزو ہی اور تیسرا یہہ کہ ہمارے ملک مین قحط پڑا ہی سو ان تینون چیزون مین آپ سے دعا چہتا ہون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے حقتعالی کی درگاہ مین عرض کیا کہ ای بار خدایا اسکو راگ اور باجے کے عوض مین قرآن شریف پڑھنے کی توفیق دے اور حرام کاری سے بچاؤ اور اسکی عوض مین حلال عورتین اسکو عنایت کر اور صاحب حیا اور صاحب شرم کر دے اسکو اور اپنے فضل سے اسکو اولاد عنایت کر اور قحط کو دور کر مازن کہتے ہین کہ حقتعالی نے آپکی دعا کی برکت سے سب برائیان مجھسے دور کین اور اچھائیان نصیب ہوئین ملک ہمارا آباد اور سرسبز ہوا اور چار عورتین خوبصورت میرے نکاح مین آئین اور لڑکا بہت قابل مجھکو حقتعالی نے دیا چنانچہ حیان بن مازن مشہور ہین اور اسیطرح امام احمد نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور ابو نعیم نے حضرت ضمرہ سے روایت کی ہی اور بیہقی نے حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے ارسال کیطور پر اس قصہ کو ذکر کیا ہی کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مدینہ منورہ مین اس سبب سے پہنچی تھی کہ ایک عورت مدینہ والون کی کسی ایک جن کے ساتھ تعشق رکھتی تھی اور وہ جن ہمیشہ رات کو اسکے پاس آتا تھا اور اکثر پرندجانور کی شکل پکڑ کے اسکی دیوار پر آبیٹھتا تھا پھر جب تنہائی ہوتی تھی تب آدمی کی شکل بن کے اس عورت سے صحبت کرتا تھا پھر یکایک چندروز

اسکا آنا موقوف ہوگیا پھر تھوڑی سی مدت کے بعد اسی پرند جانور کی شکل سے اسکی دیوار پر آبیٹھا اس عورت نے
اسکو دیکھتے ہی پہچانا اور کہا آؤ یار اتنے دنون کہان رہے جو ہمارے پاس نہ آئے اسنے کہا کہ اب ہمارے
تمھارے جدائی ہی ہمارے آنیکی امید اب مت رکھو اسواسطے کہ مکہ معظمہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہی
اسنے ہم پر زنا کو حرام کردیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسیطرح کا ماجرا شام مین دیکھا تھا چنانچہ
ابونعیم نے انسے نقل کیا ہی کہ وے کہتے تھے کہ ہم ایکمرتبے شام کی طرف گئے تھے سو اسطرف ایک عورت
بڑی کاہنہ مشہور تھی بلکہ اس فن مین کمال رکھتی تھی ہم بھی اس کی ملاقات کے واسطے گئے اور اپنے سفر کا
احوال اس سے پوچھا کہ آگے کیا ہوگا اسنے کہا کہ اب مجھ کو کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جس جن سے مجھے
دوستی تھی اور اس سے احوال دریافت کرکے مین سب کو جواب دیتی تھی سو وہ جن ایکدن آکے میرے دروازے
پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اب ہم رخصت ہوتے ہین مین نے اس سے پوچھا کس واسطے اسنے کہا کہ خرج احمد
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جَاءَ اَمْرٌ لَا یُطَاقُ یعنے ظاہر ہوئے احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آیا حکم جس کے
مقابلہ کی طاقت نہین ہی یہہ کہہ کے چلا گیا اور پھر نہ آیا اور اسیطرح ابن شاہین اور دوسرے محدثون نے
ذباب ابن الحارث سے روایت کی ہی کہ وہ کہتا تھا کہ ایک جن میرا آشنا تھا اور غیب کی خبرین مجھے بتایا
کرتا تھا ایکدن وہ آیا مین نے اس سے کچھ پوچھا اسنے حسرت سے میری طرف دیکھا اور کہا نظم
یَا ذُبَابُ یَا ذُبَابُ اِسْمَعِ الْعَجَبَ الْعُجَابَ بُعِثَ مُحَمَّدٌ بِالْکِتَابِ یَدْعُوْا بِمَکَّۃَ فَلَا یُجَابُ یعنے ای
ذباب سن بڑے تعجب کی بات کہ مبعوث ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کتاب کے بلاتے ہین اللہ کیطرف مکہ
مین پھر نہین جواب دئے جاتے ہین یعنے ان کی بات کوئی نہین سنتا ذباب کہتا ہی کہ مین نے اس سے کہا کہ تو کیا
کہتا ہی سوال دیگر جواب دیگر اسنے کہا کہ تھوڑے دنون مین میری بات کو بوجھے گا تو یہہ کہکے اٹھ گیا پھر چند روز
کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کی خبر مجھکو پہنچی اور اسیطرح عمر ابن شیبہ نے جموح بن عثمان
غفاری سے بھی روایت کی ہی کہ بنی غفار کے قبیلے مین ایک کاہن تھا اسکا بھی ایک جن یار تھا وہ
جن بھی اسیطرح جواب دیکر رخصت ہوکر چلا گیا اور ابونعیم نے بھی روایت کی ہی کہ ایک روز حضرت
امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی مجلس مین بیٹھے تھے ایک شخص آیا آپ نے اسسے پوچھا کہ تیرے

قیافے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تو کاہن تھا اور جنون سے صحبت رکھتا تھا اسنے کہا کہ ہان آپ نے
کہا بھلا اب بھی جنون سے صحبت میسر ہوتی ہے اسنے کہا اب نہین ہوتی دین اسلام کے ظہور کے پہلے میری صحبت
والے جن میرے پاس آئے اور مجھسے کہا کہ یَا سَالِمُ یَا سَالِمُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ وَالْخَیْرُ الدَّائِمُ غَیْرُ
حُلْمِ النَّائِمِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ یعنی اے سالم حق کھلا اور بہتری ہمیشگی کی ظاہر ہوئی یہہ بات خواب
پریشان سونے والے کی نہین ہے اللہ تعالی سب سے بڑا اور بزرگ ہے ایک شخص دوسرا اس
مجلس کے حاضرون مین سے بولا کہ مجھکو بھی اسی طور کا اتفاق ہوا کہ ایک دن مین ایک بیابان کے
چٹیل میدان مین چلا جاتا تھا اور کوئی آدمی گرد و پیش میرے نہ تھا یکا یک ایک ناقہ سوار میرے سامنے نمود
ہوا اور پکار کر یہ کلمے کہے یَا اَحْمَدُ یَا اَحْمَدُ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَمْجَدُ اَتَاکَ مَا وَعَدَکَ مِنَ الْخَیْرِ یَا اَحْمَدُ
یعنے ای احمد اللہ بہت برتر اور بزرگ ہے آیا تجھکو جو تجھسے وعدہ کیا تھا بہتری سے ای احمد اور پھر نظر سے
میرے غایب ہوگیا ایک شخص دوسرا انصاریون مین سے اسی مجلس مین حاضر تھا اسنے کہا کہ مجھ کو بھی اسی قسم
کا ماجرا درپیش آیا تھا چنانچہ شام کی طرف مین گیا تھا ایک دن ایسی زمین پر میرا گذر ہوا کہ نہ وہان پانی تھا
نہ گھانس یکایک مین نے پیچھے سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے قَدْ لَاحَ نَجْمٌ فَاَضَاءَ مُشْرِقَہٗ
یَخْرُجُ مِنْ ظُلَمٍ عَرَفَ مُوْلِقَہٗ ذٰلِکَ رَسُوْلٌ مُفْلِحٌ مَنْ صَدَّقَہُ اللّٰہُ اَعْلٰی اَمْرَہٗ وَحَقَّقَہٗ یعنے
تحقیق ظاہر ہوا وہ ستارہ جسنے روشن کر دیا مشرق اپنے کو نکلتے ہی سایہ اسکے سے خوشبو کہ روشن
کرتی ہی اسکو یہہ رسول ہے بہتری کو پہنچے گا جسنے سچا جانا اسکو اللہ نے بہت بلند کیا کام اس کا اور ثابت
کیا اسکو اور اسیطرح فاکہی نے بھی مکہ کے اخبار مین عامر بن ربیعہ سے اور ابو نعیم نے حضرت عبد اللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے محدثون نے حضرت عبد الرحمن بن عوف اور دوسرے صحابیون سے
روایت کی ہی کہ ایکدن جبل ابو قیس پر ایک جن نے آکر بہت سخت آواز کی اور چند بیتین پڑھین جسمین دین اسلام
کی ہجو تھی اور یہہ مضمون تھا کہ مسلمانون کو جلدی قتل کرنا چاہیئے اور شہر سے نکال دینا اور بت پرستی کو ہرگز
نچاہیے چھوڑنا کفار اس مضمون سے بہت خوش ہوئے اور مسلمانون سے کہنے لگے دیکھو تمھارے قتل اور شہر بدر
کرنے کا حکم غیب سے بھی آیا مسلمانون کو بہت رنج ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر

عرض کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب خاطر جمع رکھو یہہ آواز ایک شیطان کی تھی مسعر اُسکا نام ہی سو عنقریب حقتعالی اس کو سزا دیتا ہی جب تیسرا دن ہوا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانونکو خوشخبری دی اور فرمایا کہ آج ایک دیو بڑا زور آور میرے پاس آیا اور مسلمان ہوا اسکا نام سمحج تھا مین نے اسکا نام عبداللہ رکھہ دیا اُسنے مجھسے کہا کہ اگر حکم ہو تو مسعر کو قتل کرون سو مین نے اجازت دی انشاء اللہ تعالیٰ آج مسعر جہنم واصل ہوگا مسلمانونکو بہت خوشی ہوئی اور اس خوشخبری کے منتظر رہے شام کیوقت اسی پہاڑ سے ایک آواز بہت سخت سنی کہ کوئی کہتا ہی نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا لَمَّا طَغٰى وَاسْتَكْبَرَ وَصَغَّرَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنْكَرَا لِشَتْمِهِ نَبِيَّنَا الْمُطَهَّرَا اَوْرَدْتُهُ سَيْفًا جَزُوْفًا مُبْتِرَا اِنَّا نَذُوْدُ مَنْ اَرَادَ الْبَطَرَا یعنے مین ہون جسنے قتل کیا مسعر کو جب کہ سرکشی کی اُسنے اور تکبر کیا اور جھوٹھا جانا اسنے حقکو اور طریقہ ڈالا بُرا واسطے بُرا کہنے اُسکے نبی ہمارے کو جو پاک ہی رنگین کیا ہمنے اسکے خون سے تلوار کو جو بڑی کٹی اور جڑ سے قطع کرنیوالی ہی ہم منع اور رد کرینگے اسکو جو ارادہ کریگا تکبر اور غرور کا اور اسیطرح ابن سعد نے کتاب شرف المصطفیٰ مین جنذل بن ثعلبہ سے روایت کی ہی کہ جنذل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک جن دوست تھا غیب کی خبرین مجھے پہنچایا کرتا تھا ایک رات کو گھبرایا ہوا آیا اور مجھکو سوتے سے جگایا اور کہنے لگا هَبَّ فَقَدْ لَاحَ سِرَاجُ الدِّيْنِ بِصَادِقٍ مُهَذَّبٍ اَمِيْنٍ فَارْحَلْ عَلٰى بَازِلٍ اَمُوْنٍ تَمْشِيْ عَلَى الْقَحْصِ وَالْحَزْنِ یعنے بیدار ہو پس تحقیق روشن ہوا چراغ دین کا سچا اور آراستہ اور امانت دار سو کوچ کر مضبوط اونٹ پر سوار ہوکے چل اوپر راہ برابر اور خراب کے جنذل نے کہا کہ یہہ عبارت مسجع اسکی سنکے مین وحشت سے اٹھ بیٹھا اور پوچھا مین نے کہ یہہ کیا صاف کہہ پھر اسنے کہا وَسَاطِحُ الْاَرْضِ وَفَارِضُ الْفَرْضِ لَقَدْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ فِي الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ نَشَاَ فِي الْحُرُمَاتِ الْعِظَامِ وَهَاجَرَ اِلٰى طَيْبَةَ الْاَمِيْنَةِ یعنی قسم ہی بچھانیوالے زمین کی اور لازم کرنیوالے فرض کی ہر آینہ رسول کرکے بھیجے گئے محمد تمام جہان پر پیدا ہوئے حرم بزرگ مین اور ہجرت کیطرف طیبہ امینہ کے یعنے مدینہ کی طرف جنذل کہتے ہین کہ یہہ خبر سنتے ہی مین مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوا راہ مین پھر ایک ہاتف نے مجھے آواز دی کہ شعر يَا اَيُّهَا الرَّاكِبُ الْمُزْجِيْ مَطِيَّتَهُ نَحْوَ الرَّسُوْلِ

لَقَدْ وُفِّقْتَ لِلرَّشَدِ یعنے ای سوار پھیرنے والے سواری اپنی کو طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے هر آئینہ تحقیق توفیق دیا گیا تو طرف هدایت کے اور اسیطرح ابن کلبی نے عدی ابن حاتم طائی سے روایت کی ہے کہ عدی کہتے تھے کہ میرا ایک نوکر تھا بنو کلب کے قبیلے کا اسکو جالس ابن دغنہ کہتے تھے ایک دن مین گھر کے باہر بیٹھا تھا کہ ایک اسکو دیکھا مین نے کہ کچھ دہشت کھایا ہوا عوس باختہ آتا ہے مین نے پوچھا کیا ہوا تجھکو خیر ہے اسنے کہا کہ یہہ اونٹ اپنے مجھسے لو اور نوکری سے مجھکو معاف کرو مین نے اس سے کہا کہ کچھ ہمسے قصور ہوا جو تم نوکری چھوڑے دیتے ہو اسنے کہا کچھ نہین لیکن میرے اوپر ایک حادثہ گذرا ہے اس سبب سے مین چھوڑتا ہون اسکی تفصیل یہہ ہے کہ تمھارے اونٹ لیکر مین چراگاہ مین گیا تھا وہان دیکھا مین نے کہ ایک شخص بڈھا پہاڑ کے گھاٹی سے نکل آیا سر اسکا گول الو کا سا اور طول اور عرض کا حال کچھ نہ پوچھو کہ کس قدر تھا پہاڑ کی چوٹی سے سر اسکا باتین کرتا تھا اور دونون پانون اسکے پہاڑ کی جڑ مین لگے تھے سو اسنے مجھکو پکارا اور کہا کہ یَا جَالِسُ بْنَ دَاغْنَۃٍ یَا جَالِسُ لَا یَعْرِضَنَّ لَکَ الْوَسَاوِسُ ھٰذَا سَنَا النُّوْرِ بِکَفِّ الثَّائِرِ فَاجْنَحْ اِلَی الْحَقِّ وَلَا تُوَاجِسْ یعنے ای جالس بن دغنہ نہ باز رکھین تجھکو وسوسے یہہ دیکھ روشنی پھیلی ہوئی اس نور کی ہے جسکے ہاتھ مین مشعل ہے سو رجوع کر حق کی طرف اور دل مین کچھ وغدغہ مت کر اتنا کہکے غایب ہو گیا مین اس خوف سے وہان ٹھہر سکا اونٹون کو دوسری چراگاہ مین لے گیا اور ایک درخت کے نیچے لیٹا مین کہ ذرا آرام کرون جو ہین میری آنکھ لگی وہین کسی نے آکر مجھکو ایک ٹھوکر پانون سے ماری مین چونک پڑا دیکھتا کیا ہون کہ وہی بڈھا کھڑا ہے اور کہتا ہے یَا جَالِسُ اِسْمَعْ مَا اَقُوْلُ تُرْشَدُ لَیْسَ ضَلُوْلٌ حَائِرٌ کَمُھْتَدِ لَا تَتْرُکَنَّ نَھْجَ الطَّرِیْقِ الْاَقْصَدِ قَدْ نُسِخَ الدِّیْنُ بِدِیْنِ اَحْمَدَ یعنے ای جالس سن جو کہتا ہون مین تاکہ راہ پاوے تو نہین ہے گمراہ متحیر ہدایت پانے والے کے مانند مت چھوڑ چلنا راہ سیدھی کا تحقیق ناسخ ہوئے سب دین دین احمد سے صلی اللہ علیہ وسلم اور اسیطرح ابو نعیم اور ابن عساکر نے بنی خثعم کے قبیلے کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اول عرب کا دستور ایسا تھا کہ کچھ بھی حرام اور حلال نہین پہچانتے تھے اور بتون کی پوجا کیا کرتے تھے اور اگر آپسمین کچھ جھگڑا یا قصہ ہوتا تھا تو اسکے فیصلے کے واسطے بتون کے روبرو موجب

ہوکر بیٹھتے تھے پھر ان بتون کے اندر سے جو آواز ہوتی تھی اسکو ہاتف غیب کی صدا تصور کرکے اسی کے موافق
عمل کرتے تھے سو مین بھی اسی دستور کے موجب ایک جھگڑے مین ایک رات کو بت کے سامنے بیٹھا تھا اور کچھ
نذر اور قربانی گذرانکے آواز غیبی کا منتظر تھا کہ یکایک اس بت کے اندر سے یہہ آواز آئی کہ یا
اَیُّھَا النَّاسُ ذَوُ الْاَجْسَامِ وَمُسْنِدُ الْحُکْمِ اِلَی الْاَصْنَامِ مَا اَنْتُمْ وَطَائِشُ الْاَحْلَامِ ھٰذَا نَبِیٌّ
سَیِّدُ الْاَنَامِ اَعْدَلُ ذِیْ حُکْمٍ مِّنَ الْحُکَّامِ یَصْدَعُ بِالنُّوْرِ وَبِالْاِسْلَامِ وَیَمْنَعُ النَّاسَ
عَنِ الْاٰثَامِ یعنی اے لوگو جو اپنے جھگڑون کو بتون کے سامنے فیصلے کے واسطے لاتے ہو کیا ہوا تمکو جو اسے
عقل کے ہلکے ہوگئے ہو یہہ نبی ہے جو سردار ہے تمام مخلوقات کا بڑا عادل ہے سب جہان کے حاکمونسے ظاہر کرتا ہے
نور اور اسلام کو اور منع کرتا ہے لوگون کو گناہون سے یہہ آواز سنتے ہی ہم جتنے وہان تھے سب بھاگ گئے اور متفرق
ہوگئے پھر ہر مجلس مین یہی تذکرہ رہتا تھا یہان تک کہ ہمکو خبر پہنچی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین پیدا ہوے
اور وہان سے مدینہ منورہ کیطرف ہجرت فرمائے تب ہم بھی آکر مسلمان ہوے اور اسیطرح ابونعیم اور
ابن سعد نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ جبیر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے پہلے ہم لوگ
ایک بت کے پاس ہم بیٹھے تھے اور ایک اونٹ اس بت کی نظر کے واسطے ہمنے ذبح کیا تھا یکایک ایک آواز
اوس بت کے اندر سے نکلی کہ اَلَا اسْمَعْ اِلَی الْعَجَبِ ذَھَبَ اسْتِرَاقُ السَّمْعِ بِالْوَحْیِ وَنَرْمِیْ بِالشُّھُبِ لِنَبِیٍّ
بِمَکَّۃَ اسْمُہٗ اَحْمَدُ مُھَاجِرُہٗ اِلٰی یَثْرِبَ یعنے خبردار ہو اور سن تعجب کی بات کو گیا زمانہ آسمان کی خبرین
چرانیکا وحی آنے کے سبب سے اور مارے جاتے ہین جنات انگارے دہکتے ہوئے سے یہہ سب ہوا ہے بسبب
نبی آنے کے مکہ مین جنکا نام احمد ہے اور انکی ہجرت کا مکان یثرب ہے جبیر کہتے ہین کہ ہم کو اس بات کے سننے
سے نہایت تعجب ہوا اور وہانسے اٹھکر چلے گئے پھر بعد چند روز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر فاش
ہوگئی اور اسیطرح ابونعیم نے تمیم داری سے روایت کی ہے کہ تمیم کہتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی
ہوئے اسوقت مین شام مین تھا پھر کسی کام کے واسطے سفر کیا مین جب رات ہوئی تب عربون کے قدیم دستور
کے موجب جنونکے خوف سے اس جنگل مین پکار کر مین نے کہا کہ اَنَا فِیْ جِوَارِ عَظِیْمِ ھٰذَا الْوَادِیْ یعنے پناہ
مین آئے اور دہائی ہے اس جنگل کے سردار کی اسیوقت ایک آواز آئی اور کوئی شخص ظاہر مین معلوم نہو تا تھا

اور اس آواز کا مضمون یہہ تھا کہ عذ باللہ فان الجن لا یجیر علی اللہ احدًا یعنے پناہ اور دہائی مین آ خدا کی
اسواسطے کہ جنون کو یہہ طاقت نہین ہے کہ بے حکم الٰہی کسی کو پناہ دیوین مین نے کہا کہ کون ہے تو اور کیا کہتا
ہے تب اسنے پھر کہا قد خرج رسول الامیین وصلینا خلفہ بالحجون فاسلمنا واتبعناہ وذھب
کید الجن ورمیت فانطلق الی محمد رسول رب العالمین یعنے تحقیق ظاہر ہوئے رسول
عربون کے اور نماز پڑھی ہمنے انکے پیچھے حجون مین جو مکہ معظمہ کا ایک محلہ ہے سو ایمان لائے ہم اور پیروی کی
ہمنے اس کی اور اب گیا فریب جنون کا اور مارے جاتے ہین انگارون سے سو جا تو طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
جو رسول ہین ساری جہان کے پروردگار کے تمیم کہتے ہین کہ جب صبح ہوئی تو مین وہان سے روانہ ہوا ایک شہر مین پہنچا
وہان ایک راہب سے اس قصہ کو بیان کیا مین نے اسنے کہا کہ جنون نے تجھسے سچ کہا ایک پیغمبر حرم سے ظاہر ہوگا اور دوسرے
حرم کیطرف ہجرت کرے گا اور اسکا مرتبہ سب پیغمبرون سے زیادہ ہے تو جلدی اس کی خدمت مین پہنچ اور اسیطرح
ابونعیم نے خویلد ضمری سے روایت کی ہے کہ خویلد کہتے ہین کہ مین ایک بت کے پاس بیٹھا تھا یکایک اسکے اندر سے
ایک آواز سنی مین نے کہ کہتا ہے ذھب استراق الوحی ورمی بالشھب لنبی بمکۃ اسمہ
احمد ومھاجرہ الی یثرب یامرہ بالصلوۃ والصیام والبر الارحام یعنے گیا زمانہ وحی کی
چوری کا اور مارے جاتے ہین جن انگارون سے مکہ مین نبی پیدا ہونے کے سبب سے جنکا نام احمد ہے اور ان
کی ہجرت کا مکان یثرب ہے حکم کرتا ہے سب کو نماز اور روزے کا اور اپنے خویش واقربا سے نیکی کرنے کا خویلد
کہتے ہین کہ ہم اس آواز کے سنتے ہی وہان سے اٹھے اور اس خبر کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ سچ ہے ایک پیغمبر مکہ مین
پیدا ہوا ہے اور اسکا نام احمد ہے اور اسیطرح ابونعیم اور ابن جریر اور طبرانی اور خرائطی اور دوسرے محدث کئی اسنادون
اور کئی طریقون سے عباس بن مرداس سے روایت کرتے ہین اور عباس عرب کے سردارون مین سے مشہور شخص
ہین وے کہتے ہین کہ میرے اسلام مین داخل ہونے کی وجہہ ابتدا مین یہہ ہوئی کہ اس شخص کے باپ نے مرتے
وقت مجھکو وصیت کی تھی کہ اس بت کی عبادت جسکا نام ضمار ہے ہرگز نہ چھوڑنا اور جو کام مشکل درپیش ہووے
کام مین اسی کی طرف رجوع کرنا اسواسطے کہ یہہ بہت مشکلکشائی مین بے نظیر ہے سو اپنے باپ کی وصیت کے
بموجب ہمیشہ اس بت کی خدمت مین مشغول رہتا تھا مین اور ہر روز باوجود کار بار ریاست کے اسکی زیارت کو

ایک مرتبہ جاتا تھا مین ایکدن جنگل مین شکار کے واسطے گیا تھا مین جب دوپہر ہوئی تو گرمی کی شدت سے ایک درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا اور نوکر چاکر بھی جو میرے ساتھ تھے ایدہر اودھر درختون کے تلے ٹھہر گئے یکایک دیکھا مین نے کہ ایک شتر مرغ سفید رنگ چیارونی گالا بنا ہوا اوپر سے نیچے آیا اور اس شتر مرغ پر ایک شخص سفید پوش نورانی شکل سوار ہین اور میری طرف خطاب کرکے کہتے ہین کہ ای عباس بن مرداس کچھ تجھ کو خبر ہے کہ آسمان کی نگہبانی کے واسطے چوکیان مقرر ہوئین اور لڑائی اور جہاد زمین پر پھیل گیا اور زین اور لگام والے گھوڑے جہاد کو تیار ہوئے ہین اور یہہ نیک طریقہ جو زمین پر لایا ہے وہ دوشنبہ کے دن منگل کی رات کو پیدا ہوا اور اسکی سواری کی ایک اونٹنی ہے اسکا نام قصوی ہے عباس کہتے ہین کہ یہہ بات سنتے ہی مجھ کو خوف اور رعب زیادہ ہوا وہانسے سوار ہوکر گھر کو آیا اور پہلے اس بت کے پاس جس کا نام ضمار تھا گیا مین تھوڑی دیر اسکے سامنے موٗدب ہوکے بیٹھا اسکے اندر سے آواز نکلی یہ بیتین پڑھتا تھا قُلْ لِلْقَبَائِلِ مِنْ سُلَیْمٍ کُلِّهَا هَلَكَ الْاَنِیْسُ وَعَاشَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ اُوْدِیَ ضِمَارٌ وَکَانَ یُعْبَدُ مُدَّةً قَبْلَ الْكِتَابِ اِلَى النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالْهُدٰی بَعْدَ ابْنِ مَرْیَمَ مِنْ قُرَیْشٍ مُّهْتَدِیْ یعنے کہدے سلیم کے سب قبیلے سے کہ ہلاک ہوا انیس اور زندہ ہوے مسجد والے اور ہلاک ہوا ضمار اور پوجا گیا تھا ایک مدت تک قبل اترنے کتاب کے طرف نبی کے جنکا نام محمدؐ ہے بیشک جو شخص وارث ہوا ہے نبوت کا اور ہدایت کا بعد مریم کے بیٹے کے وہ قریش سے ہے سیدھی راہ چلنے والا عباس کہتے ہین کہ مین نے اسبات کو لوگونسے ظاہر نہ کیا بلکہ پوشیدہ رکھا یہان تک کہ جب کافر جنگ احزاب سے جسکو جنگ خندق بھی کہتے ہین پھرے اُسی وقت مین اونٹ خرید کرنے کیواسطے عقیق کی طرف جو ذات عرق کے متصل بستی ہے گیا تھا یکایک ایک سخت آواز آسمان سے آئی مین نے نظر اوپر کی تو دیکھا مین نے وہی پیر مرد سفید پوش سفید شتر مرغ پر سوار ہین اور کہتے ہین کہ جو نور دوشنبہ کے دن منگل کی رات کو دنیا مین آیا ہے سو اب ناقہ قصوا کے صاحب کے ہمراہ نجد مین آتا ہے اسی وقت سے دین اسلام کا اعتقاد میرے دلمین بیٹھ گیا اور اسیطرح ابن سعد اور ابو نعیم نے سعید بن عمرو ہذلی سے روایت کی ہے کہ سعید کہتے تھے کہ ایک روز ایک شخص کے باپ نے ایک بکری ایک بت کے سامنے

نذر کیطور پر ذبح کی تھی اسوقت اُس بُت کے اندر سے یہہ آواز آئی کہ اَلْعَجَبُ کُلُّ الْعَجَبِ خَرَجَ نَبِیٌّ مِّنْ بَنِیْ

عَبْدِالْمُطَّلِبِ یُحَرِّمُ الزِّنَا وَیُحَرِّمُ الذَّبْحَ لِلْاَصْنَامِ وَحُرِسَتِ السَّمَآءُ وَرُمِیْنَا بِالشُّهُبِ

یعنے بڑا تعجب ہی پیدا ہوا ایک نبیؐ عبدالمطلب کی اولاد سے حرام کریگا زنا اور حرام کریگا ذبح کو جو بتونکے واسطے کرتے ہین اور نگہبانی کی گئی آسمانون کی اور مارے جاتے ہین ہم انگارون سے سعید کہتے ہین کہ میرا باپ اس خبر کی تحقیق کے واسطے مکے کی طرف گیا کسی نے ان کو اس خبر کا پتا نہ بتایا یہان تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اُنسے پوچھا انھون نے کہا کہ ہان سچ ہی محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ×٭× خدا کا رسول ہی تم کو بھی لازم ہی کہ اسپر اسلام لاؤ حاصل کلام کا اس قسم کے قصے بے شمار ثابت ہین جو حد تواتر کو پہنچے ہین بلکہ بعضے جنات جو اسوقت تک اسلام سے مشرف نہین ہوئے تھے بعضے آدمیون کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین سلام اور تحیات اور اپنی عاجزی اور فرمانبرداری کہلا بھیجی تھی چنانچہ ابن سعد نے جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہی کہ جعد کہتے تھے کہ ہم چار آدمی اپنے وطن سے حج کے ارادے سے چلے رستے مین ایک جنگل ملا یمن کے متعلقات سے اس جنگل مین ایک آواز سنی ہم نے کہ کوئی یہہ بیتین پڑھتا ہی

اَلَا یَا اَیُّهَا الرَّکْبُ الْمُعَرِّسُ بَلِّغُوْا	اِذَا مَا وَقَفْتُمْ بِالْحَطِیْمِ وَزَمْزَمَا
مُحَمَّدَنِ الْمَبْعُوْثَ مِنَّا تَحِیَّةً	تُشَیِّعُهٗ مِنْ حَیْثُ سَارَ وَیَمَّمَا
وَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّا لِدِیْنِكَ شِیْعَةٌ	بِذٰلِكَ اَوْصَانَا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَا

یعنے اے اونٹون کے سوار پچھلی رات کو مقام کرنیوالے پہنچا دُ جب کھڑے ہو تم یعنے پہنچو تم حطیم اور زمزم کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مبعوث ہوئے ہین سلام ہماری طرف سے اور تحیہ جانا تم اسکے پاس جہان کہین اسنے سیر کی ہو اور قصد کیا ہو اور کہنا اُسسے ہم سب یعنے یہان کے جنات تمھارے دین کے گروہ ہی اسیطرح وصیت کی تھی ہمکو عیسی مسیح مریم کے بیٹے نے علیہ السلام اور ابن عساکر اور خرائطی نے مرداس بن قیس دوسی سے روایت کی ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین کاہنون کا اور کہانت کا کچھ ذکر تھا لوگ نقل کرتے تھے کہ یہہ کارخانۂ نبوت کے ظہور اور وحی کے نزول ہوتے ہی موقوف ہو گیا مرداس مذکور نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھہ کو اس مقدمہ مین عجب اتفاق ہوا تھا جو قابل سننے کے ہی آپنے فرمایا کہ بیان کرو مرداس نے کہا کہ ہمارے پاس ایک لونڈی تھی اسکا نام خلصہ تھا بہت نیکبخت اور

صالحہ تھی کبھی برائی کا وہم بھی اسکی طرف نہوا تھا ایک روز میرے نزدیک آئی اور کہنے لگی کہ تم مجھکو
کیا جانتے ہو ہمنے کہا کہ تجھکو بڑی نیک بخت اور صالحہ ہم جانتے ہین کبھی برائی کا وہم بھی تیرے طرف ہمکو نہین
ہوا پھر اسنے کہا کہ اندنون مجھپر ایک عجیب احوال گذرا ہے کہ مین ایک روز اکیلی اپنے گھر مین بیٹھی تھی ایک چیز
سیاہ میرے اوپر آکر چڑھ بیٹھی اور جسطرح مرد عورت سے صحبت کرتا ہے اسیطرح اسنے میرے ساتھ کیا
اور پھر کچھہ معلوم نہ دیا سو مجھکو یہہ خوف ہوا کہ ایسا نہو مجھے حمل رہگیا ہو اور تم لوگ مجھپر زنا کی تہمت
کردو ہمنے اُسے کہا کہ ہم کو تیری طرف ایسی چیز کا وہم بھی نہین آنے کا تو جا خاطر جمع رکھہ بعد کتنے روز
معلوم ہوا کہ اسکو حمل ہے پھر موافق معمول کے لڑکا جنی لیکن اس لڑکے کے دونون کان کتّے کے سے تھے
اور اسکا رنگ بھی آدمی کا سا نہ تھا سو وہ لڑکا ہمارے لڑکون کے ساتھ کھیلا کرتا تھا یکایک ایکروز
ننگا ہوکے چلانے لگا اور کہنے لگا کہ افسوس اور خرابی ہے کہ دشمن کے سوار تمھارے لوٹنے کو اس پہاڑ کے
اسطرف آن پہنچے اور تم غافل بیٹھے ہوئے ہو ہم سب اسکے کہنے بموجب مسلح ہوکر اس پہاڑ پر گئے دیکھا تو واقعی
دشمن کے سوار ہین آخر انسے لڑائی کرکے انکو ہٹا دیا اسوقت سے اس لڑکے کے کہنے کا اعتبار ہوگیا جو
وہ کہتا تھا ویسا ہی ہوتا تھا کبھی اسکی بات جھوٹھہ نہوتی تھی پھر جب سے آپ نبی ہوئے اور وحی آنا شروع
ہوا تب سے اسکی بات جھوٹھی ہونے لگی اکثر باتین جھوٹھی کہا کرتا تھا ہمنے اس سے پوچھا کہ تجھکو اب کیا ہوا
جو جھوٹھہ بولنے لگا تو اُسنے کہا مجھکو کچھہ حال نہین معلوم جو شخص مجھکو پہلے سچی خبرین پہنچاتا تھا اب جھوٹھی خبرین
پہنچاتا ہے مین اپنی طرف سے اس مین کچھہ ملاتا نہین ہون اب اسکی تدبیر یہہ ہے کہ تم مجھکو تین دن ایک
اندھیری کوٹھری مین بند کرو تاکہ جب مین تنہا ہونگا تو وہ جن جو مجھکو خبرین دیتا ہے وہ میرے رگ اور پوست
مین گھس جائیگا پھر تم اس سے پوچھنا تو کچھہ معلوم ہوگا سو ہمنے ویسا ہی کیا پھر تین دن کے بعد حجرے کو
کھولا تو دیکھا ہمنے کہ اس لڑکے کا بدن ایسا ہوگیا ہے جیسا آگ کا انگارا ہم نے دریافت کیا کہ یہہ رنگت
آگ کی اسی جن کی ہے جو اسکے اندر در آیا ہے آخر ہمنے اس سے کہا کہ اے عزیز اب تک تمھاری خبرین سب
سچی ہوتی تھین چند دنون سے کیون جھوٹھی ہونے لگین اسنے کہا یَا مَعشَرَ دُوس حُرِسَتِ السَّمَاءُ
وَخَرَجَ خَیرُ الاَنبِیَاءِ یعنے اے گروہ دوس کے قبیلے کے نگہبانی کئے گئے آسمان اور پیدا ہوئے

ایسے نبی جو بہتر ہین سب نبیون سے مین نے پوچھا کہ کہان اسنے کہا کے مین اور اسکے بعد یہہ بھی کہا اب مین مرتا ہون مجھکو پہاڑ کی چوٹی پر دفن کرنا اور میرے دفن کے بعد آگ کی طرح شعلے نکلین گے جب تم یہہ حال دیکھنا تو تین پتھر مجھپر مارنا یعنے اسی آگ پر اور ہر پتھر پر یہہ کلمہ پڑھنا کہ بِاسْمِكَ اَللّٰھُمَّ یعنے ای اللہ تیرے نام کی برکت سے اسوقت وے شعلے بجھ جائینگے یعنے میری آگ ٹھنڈی ہو جائیگی پھر جسطرح اسنے کہا تھا ویسا ہی ہمنے کیا اسکے مرنے سے کتنے دنون کے بعد آپ کی نبوت کی خبر ہم کو پہنچی اور ہم خدمتمین حاضر ہوئے یہہ بھی عرب کے جزیرے کے جنون کا حال جن کی گواہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت اور آسمان کی نگہبانی اور انگارون کا گرنا اور قرآن شریف کا نازل ہونا تواتر کے طور کے قول پر منقول ہی جسمین کسی طرح کا شبہ نہین ہی لیکن جو انمین سے اسلام سے مشرف ہوئے مین اور صحابیت کے درجکو پہنچے ہین وے بھی بہت ہین چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی لیلۃ الجن مین جو مکہ معظمہ کے متصل درہ حجون مین ہوئی تھی اور دوسری لیلۃ الجن مین جو مدینہ منورہ مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد بقیع غرقد کے میدان مین ہوئی تھی اور دونون مرتبے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سوان دونون مرتبون مین جنونکی کثرت اسقدر بیان کی ہی کہ گنتی اور شمار سے باہر ہی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ایک مرتبہ لیلۃ الجن مین جو دوسری مرتبہ مدینہ منورہ مین ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور جنونکو دیکھا بھی تھا اور ان کی باتین بھی سنی تھین وے بھی اسیطرح کی کثرت ان کی بیان کرتے ہین چنانچہ ابو نعیم نے دلایل النبوۃ مین اور دوسری حدیث کی کتابون مین ان قصون کی تفصیل بیان کی ہی اور صحاح ستہ مین بھی آیا ہی

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِالْمَدِیْنَۃِ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ اَسْلَمُوْا فَمَنْ رَّاٰی مِنْ ھٰذِہٖ الْعَوَامِرِ شَیْئًا فَلْیَتَعَوَّذْ بِہٖ ثَلٰثًا فَاِنْ بَدَا لَہٗ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَاِنَّہٗ شَیْطَانٌ یعنے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ مین روایت کی ہی کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینے مین بہت جن ہین کہ وے اسلام لائے ہین پھر جو شخص دیکھے ان میں سے کسی کو تو کہے اعوذ باللہ منک تین مرتبے پھر اگر ظاہر ہو اسکو کوئی چیز بعد تین مرتبے کے تو وہ شیطان ہی یعنے اسے مار ڈالے کچھ مضایقہ نہین ہی اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی

کہ ایک مرتبے بہت سے جن کسی جزیرے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے مشرف ہونیکو آئے تھے
اور کئی دن یہان مقام بھی کیا تھا اور پھر اپنے وطن کو لوٹ کر گئے اور امام احمد اور بزار اور ابو یعلی اور
بیہقی اور دوسرے محدثون نے بلال بن حارث سے روایت کی ہی کہ بلال کہتے ہین کہ ایک مرتبہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھا عرج مین مقام ہوا مین اپنے خیمے سے نکلکر چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین حاضر ہون دیکھا مین نے کہ آپ سب لشکر سے اکیلے باہر دور بیٹھے ہین مین نے چاہا کہ آپ کے
پاس جاؤن جب آپ کے قریب پہنچا تو آواز غل اور شور کی میرے کان مین پہنچی گویا بہت لوگ آپسمین جھگڑا
کر رہے ہین اور سخت گوئی بھی کرتے ہین مین ٹھہر گیا اور بوجھا مین نے کہ آپ کے پاس غیب کے لوگون کا ہجوم
ہی اسوقت جانا مناسب نہین ہی پھر تھوڑی دیر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھکو دیکھکر
آپ نے تبسم فرمایا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہہ شور و غل کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مسلمان اور کافر جنون
مین جھگڑا اتھا رہنے کے مقدمے مین میرے پاس فیصلے کے واسطے آئے تھے سو مین نے ایسا حکم کیا کہ مسلمان جن جلس
کے ملک مین اور کافر غور کے ملک مین رہین آپسمین ملے ہوئے نہ رہین چنانچہ کثیر بن عبداللہ جو اس حدیث کے راوی
ہین وے کہتے ہین کہ ہمنے تجربہ کیا ہی کہ جسکو جلس کے ملک مین کچھہ جن کا آسیب ہوتا ہی وہ جلدی اچھا
ہو جاتا ہی ہلاک نہین ہوتا اور غور کے ملک مین جسکو جن کا آسیب ہو جاتا ہی وہ اکثر اچھا نہین ہوتا بلکہ
ہلاک ہوتا ہی اور خطیب نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہی کہ جابر کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ سفر مین تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے
یکایک ایک کالا سانپ بہت ہی بڑا آپ کی طرف چلا لوگون نے چاہا کہ اسکو مارین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اسکو مت چھیڑو آخرکو وہ سانپ آپ کے نزدیک پہنچا اور اپنے منہہ کو آپ کے کان کے پاس لیگیا جیسے
کوئی بات کان مین کہتا ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے منہہ مبارک کو اسکے کان کے پاس لیجا کے
کچھہ فرمایا پھر وہ سانپ غایب ہو گیا اور معلوم بھی نہ ہوا گویا اسکو زمین نگل گئی ہم لوگون نے عرض کی کہ
یا رسول اللہ آپ نے اس سانپ کو اپنے کان تک آنے دیا ہم کو بڑا خوف ہوا تھا کہ یہہ جانور بے سمجھہ ہی
ایسا نہ ہو کہ آپ کو کچھہ ایذا دیوے یا کاٹ کھاوے آپ نے فرمایا کہ یہہ جانور نتھا بلکہ یہہ جنون کا بھیجا ہوا تھا فلانی

سورت کی آیتین وے بھول گئے سو اسکے پوچھنے کے واسطے اسکو بھیجا تھا جب اُسنے تم لوگون کو دیکھا تب سانپ
کی شکل بن کے تمھارے سامنے آیا اور پوچھکر چلا گیا پھر جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ بعد اسکے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور آگے کو چلے راستے مین ایک گانون ملا وہان کے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
یہان ایک عورت ہے جوان خوبصورت ایک جن اس پر عاشق ہوگیا ہے سو اُسکے اندر گھسکے اسکو بیہوش کر دیتا ہے
نہ کچھ کھاتی ہے نہ کچھ بات کہتی ہے بلکہ ہلاکی کے قریب ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو
اپنے سامنے بلایا اور فرمایا کہ اے جن تو مجھکو جانتا ہے کہ مین کون شخص ہون مین محمدؐ ہون حق تعالے کا
رسول سو اس عورت کو چھوڑ دے یہہ بات فرماتے ہی عورت ہوش مین آگئی اور اپنے منہہ کو نقاب سے چھپا لیا
اور لوگون سے حیا کرنے لگی اور بالکل اچھی ہوگئی جابر کہتے ہین کہ مین نے اس عورت کو دیکھا تھا ایسی خوب
صورت تھی جیسے چودھوین رات کے چاند کا ٹکڑا اور عقیلی اور بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ
کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک پیر مرد ہاتھ مین عصا لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
آنکر حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آپ نے اسکے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اسکی آواز جن کیسی ہے پھر آپ نے
اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے عرض کیا کہ اس غلام کا نام ہامہ ہے اہیم کا بیٹا اور اہیم لاقیس کا بیٹا ہے
اور لاقیس ابلیس کا بیٹا ہے آپ نے فرمایا کہ ابلیس کے اور تیرے درمیان مین دو ہی پشتین ہین بھلا کہہ تو تیری
عمر کتنی ہوگی اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جتنی دنیا کی عمر ہے اتنی ہی میری عمر ہے کچھ تھوڑی سی کم ہے اسواسطے
کہ جن دنون مین قابیل نے ہابیل کو مارا تھا اسوقت مین بچہ تھا کئی برس کا لیکن بات سمجھتا تھا اور پہاڑون پر دوڑتا
پھرتا تھا اور لوگون کا غلہ اور کھانا چرا لاتا تھا اور لوگون کے دلون مین اپنے خویش اور اقربا سے بدسلوکی کرنیکے
وسوسے کے طور سے ڈالا کرتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کے عمل تو ایسے
ہین اور جوانی او بچپن کے کام ویسے تو بہت برا شخص ہے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھکو
کچھ ملامت نہ کیجئے اسواسطے کہ اب مین توبہ کرنے کو آیا ہون اور مین نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات
کی ہے اور اُن کی مسجد مین ان کی صحبت مین بہت رہا ہون اور پہلے انکے ہاتھ پر توبہ کی تھی مین نے اور

ایک سال انکی مسجد مین رہا ہون مین اور حضرت ہود اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتون مین
رہا ہون مین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے مین نے اور انسے توریت سیکھی تھی اور انکا سلام
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا
تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا تو میرا سلام انکو پہنچانا سو اب اس امانت کے بار کے ادا کرنے کے
واسطے آپ کی خدمت مین حاضر ہوا ہون اور یہہ بھی میری آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے مجھہ کو کچھہ
قرآن شریف تعلیم فرمائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سورتین جیسے سورۂ واقعہ اور سورۂ مرسلات
اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت اور قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
اسکو تعلیم فرمائین اور یہہ بھی آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ ای ہامہ جس وقت تجھکو کسی چیز کی احتیاج ہو تو
میرے پاس آنا اور ہمسے ملاقات نہ چھوڑنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
نے تو وفات پائی اور اسکی موت کی خبر ہمکو نہین دی اب ہمکو معلوم نہین ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو جنات سے تھے انمین سے ایک کا نام عمر بن جابر ہے جن کی صفوان بن معطل نے تجہیز
اور تکفین کی تھی اور انہین سے ایک کا نام عمرو ہے جو کافر جنون کی لڑائی مین شہید ہوئے ہین اور حضرت عبد اللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ کے یارون نے ان کو دفن کیا تھا اور انہی مین سے ایک کا نام سرق ہے جنکو عمر بن عبد العزیز
رحمۃ اللہ علیہ نے مرو کے جنگل مین دفن کیا تھا یہ سرق اس جماعت کے تھے جنہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیعت کی تھی اور انہی مین سے ایک کا نام خرفا تھا یہہ جنیہ تھی یعنے عورت تھی اسکو عمر بن عبد العزیز نے
مکہ معظمہ مین دفن کیا تھا اور ان سب کا قصہ بیہقی نے اپنی کتاب دلایل النبوۃ مین صحیح اسنادون سے بیان کیا
ہے فقط بیان انکے احوال ان جنون کا بیان ہوا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار اور تابعدار ہوئے
تھے اور قرآن کے حکمون کو مان لیا تھا اور نہایت پیروی اور تابعداری کے سبب سے اپنی اس خدمت سے
جس سے موقوف اور معزول ہوئے تھے بالکل دست بردار ہوئے اور بنی آدم کی ہدایت اور رہنمائی پر
کمر باندھی اور مستعد ہوئے وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ اور بعضے ہم مین سے کجرو اور بے انصاف ہین جو اس خدمت
سے اپنی معزولی اور موقوفی پر راضی نہین ہین اور اس رسول اور اس قرآن کی فرمان برداری جیسی

چاہیئے ویسی نہ کی سو اس قسم کے چار فرقے ہین پہلا فرقہ کافر جنون کا جو ظاہر مین مخالفت اور دشمنی کرتے
ہین اور اپنے کفر کو چھپاتے نہین ہین اور بنی آدم کو جہان تک ہو سکتا ہے بہکانے مین قصور نہین کرتے اور کہتے
ہین کہ ہم ہرگز اپنی خدمت سے معزول اور موقوف نہین ہوئے ہین غیب کی خبرین ہمسے پوچھا کرو اور اپنے
اڑے کامون پر ہمسے مدد مانگا کرو ہم تمہاری حاجت روائی اور مشکلکشائی کیا کرینگے چنانچہ کافرون نے
جھوٹھے معبود جنکو دیوتہ کہتے ہین جیسے ہنودونکے اور حبشیونکے اور زنگیونکے اور دوسرے بت پرستونکے باوجود
آسمان پر نجانے پانے کے اور آگ کے انگارون سے مارے جانے کے اور اپنی خدمت سے معزول اور موقوف
ہونیکے بنی آدم کے بہکانے اور خراب کرنے سے دست بردار نہین ہوتے ہین بلکہ کافرون کی مدد اور اعانت
حتی المقدور کئے جاتے ہین تاکہ وے انسے نہ پھرین بلکہ بزور انسے شرک کرواتے ہین اور اسلام مین داخل
ہونے سے منع کرتے ہین دوسرا فرقہ منافق جنون کا جو ظاہر مین اپنے تئین ایماندارون مین داخل کرتے ہین
اور پوشیدہ مکر اور فریب سے آدمیون کی خرابی کے پیچھے پڑے ہین اور اپنے تئین کسی بزرگ کے نام سے مشہور
کرکے آدمیون کے نزدیک پیر بن بیٹھے ہین جیسے شیخ سدّو اور زین خان اور سترہ اور بالے اور سوا انکے اور
بردمین اپنی ولایت اور غیب دانی اور مشکلکشائی کا دعوی بلکہ الوہیت اور خدائی کا دعوی کرتے ہین اور
شرک اور بت پرستی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھتے جو اپنے معتقدون سے اپنے واسطے نکرواوین تیسرا فرقہ
فاسق جنون کا جو ڈھنکیت اور بٹ مار کیطور پر ہین جو آدمیون کو طرح طرح کی ایذا پہنچاتے ہین اور ایسے جن نذر اور
نیاز اور ہدیے اور مٹھائیان اور پانی اور شربت اور سوائے اسکے سب کچھ اپنے واسطے لیتے ہین چوتھا
فرقہ جنون کا ایک اور ہے جو چورون کی طرح بعضے آدمیون کی روحون کو جو بدخلقی اور تکبر اور غرور اور کینے اور
حسد مین اور ہر وقت نجاست سے آلودہ رہنے مین خبیث جنون سے مناسبت بہم پہنچائی تھی کھینچکر لیجاتے ہین اور
اپنے رنگ مین ان کو بھی رنگتے ہین اور اپنی چال ان کو سکھاتے ہین جیسے آدمیون کے بدن مین مساموں کی راہ
سے در آنا اور اسکے مزاج کو خراب کر دینا اور شکل کا بدلنا ان کو تعلیم کرتے ہین تاکہ اب وے بھی ایذا اور رنج آدمیونکو
پہنچاوین اور بنی آدم کے فرقے کو خراب کرین سو یے چار فرقے قاسطون سے یعنے بے انصافون سے کہ دین اور قرآن شریف
کی پیروی نہ کی اگرچہ ظاہر مین بعضون نے اپنی زبان پر کلمہ توحید کا جاری کیا فَمَنْ اَسْلَمَ پھر جو کوئی حکم الٰہی کا

فرمانبردار ہوا اور کجروی اور ناانصافی کو چھوڑا فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا پھر انھون نے سوچی اور اٹکلی تدبیر سیدھی راہ چلنے کی اسواسطے کہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کے سبب سے خاوند کے نزدیک اپنا رتبہ پیدا کیا اور کجروی اور ناانصافی اور بنی آدم کو فریب دینے کی صورت مین بعضے مخلوقات کے نزدیک البتہ کچھ مرتبہ اور جاہ اس دنیا چند روزہ کا حاصل ہوتا ہے لیکن اپنے خاوند کے نزدیک ذلت اور بیقدری ہوتی ہے اور ہمیشگی کی نعمت سے بے نصیبی اور محرومی وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ اور لیکن کجرو ناانصاف جنھون نے حکم الٰہی کی فرمانبرداری سے سرکشی کی اور باوجود معزولی کے اپنی خدمت سے آدمیون کو فریب دیا کہ ہم معزول نہین ہین بلکہ اپنے تئین آدمیون کے نزدیک کارخانہ الٰہی کا شریک ٹھہرایا فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا پھر ہوئے وے دوزخ کے کندے اور آگ کے بھڑکانیوالے کہ اپنے تئین بھی آگ مین جلایا اور آگ کی مناسبت کے سبب سے اس آگ کو اور بھڑکا کے دوسرونکو بھی خوب جلا کر بھسم کیا اور بعضے ملحد بے دین یہان پر ایک اعتراض کرتے ہین اور شبہ دلونمین ڈالتے ہین کہ جنات کی پیدایش تو آگ سے ہے پھر جنون کو آگ مین پڑنے سے کیا رنج اور تکلیف ہوگی اسیواسطے کہ کسی چیز کو اپنی جنس سے کچھ تکلیف اور ایذا نہین ہوتی ہے سو اسکا جواب یہہ ہے کہ جنات کا اصل مادہ اگرچہ آگ ہے لیکن اسکی صورت ترکیبی اور اس کا مزاج دوسری چیز ہے سو جب صرف آگ اسکی صورت ترکیبی اور اسکے مزاج کی منافی ہوئی تو اور زیادہ اسکی تکلیف اور عذاب کا سبب پڑے گی چنانچہ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک ملحد نے یہی اعتراض کی وہان ایک شخص ظریف دانا حاضر تھے انھون نے ایک بڑا پتھر اٹھا کے اسکی ران پر مارا وہ ملحد چلانے لگا اور شور اور غل مچانے لگا اس شخص نے کہا اس پتھر سے تجھکو رنج اور تکلیف ہونے کی کیا وجہ آخر تیری بھی اصل زمین سے ہے اور یہہ پتھر بھی زمین مین سے ہے آخر وہ ملحد لاجواب ہوا غرض کہ مزاج کی کیفیت اور عذاب کی کیفیت متحد ہونے سے رنج اور تکلیف کی اور زیادتی ہوتی ہے بخلاف اسکے جہان مزاج کی کیفیت اور غذا کی کیفیت مختلف ہو چنانچہ یہہ بات تجربہ اور آزمایش مین آچکی ہے کہ صفراوی مزاج والیکو آگ اور دہوپ کی نزدیکی سے اسقدر رنج اور تکلیف کی زیادتی ہوتی ہے کہ بلغمی مزاج والیکو عشر عشیر اسکے بھی نہین ہوتی اور اسیطرح بلغمی مزاج والیکو دریا کی نزدیکی اور سرد ہوا کے سبب سے اسقدر سستی اور کسالت لاحق ہوتی ہے جو صفراوی مزاج والے کو نہین ہوتی اور آگ کو حق تعالی نے اسی

تاثیر دی ہی کہ تفریق اجزا اور رطوبات متماسکہ کے افنا کے سبب سے ہر ترکیب کی تحلیل اور ہر مزاج کا ابطال کرتی ہی اور جو رنج اور الم ممزج اور مرکب کو محسوس ہوتا ہی وہ ابطال مزاج اور تحلیل ترکیب کے سبب سے ہی نہ مخالفت مادہ سے تاکہ ہم جنس ہونا اس کا بے المی کا سبب پڑے اور جو شروع سورت سے یہانتک حقتعالے نے تیرہ کلمے جنون کے نقل فرمائے اب پھر انّہٗ استمع پر عطف کرکے تین مطلب دوسرے تلقین فرماتے ہین تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان تینون مطلبون کو بھی آدمیون اور جنات کو پہنچا دوین اسواسطے کہ یہہ تینون مطلب عمدہ ہین اور جنون کی پیدایش اور ان کی عادت سے متعلق ہین اور بہت سے آدمی بھی اسی عادت کے سبب سے باطل عقیدون مین بلکہ شرک مین پھنس جاتے ہین سو اب ارشاد ہوتا ہی کہ کہہ تو اے پیغمبر کہ وحی کی گئی ہی میری طرف یہے سب جنون کی باتین جو اوپر بیان ہو چکین ہین وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ اور یہہ کہ اگر جنات اس طریقے پر استقامت کرینگے اور مضبوط رہین گے جسطرح اب اس طریقے کو اختیار کیا ہی اور تلون اور تبدل سے جو جنونکا خاصہ ہی باز آوین گے لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا البتہ پلاوین گے ہم ان کو پانی برسات کا جی بھر کے یعنے برساوین گے اور قحط کو ان سے دور کرینگے مفسرون نے لکھا ہی کہ یہہ سورت اسوقت مین نازل ہوئی تھی جس وقت کفر کی شامت سے مکہ والے سات برس کی قحط مین گرفتار ہوئے تھے بلکہ قحط کا شروع تھا اور آدمی اور جن اور جانور سب قحط سالی اور خشکی مین گرفتار تھے اور قحط کے زمانے کے قطع نظر برسات کا پانی ہر طرح سے سب طرح کی برکتون اور تمام دنیا دی منفعتون کو شامل ہی سو ذکر اس نعمت کا گویا تمام دنیا کی نعمتون کی طرف اشارہ ہی چنانچہ دوسری آیت مین حق تعالی فرماتا ہی وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور اگر تحقیق کہ والے ایمان لاتے تو البتہ کھولتے ہم انپر برکتین آسمان اور زمین سے یعنے آسمان سے پانی برساتے اور زمین سے غلہ اگاتے اور باوجود اسکے خاص جنونکو اس نعمت کے پہنچانے مین ایک غرض دوسری بہت باریک اور دقیق ہی سو وہ یہہ ہی کہ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ تاکہ عقل اور دانائی جنون کی آزما وین ہم اس پانی پلانے مین اور دیکھین ہم کہ یے جن اپنی دانائی اور زیرکی سے اپنے آگ مین جلنے کے عذاب کو اپنے پانی پینے سے راحت پانے پر قیاس کرتے ہین یا نہین اسطور سے کہ پانی اپنی دونون کیفیت مین یعنے رطوبت اور برودت مین ان کی ضد ہی اسواسطے کہ یے آگ

پیدا ہوئے اور حرارت اور خشکی آگ کا خاصہ ہی لیکن باوجود اسکے پھر پانی پینے سے ان کو تسکین ہوتی ہی سو اگر آگ مین در آنے سے ان کو رنج اور عذاب نہووے تو ایک مزاج کا دو ضدونکے ساتھہ موافق ہونا لازم آوے اور یہہ محال ہی تو معلوم ہوا کہ آگ ضرور رنج اور عذاب کا سبب پڑے گی اور یہہ بھی بوجہ لیوین کہ طریقہ حق پر استقامت کرنا کجروی اور گمراہی کی ضد ہی اور اسی طرح تنعیم تعذیب کی ضد ہی اور پانی آگ کی ضد ہی اور جو طریقہ حق پر استقامت کرنا پانی سے راحت پانیکا سبب پڑا تو کجروی اور گمراہی آگ سے عذاب ہونیکا بھی سبب پڑے گی اور اگر ایسا نہو تو دو ضدونکا آپسمین مقابل ہونا جاتا رہے اور یہہ بھی سمجھہ لیوین کہ پانی کی طبیعت آگ کے بجھانے کو چاہتی ہی اور ہم کو باوجود آتشی ہونے کے پانی زندگی اور راحت کا سبب پڑتا ہی تو کچھہ عجب نہین ہی کہ آگ ہماری رنج اور مشقت کا سبب پڑے ولیکن یہہ سب دنیا کی نعمت بدون وبال اخروی کے ان لوگونکے واسطے ہی جو طریقہ مرضیہ پر مستقیم ہین وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص منہہ موڑیگا اپنے پروردگار کی یاد سے اور جس طریقے کو اختیار کیا ہی اسپر ثابت نرہیگا اور تلوّن اور تبدل کو اپنے مین راہ دیگا يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا البتہ داخل کرے گا اسکو اسکا پروردگار ایسے عذاب مین جو اسکی طاقت سے باہر ہی خواہ وہ عذاب آگ سے ہو جو اسکی ہم جنس ہی اور ہم جنس جب اپنی حد سے زیادہ ہوتا ہی تو انتہا درجیکی تکلیف کا سبب پڑتا ہی اور خواہ دوسری چیز سے ہو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہی کہ صَعَدًا نام ہی ایک دوزخ کے پہاڑ کا پتھر کی صاف چٹان ہی کافر کو اسپر زبردستی چڑھاوینگے آگے سے فرشتے اسکو زنجیرون سے کھینچینگے اور پیچھے سے بھی آگ کے گرزون سے مارینگے یہانتک کہ چالیس برس مین اس پہاڑ کے اوپر پہنچے گا پھر وہان سے فرشتے اسکو نیچے ڈھکیل دینگے پھر اسیطور سے مار مار کے اسکو اوپر چڑھا وین گے اور پھر ڈھکیلین گے تاکہ ہمیشہ اسی عذاب مین گرفتار رہے اور اس آیت مین استقامت کی تعریف حق تعالی نے فرمائی ہی چنانچہ سید الطائفہ یعنے سردار صوفیون کے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے بموجب فرماتے ہین کہ کُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَةِ وَلَا تَكُنْ صَاحِبَ الْكَرَامَةِ فَاِنَّ الرَّبَّ يَطْلُبُ مِنْكَ الْاِسْتِقَامَةَ وَالنَّفْسُ تَطْلُبُ مِنْكَ الْكَرَامَةَ یعنے ہو تو طالب استقامت کا اور نہ ہو تو طالب کرامت کا اسواسطے کہ پروردگار

تیرا چاہتا ہی تجھسے استقامت کو اور نفس تیرا چاہتا ہی تجھسے کرامت کو اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ
اِسْتَقِيمُوا وَلَنْ تُحْصُوا یعنے استقامت کرو طاعت پر اور تمام طاعتون کو ہرگز نہ گھیر سکوگے اور حقیقت مین
بھی یہی بات ہی کہ روح اور دل کا منور ہونا طاعت کی روشنیون سے استقامت کے سبب سے ہوتا ہی اور
عبادت کے رنگ کو نفس کے جوہر مین استقامت ہی پیوست کردیتی ہی اور عبادتون اور طاعتون سے
نفس کو اسی رنگ مین رنگین کرنا مطلوب ہی نہ فقط رنج اور مشقت کھینچنا وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ اور یہہ کہ
مسجدین بنائی جاتی ہین اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا سومت پکارو
ان مسجدونمین حقتعالی کے ساتھ کسیکو اسواسطے کہ اگر حقتعالی کے ساتھ ان مسجدونمین دوسرے کو پکاروگے
توگویا ان مسجدونکو تمنے اللہ تعالی مین اور اس شخص مین مشترک کردیا اور حال یہہ ہی کہ مسجدونکو خاص اللہ
تعالی کے واسطے بنایا ہی اور جنونکا ایک دستور بندھا ہوا ہی کہ جس مکان کو ان کے واسطے خاص کردیتے
ہین تو پھر جن نہین چاہتے کہ اس مکان مین دوسرے کو دخل ہووے سوجس طرح شرکت بعد خصوصیت کے
جنونکو پسند نہین ہی بلکہ ان کی ناخوشی کا سبب ہی اسیطرح حقتعالی کی عبادت کے مکانون مین دوسریکا
نام لینا اور اسکو پکارنا حقتعالی کی ناخوشی کا سبب سمجھو اسجگہہ پر جاننا چاہئے کہ حقیقت مین مسجد اس چیز کا
نام ہی جسکو سجدہ مین دخل ہی اور اسکی تین قسمین ہین اول سجدے کا مکان جو حقتعالی نے اس امت
محمدیہ کیواسطے تمام زمین کو کردیا ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا
یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کردی گئی میرے واسطے تمام زمین مسجد یعنے سب زمین کو اس
امت کے واسطے مسجد کا حکم ہی جہان نماز کا وقت آوے وہان نماز پڑھ لیوین دوسری قسم مسجد کا
قبلہ کہ اس طرف سجدہ کرین تیسری قسم آدمی کے اعضا ہین جنسے سجدہ کرتا ہی سو وے سات عضو ہین
ایک تو چہرہ پیشانی سے ناک تک اور دونون ہاتھ کی ہتھیلیان اور دونون گھٹنے اور دونون پانون
اور یے تینون قسمین کافرون اور مشرکون کے نزدیک بھی حق تعالی ہی کی مخلوق اور مملوک ہین پس غیر اللہ کو
سجدہ کرنا گویا اس غیر کو حق تعالی کی خاص ملک مین شریک کردینا ہی اور یہہ بات جنون کے نزدیک بھی
نہایت غصہ اور غضب کی باعث ہی اور اسی سبب سے جنات آدمیون سے جھگڑا کرتے ہین اور انکو ایذا پہنچاتے

ع

ہین اور انکو ایذا پہنچاتے ہین اور آدمیون کے نزدیک بھی یہہ بات معیوب اور بری ہی سو اس مالک قہار کی
جناب مین اس قسم کی بات ہرگز نکرنا چاہیئے خصوصًا ان مکانون مین جنکو اپنی ملک مجازی سے نکال کر اس
مالک الملک کی عبادت کے واسطے خاص اور مقرر کر دئے ہین ان مکانون مین زیادہ تر خصوصیت ہوگی سو
امین بطریق اولی سوائے ذکر خدا کے دوسری کوئی چیز نہ کرنا چاہیئے اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی
کہ مسجد مین بیع اور شرا اور دوسرے جتنے معاملات دنیاوی ہین کسی کو نہ کرنا چاہیئے بلکہ مسجد مین چلّانا
نہ چاہیئے اور دنیا کی گفتگو کرنا نچاہیئے اور مسجد کو گھر نہ بنایا چاہیئے کہ کھانا پینا سونا سب وہین کرنا مگر
معتکف کے واسطے درست ہی اور ناسمجھ بچونکو اور دیوانون کو مسجد مین نہ آنے دیا چاہیئے اسواسطے کہ کہین
نادانی اور بے عقلی سے مسجد کو نجاست سے آلودہ نکر ڈالین اور اسکی حرمت اور ادب کی رعایت نکرین اور
یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ تمام جہان
مین بہتر مکان کون ہی اور بدتر مکان کون حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی معلوم نتھا اسیوقت عروج کیا یعنے
آسمان پر گئے اور پھر آئے اور جواب لائے کہ سارے عالم مین بہتر اور محبوب مکان مسجدین ہین اور بدترین
مکانات عالم کے بازارین ہین اور اسکی وجہہ یہہ ہی کہ عالم مین سب چیزون سے بہتر ذکر الٰہی اور اسکی بندگی ہی
اور مسجد مین داخل ہوتے ہی ذکر اور بندگی یاد آتی ہی اور سارے جہان سے بری چیز غافل ہونا ہی یاد الٰہی
سے اور اس کی بندگی سے اور جتنے بازارین ہین سب اسی غفلت کے مکان ہین یعنے یاد الٰہی وہان بہت
کم ہوتی ہی لیکن اس حدیث مین ان بہترین اور بدترین مکانون سے سوال ہی جنمین جانا مباح ہی اس سبب
اسکے جواب مین یہہ بات فرمائی والا بدترین وے مکان ہین جو کفر اور شرک اور گناہ کے واسطے
بنے ہین جیسے بت خانے اور شراب خانے اور قمار خانے اور زنا خانے لیکن جو بموجب حکم شرع کے
ایسے مکانون کو کھود ڈالنا اور مٹا دینا واجب ہی تو گویا وے مکان ہی نہین ہین اور انکا وجود اعتبار
سے ساقط ہی بخلاف بازارون کے کہ بے شرع کے حکم کے بموجب معمور اور آباد ہوتی ہین اور یہہ بھی جان
لینا چاہیئے کہ ذکر اور بندگی جسکے واسطے ہو اسکی حضوری کو چاہتی ہی اس واسطے کہ اسی کا ذکر کرتا ہی اور
اسی کو معبود ٹھہرایا ہی سو جو مکانات حقتعالی کے واسطے خاص کر دیے گئے ہین ان مین کسی غیر کا ذکر

یا عبادت کرنا یا اپنی طلب حاجت کیواسطے دوسرے کو پکارنا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک مکان کو
کسی بادشاہ والا جاہ کے واسطے آراستہ کرکے اسکو بلانا پھر اسکے ساتھ اسی مکان میں اس کی کسی
رعیت کی بھی ضیافت کرنا کہ یہہ انتہا درجیکی بے ادبی اور نادانی ہے اور اس بادشاہ کے غصے کا سبب ہے
وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ اور یہہ کہ جسوقت کھڑا ہوتا ہے اللہ کا بندہ اور جو وہ بندہ ہے تو اس سبب
اپنے مطلب حاصل کرنے کیواسطے اپنے خاوند کو اسکو پکارنا بھی ضرور ہوا اسیواسطے وہ بندہ کھڑا ہو جاتا ہے
تاکہ یَدْعُوْهُ پکارے حق تعالی کو اور اسکے پکارنے اور یاد الٰہی کرنے کے سبب حقتعالے اس کے دل پر
تجلی فرماتا ہے اور اسکے بدن میں جو بہتر مکان ہے یعنے دل وہ انوار الٰہی کے نزول کا محل ہوتا ہے اور حضرت حق
جلشانہ اس محل خاص مین اس کا مہمان ہوتا ہے كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قریب ہے کہ آدمی
اور جن اس بندے پر ہجوم کرکے نمدے کی طرح تہ پر تہ جم جاوین اور ٹھٹھ ہو جاوے پھر کوئی اس بندے
سے لڑکا مانگتا ہے اور کوئی روزی مانگتا ہے اور کوئی دوسرے دنیا کی مطلب مانگتا ہے اور بعضے کشف
کو فی طلب کرتے ہین یعنے جو دنیا کا تارک اپنے تئین سمجھتے ہن وے اس بندے سے یہہ چاہتے ہین کہ ہم پر
سارے جہان کا احوال کھل جاوے اور اسیطرح دوسرون کو بھی قیاس کرلیا چاہئے سو اس ہجوم کے سبب
سے اس خاص بندے کے اوقات مین بھی خلل ڈالتے ہین اور اسکی خاطر کو پریشان کرتے ہین اور آپ بھی شرک
اور کفر کے بھنور مین ڈوب کر ہلاک ہوتے ہین اور لوگ یہہ بوجھتے ہین کہ بکثرت ذکر اور عبادت الٰہی کے
سبب سے اس بندے کا دل نور الٰہی کے نزول کا مکان ٹھہرا ہے اور نور الٰہی نے اسکے دل کو متجلی کیا ہے
تو اب یہہ بندہ حق تعالے کے کارخانے کا شریک ہوگیا اور اس بندہ کی ایسی قدر اور منزلت درگاہ الٰہی مین ہے
کہ جو اسکی زبان سے نکلے وہی حق تعالی کرے جسطرح دنیا مین مہمان کو خاطر داری میزبان کی لازم ہوتی ہے
اسیواسطے دنیا کے لوگ تلاش مین رہتے ہین اور بادشاہ یا امیر یا حاکم یا فوجدار جسکے گھر مین آتے ہین اس
شخص سے اپنی حاجت روائی اور مشکلکشائی چاہتے ہین یعنے جو یہہ کہے گا تو اسکی خاطر کے سبب سے
بادشاہی کو بھی پڑے گا اور اسی فاسد خیال کے سبب سے یعنے اس خیال سے کہ حق تعالی کے خاص
بے اسکے گھر کے مختار ہین جو کہین گے وہی خدا کو کرنا پڑے گا پیرپرستی اور گورپرستی مین گرفتار ہوکے خسر الدنیا

والاخرۃ ہوتے ہین اور اسبات مین جن اور آدمی دونون شریک ہین اور تم گواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ثقلین کی رسالت کا منصب ہے یعنے انسان اور جنات دونون فرقون کے تم نبی ہو سو اگر تم کو اپنے حق مین ان
باتون کا خوف ہے کہ لوگ تمھارے ساتھ ایسا معاملہ نکرین تو تم صاف صاف ان دونون فرقون کو جتادو اور
قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ کہدے کہ سوائے اسکے نہین کہ مین تو پکارتا ہون اپنے پروردگار کو تا کہ مجھ کو
دل کی تاریکیون سے نجات دیکے اپنے نور کی تجلی سے اس دل کو منوّر اور مشرف کرے وَلَآ اُشْرِكُ
بِهٖٓ اَحَدًا اور شریک نہین کرتا مین اس کے ساتھ کسیکو اور جب مین نے اس کے ساتھ کسیکو شریک
نہ کیا اور اسی اپنی پروردگار کی عبادت مین مشغول ہوا اور اسی کو پکارا تو دوسرون نے کب مین چاہونگا
کہ مجھکو پکارین یا مجھکو اسکے شریک ٹھہراوین اور اگریے دونون فرقے تجھکو شریک ٹھہرا کے کچھ اپنے نفع
یا نقصان کی تجھسے امید رکھین اور اس اعتقاد سے تم کو پکارین تو صاف قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ
ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا کہدے کہ تحقیق مین ہرگز مالک نہین تمھارے نقصان کا اور نہ مطلب رسی کی
تدبیر تبلانیکا یعنے راہ پر لانیکا جسطرح پہلے وکیل اور درمیانی یعنے جنات اور گمراہ آدمیون کی دو جبن
دنیا کے لوگون کو کچھ نفع کا لالچ اور نقصان کا خوف دلا کے اپنا فریفتہ کرتے تھے اور ان لوگون کے نزدیک
اپنے تئین نفع اور نقصان کا مالک ظاہر کرتے تھے سو اب وہ دفتر گاؤ خورد ہوا اور وہ کارخانہ تباہ
ہوا اور اگر کسی حادثے اور کسی مصیبت سے تیرے طرف پناہ لاوین اور چاہین کہ حق تعالی کے خلاف
مرضی کر کے تیرے دامن مین گھس کے حقتعالی کے غضب سے بچ جاوین اور تیری پناہ مین آجاوین تو بے لاگ
کھلی بات قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ کہہ دے کہ تحقیق مین آپ ہی اس حال مین ہون کہ ہرگز نہ
نہ پناہ دے سکیگا مجھ کو کوئی حق تعالی کے غضب سے وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور ہرگز نہ
پاؤنگا مین اپنی دریافت مین کبھی حق تعالے کے سوائے کوئی رجوع کی جگہہ اور بچاؤ کی تاکہ اسکی
طرف رجوع اور التجا کرون مین اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ مگر حق تعالی کا پیغام پہنچا دینا
اور اسکے حکم اسکی مخلوقات کی طرف سو اسواسطے اس وقت مین مجھ کو حق تعالی کی طرف رجوع کر کے
اسکی مخلوقات کی طرف متوجہ ہو ناضرور ہے اور توجہ الی اللہ کے کمال خلوص سے نزول کر کے مخلوقات کیطرف

رجوع کرنا ہوتا ہی لیکن یہہ بات بموجب ظاہر حال کے کہی جاتی ہی نہین تو مخلوقات الٰہی کی طرف رجوع
کرنا جو اسکے حکم سے ہی اور اسی کے کام کیواسطے ہی تو حقیقت مین یہہ بھی عین رجوع اور استغراق ہی
سو اسیواسطے یہہ نزول اور توجہ خاص ان لوگون کے واسطے ہی جو حقتعالی کے حکمون کو دل اور جان سے قبول
کرتے ہین اور اسکی فرمانبرداری اور اطاعت پر مستعد اور کمر باندھے بیٹھے ہین سو ایسے شخصون کی روحون کو
قرب الٰہی کے مقام مین پہنچانا اور ان کی تکمیل کرنا یہہ میری خدمت ہی وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو
نافرمانی کرے اللہ کی اور اسکے رسول کی اس مقدمے مین یعنے اسکی عبادت کے خاص مکانون اور خاص
وقتون مین غیر کو پکارے جاوے اور اپنی حاجت روائی اور مشکلکشائی مین دوسرے کی طرف التجا اور رجوع
کئے جاوے اور اسکے کارخانے مین دوسرے کو شریک کئے جاوے اور ان باتون سے دست بردار نہووے
اور معتزلہ اسجگہہ پر جو سمجھے ہین کہ اس نافرمانی سے مطلق گناہ مراد ہی خواہ شرک ہو خواہ کبیرہ دوسرے یہہ کہ
ان دونون قسمون کے گناہ گارون کے واسطے خلود فی النار اور عذاب ابدی ہوگا سو یے معنے اس آیت کے
بوجھنا تحریف کے قبیل سے ہی نہ تفسیر کیطور پر اس واسطے کہ اس آیت کا سیاق اور سیاق یعنے طرز اور روش
اسکی صراحۃً اسی بات پر دلالت کرتی ہی کہ اس سے وے گناہ مراد ہین جو شرک کو مستلزم ہین مطلق گناہ
مراد نہین ہین اور کلام الٰہی کو سیاق اور سیاق کے مقتضا کے خلاف کیطرف پھیرنا تحریف ہی اور تحریف
ممنوع ہی سو سیاق اس آیت کا پہلے ہو چکا کہ غیر خدا کے پکارنیوالے اس سے مراد ہین اور سیاق اس آیت کا
آگے آتا ہی کہ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا اور اسی آیت پر دلالت کرتی ہے
کہ دنیا مین اکثر مخلوقات سے جو یہہ لوگ استعانت کرتے ہین اور ہر حاجت اور ہر مطلب کے واسطے علیحدہ علیحدہ
معین اور مددگار ٹھہرلتے ہین اور یہہ بوجھتے ہین کہ ہمارے لتنے معبود ہماری شفاعت اور خلاصی سے ہرگز عاجز
نہونگے بلکہ ہم کو چھڑا لینگے سو یہہ ایک بھی ان کی مدد نہ کر سکینگے اور اُن کے کام نہ آوینگے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی
فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ سو بیشک اسکے لئے ہی آگ دوزخ کی خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہا کرین اس دوزخ مین
ہمیشہ ابدالاباد تک اور کوئی انکے مددگارون سے ان کی فریاد کو نہ پہنچے گا اور دوزخ سے نہ نکال سکے گا
جسطرح گنہگار ایماندارون کا ایمان دوزخ سے نکالے گا اور پیغمبرون کی اور شہیدون کی اور ولیونکی شفاعت

انکی خلاصی اور نجات کا سبب پڑے گی بخلاف کافرون کے اسواسطے کہ انکے گناہ شرک اور غیر اللہ کی عبادت
کو پہنچے تھے اور شفاعت کے قابل نہ رہے تھے اور انکے گناہون مین شرک اور کفر کا لگاؤ بھی نتھا اس سبب سے
شفاعت کی لیاقت رکھتے تھے اور لہ مین ضمیر کا مفرد ہونا مَن کے لفظ کے لحاظ سے اور خالدین کو جمع کے صیغہ
سے لانا مَن کے معنون کے لحاظ سے اس سبب سے ہی کہ گناہ اور غیر اللہ کے معبود ٹھہرانے کی حالت مین ہر ایک
کی دوزخ جُدا جُدا ہی اور خلود کی حالت مین سب یکجا اور مجتمع ہونگے مگر باوجود ایک جا اور مجتمع ہونیکے
کچھ حاجت روائی نکر سکینگے اور اپنی مصیبت اور آفت نہ ٹال سکینگے لیکن یہ بدبخت اپنے اعتقاد کے
ایسے مضبوط ہین کہ جبتک دوزخ مین نہ داخل ہونگے اور اسکا عذاب نچکھینگے اور انکے معبود اور مددگار
ان شفاعت اور حمایت سے دست بردار اور بیزار نہونگے تب تک یہ اسی اپنے باطل اعتقاد کے گھمنڈ مین
ہونگے اور اپنے دلون کو سمجھاوینگے کہ ہمنے دنیا مین بڑے بڑے وسیلے اور مضبوط دست آویزین اور سندین
اپنے واسطے درست کر رکھین ہین آخر کو وے ہمارے سردار اور معبود ہمارے کام آوینگے اور اب ہمکو
اس بلا سے چھڑاوینگے حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ یہانتک کہ دوزخ کی آگ مین پڑکے دیکھین گے
جو کچھ انکو وعدہ دیا جاتا تھا کہ آخر کو یہ تمھارے معبود جن پر تم بھولے ہو تمھاری بات بھی نپوچھینگے
اور تمھارے کچھ کام نہ آوینگے وے آپ ہی عاجز اور ذلیل ہونگے اور تمھارے کچھ عرض معروض نہ
کر سکینگے اور شفاعت کے مقام مین کھڑے نہو سکینگے بلکہ اکثر تو دوزخ مین پڑے جلتے ہونگے سو اسوقت
فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا پھر البتہ جانینگے کہ کسکے بودے ہین مددگار ان لوگون کے جنہون نے
اپنے گمان مین بڑے بڑے زبردست زور آور مددگار ٹھہرا رکھے تھے یا موحد مسلمانونکے جو سوائے خدا جلشانہ کے
کسی کو اپنا مددگار نہین جانتے تھے اسی اپنے مالک اور خالق کے کرم اور فضل پر بھروسا کئے ہوئے بیٹھے
تھے وَاَقَلُّ عَدَدًا اور کسکی گنتی مین تھوڑے ہین انکے جنہون نے ہزارون پیر اور پری انکو اپنا کارساز
اور مددگار ٹھہرا رکھا تھا بلکہ اپنے گمان مین ایک لشکر اپنے واسطے جمع اور تیار کر رکھا تھا یا موحد مسلمانونکے
جو سوائے ذات پاک پروردگار کے کسی کو اپنا کارساز نہین ٹھہرایا تھا بلکہ سوائے اسکے کسیکو جانتے بھی نہ تھے
اور اگر تمھاری یہ باتین سنکے جو شرک کو جڑ سے کھو دے ڈالتی ہین اور غیر اللہ سے استعانت کے کارخانے کو

بالکل برباد اور خراب کئے ڈالتی ہین اور کافرون کی طمع اور امید کو بالکل مٹائے دیتی ہین یعنے اس امید کو کہ جنون نے وکالت اور سفارت کا عہدہ نکل کے تم کو جو سپرد ہوا ہے تو جسطرح تمھارے نبی ہونے کے پہلے جن اور آدمیون مین معاملہ مدد مانگنے اور مدد کرنے کا اور خبر پوچھنے اور بتلانیکا ان کے آپس مین جاری تھا سو اب تمھارے واسطے اور وسیلے سے وہی طور جاری رکھینگے اور تم کو اور تمھارے خاص پیرو لوگون کو جنون کی طرح پوجا کیا کرین گے بلکہ خود بھی تمھارے ظاہر تابعدار ہوکے تمھاری طرف سے اسی اپنی خدمت پر بحال ہوکے وہی اپنا دستور جاری رکھین گے چنانچہ دنیا کے عزل اور نصب اور برطرفی اور بحالی کا یہی دستور ہے کہ معزول حاکم کے متوسل اور علاقہ دار بحال حاکم کے وسیلے سے اپنی اگلی خدمت مین دخیل ہو جاتے ہین سو تمھاری یہہ چند باتین جنھون نے یہہ کفر کی جڑ اور کافرون کی طمع کے درخت کو بیخ اور بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے اگر کافر سنکے مایوس ہوکے تمسے پوچھین گے کہ بھلا یہہ تو بتلاؤ کہ یہہ قیامت کا وعدہ جو تم کرتے ہو اور کہتے ہو کہ تمھارے مالک اور معبود وہان تمھارے کچھ کام نہ آوین گے بلکہ تمسے بیزار ہونگے اور تمھاری عبادت سے منکر ہو نگے سو یہہ قیامت کب ہوگی دور ہے یا نزدیک سو تم اس سوال کے جواب مین قُلْ اِنْ اَدْرِیْ کہو کہ مین کچھ بھی نہین جانتا کہ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا آیا نزدیک ہے جو تم وعدہ دے جاتے ہو یا کرے گا میرا پروردگار اسکے واسطے ایک مدت کی حد اور عبارت کا سیدھا طرز یہہ تھا کہ یون فرماتے کہ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ بَعِیْدٌ لیکن اس اسلوب کو متغیر کیا اسواسطے کہ ظاہر مین حکمت الٰہی قرب کو تقاضا کرتی ہے اسلئے کہ جزا کے مستحق ہونے کے بعد جزا پہنچانے مین عجلت مناسب ہے لیکن حکمت الٰہیہ کسی پوشیدہ وجہہ سے شاید تاخیر کی مقتضی ہوئی ہو اس واسطے کہ جب تک نوع انسان کی دنیا مین باقی ہے تب تک اپنے گذرے ہوونکے واسطے طرح طرح کی مدد اور اعانت کئے جاتے ہین خواہ اسمین تقرب الی اللہ ہو یا الی غیر اللہ ہو اور اپنے مقدور اور طاقت بھر اس مقدمے مین خرچ کرتے ہین پھر جب کوشش اور سعی ان کی بالکل تمام ہوتی ہے تو اس وقت جزا کا ایصال مناسب ہے تاکہ الزام حجت کا ہو جاوے اور ان کے مددگارون کا ضعف اور عجز ظاہر ہو جاوے تو موعود کا قریب ہونا ہر فرد کی مدت پوری ہونیکے لحاظ سے احتمال کیا گیا ہے اور مدت کا پورا ہونا موت کے وقت ہوتا ہے کہ جتنے دنیا کے کام ہین ان

سب سے فراغت حاصل ہوتی ہے اور موعود کا موخر ہونا قیامت کے دن تک بھی احتمال رکھتا ہے لیکن یہہ احتمال
تمام نوع کی مدت پوری ہونے کے لحاظ سے ہے کہ اسوقت اس نوع کی ہر ہر فرد کے عمل منقطع ہو جانے کے اور
اُس نوع کے ہر ہر فرد کی روحین بالکل آخرت کی طرف انتقال کر جائین گی اور حقیقت مین دونون صورتین
قرب اور بُعد کی واقع ہونے والی ہین لیکن موت کے بعد ہر شخص کو اپنی غلط فہمی اور خطا معلوم ہو جائیگی
اور فیصلے اور حکم کیوقت عاجزی اور ضعف تمام مخلوقات کا کھل جائیگا اور مخلوقات سے امید بالکل منقطع ہو جائیگی
سو موعودات اُخروی کے ظہور کی ابتدا بہت نزدیک ہے اور اسکی انتہا بہت دور ہے غرض ہر طرح سے
اگر ہر شخص کی اجل کی مدت مجھے معلوم بھی ہو پھر بھی اُسکے موافق موعودات اخروی کے ظہور کا حکم ساتھ
قُرب اور بُعد کے اسکے حق مین نہ کرونین تو یہہ کچھ تعجب کی بات نہین ہے یا یہہ ہے کہ نوع انسان کی بقاکی مقدار
نجانونین یہہ بھی کچھ عجب نہین ہے اسواسطے کہ مین غیب دان نہین ہون اور غیب دانی کا دعوی بھی مین نے
کبھی نہین کیا جسطرح مجھسے پہلے جن لوگون کو تمنے اپنا معبود ٹھہرا رکھا تھا یعنے خبات کو سو وے ایسے دعوے
تمسے کیا کرتے تھے بلکہ مین تو یون کہتا ہون کہ میرا پروردگار عَالِمُ الْغَیْبِ غیب دان ہے اور اُس کے
سوائے کسی کو یہہ علم حاصل نہین ہے اسواسطے کہ غیب اس چیز کا نام ہے کہ جو اُس ظاہری کے دریافت
سے غایب ہونا نہ حاضر تاکہ دیکھنے اور پوچھنے سے معلوم ہو سکے اور نشان اور علامت بھی اس چیز کی عقل اور
فکر مین نہ آسکے تاکہ ہدایت اور استدلال سے بھی ندریافت ہو سکے اور اس قسم کا غیب مختلف ہوتا ہے ہر شخص
کی نسبت سے چنانچہ اندھے مادرزاد کے نزدیک رنگ غیب ہے اور آوازین اور نغمے اور الحان اسکے نزدیک
شہادت ہین یعنے ظاہر ہین اسیطرح اصلی نامرد کے نزدیک عورت سے صحبت کرنے کا مزہ غیب ہے
اور فرشتون کے نزدیک بھوکھ اور پیاس کا رنج غیب ہے اور بہشت اور دوزخ شہادت ہے یعنے
ظاہر ہے اسیواسطے اس قسم کے غیب کو غیب انصافی کہتے ہین یعنے بعضون کی نسبت سے غیب ہے اور
بعضوان کی نسبت سے حاضر ہے اور ایک غیب مطلق ہے یعنے تمام مخلوقات سے غایب ہے کوئی اسکو جان نہین سکتا
جسطرح قیامت کے آنیکا وقت اور حقتعالے کے حکم جو ہر روز دنیا مین جاری ہوتے ہین اور شریعت کے
حکم جو ہر شریعت مین حق تعالے کے فرمودہ کے بموجب جاری ہوتے ہین اور حقتعالے کی ذات اور صفات کی

حقیقت اور کنہہ مفصل معلوم کرنا یے سب غیب مطلق ہین اور غیب خاص الٰہی بھی اسکو کہتے ہین فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ
اَحَدًا سو خبردار نہین کرتا ہی اوپر اس غیب خاص اپنے کے کسی کو کسی وجہہ سے اس طور پر کہ خطا اور شبہہ
اور دھوکھا بالکل اسسے جاتا رہے اور بھول چوک کا احتمال بھی باقی نرہے اور ایسی دریافت کو جس مین
یے سب صفتین پائی جاتی ہون اس کو غیب دان کہہ سکتے ہین یعنے اس پر غیب ظاہر ہوا بہ خلاف
نجومیون اور طبیبون اور کاہنون اور رمالون اور جفریون اور فال دیکھنے والون کے کہ ان سب کے علمونکی
اصل ظنی علامتین اور اسباب ہین جنکے سبب سے بعضی چیزین ہونے والی معلوم ہوجاتی ہین یا جنات یا شیطانونکے
خبردینے سے کچھہ معلوم ہوتا ہی سو وہ بھی جھوٹھہ اور سچ کا احتمال رکھتا ہی اس واسطے کہ ان کے بھی اکثر
کلام تخمینی اور وھمی ہوتے ہین نہ یقینی اور اولیا اللہ کا الہامی علم اگرچہ ذات اور صفات کی بعضی حقیقتونکا
یا بعضی ہونیوالی چیزون کا یقین اسسے حاصل ہوتا ہی لیکن ایسا یقین اسسے بھی حاصل نہین ہوتا
کہ کسی سے بھول چوک کا شبہہ اسمین باقی نرہے تاکہ ان کو غیب دان بلا قید کہہ سکین کہ یہہ چیز ان کے
قبضے مین آگئی بلکہ ان پر غیب کے اظہار کا یہہ طور ہی کہ صورت غیبیہ کا عکس ان کے دل کے آئینہ مین پایا
جاتا ہی یہی وجہہ ہے کہ تکلیف عام اسپر ثابت نہین ہی یعنے ہر شخص کو اس پر یقین کرنا واجب نہین ہی
بلکہ وے خود اس امر کے یقین اور اعتماد کرنے مین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی گواہی کے محتاج ہوتے ہین اس واسطے کہ یہہ دونون وحی کی قسم ہین یعنے جو ان کو معلوم ہوا ہی اگر قرآن
اور حدیث کے موافق ہی تو اس پر ان کو یقین کرنا اور عمل کرنا چاہئے اور نہین تو نہین بس معلوم ہوا
کہ غیب کا اظہار کسی پر نہین ہی اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جسکو پسند کرلیتا ہی سو وہ شخص رسول
ہوتا ہی خواہ فرشتے کی قسم ہو جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور خواہ بنی آدم سے جیسے حضرت محمدؐ اور
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ ایسے لوگون کو اپنے خاص غیب کی بعضی چیزونپر
مطلع اور خبردار کیا تاکہ وے اس غیب کی بات کو سب مکلفین کو پہنچاوین اور دھوکھے اور شبہے کو اسیونسے
بالکل دور کردیتے ہین تاکہ بھول چوک کا احتمال بھی اسکے گرد نپٹکے اور جتنے مکلف ہین عام ہون یا خاص
غرض کہ جنھون نے رسول بشری کی رسالت کو سچا جانا ہی وے سب ہر وحی مین اسکے قول پر اعتماد کرین

اور غلطی مین پڑکے حق راہ بھول نہ جاوین اسیواسطے وحی کے اتارنے مین پرلے درجے کی احتیاط کی جاتی ہے
فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ پھر بیشک میرا پروردگار روانہ کرتا ہے اور معین کرتا ہے مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ ہاتھ کے آگے
سے اس رسول کے وہ رسول فرشتونکی قسم سے ہو یا بشر کی قسم سے اور آگے سے اسکے قوت فکریہ اور
وہمیہ اور خیالیہ مراد ہین اور اسکی طبیعت اور عادت اور خلق مراد ہین جو اسوقت موجود ہین وَمِنْ خَلْفِهٖ
اور پیٹھ کے پیچھے سے اس رسول ملکی یا بشری کے اور پیچھے سے وہ علوم مراد ہین جو اسکے حافظے مین جمع ہین
اور وے طبیعتین اور عادتین اور خلق جو اپنے پیچھے اسنے چھوڑے ہین رَصَدًا چوکیدارون کو جو
فرشتون کی قسم سے ہین تاکہ وے فرشتے وحی لاتے کیوقت مین اسکی فکری اور وہمی اور خیالی قوتونکو
سبقت کرنے نہ دین اور طبیعت اور عادت اور خلق کی خواہش کو بند کرین تاکہ وحی کے حکم مین یے چیزین ملنے
نپاوین سو یہہ محافظت پیش دستی سے ہے یعنے آگے سے یے چیزین اسمین ملنے نپاوین اور حافظے مین
جمع ہوئے علم سے اور پیچھے چھوڑے ہوئے خلق اور عادتون سے ممانعت کرنا کہ وحی مین ملنے نپاوین
یہہ محافظت پیچھے سے ہے سو رسولون کو وحی اترنے کے وقت سے مکلفین کے پہنچانے تک معطل کردیتے
ہین اور ان کی سب قوتون کو بیکار محض کردیتے ہین تاکہ کوئی ان کی قوت وحی مین دخل نکرنے پاوے بخلاف
اولیاؤن اور عارفون کے کہ وہان اتنی احتیاط اور محافظت غیب کی بات کے اطلاع کیوقت نہین ہوتی ہے
ان کی جتنی قوتین ہین اس اطلاع کیوقت مین اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتی ہین فکری اور وہمی ہو یا خیالی اور حافظہ
اور ذاکرہ ہو یا طبعی اور عادتی اور اخلاقی ہو اور یے سب موجودہ ہون یا متروکہ سب اپنا عمل کرسکتی
ہین اور اگرچہ رسول ملکی اکثر چیزون مین ایسی چوکیداری سے مستغنی ہے لیکن بعضے چیزون کی احتیاط کے
واسطے اسکو بھی محافظت ضروری ہے جیسے دواعی الٰہیہ سے کسی داعیہ کا متحمل ہونا جس کا اجرا موجب
حکمت کے بالفعل منظور نہین ہے اسیواسطے حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما سے روایت کرتے ہین
کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی وحی لے کے تنہا تشریف نہین لائے بلکہ ان کے ساتھ محافظت کے واسطے
فرشتے ہوتے تھے اور جب سورۂ انعام کو لیکے آئے تھے تو ستر ہزار فرشتہ اس سورت کی محافظت کے
واسطے تھے اور اس سورت کی زیادہ احتیاط کی وجہہ یہہ تھی کہ یہہ سورت بالکل یا اکثر ایک ہی مرتبے نازل

ہوئی ہے اور جسقدر چیز محفوظ ہوگی اسیقدر اسکے محافظ بھی ہونگے اور یہہ بھی تھا کہ اس سورت مین شیطانی
وحی کی بعضی قسمین رد اور ابطال کے طور پر مذکور ہین اور بعضے کفر کے کلمے محال چیز فرض کرنے کیطور
حضرت خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کی زبانسے حکایت کیطور پر ذکر فرمائے ہین سو وے شیطانی وسوسے
اور وے کفر کے کلمے نہایت نفرت کے سبب سے شاید حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حافظہ سے جاتے
رہین تو اس صورت مین وحی الٰہی کی قدر اور انداز سے مین نقصان لازم آوے ایسی وجہونسے
رسول ملکی کو بھی حفاظت ضروری ہے اور یہان ایک بڑا اشکال ہے بہت زبردست اسکا حاصل یہہ ہے کہ جب ایک
رسول علیہ السلام کو بعضے خاص غیب پر خبردار کیا اور رسول کا مفہوم اس بات کو چاہتا ہے کہ رسول
اس غیب خاص کو دوسرونکو پہنچاوے تو بالتخصیص رسول کا استثنا کرنا لغو ہوا بلکہ واقع کے خلاف
ہوا اور یہہ بھی ہے کہ اتنی احتیاط اور محافظت وحی کی پہلے واسطے مین یعنے فرشتے مین کافی تھی اور اگر
دوسرے واسطے مین یعنے رسول بشری مین ایسی احتیاط کی رعایت ضرور ہے تو پھر دوسرے واسطون مین
جیسے صحابہ اور علمائے تابعین اور مفسرین وغیرہ مین بھی اس محافظت کی رعایت ضروری چاہئے
تاکہ وحی کے لفظ کی نقل کرنے مین اور اس سے صحیح مطلب معلوم کرنے مین بھی خطا اور چوک واقع
نہ ہونے پاوے سو اس اشکال کا جواب یہہ ہے کہ غیب خاص کا اظہار رسول ملکی اور رسول بشری
کے حق مین ہے اور سوائے رسول کے جتنے مکلفین ہین انکو جو وحی کا علم حاصل ہوتا ہے اسکو علم
غیب نہین کہتے ہین بلکہ معجزے کی تصدیق کے سبب سے انکا علم وحی کے مضمون پر استدلالی ہوتا اس
سبب سے رسول کو مستثنی کرنا موافق واقع کے ہے بلکہ ضروری ہے اور وحی کے آثار مین احتیاط اور محافظت
کی رعایت اسوقت تک ضروری ہے جبتک رسول سے اسکی تبلیغ تواتر کے عدد کو نہ پہنچے اور جب رسول
سے اسکی تبلیغ حد تواتر کو پہنچ گئی تو اب وہ وحی دھوکھے اور شبہے سے مامون اور محفوظ ہوئی اور ہر ہر
فرد بشر کی عصمت مطلوب بھی نہین ہے بلکہ عصمت کل امت کی من حیث المجموع درکار ہے یعنے سب کے
سب خطا اور چوک مین نہ پڑجاوین سو یہہ بات حاصل ہے اور رسول بشری وسط کے یعنے بیچ کے
مرتبے مین واقع ہوا ہے جبتک وحی اسکے متجاوز نہین ہوئی اور مکلفین تک نہین پہنچی تبتک وحی

جواب اشکال

غیب کے حکم مین ہے اور غیب کے مقدمے مین احتیاط اور محافظت مین سستی کرنا حکمت کے خلاف ہے اسواسطے
کہ وہی علوم مخزونہ سے مختلط ہونے کا احتمال موجود ہے اور فکر اور خیال اور عادت کے مقتضیات کے دخیل
ہونے کا بھی احتمال برقرار ہے لیکن جب رسول نے اس وحی کی تبلیغ کو حد تواتر کو پہنچایا تو وہ وحی طشت
از بام مشہور ہوئی اور احتیاط اور محافظت مذکورہ سے بھی مستغنی ہوئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ
لِیَعْلَمَ تا کہ جان لے پروردگار میرا اور یہہ لام حتی کے معنون مین ہے اس واسطے کہ غرض اور غایب مین
بہت قوی مناسبت ہے اور ایک کی لفظ کو دوسرے کیواسطے استعارہ کرنا درست ہے یہی وجہہ ہے کہ
حتی کے لفظ کو جو غایب کیواسطے موضوع ہے تعلیل اور غرض کے بیان کے مقام مین اکثر استعمال کرتے
ہین اور لام کو جو غرض کے واسطے موضوع ہے غایب کے مقام مین استعمال کرتے ہین اگرچہ مجاز ہے کیطور
پر ہو چنانچہ لِدُوا لِلْمَوْتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ مین لام غایب کیواسطے مستعمل ہے یعنے انتہا جنی کی موت ہے
اور انتہا تعمیر کی ویرانی ہے اور اسیطرح فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا
مین یعنے پھر اٹھا لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون والون نے تا کہ ہو وین وے ان کے لئے دشمن
اور سبب رنج کے یعنے انجام اٹھانیکا یہہ ہوا کہ وہی ان کی ہلاکی کے سبب پڑے حاصل کلام کا یہہ ہے
کہ اس قدر احتیاط اور نگہبانی اسوقت تک رہتی ہے جب تک علم حالی پروردگار کا کسی سے تعلق
قبول کرے وہ علم جو واقع ہونیوالی چیزون کے ساتھ انکے وقوع کیوقت متعلق ہوتا ہے اَنْ قَدْ
اَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ یہہ کہ مقرر پہنچایا اس رسول ملکی اور بشری نے اور چوکیدارون نے
سب پیغام اپنے پروردگار کے اور حجت عامہ سب مکلفین پر لازم ہوئی اور اسجگہہ پر صیغہ جمع کا لانا باوجود
مفرد ہونے رسول کے کلام سابق مین اسیواسطے ہے کہ اکثر وقتون مین وحی کا نزول اور اس کو مکلفین کو
پہنچا دینے تک رسول ملکی اور بشری اور چوکیدار سب کو اس مین دخل ہوتا ہے اگرچہ وحی کا حامل رسول
فقط ہوتا ہے جسطرح کوئی بادشاہ اپنے مقربونمین سے کسی کو خوان کھانے کا بھیجے تو اسکے ساتھ چوبدار
اور مشعلچی اور نگہبان ضرور ہمراہ ہوتے ہین سو اگرچہ خوان کا اٹھانے والا ایک ہی آدمی ہوتا ہے اور
دوسرون کو جو کچھہ خوان مین ہے اسکی خبر بھی نہین ہوتی ہے لیکن اس خوان کا پہنچانا ان سب کیطرف

منسوب ہوتا ہی وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْھِمْ اور گھیر لیا ہی ان کے پروردگار نے جو کچھ اُن کے پاس ہی
سب کو خواہ وے علم سیکھے ہوئے ہون یا اخلاق اور عادات ہون یا وحی کے احکام ہون اور یہہ
حقتعالی کے علم کا محیط ہونا کچھ رسولون اور وحی کے چوکیدارون کے احوال کے ساتھ مخصوص نہین
ہی بلکہ عام ہی تمام مخلوقات اور موجودات کو شامل ہی ذہنیہ موجودات ہون یا خارجیہ ٭
وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا اور شمار کر لیا ہی ہر چیز کو گن کے یعنے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی سب کا
حساب وہان موجود ہی یہان تک کہ دریا کی لہرین اور جنگل کی ریت اور درختون کے پتے اور مینہ ساتے
کی بوند سب کی گنتی اور حساب وہان موجود ہی سو جس کا علم ایسا محیط ہی وہ رسولون کے احوال اور
وحی کے چوکیدارون کے احوال سے کیونکر ناواقف ہوگا اس جگہہ پر جاننا چاہیئے کہ صاحب کشاف نے بسبب
میلان مذہب اعتزال کے اس آیت کے بیان مین یہہ بھی کہا ہی کہ وَفِی ھٰذَا اِبْطَالُ الْکَرَامَاتِ
لِاَنَّ الَّذِیْنَ یُضَافُ اِلَیْھِمْ اِنْ کَانُوْا اَوْلِیَاءَ مُرْتَضِیْنَ فَلَیْسُوْا بِرُسُلٍ اِلَی اٰخِرِ مَا قَالَ یعنے
کشاف والے نے یون کہا ہی اس آیت مین کرامات کا بطلان بوجھا جاتا ہی اس واسطے کہ جن کی طرف
نسبت کی جاتی ہی یہہ بات اگرچہ وے لوگ ولی اللہ تعالی کے تھے پسندیدہ لیکن رسول نہ تھے
اور اس آیت مین فقط رسول مستثنی ہین سو باوجود عقل اور دانائی کے ایسا دعوے اس سے بہت بعید
اور عجیب واقع ہوا ہی اسواسطے کہ اس آیت مین مطلق غیب پر مطلع ہونے کی نفی نہین بوجھی جاتی ہی بلکہ
ایسے غیب پر مطلع ہونے کی نفی ہی جس مین دھوکھا اور شبہہ بالکل باقی نہ رہے سو اس قسم کے غیب پر مطلع
ہونا سوائے رسولون کے دوسرے کے واسطے ثابت نہین ہی نہ مطلق غیب پر مطلع ہونا پھر کرامت تو بطریق
اولی اس نفی مین داخل نہوگی اور تفسیر مین اول گذر چکا ہی کہ اظہار شخص پر غیب چیز دوسری ہی اور
اظہار غیب پر شخص چیز دوسری ہی پہلے کی نفی سے دوسرے کی نفی لازم نہین ہوتی ہی اور اولیاء
اللہ کو اگرچہ اظہار غیب کا رتبہ حاصل نہین ہی لیکن اظہار غیب کا ان پر درست اور جایز ہی چنانچہ
سورۂ قصص مین حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ماکے حق مین تصریح آگئی ہی کہ اِنَّا رَآدُّوْہُ
اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ یعنے تحقیق ہم پھیرینگے اس کو تیری طرف اور کرینگے اس کو

اپنے رسولون سے اسیواسطے اہل سنت وجماعت کے اکثر ان عالمون نے جنھون نے اظہار بر شخص پر غیب اور اظہار غیب پر شخص مین فرق نہین کیا ہی انھون نے یون کہا ہی کہ اس آیت مین غیب سے احکام شرعیہ مراد ہین جن کی تکلیف جتنے مکلف ہین سب کو ہی اور اگر مطلق غیب مراد ہو تو لازم آتا ہی کہ جو فقط نبی ہین ان کو بھی کسی غیبی امر پر اطلاع حاصل نہو جیسے حضرت خضر علیہ السّلام اسواسطے کہ اس آیت مین علم غیب کا حصر فقط رسول کی لفظ پر ہی اور رسول خاص ہی نبی سے اور یہہ بات خلاف ہی ہان یہہ البتہ ہی کہ نئی شریعت کے حکمون پر آگاہ اور خبردار کرنا خاصہ رسول کا ہی یہہ بات نبی مین البتہ نہین پائی جاتی اور بعضے عالمون نے یون کہا ہی کہ یہان حصر اصالت کی قید کے لحاظ سے ہی یعنے بالاصالت غیب پر مطلع ہونا پیغمبرونکا خاصہ ہی اور اولیاء اللہ کو غیب پر جو اطلاع حاصل ہوتی ہی سو وراثت اور تبعیت کی راہ سے حاصل ہوتی ہی جس طرح چاند کو روشنی سورجکی روشنی سے حاصل ہوتی ہی اور کسی چیز کو منحصر کہنا ایک چیز مین جسمین وہ چیز بالاصالت پائی جاتی ہی اور نفی کرنا اس سے جسمین وہ چیز تبعیت اور وراثت کے طور پر پائی جاتی ہی یہہ حصر اور نفی مجازی ہی اور متعارف اور مشہور ہی تاویل مین داخل نہین ہی اور بعضے اہل سنت اور جماعت کے قدیم مفسرون نے یون بیان کیا ہی کہ اس غیب سے مراد لوح محفوظ ہی اور لوح محفوظ پر سوائے پیغمبرونکے کسی کو اطلاع اور خبر نہین ہوتی ہی لیکن اس کلام مین بہت سے خلل ہین پہلے تو پیغمبرون کا لوح محفوظ پر مطلع ہونا یعنے اس لوح کو مطالعہ کرنا اور اسکے لکھے ہوئے کو بوجھنا صحیح حدیث مین پایا نہین جاتا بلکہ حدیث صحیح مین یہہ البتہ آیا ہی کہ یہہ کام خاص حضرت اسرافیل علیہ السّلام کو سپرد ہی اور حضرت اسرافیل رسول نہین ہی دوسری قباحت یہہ ہی کہ لوح محفوظ پر مطلع ہونے سے موجودات نفس الامری پر مطلع ہونا مراد نہی اسواسطے کہ کتاب پر مطلع ہونے سے یہی مراد ہوتی ہی کہ جو مضمون اس کتاب مین لکھا ہوا ہی اس پر خبردار ہوا نہ یہہ کہ کتاب کے نقشون کو فقط دیکھ لینا اور یہہ بات یعنے موجودات کے احوال پر مطلع ہونا اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہو جاتا ہی تو لوح محفوظ کا دیکھنا اور نہ دیکھنا دونون برابر ہوا تیسری قباحت یہہ ہی کہ لوح محفوظ پر مطلع ہونا بلکہ اسکے مضمون کو دیکھکر سمجھنا بعضے اولیاء اللہ سے تواتر کے طور پر منقول ہی پس یہہ اختصار اور انحصار

پیغمبر و نہیر صحیح نہ ہوا اور سوائے اسکے غیب کو لوح محفوظ پر حمل کرنا یعنے غیب سے لوح محفوظ مراد لینا آیت کے سیاق اور سباق سے ہرگز مناسبت نہین رکھتا ہی بس جو وجہہ تفسیر مین پہلے بیان ہو چکی ہی وہی ثابت ہوئی واللہ اعلم بالصواب

سُورَۃُ المزمل

یہہ سورت مکی ہی اور اسمین بیس آیتین اور دو سو چھتر کلمے اور آٹھ سو اٹھاسی حرف ہین اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ جن سے یہہ ہی کہ سورۂ جن مین مذکور ہوا کہ ایک فرقے نے جنون مین سے قرآن مجید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنکر ہدایت پائی اور جو عقیدے حقتعالی کی ذات اور صفات مین ضروری ہین اور مکلفین کا دو قسم پر ہونا یعنے نیک بخت اور بدبخت اور ان دونون کے انجام مین فرق ہونا یعنے نیک بختونکا انجام اچھا ہونا اور بدبختون کا انجام برا ہونا ان سب چیزون کو قرآن مجید کی عبارت کو سنتے ہی دریافت کرلیا بدون اسبات کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرین اور آپ کی صحبت مین حاضر رہین اور آپ سے سوال کرین اور ان باتون کی تحقیق اور تلاش آپسے کرین بلکہ قرآن کو سنتے ہی ان سب چیزون کی انکو یقین حاصل ہوگئی سو اس سورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ تمکو لازم ہی کہ رات کو خلوت کے وقت تنہائی مین جب آدمیون کا اژدحام نہو وے اسیوقتمین قرآن شریف کے پڑھنے مین مشغول رہا کرو اور قرآن کے لفظون کو اور حرفون کو بلند آواز سے پکار کر پڑھا کرو تاکہ غیب کا عالم بھی اس کلام ہدایت نظام سے فیضیاب ہووے جسطرح دنکو عالم ظاہری یعنے آدمی اس کلام فیض نظام سے بہرور ہوتے ہین اور اس سبب سے تم کو بھی ثقلین کی یعنی جن اور انس کی رسالت کا منصب حاصل ہووے اور اس کلام کی تلاوت کے وقتون کو اسطرح سے مقرر کرو کہ دن کو جو ظہور اور نمود کا وقت ہی آدمیون کو کہ یہہ بھی ظہور اور نمود رکھتے ہین یہہ کلام سنایا اور سمجھایا کرو اور رات کو جو تاریکی اور پوشیدگی کا وقت ہی جنات کی تعلقت کو کہ یہہ بھی تاریکی اور پوشیدگی رکھتے ہین اس کلام کو سنایا کرو اس واسطے کہ جنون کا انتشار اور حضور ہی اکثر رات کو ہوتی ہی اور آدمیون کا تمام جہان مین پھیل پڑنا اور

بیٹھنے ہلنے ڈولنے مین اس کمل کے لپٹنے کے سبب سے کسی طرح کا حرج واقع نہو اور وہ کمل چودہ ہاتھ کا لنبا تھا اور اسکو اسی کام کیواسطے آپ نے رکھا تھا تو اس کمل کا اوڑھنا گویا اشارہ تھا اسبات کی طرف کے اپنے مولا کی عبادت مین داخل ہوا ہین اور اس عبادت کے کام کو اپنے ذمے پر لیا مین نے جس طرح سے کمر باندھنا اور ہتہیار لگانا نشان ہے سپاہ گری کا اور کاغذ اور قلمدان کا اٹھانا علامت ہی متصدیگری اور منشی گری کی سو آپ کا کمل کا اوڑھنا بھی عبادت الہی کی ذمہ برداری کا نشان تھا اسیواسطے جناب الٰہی سے یہہ ارشاد ہوا کہ ایسے کپڑے پہنے کے واسطے سات شرطین ضروری ہین سو تمنے جو اس کپڑے کو پہنا تو تم کو بھی ان ساتون شرطون کا بجا لانا ضروری ہوا سو ان مین سے پہلی شرط یہہ ہی کہ رات کے جاگنے مین بڑی کوشش کرنا اور قرآن شریف کو تہجد کی نماز مین پڑھنا کہ یہہ بڑا جہاد ہی اپنے نفس کے ساتھہ اور دوسری شرط یہہ ہی کہ دلکو بھی ہر وقت اپنے مالک کی بندگی مین مشغول رہنا اور تیسری شرط یہہ ہی کہ حق تعالے کے ذکر کی مداومت کرنا اور اسکے نام سے ہمیشہ اپنی زبان کو شاد کام رکھنا چوتھی شرط یہہ ہی کہ سب علاقون کو کاٹنا اور ترک کرنا اور تجرید حاصل کرنا پانچوین شرط یہہ ہی کہ ہر امر مین اعتماد اور بھروسا اللہ تعالی پر کرنا اور اپنے تئین کسی چیز مین دخل نہ دینا چھٹھی شرط یہہ ہی کہ خلق اللہ کے ایذا اور ظلم کو سہنا اور صبر کرنا ساتوین شرط یہہ ہی کہ اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا لیکن ان کی خیر خواہی مین قصور نہ کرنا اور یہہ بہت مشکل بات ہی اور اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سورت مین مزمل کے نام سے خطاب فرمایا ہی تاکہ یہہ خطاب کرنا اسبات کی طرف اشارہ ہووے کہ اس کپڑے کے پہنے کے سبب سے یہہ کام تمہارے سپرد ہوئے اور ان کے بجالانے کا تم کو حکم ہوا جس طرح کوئی شخص کمر باندھ کے ہتھیار لگا کے مسلح ہو کے سردار کے سامنے آکر کھڑا ہووے تو اسکو یہی حکم سردار کا ہوگا کہ تم کو فلانہ مورچہ سپرد کیا ہمنے دیکھین تو کیسی تمھاری سپاہ گری ہی یعنے سپاہی کی شکل بنانا تمھارا اس بات کو مقتضی ہوا کہ تم کو یہہ کام سپرد ہوا اور اگر یہہ شکل تم نبناتے تو یہہ کام بھی تم کو سپرد نہ ہوتا لیکن جو تمنے اس طرح کا لباس پہنا تو اب اس کی شرم بھی رکھنا تم پر ضروری ہوا اب اس کام سے پہلوتہی کرنا نہ چاہئے فقط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے ریاضت کا کپڑا اپنے اوپر لپٹے ہوئے اس کپڑے کا حق ادا کر اور رات کا سونا جو سب
چیزون سے زیادہ پیارا ہوتا ہے اسکو چھوڑ اور عبادت الٰہی مین مشغول ہو قُمِ الَّيْلَ اُٹھ اور کھڑے
ہوکر ہر رات کو نماز پڑھا کر اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑی راتو نمین کہ یہہ حکم معاف ہے جیسے بیماری کی یا سفر کی راتین
یا ان راتون کو جبکے دنون مین محنت اور مشقت بہت کی ہو جیسے جہاد مین یا کفار سے مقابلہ مین یا اپسمین صلح
کرانے مین یا کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے مین اور دوسرے اسی طرح کی محنت کے کامونمین
کہ دن کو محنت زیادہ ہونے کے سبب سے رات کو اُٹھنے کی طاقت نہ رہے تو ایسی رات کو تہجد کا
وجوب نہین نفل کے حکم مین ہے چاہو پڑھو چاہو نہ پڑھو ان راتون کو تاکید اور تعمید نہین ہے اور اسیطرح
سے ایسے عذرون مین کھڑا ہونا بھی معاف ہے اگر کھڑے ہوکر نہ پڑھا جاوے تو بیٹھ کر پڑھو کچھ مضایقہ
نہین ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی آخر عمر شریف مین اکثر تہجد کی نماز بیٹھکر پڑھا کرتے تھے
اور تقدیر مین یہہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ الا قلیلا کے لفظ قیام کے ظرف محذوف سے مستثنی ہو لیل
سے نہو اور ترکیبی عبارت یون ہو کہ قُمْ فِيْ صَلٰوةِ الَّيْلِ فِيْ جَمِيْعِ عُمْرِكَ اِلَّا زَمَانًا قَلِيْلًا وَّهُوَ
زَمَانُ كِبَرِ السِّنِّ وَضُعْفِ الْبَدَنِ فَلَا بَاْسَ بِالْقُعُوْدِ حِيْنَئِذٍ یعنے کھڑے ہوکر نماز پڑھا کر ورات
کی عمر بھر مگر تھوڑے دنون مین اور وے بڑھاپے کے دن ہین اور بدن کے بودے ہو جانے کے سو ان
دنون مین تہجد کی نماز بیٹھ کے پڑھنے کا کچھ مضایقہ نہین ہے لیکن چاہیئے کہ یہہ رات کی نماز مین کھڑا ہونا
ذرا سا برائے نام نہو کہ جذب الی اللہ مین اور حضوری اور مناجات کے ملکہ کی تحصیل مین جیسی چاہیئے
ویسی تاثیر نہ کرے اسواسطے کہ تھوڑے عمل سے کسی قسم اور کسی جنس سے ہو روح اور دل کو کیفیت حاصل
نہین ہوتی اور اس عمل کی تاثیر ان مین بخوبی پائی نہین جاتی بلکہ کھڑے رہا کرو نماز مین نِصْفَهٗ آدھی رات
کے اندازے سے اگر اعتدال کے دن ہون جن مین رات اور دن برابر ہوتا ہے جیسے خزان کے
چند روز اور بہار کے چندروز اسواسطے کہ آدھی رات دن اور رات کے پورے دورے کی

چوتھائی ہی اعتدال کے دنون مین اور تاثیر اور خواص مین چوتھائی پر پوری چیز کا حکم کرتے ہین سو بقدر
مجاہدہ اور کوشش کرنا دن اور رات مین ایسی کیفیت پیدا کرنے گا جس کا اثر تمام دن اور رات
باقی رہیگا اور حضوری اور مناجات کی کیفیت بھی حاصل ہوگی بلکہ ہمیشہ کا قرب معنوی حاصل ہوگا جیسے
کسی شخص کو اگر اپنے محبوب سے تمام دن اور رات پہر دو پہر کی صحبت اور بات چیت حاصل ہوتی رہے
تو اس دو پہر کی لذت کا سرور آٹھ پہر تک نہ بھولیگا اور دن اور رات اسی کیفیت مین مست رہیگا
اور اگر کوئی لمحہ یا کوئی ساعت کی ملاقات ہوئی تو جدائی کی آگ اتنی ملاقات سے بجھتی نہین بلکہ اور بھڑکتی
جاتی ہی اور اس اشتیاق کی بھڑک کو ہرگز مفید نہین ہوتی جس طرح تشنگی کی شدت مین تھوڑا پانی پینا
اور بھوکھ کے غلبے مین لقمہ دو لقمے کھانا بھوک اور پیاس کو دفع نہین کرتا بلکہ اور زیادہ کرتا ہی اَوِ انْقُصْ
مِنْهُ قَلِيْلًا یا کم کرو آدھی رات سے تھوڑا تا کہ تہائی رات کو پہنچے لیکن اگر جاڑون کا موسم ہو اس
واسطے کہ ان دنون کی رات بہت بڑی ہوتی ہی تہائی اسکی دن اور رات کے پورے دور کی چوتھائی
کی قدر ہوگی اَوْ زِدْ عَلَيْهِ یا زیادہ کرو آدھی رات پر تھوڑا تا کہ دو تہائی رات کو پہنچے اگر گرمیونکا
موسم ہو اسواسطے کہ ان دنون کی رات بہت چھوٹی ہوتی ہی دو تہائی اسکی دن اور رات کے پورے
دورہ کی چوتھائی ہوگی اور یہہ بھی احتمال ہو سکتا ہی کہ اس کمی اور زیادتی سے خاطر کی خوشی اور بیچینی
کی رعایت منظور ہو یعنے اگر طبیعت چین مین ہو اور خوب دل لگے تو آدھی رات سے زیادہ یعنے دو
تہائی تک کھڑے رہو اور اگر توسط کا حال ہو تو آدھی رات تک کھڑے رہو اور اگر طبیعت بے چین
ہو تو تہائی رات پر اکتفا کرو اس واسطے کہ عبادت کی بنا دل کی خوشی اور رغبت پر ہی چنانچہ حدیث
شریف مین بھی تہجد کے مقدمے مین آیا ہی کہ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ یعنے چاہئے
کہ نماز پڑھے ہر شخص تم مین سے طبیعت کی خوشی اور دل کے لگنے تک پھر جب سستی کرے طبیعت
اور دل نہ لگے تو چاہئے کہ موقوف کرے اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھنے
مین تم مین سے کسی پر نیند غلبہ کرے تو اسکو چاہئے کہ نماز کو موقوف کرے اور سو رہے اسواسطے
کہ ایسا نہو کہین خواب کے غلبے مین دعا کی جگہہ بد دعا منہہ سے نکل جاوے یا قرآن پڑھنے مین کوئی کفر کا کلمہ

یا فسق کا منہہ سے نکل جاوے اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ لَا تُكَابِدُوا اللَّيْلَ یعنے بے دلی
سے نماز پڑھنے مین بیفایدہ کا رنج اور مشقت رات کے جاگنے سے مت کھینچو اسواسطے کہ رنجیدگی کی
عبادت مین کچھہ بھی ثواب حاصل نہین ہوتا اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہی کہ یہ تخییر یعنے دو تہائی
اور آدھی اور تہائی رات مین اختیار دینا اسواسطے ہی کہ آدھی رات پوری کو معلوم کرنا اور اسکے اندازکی
برابر بدون کمی اور زیادتی کے نماز اور تلاوت اور ذکر مین مشغول ہونا آدمی کی طاقت نہین ہی علی الخصوص
ایسی جگہہ پر جہان کوئی چیز ساعت کے دریافت کرنے کی نہ ہو یعنے نہ گھڑی ہو نہ گھڑیال ایسی جگہہ پر
آدھی رات کو دریافت کرنا بہت مشکل ہی تو گویا یون حکم ہوتا ہی کہ جو اس راہ کا طالب ہی اسکو آدھی
رات جاگنا اور ذکر اور عبادت مین مشغول رہنا ضرور ہی لیکن جو آدھی رات پوری بدون کمی زیادتی کے
معلوم ہونا مشکل ہی اسواسطے کہ اتنے حکم مین وسعت کی گئی کہ اگر اسطور سے تھوڑی کم زیادہ ہو جاے گی
تو کچھہ مضایقہ نہین ہی اور آخر سورت مین معلوم ہوگا کہ کمتی کی حد تہائی ہی اور زیادتی کی حد دو تہائی اور جب
مجاہدہ اور کوشش کی ہدایت کے بیان سے فراغت پائی تو ابارشاد ہوتا ہی کہ یہہ کام اسوقت مین
کیا کرو وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا اور کھول کر پڑھو قرآن کے لفظون کو صاف یعنے تہجد کی نماز مین کھڑے ہوکر
اور ترتیل لغت مین واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہین اور شرع شریف مین کئی چیزون کی رعایت کرنے کو
کہتے ہین قرآن شریف کے پڑھنے مین تاکہ خوب ترتیل حاصل ہووے پہلے حرفون کو صحیح نکالنا یعنے اپنے مخرج سے
نکالنا تاکہ طا کی جگہہ پر تا اور صاد کی جگہہ پر ظا نہ نکلے دوسری وقوف کی جگہہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ
وصل اور قطع کلام مین بے موقع ہونے پاوے اور کلام کی صورت متبدل ہو جاوے تیسری حرکتون مین
اشباع کرنا یعنے زیر زبر پیش کو امتیاز دینا تاکہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پاوے چوتھے
آواز کو تھوڑا بلند کرنا تاکہ قرآن شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پہنچین اور وہان سے دل پر اور
دل مین کوئی کیفیت پیدا کرین جیسے ذوق اور شوق اور خوف اور دہشت اسواسطے کہ قرآن شریف کے
پڑھنے سے یہی چیزین مطلوب ہین پانچوین اپنے آواز کو اچھا کرنا اسطور سے کہ اسمین دردمندی پائی
جاوے تاکہ دل پر جلدی تاثیر کرے اور مطلب حاصل ہووے اسواسطے کہ جو مضمون خوش آواز سے ادا کیجے

ہی تو اس سے روح کو لذت حاصل ہوتی ہے اور قوے بھی اسکو جلد جذب کر لیتے ہین اور اس سبب سے
روح پر اسکی تاثیر بھی ہوتی ہے اسیواسطے اطبانے کہا ہے کہ جب کسی دوائی کی کیفیت دل کو پہنچانا
منظور ہو تو اس دوائی کو خوشبو مین ملاکے دیا چاہیئے اسواسطے کہ دل خوشبو کا جذاب ہے یعنے کھینچنے
والا تو اس خوشبو کے ساتھ اس دوا کو بھی جلدی کھینچ لیگا اور اسیطرح جس دوا کی کیفیت جگر یعنے کلیجے کو پہنچانا
منظور ہو تو اس کو مٹھائی مین ملاکے دیا چاہیئے اسواسطے کہ جگر مٹھائی کا عاشق ہے تو وہ بھی اس کو
کھینچ لیگا چھٹی تشدید اور مد کا جس جگہہ پر ہین وہان لحاظ رکھنا اس واسطے کہ شد اور مد کی رعایت کے
سبب سے کلام الٰہی مین عظمت اور بزرگی نمودار ہوتی ہے اور تاثیر مین بھی مدد کرتا ہے ساتوین
اگر قرآن شریف مین کوئی خوف کا مضمون سُنے تو وہان تھوڑا ٹھہر جاے اور حق تعالی سے پناہ
طلب کرے اور اگر مضمون کوئی بہتر اپنے مقصد اور مطلب کا سُنے تو وہان بھی ٹھہرے اور اس چیز کو حق تعالی
کی درگاہ سے اپنے واسطے طلب کرے اور اگر قرآن شریف مین کوئی دعا یا کوئی ذکر پڑھنے کے
واسطے حکم ہو تو وہان بھی تھوڑا ٹھہرے اور کم سے کم اس دعا یا ذکر کو ایک مرتبہ تو پڑھ لے جیسے
قُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا یعنے ای رب زیادہ کر مجھکو علم یے سب سات چیزین ہوین جنکی ترتیل مین رعایت
کرنا ضروری ہے اور یے سب ایک چیز کیواسطے ہین اور وہی چیز بالذات مقصود ہے وہ تدبر اور فہم
ہے یعنے غور کرنا اور بوجھنا قرآن کے مطلب کا اور یہہ بات بدون ان ساتون چیزونکے حاصل نہین ہوتی
ہے نہ پڑھنے والے کو نہ سننے والے کو بلکہ بدون ان ساتون چیزون کی رعایت کے قرآن کی قرات
شعر خوانی کی طرح بیفائدہ ہو جاتی ہے اور کچھہ اس سے حاصل نہین ہوتا اسیواسطے حضرت عبداللہ بن مسعود
اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ لَا تَنْثُرُوْہُ نَثْرَ الدَّقَلِ وَلَا تَهُذُّوْهُ كَهَذِّ الشِّعْرِ قِفُوْا
عِنْدَ عَجَائِبِهٖ وَحَرِّكُوْا بِهِ الْقُلُوْبَ وَلَا يَكُنْ هَمُّ اَحَدِكُمْ اٰخِرَ السُّوْرَةِ یعنے مت بکھیرو
قرآن کے لفظون کو جیسی ردی اور ناقص خرمونکو بکھیرتے ہو اور نہ لپیٹو قرآن کو جیسے شعر کو لپیٹتے
ہو یعنے قرآن کو جلدی مت پڑھو شعرون کے پڑھنے کی طرح بلکہ ٹھہرو قرآن کے عجائبات پر اور اپنے
دلون کو ہلاؤ اس قرآن پر اور اسبات کی فکر مت کرو کہ یہہ سورت کب تمام ہوگی تاکہ جلدی ہم پڑھ سکین

اور فراغت پاوین اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے لوگون نے پوچھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کو کسطرح پڑھتے تھے انہون نے کہا کہ سب حرکتون کو بڑھاتے تھے یعنے زیر زبر پیش کو پورا نکالتے تھے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے آواز کی درازگی قرآن شریف کے پڑھنے مین نقل کی ہے اور حضرت ام المؤمنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے کہ ایک رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز مین ایک آیت کو یہان تک پڑھا کہ فجر ہوگئی اور وہ آیت یہہ ہے کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنے اگر عذاب کریگا اون پر تو وے بندے تیرے ہین اور بخشدیگا تو ان کو تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا اسیواسطے کہا ہے کہ کم سے کم قرآن کی تلاوت مین تدبر کا مرتبہ یہہ ہے کہ ہر خطاب اور ہر قصہ مین اپنے تئین مخاطب جانے اور اعلا مرتبہ تدبر کا یہہ ہے کہ متکلم کو اور اسکے صفات اور افعال کو اس کلام مین مشاہدہ کرے اور تدبر کا متوسط مرتبہ یہہ ہے کہ اس کلام کو حضرت حق جلشانہ سے بلا واسطہ سُنے اب اس جگہہ پر جاننا چاہئے کہ سلوک الے اللہ اسکی حضوری اپنے نزدیک طلب کرنے کو کہتے ہین لیکن جو حقتعالے جسمیت سے اور جسمیت کے لوازمات سے پاک ہے تو اسکی حضوری ان تین طریقون مین سے ایک سے ہوسکتی ہے پہلا طریقہ تصوّر ہے جسکو شرع کے عرف مین تفکر کہتے ہین اور اہل سلوک کی اصلاح مین اسکو مراقبہ کہتے ہین اور نگرانی بھی بولتے ہین اور دوسرا طریقہ ذکر ہے اور تیسرا طریقہ تلاوت کلام اللہ ہے اور جو پہلا طریقہ حقیقت مین ذکر اور یاد قلبی ہے اسلئے کبھی ذکر کو بھی اسی طریق کے شامل کردیتے ہین اور اسکی حضوری کے طلب کے طریقون کو دوہی امر مین منحصر جانتے ہین یعنے ذکر اور تلاوت مین لیکن ذکر لسانی اور قلبی دونون کو شامل ہے سو جو لفظ اس ذات پاک پر بواسطہ یا بے واسطہ دلالت کرے گی وہی مدرکہ کے التفات کا اس ذات پاک کیطرف سبب پڑے گی اور جب وہ ذات پاک ملتفت الیہ ہوئی یعنے اسکی طرف التفات کیا گیا تو گویا حاضر ہوئی اور جب اسطرح کے استحضار کا دوام حاصل ہوتا ہے تو ہم صحبتی اور ہم نشینی کا حکم پیدا کرتا ہے اور اس ذات پاک کی صفتین بشریت کی صفتون پر غالب ہوجاتی ہین اور اس خالق کے فعل بندہ کے فعلون پر حاکم ہوجاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ

حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بی وبصرہ الذی یبصر بی ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا یعنے حق تعالی فرماتا ہے کہ ہمیشہ بندہ میرا نزدیکی چاہا کرتا ہے میری طرف نفلون سے یعنے نفل عبادتون کے واسطے سے یہان تک کہ چاہنے لگتا ہون مین اسکو پھر جب مین نے چاہا اسکو تو ہو جاتا ہون مین کان اسکا جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ اسکی جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ اسکا جس سے وہ پکڑتا ہے اور پانون اسکا جس سے وہ چلتا ہے یعنے جب بندہ کثرت عبادت سے حقتعالی کا مقبول ہوا تو اسکے سب اعضا کا حقتعالی کا خود محافظ ہو جاتا ہے اور اسکے ہاتھ پانون کان آنکھ سب خدا کی مرضی کے تابع ہو جاتے ہین اسکی بیمرضی نہ کچھ دیکھے نہ کچھ سنے سو یہہ مرتبہ نفل عبادت کی کثرت سے ہوتا ہے اسواسطے کہ فرض کے اوقات مقرر ہین اس مین کثرت ممکن نہین ہے فقط لیکن یہہ تقرب کا طریقہ خاص اس ذات پاک کا ہے اگر کوئی چاہے کہ اس طریقے سے کسی مخلوقات سے تقرب پیدا کرے سو یہہ ممکن اور مجاز نہین ہے اور وجہہ اسکی یہہ ہے کہ اس قسم کے تقرب مین دو چیز کا پایا جانا متقرب الیہ مین ضروری ہے یعنے جسکی نزدیکی اس کو منظور ہے اسمین دو چیز کا ہونا ضرور ہے ایک تو یہہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرونکے قلبی اور لسانی اذکار کو اگرچہ ذاکر مختلف مکانونمین اور زمانون مین پائے جاوین یعنے ایک مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین اور ایک صبح کو یاد کرے اور دوسرا شام کو اور اسیطرح مدرکہ اور زبانین بھی مختلف ہون سو یہہ اسکے علم کا محیط ہونا اسواسطے شرط ہے تاکہ ہر ذاکر کے قلبی اور لسانی ذکر کو دریافت کرے دوسری چیز یہہ ہے کہ ذاکرکے مدرکہ مین درآنے کی اور اسکو پر کرنے کی اور اسکے صفت کا حکم پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہو جسکو شرع کے عرف مین دنو اور تدلی اور نزول اور قرب کہتے ہین سو یہ دونون صفتین اسی ذات پاک کا خاصہ ہین کسی مخلوق مین یہہ بات پائی نہین جاتی ہان بعضے کافر اپنے معبودونکے حق مین پہلی صفت ثابت کرتے ہین اور اہل اسلام کے فرقے سے بھی بعضے پیر پرست اپنے پیرونکے حق مین بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہین اور اسی اعتقاد کے سبب سے احتیاج کیوقت مین ان کو پکارتے ہین اور ان سے مدد چاہتے ہین لیکن یہہ بات ہرگز روا نہین ہے بلکہ حقیقت یہہ ہے کہ وسے لوگ بڑے دھوکے مین پھنسے ہین اور بڑے شبہہ مین گرفتار ہین مگر یہہ مقام اس شبہہ کے

بیان کا نہین سوا انہی دو چیزون سے سلوک کا کارخانہ تمام ہوتا ہی و الا ہرگز ممکن نتھا کہ بندہ رب سے
نزدیک ہو اور انہی دو چیزون کی طرف اشارہ ہی اس حدیث صحیح مین جسکو محدثین کتاب سلوک اور
تقرب الی اللہ کے اوّل مین لاتے ہین اور وہ حدیث شریف یہہ ہی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
حقتعالی کیطرف سے حکایت کیطور پر بیان فرمایا ہی کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا
ذَكَرَنِيْ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ حقتعالے جلشانہ فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے
گمان اور اٹکل کے قریب ہون پھر جیسا گمان میرے ساتھ رکھے اور مین اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہون
جب مجھکو یاد کرتا ہی اور دوسری صحیح حدیث بھی ہی جو محدثون کے کتاب سلوک کی سر دفتر
ہی سو وہ یہہ ہی کہ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ
مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً یعنے جو نزدیکی چاہتا ہی مجھسے ایک بالشت
نزدیک ہو جاتا ہون مین اسکی طرف ایک ہاتھ اور جو نزدیکی چاہتا ہی مجھسے ایک ہاتھ تو نزدیک
ہو جاتا ہون مین اسکی طرف ایک باع اور باع کہتے ہین دونون ہاتھ کی لمبائی کو جسکو یہان بام کہتے
ہین اور اگر آتا ہی میری طرف چلتے ہوئے تو مین آتا ہون اسکی طرف گھٹنون سے دوڑتے ہوئے یہہ
مثال ہی آدمیون کی سمجھانے کو و الا حق تعالے گھٹنو اور ہاتھ پانون سے پاک ہی بس یہہ حقتعالے کی ذات
پاک کا خاصہ ہی کہ اپنے یاد کرنے والے کی طرف خود نزول فرماتا ہی اور اسکے نزدیک ہوتا ہی اور اسکے
مدرکہ کو پر کرتا ہی اور اسکے باطنی لطیفون پر غالب ہوتا ہی اور ساتھ اس تدلی واقعی حقیقی کے روح
کا حکم اسکی روح لیتی ہی اور جو روح کو نسبت بدن کے ساتھ ہی وہی نسبت اس تدلی کو اسکی ارواح
کے ساتھ حاصل ہوتی ہی اور جتنے مخلوق ہین اگرچہ روحانیات ہون اوّل تو علم محیط نہین رکھتے ہین تا کہ ہر
ذاکر کے ذکر پر مطلع اور خبردار ہون دوسرے ذاکر کی روح پر استیلاء دائمی نہین کر سکتے ہین یعنے ہمیشہ
اسپر غالب اور اسکے حال سے واقف نہین ہو سکتے اسواسطے کہ يَشْغَلُهُمْ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ سب مخلوقات
کی شان ہی یعنے یہہ مخلوقات کا خاصہ ہی کہ جب ایک طرف توجہ ہوا تو اس وقت دوسرے
کی طرف متوجہ نہین ہو سکتے اور لَا يَشْغَلُهٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ حق تعالے کا خاصہ ہی یعنے اسکی ذات

پاک کا ایک طرف متوجہ ہونا دوسرے طرف کے توجہ کو مانع نہین ہے سو کلام الٰہی کی تلاوت
اسواسطے اسکی قرب اور نزدیکی کا سبب پڑتی ہے کہ اس کلام کی لفظین اس کی معانی پر دلالت کرتی
ہین اور وے معانی حق تعالےٰ کے علم مین ایک مدت دراز تک کلام نفسی کی خلعت پہن کے ایک صفت
اسکی ذاتیہ صفتون سے بن کے رہی ہین سو وے لفظین ایک صفت کو حقتعالےٰ کی صفتون ذاتیہ سے تلاوت
کرنیوالے کے مدرکہ کے قریب کر دیتی ہین اور اس آمیزش اور اتحاد کے سبب سے وہ صفت ذاتیہ ایک
طرح سے پڑھنے والے کی صفت ہو جاتی ہے اسواسطے کہ وے معانی باترتیب اس پڑھنے والیکے
مدرکہ مین قایم ہوتی ہین چنانچہ اس کلام الٰہی کی لفظین بھی اسیطرح سے پڑھنے والے کی لفظین ہوجاتی
ہین اور اس قسم کا تقرب کچھ حقتعالےٰ کی ذات پاک کے ساتھہ مخصوص نہین ہے بلکہ ہر شخص کے کلام مین
یہہ بات پائی جاتی ہے یعنے جسکے کلام کو ہر وقت پڑھا کرو اور اسکے معنون کا خیال ہر وقت
ذہن مین موجود رہے وہ بھی اسی قسم کے قرب کا سبب پڑتا ہے اور اس متکلم کے بعضے آثار اس پڑھنے
والے مین پائے جانے لگتے ہین جس طرح مثنوی مولانا روم کی اور دوسری ملفوظات نظم اور نثر اولیاء اللہ
کے بلکہ عوام اور فاسقون کے اشعار مین بھی زیادہ تکرار سے یہی بات پائی جاتی ہے یعنے وہی مضمون
اسکے دل پر چھا جاتا ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اگر وہ کلام بہتر ہے تو اسکی اچھائی کی تاثیر اور اگر برا ہے تو
اسکی برائی کی تاثیر پڑھنے والے مین پائی جاتی ہے لیکن کلام الٰہی اور کلام مخلوق مین اتنا فرق ہے کہ
کلام الٰہی کی مزاولت اور تکرار مین اس کیفیت کے سوائے اسکی ذات پاک کا دنو اور قرب بھی حاصل
ہوتا ہے اور دوسرے مخلوق کے کلامون مین سوائے اس کیفیت کے جو کلام کے پردے مین ظاہر ہوتی ہے اور
اس پڑھنے والے کی طرف منتقل ہوتی ہے اور کچھ حاصل نہین ہوتا اور اسکی وجہہ یہہ ہے کہ حقتعالی کا علم محیط ہے
اور دنو اور تدلّی اور قرب کی قدرت بھی وہ رکھتا ہے سو جو کچھ ذاکرین کے حق مین وہ اپنی عنایت اور
مہربانی فرماتا ہے تو تلاوت کرنے والے کے حق مین بطریق اولی عنایت اور مہربانی فرماویگا اسیواسطے
کلام اللہ کی ترتیل کو اس سورت مین ذکر پر مقدم لائے ہین اور یہہ بھی جان لینا چاہئے کہ قرآن شریف کی
کوئی آیت حق تعالی کے ذکر سے خالی نہین ہے چنانچہ یہہ بات غور اور فکر سے معلوم ہوتی ہے پس قرآن

شریف کی تلاوت مین ذکر کا بھی فایدہ حاصل ہی اور پیر اور مرشد اور استاد کا بھی اسواسطے کہ الہیہ کی صفت سے متصف ہونا اور اصل المتین الٰہی کا تمسک اور اعتبار دکرنا تو سر دست قرآن شریف کی تلاوت مین موجود ہی اتنا البتہ ہی کہ قرآن شریف کی لفظون کو نحو اور صرف اور معانی اور بیان اور بدیع اور دوسرے فنون کی آمیزش سے جو حقیقت کی طرف التفات کرنے سے مانع ہین مجرد اور علٰحدہ کرنا بہت مشکل ہی بعد مدت کے یہہ بات حاصل ہوتی ہی بخلاف ذکر کے کہ وہ ایسے صورت حکریہ کے ساتھہ کہ وہ اسقدر تجرید کے محتاج نہین ہین اب اس بیان سے حضرت سلطان المشایخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی بات کا مطلب ظاہر ہوگیا یعنے لوگون نے ونسے ایکدن پوچھا کہ قرآن شریف کی تلاوت مین مشغول رہنا بہتر رکھتا ہی یا ذکر الٰہی مین مشغول رہنا آپنے فرمایا کہ ذاکر اپنے مطلب کو جلدی پہنچتا ہی لیکن اسکو زوال کا خوف ہی اور کلام الٰہی کی تلاوت کرنیوالے کا مطلب دیر مین حاصل ہوتا ہی لیکن حصول کے بعد اسکو زوال کا خوف نہین ہی انتہا کلامہ اور پیغمبرون کو کلام الٰہی کی تلاوت مین بہت بڑا ایک فایدہ ہی اور وہ یہہ ہی کہ ان کے علم غیب سیکھنے کی استعداد کو بہت بڑی مدد کرتی ہی اور اسکے سننے کی مزاولت اور ہمیشگی جو بار بار زبان کو پہنچتی ہی اور کان سے دل کو سو وحی کے نزول کے صدمہ کو ان پہ ہلکا کردیتی جسطرح کسی شخص کو نفع یا نقصان پہنچنے مین کوئی بڑا صدمہ پہنچا ہو تو جبتک وہ اس نفع اور نقصان کو تکرار کریگا تو وہ صدمہ ہلکا ہوتا جائیگا اور بھید اس کا یہہ ہی کہ نزول وحی کا استخدام کے طور پر ارواح ملکیہ کی کیفیت کو تفصیل وحی کا تعرض سے ہمراہ لاتا ہی اور وہ کیفیت ملی ہوئی بیکایک پیغمبر کے قلب اور اعضا پر آپڑتی ہی اور پیغمبر بشریت کے تقاضے سے اس کا تحمل نہین کرسکتے ہین اسواسطے بے ہوش ہو جاتے ہین اور پسینا بہنے لگ آتا ہی پھر جب دوسری مرتبے اس کلام کی تلاوت کرتے ہین تو پھر بھی وہی کیفیت ملی ہوئی دل اور اعضا پر آتی ہی اسیطرح تیسرے مرتبے پھر چوتھے مرتبے یہانتک کہ اس کیفیت کے تحمل کے خوگر ہو جاتے ہین یعنے اس بوجھ اٹھانے کی عادت ہو جاتی ہی اور رنج اور صدمہ بھی پھر کم معلوم ہوتا ہی اور اس نظام مین اسی فایدہ عمدہ کو لحاظ کرکے ترتیل کے حکم کی تعلیل یون ارشاد ہوتی ہی کہ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا تحقیق قریب ہی کہ ڈالینگے ہم تجھپر ایسی بات جو بہت بھاری ہی حاصل مطلب کا

یہہ ہے کہ بعد اسکے پے درپے قرآن کو تم پر نازل کرینگے سو تم کو چاہئے کہ جس قدر قرآن تم پر اترا ہے اس کی تلاوت مین رات کو مشغول رہا کرو اور اس عبادت خاص کے انوار سے اپنے تئین مشرف کرکے اس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے مین حاصل کرو اور ابتدا مین قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت آپ پر بہت گرانی اور سختی گذرتی تھی اور اس کا طور یہہ تھا کہ جب وحی کا نزول شروع ہوتا تھا تو پہلے ایک آواز گھنٹے کیسی آپ سنتے تھے پھر اسی آواز مین بدون اعتماد خارج کے حرف اور کلمے ظاہر ہونے لگتے تھے اور وہ آواز تیز اور تند اسطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین تاثیر کرتی تھی کہ آپ کے ہواس ظاہری اور باطنی بالکل اس عالم سے منقطع ہوکے اس عالم کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے اور ایسی حالت آپ پر طاری ہوجاتی تھی جسطرح روح بدن سے کھینچتی ہے اور بدن کے تمام اعضا کی روحین کھینچ کے دماغ کی طرف جو فہم اور حافظہ کی قوت کا محل ہے چڑھ جاتی تھین اور دماغ مین ان روحون کے جمع ہونے کے سبب سے بہت گرمی پیدا ہوتی تھی اور آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آجاتا تھا اور آپ بیہوش ہوجاتے تھے اسواسطے کہ ارواح دماغ کو صعود کرتے تھے اس سبب سے سب اعضا بدن کے سست ہوکر ثقل طبعی کی طرف عود کرتے تھے چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جاڑے کے دنمین جبکہ دن بہت ٹھنڈک ہوتی تھی وحی آتی تھی اور آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکتا تھا اور وحی نازل ہونے کے وقت اگر آپ اونٹ یا گھوڑے یا کسی جانور پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور گر پڑتا تھا مگر ایک اونٹنی خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسکا غضبا اور قصوا نام تھا وہ گرتی نہ تھی لیکن اپنے پاؤن کو ٹیڑھا کرکے زمین سے ٹیک دیتی تھی اور گرتی نہ تھی اور اس کو اس طور کی عادت ہوگئی تھی اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی آنے کے وقت کسی کی ران کو تکیہ دئے ہوتے تھے تو اس کو ران کے ٹوٹنے کا خوف ہوتا تھا اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوجاتا تھا اور دم چڑھنے لگتا تھا اسطرح پر کہ دور سے اس کی آواز معلوم ہوتی تھی اور دوسری گرانی یہہ کہ بدون لکھے کے سب قرأت اور

وجوہ سے اس کو یاد رکھنا چاہیے تیسری گرانی یہہ کہ ان دشمنون کے سامنے پڑھنا پڑتا تھا جو ہمیشہ
ہنسی مسخری کیا کرتے تھے اور قرآن کے مضمون کو جو نیا سنتے تھے ہر مجلس مین بیٹھ کے اس کا ذکر کرتے
تھے ہنسی کیطور پر اور بیہودہ اور پوچ باتین بکا کرتے تھے ان سب کو سننا چاہیے اور چوتھی گرانی قرآن
شریف کے عجائبات اور باریک دقیقے سمجھنے مین اور اسکے اعجاز کے وجوہ دریافت کرنے مین کہ یہ
چیزین بدون خوب فکر اور غور کرنے کے معلوم نہین ہوتین چنانچہ یہ باتین اب بھی بدون شمول
فضل آلہی کے میسر نہین ہین پانچوین گرانی قرآن شریف کی آیتون کی تفریق کرنے مین یعنے محکم اور
متشابہ اور ناسخ اور منسوخ اور ظاہر اور ماوّل ان سب کو آپس مین جدا کرنا اور ہر ایک قسم سے
جدے جدے حکم استنباط کرنا یعنے نکالنا کہ یہہ بہت مشکل علم ہی چھٹین گرانی مسلمانون کی نسبت سے
اس واسطے کہ قرآن شریف بموجب امر اور نہی کرنا نہایت سخت اور مشکل چیز ہی اسکے موافق عمل کرنا بدون
تائید آلہی کے ہرگز ممکن نہین ہی اور یہہ بھی کہا ہی کہ قرآن شریف مین ظاہری بھی حکم ہین اور باطنی بھی اور دونون
کو جمع کرنا بہت مشکل اور دشوار ہی ساتوین قرآن شریف کا سننا کافرون پر بہت سخت اور
دشوار تھا چنانچہ اگلی سورتون مین آیا ہی کہ کافر قرآن کے سننے سے ایسا ڈرتے ہین جسطرح
گدہا شیر کے دیکھنے سے اور اسکی آواز سننے سے اور سورۂ فصلت مین بھی فرمایا ہی کہ فی
اٰذانھم وقر وھو علیھم عمی یعنے یہہ قرآن کافرون کے کانونمین بوجھ ہی اور یہہ ان پر اندہا پن
ہی یعنے پوشیدہ ہی آٹھوین قرآن شریف کا اُترنا منافقون اور فاسقون پر بہت سخت اور گران تھا
اسواسطے کہ انکے چھپے عیب اور پوشیدہ باتین اسمین رمز اور اشارہ اور تعریض اور کنایہ کے طور سے
بیان کردی جاتی تھین اور حاضران مجلس اپنی ذہن کی تیزی اور قرینہ سے بوجھ جاتے تھے کہ فلانے شخص
کا حال ہی پھر وے فضیحت ہوتے تھے چنانچہ سورہ توبہ کے آخر مین اور سورۂ قتال مین اور
دوسری سورتونمین ان احوالون کو تفصیل سے بیان فرمایا ہی نوین قرآن شریف کے ہر ہر حرف
کا ایک ایک خادم ہی روحانی اور عزیمت پڑھنے والے جب اس کلام کو دعوت کی سب
شرطون کی رعایت سے پڑھتے ہین تو جتنے روحانی اسکے خادم ہین سب حاضر ہوتے ہین پھر ان

وقت ان کے سامنے ثابت اور برقرار رہنا بہت سخت اور دشوار ہو جاتا ہے اور قیامت کے
دن بھی جب میزان کھڑی ہوگی اور عمل تولے جاوینگے تو کوئی عمل نیک اس کلام کے برابر نہو گا چنانچہ
یہہ بات حدیث شریف مین مذکور ہے اور عجائب تفسیرون سے وہ ہے جو بعضے صوفیہ نے کی ہے کہ
یعنے قول ثقیل کی تفسیر مین توحید وجودی کے مسئلے کو بیان کیا ہے اس واسطے کہ اس مسئلے کا سمجھنا عوام
لوگون پر بہت بھاری ہے اور یون کہا ہے کہ هُوَ طَوْرٌ وَرَآءَ طَوْرِ الْعَقْلِ یعنے وہ ایک مرتبہ ہے عقل
کے مرتبے کے سوائے اور بعضے واعظون نے قول ثقیل کی تفسیر شفاعت مطلقہ کرکے کی ہے اور شفاعت
کے کلمہ کو اپنی زبان پر جاری کرنا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اور دوسرے
جتنے انبیا اور رسول ہین سب پر وہ کلمہ شاق اور گران ہوگا اور قیامت کے دن اس کلمہ کو اپنی
زبان پر لانے سے عذر درپیش کرینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ اس کلمہ سے گویا
کریگا اور یہہ تفسیر سورۂ اسریٰ کی آیت سے مناسبت رکھتی ہے اور وہ آیت یہہ ہے وَمِنَ اللَّيْلِ
فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا یعنے حق تعالیٰ فرماتا ہے اور تھوڑی
رات جاگتا رہ اسمین یہہ زیادتی ہے واسطے تیرے شاید کھڑا کرے تجھہ کو تیرا رب تعریف کے مقام
مین اور جب قرآن شریف کو نماز تہجد مین ترتیل سے پڑھنے کی وجہہ کے بیان سے فراغت پائی تو اب
نماز تہجد کی وجہہ کو بیان فرماتے ہین سو آن لفظ ان تینون آیتون مین تعلیل کیواسطے ہے اور ان تینون تعلیلون
کے درمیان مین حرف عطف کو نہین لائے اسواسطے کہ تعلیل ایک امر کی نہین ہے بلکہ مختلف امرونکی
تعلیل ہے جو پہلے کلام سے بوجھی جاتی ہے سو قرآن کے ترتیل کے حکم کی علت قول ثقیل کا القا ہے اور
قیام لیل کے حکم کی علت یہہ ہے کہ اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ بے شک وہ عبادت اور طاعت جو پیدا
ہوتی ہے اور اٹھتی ہے رات کو اور ناشی لغت مین اس چیز کو کہتے ہین جو نئی پیدا ہوئی ہو اور نئی
اٹھی ہو عرب مین بولتے ہین سحاب ناشی یعنے بدلی نئی پیدا ہوئی اور نشأت الریح
یعنے اٹھی ہوا هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وہ بہت سخت ہے نفس کے روندنے مین اور اس کی تاریکی
کے دور کرنے مین دو وجہہ سے اول یہہ کہ رات کا اٹھنا اور قرآن کو بلند آواز سے پڑھنا

اور وضو کرنا اور وضو کے اسباب کو تلاش کرنا جیسے لوٹا پانی مسواک پھر نماز مین کھڑا ہونا اور
سجدے مین جانا یے چیزین نفس پر بہت سخت اور بھاری ہین اس واسطے کہ رات چین اور آرام
اور ٹھہرنے اور خاموش رہنے کا وقت ہی اور آدمی کی پیدایشی یہہ بات ہی کہ رات کو
چلنے پھرنے جاگنے بات کرنے کو بالطبع دوست نہین رکھتا خصوصا جس وقت جورو بغل مین ہوا ور بچے
پیارے پاس ہون اور نرم فرش ہوا ور گرم لحاف اوڑھے ہوا ور چیتے ولے بدن کو مل رہے ہون
ایسے وقت مین ان سب لذتون کو چھوڑنا اور ایسی بے چینی اور محنت مین اپنی جان کو ڈالنا
ان سب باتون کو سوچا چاہیئے کہ کیا نفس پر قیامت برپا ہوتی ہی اور اگر گرمی کا موسم ہی تو دن
بھر دھوپ کی سوزش اور گرمی کی حرارت بدن اٹھائے ہوئے رات کو ٹھنڈک مین آرام سے بدن
ہوتا ہی پھر اس آرام کو چھوڑنا اور مشقت مین پڑنا خیال کیا چاہیئے کہ کیسی مشکل بات ہی دوسری
وجہہ یہہ ہی کہ حقیقت مین وہ وقت انوار اور برکات لاہوتیہ اور ملکوتیہ کے نزول کا وقت ہی
پھر جب ایسی عمدہ عبادت ایسے عمدہ وقت مین پائی گئی اور قرآن کا نور اور ایمان کا نور
ان تجلیون کے ساتھ مل کے ایک ستون نورانی بن کے قایم ہوا پھر نفس کی تاریکی کیا مجال رکھتی
ہی جو وہان ٹھہر سکے یا باقی رہے حدیث شریف مین آیا ہی کہ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی
كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ
لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ یعنے اترتا ہی یعنے متوجہہ
ہوتا ہی ہمارا پروردگار بزرگ اور برتر ہر رات کو دنیا کے آسمان کی طرف جب باقی رہتی ہی پچھلی تہائی
رات کی پھر فرماتا ہی کون پکارتا ہی مجھکو کہ اس کی پکار کو پہنچون کون مانگتا ہی مجھسے کہ دیون مین اس کو
کون مغفرت طلب کرتا ہی مجھسے کہ بخشون مین اس کو یہان تک کہ ہوجاتی ہی فجر اور یہہ بھی حدیث صحیح مین
آیا ہی کہ اِنَّ فِى اللَّيْلِ سَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يَّسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى خَيْرًا مِّنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ یعنے تحقیق رات مین ایک ساعت ہی نہین موافق ہوتا ہی کوئی
بندہ مسلمان اس ساعت کو کہ مانگے اللہ تعالی سے جو چیز بہتری دنیا اور آخرت کی مگر دیتا ہی اللہ تعالے وہ چیز

اسکو اور یہہ امر ہر رات کو ہوتا ہی سو وہ وقت خاص اپنے مالک کے دربار کا ہی نوکر کے حق مین اور معشوق کے جلوہ کا وقت ہی عاشق کے حق مین اور بیع وشرا کی گرمی بازار کا وقت ہی تاجر کے حق مین اور صنعت اور مزدوری کے رواج کا وقت ہی ہر پیشہ والیکے حق مین کہ تھوڑی محنت مین بڑا عمدہ مطلب حاصل ہوتا ہی اور تھوڑی ڈھیل اور سستی مین بڑا مطلب ہاتھہ سے جاتا ہی حضرت سید الطایفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ سے منقول ہی کہ بعضے لوگون نے بعد ان کی وفات کے ان کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال گذرا اسکے جواب مین یہہ کہا کہ طَاحَتِ الْعِبَادَاتُ وَفَنِيَتِ الْاِشَارَاتُ وَمَا نَفَعَنَا اِلَّا رَكَعَاتٌ رَكَعْنَاهَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ یعنے بیکار ہوگئین عبادتین اور نیست ہوگئین اشارتین اور نہ کام آیا کچھہ مگر دو رکعتین جو آدھی رات کو پڑھتا تھا مین اور نیز پچھلی رات کو خاص تجلی اور توجہہ سے اسواسطے خاص کیا ہی کہ آدمی کی روح اصل مین عالم پاک سے تھی دنیا کی نجاستون سے کچھہ بھی آلودگی نہ رکھتی تھی پھر اس عالم قدس اور پاکیزہ سے اس گندہ بازار مین اس کو کمال کے حاصل کرنیکے واسطے بھیجا اس سبب سے اس عالم قدس سے دور پڑا اور اس عالم مین جو قرب اس کو حضرت پروردگار جلشانہ سے حاصل تھا وہ اسکے ہاتھہ سے جاتا رہا سو اس قرب کی لذت کو یاد دلانے کے واسطے بالضرور خود بدولت کا توجہہ ہوتا ہی اور اپنے بندے مسکین غریب کے جھوپڑیکو نور قدوم کی تجلی سے منور فرماتے ہین سو اس عنایت اور نوازش کے واسطے ایسا وقت چاہیے کہ اس روح کو اپنی حالت اصلی کا قرب حاصل ہو اور وہ وقت عالم قدس سے مشابہت رکھے سو دنیا مین ایسا وقت کوئی نہین ہی مگر یہی پچھلی آدھی رات کا وقت اور اس اجمال کی تفصیل یہہ ہی کہ دن جو اسکی مشغولی کا وقت کہ ہر حواس اپنے اپنے کام مین مشغول رہتا ہی جیسے باصرہ دیکھنے مین اور شامہ سونگھنے مین اور سامعہ سننے مین اور ذایقہ چکھنے مین اور لامسہ ٹٹولنے مین اور اسیطرح حواس باطنی اپنے کام مین مشغول ہوتے ہین اس سبب سے آدمی کی فکر تشویش مین ہوتی ہی اور دنیا ہی کے کارخانہ کا خیال ہر وقت رہتا ہی اور اسباب اور مال اور دنیا کی عزت اور آبرو کے حاصل کرنے مین اور جورو بچونکی محبت اور مالک اور آقا کی خدمت مین دن بھر گنواتا ہی اور اس سبب سے نہایت دوری اس عالم قدس سے حاصل ہوتی ہی اور پہلی رات کو تمام دن کی محنت اور کھانے پانی سے

پیٹ بھر لینے کے سبب سے سست ہو جاتا ہے اور غافل ہو کے بے حواس مردون کے مانند پڑتا ہے
اور غذا کی رو سے بخارات اسکے دل اور دماغ کو پریشان کر دیتے ہین اور غذا فضلہ اور بدبو کی ہوا
ہر ساعت اس سے باہر نکلتی ہے اس حالت مین آدمی چار پائے کے مانند ہوتا ہے عالم انسانیت کی
طہارت کے مرتبے سے منزلون دور ہو جاتا ہے عالم ارواح کی طہارت کے مشابہ ہوتا تو بہت دور ہے
پھر جب پچھلی رات ہوتی ہے تو یے سب رنج اور کدورتین دور ہو جاتی ہین اور دن کے فاسد خیال
بھی غفلت کی نیند حایل ہونے کے سبب سے اسکے ذہن مین نہین رہتے گویا روح اپنی خالص اصل
کو پہنچی اور اپنے عالم اصلی کو یاد کیا ایسے وقت مین اس روح کو ان قرب کی لذتون سے چکھا کے
سرفراز کرنا جو اس عالم مین خوگر ہو رہی تھی بہت مناسب ہوا وَاَقْوَمُ قِيْلًا اور بہت مضبوط کی
ہے بات کے کہنے مین حاصل کلام کا یہہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنا پچھلی رات کو تدبر اور معانی
کے بوجھنے کے واسطے بہت بہتر ہے دوسرے وقتون کی نسبت سے اسواسطے کہ اسوقت مین ذہن صاف
ہوتا ہے اور غذا کے بخارات بھی کم ہو جاتے ہین اور غل اور شور باہر کا بھی حواس کو منتشر نہین کرتا ہے
تاکہ دل اس طرف متوجہہ ہوا ور معنون کے بوجھنے سے غفلت کرے اور رات کی تاریکی کے سبب سے آنکھہ
بھی اپنے کام سے بیکار ہو جاتی ہے اور رنگا رنگ چیزون اور روشنیون کے دیکھنے کے سبب سے دل کو
مشوش نہین کرتی ہے یہی وجہہ ہے کہ اس وقت مین علما کو کتاب بینی اور شاعرون کو شعر کہنے
مین جو مطلب سوجھتا ہے وہ صواب کے قریب ہوتا ہے اور یہی وجہہ ہے کہ پچھلی پہر کے خواب اکثر سچی
ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین بھی آیا ہے کہ اَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالْاَسْحَارِ یعنے بہت سچی خواب
سحر کی ہے اور انہی خصوصیتون کے لحاظ سے جو رات کے واسطے حاصل ہین حدیث صحیح مین آیا ہے کہ

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَقُرْبَةٌ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمَكْفِرَةٌ لِلسَّيِّاٰتِ
وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ یعنے لازم پکڑو اور عادت ڈالو رات کے اٹھنے کی اسواسطے کہ یہہ عادت
صالحینون کی ریاضت ہے قدیم سے یعنے اسوقت کو بہتر وقت سمجھ کے اٹھنے اور عبادت کرنے کی ولی
اپنی عادت ڈالتے ہین اور اللہ تعالی کی نزدیکی کا سبب ہے اس واسطے کہ اسوقت تجلی الہی کا نزول آسمان

دنیا کی طرف ہوتا ہی اور تمہارے گناہونکا کفارہ بھی ہی اسواسطے کہ اسوقت کے انوار قرآن شریف
اور نماز کے انوار ونسے مل کر بُرے عملون کی تاریکیون کو دور کردیتے ہین وے تاریکیان جنھون نے تمھارے
نفس کو تاریک کر رکھا ہی اور تم کو گناہونسے بھی مانع ہوگا اسواسطے کہ لطیفہ عقل کا دوسرے مدرکات
سے خالی ہونے کے سبب سے قرآن شریف کے معنون مین خوب تدبیر کرتا ہی اور نصیحت اور جھڑکی کامل اسکو حاصل
ہوتی ہی اور لطیفہ قلب کا اس صفائی کے سبب سے جو اسوقت اسکو حاصل ہوتی ہی ساتھ کیفیت
نورانی انس اور مناجات کے لبریز ہوجاتا ہی اور وہ کیفیت پورا رسوخ حاصل کرتی ہی اور وہ رسوخ
گناہون پر دلیر ہونے نہین دیتا اور نفوس کامل اور ارواح پاک حضرات انبیا علیہم السلام کو ان کی استعداد
کی صفائی کے لحاظ سے ایسے منافع اور فواید کے حاصل کرنے مین اگرچہ دن رات برابر ہی لیکن انکے
دل کی اوقات دوسری طرح کی عبادتون اور قسم قسم کی طاعتون سے معمور اور پُر رہتے ہین خالص
ایک کیفیت یا ایک حالت کا پایا جانا اسوقت متصور نہین ہی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی اِنَّ لَکَ
فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا بے شک تجھکو دن مین بہت تیرنا ہی یعنے بہت کام کرنا ہی اور طرح طرح
کی عبادتون مین مشغول رہنا ہی دن کو اتنی فرصت تم کو نہین ہی کہ مصاحبت اور مکالمت کی مجلس کو گرم
کرو اور مناجات اور سرگوشی سے اپنے تئین مشرف کرو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دن
اکثر اس طور سے گذرتا تھا کہ بعد فجر کے اشراق تک نماز کے مکان مین ذکر اور فکر مین مشغول رہتے تھے
اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو اسوقت اور عصر کے بعد سے آفتاب کے غروب ہونے تک
مسبعات عشر پڑھنے کو حکم ہی فرمایا ہی پھر بعد اشراق کے چاشت تک دوسری قسم کی عبادتون مین
آپ مشغول رہتے تھے جیسے مریضون کی عیادت کرنا اور مسلمانون کے جنازون کے ساتھ جانا اور غریب
مسکین مسلمانون کی حاجت روائی کرنا اور طالب علمون کو علم تعلیم کرنا اور مسترشدونکو خدا کی راہ کے
سلوک کے قاعدے ارشاد فرمانا اور فتوی پوچھنے والون کو فتوی دینا اور آپسمین جھگڑے قصون کا
فیصلہ کرنا اور کافرون کے ساتھ جہاد اور قتال کے سامان کی درستی اور تدبیر مین رہنا اور دوسرا سی
قسم کے کامون مین مشغول رہتے تھے پھر چاشت کے بعد گھر مین تشریف لے جاتے تھے اور اپنے اہل وعیال کی خاطرداری

عادت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

اور اسی

اور تسلی فرماتے تھے کہ یہ بھی ایک قسم ہی عبادت کی پھر کھانا کھاکے تھوڑا قیلولہ کرتے تھے پھر جب آفتاب
ڈھلتا تو آپ اٹھتے اور پاخانے اور پیشاب سے فراغت کرکے وضو یا غسل کرتے اور چار رکعتین
ایک سلام سے فی الزوال پڑھتے پھر جب ظہر کی اذان ہوتی تو آپ باہر تشریف فرما ہوتے اور
ظہر کی نماز مسجد مین پڑھتے اور ظہر کے بعد سے عصر تک پھر دعوت اور تعلیم اور ارشاد اور افتا اور
فیصلے مین جھگڑون کے مشغول رہتے تھے پھر نماز عصر کی پڑھتے پھر قبلے کی طرف منھہ کرکے بیٹھتے اور ذکر
اور فکر مین مغرب تک مشغول رہتے پھر مغرب کی نماز پڑھکے گھر مین تشریف لیجاتے پھر اہل وعیال
کی تسلی اور دلاسے مین اور مہمانون اور مسافرون کے کھانا کھلانے مین خود متوجہ ہوتے اور اگر دنیا کے
مال کی قسم سے کچھہ گھر مین ہوتا تو اسکو اسی وقت مستحقونکو عنایت فرماتے کہ دنیا کا مال آپ کے گھر
مبارک مین رات کو نہ رہے پھر اسکے بعد آپ کھانا نوش جان فرماتے اور جانورون کے دانے چارے کی
خود آپ خبر گیری لیتے تاکہ ایسا نہو کہ کوئی جانور بے زبان بھوکا پیاسا رہگیا ہو پھر اسکے بعد استنجا وغیرہ
کرکے وضو کرتے اور مسجد مین تشریف فرما ہوتے اور نماز عشا کی ادا کرتے اور وتر کو رہنے دیتے
پچھلی رات مین پڑھنے کے واسطے پھر سونے کے لئے تشریف گھر مین لیجاتے اور چار رکعتین نفل کی پڑھتے
پھر تسبیح اور تکبیر اور تحمید بجالاتے پھر قرآن شریف کی کئی سورتین پڑھتے جیسے سورہ زمر اور سورہ اسرا
اور دوسرے چھٹو مسبحات یعنے سورۂ حدید اور سورۂ حشر اور سورۂ صف اور سورۂ تغابن اور سورۂ
جمعہ اور سورۂ اعلی اور سورۂ اخلاص اور سورہ فاتحہ اور معوذتین اور سورۂ ملک غرض کہ یہ سب
سورتین پڑھکے آپ آرام فرماتے تھے پھر جب اسطرح کے اوقات معمور اور بندھے ہوئے ہون تو پس
قسم کے مجاہدۂ عظیم کی گنجایش کہان ہی کہ اتنی دیر تک اس امر مین مشغول رہین اسی واسطے حقتعالی نے
فرمایا ہی کہ دن کو اگرچہ طرح طرح کی عبادتون مین تم مشغول رہتے ہو لیکن اس وقت کو یعنے پچھلی پہر کو بھی عبادت
سے خالی مت رکھو اسواسطے کہ اسوقت کا مجاہدہ حجابون کے دور کرنے اور قرب اور نزدیکی کے حاصل
کرنے مین اکسیر اعظم ہی کوئی عبادت اور کوئی شغل اسکو نہین پہنچتا بلکہ جتنے شغل اور جتنی عبادتین ہین
سب کو یہہ مجاہدہ اور رونق دے دیتا ہی سو ایسے وقت کو ہرگز مفت نکھو یا چاہئے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

اور یاد کر نام اپنے پروردگار کا ہمیشگی کے طور پر ہر وقت اور ہر شغل مین اور ہر عبادت مین خواہ اوّل
خواہ آخر خواہ درمیان مین اس عبادت کے اور یاد خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے خواہ روح سے خواہ
بطور سر کے خواہ اخفی کے اور خواہ نفس سے دن کو ہو یا رات کو اور ذکر لسانی جہر سے ہو خواہ خفیہ ہو
اور پروردگار کا نام خواہ اسم ذات ہو خواہ اسم اشارہ ہو یا اسمائے حسنی مین سے کوئی نام ہو جو
سالک کے نفس اور حال اور وقت سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی
بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے کہ جس وقت کوئی اس راہ کا طالب اُن کے پاس آتا تھا تو پہلے
اسکو ایک چلے یا دو چلے کرنیکا حکم فرماتے بعد اسکے اپنے سامنے اسکو بیٹھاتے اور نود نام پاک
کو اسکے سامنے آپ پڑھتے اور اپنی آنکھ اسکی آنکھ سے لڑائے رہتے اگر ان اسمائے الٰہیہ سے کسی نام پر
اس کا چہرہ متغیر ہوتا اور کانپ اٹھتا یا اچھل پڑتا تو آپ اسکو فرماتے کہ تیرے کام کی کشایش
اسی اسم سے ہوگی اور اس نام کے ذکر کا طریقہ اسکو تعلیم کرتے اور اگر کسی اسم سے ان اسماء الٰہیہ سے اسکا
چہرہ متغیر نہ ہوتا اور کسی طور کی جنبش اسکے بدن مین نہ پائی جاتی تو آپ اُسے کہدیتے کہ تجھ مین
قرب اور جذب کی راہ کے سلوک کی استعداد نہین ہے تجھے ابرار کے طریق کو اختیار کرنا چاہئے اور
تجارت یا زراعت یا کسی اور پیشہ مین مشغول ہونا چاہئے اور اسم پروردگار خواہ تنہا ہو خواہ تہلیل
کے ضمن مین یعنی نفی اور اثبات مین خواہ تسبیح اور تحمید اور تکبیر اور لاحول یا دوسرے مسنون ذکرون
کے ضمن مین ہو اور ذکر کی کیفیت بھی خواہ ایک ضربی ہو خواہ دو ضربی ہو خواہ اس سے بھی زیادہ ہو
اور حبس دم کے طور پر ہو خواہ بے حبس ہو اور برزخ سے ہو خواہ بدون برزخ کے اور خواہ سہ
رکنی ہو خواہ ہفت رکنی اور خواہ شرائط عشرہ کے ساتھ ہو خواہ بدون اس شرائط کے اور شرائط
عشرہ عبارت ہے شد اور مد اور تحت اور فوق اور محاربہ اور مراقبہ اور محاسبہ اور مواعظ اور تعظیم
اور حرمت سے اور سوائے اسکے دوسری خصوصیات بھی ہین جن کو اس طریقہ کے ماہرون نے نکالا ہے اور معین
کرنا ایک کا دوسرے ان خصوصیات مذکورہ سے شیخ اور مرشد کی رائے پر مفوض ہے جس چیز کو جس طالب
کے حال کے موافق اور اصلح جانے وہی چیز اسکو تلقین فرماوے اور پھر ایک خصوصیت سے دوسری خصوصیت

کیطرف انتقال کرے چنانچہ دوسری آیۃ مین فرمایا ہی فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنے پھر پوچھو ذکر والونسے اگر تمکو نہین معلوم ہی اور بہت عمدہ چیز اس مقدمے مین یے ہی کہ کسی لحظہ اور کسی دم غافل نہووے اور کوئی عمل اور کوئی شغل ہو لیکن اسمین یاد کو نہ چھوڑے چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہی لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یعنے نہین روکتی ہی ان لوگون کو سوداگری اور نہ بیع شرا اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور اگر خوف اسبات کا ہو کہ فلانے شغل کے سبب سے یاد الٰہی سے غفلت ہو جائے گی تو لازم کہ اس شغل اور اس عمل کو چھوڑ دیوے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ اور کاٹ اور علیحدہ ہو اس عمل سے جو تجھکو یاد الٰہی سے مانع ہو اور اپنے پروردگار کے طرف رجوع کر تَبْتِيْلًا کاٹنا اور علیحدہ ہونا ایک طریق سے یعنے اس عمل اور اس شغل کے علاقہ کو اپنی طرف اور اپنے اختیار سے کاٹ ڈالنا چاہیئے اسواسطے کہ بدون قطع کرنے اس عمل اور اس شغل کے علاقہ کے آپ سے علیحدہ ہو جانا کبھی ظلم کا سبب پڑتا ہی اور خلاف شرع ہوتا ہی جیسے نوکر کہ بدون نوکری چھوڑے اپنے گھر آپ سے بیٹھ رہے یا مرد بغیر قطع کرنے نکاح کے علاقہ کی جورو سے علیحدہ ہو جاوے اور اسکی صحبت اور اسکی خاطر داری سے اور نان نفقہ کی خبرگیری سے علیحدہ ہو کر بیٹھ رہے تو یہہ بات ظلم صریح ہی اور خلاف شرع کے اسی طرح دوسری چیزون کو قیاس کر لینا چاہیئے اور اسی قید کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے تبتیلا فرمایا اسواسطے کہ اس قسم کے انقطاع کا بیان کرنا منظور ہی جسکے قطع کر دینے سے کسی طرح کا علاقہ حاصل نہو ورنہ انقطاع کی تاکید منظور نہین ہی والا تبتلا فرماتے اور اس قطع اور تبتل کے بہت فایدے ہین پہلا فایدہ عین ذکر مین ہی یعنے ماسوئے اللہ کے خطرے دلمین نہ آوین تاکہ جو ذکر سے غرض ہی وہ حاصل ہووے اور جب خطرے دلمین آئے تو ذکر ذکر نہین رہتا اور مذکور کی طرف خالص توجہہ کا سبب بھی نہین پڑتا ہی تاکہ نزدیکی اور کشش اس سے حاصل ہووے دوسرا فایدہ ذکر کے اثر باقی رہنے مین ہی اسواسطے کہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہونے سے پہلی چیز کی طرف توجہہ کا اثر مٹ جاتا ہی اور دوسرے خطرون کی طرح یہہ توجہہ بھی بیفایدہ ہو جاتا ہی تیسرا فایدہ یہہ ہی کہ تمام عبادتون مین فارغ البال ہونا شرط ہی اور مخلوق کی طرف علاقہ رکھنا فراغ بالی کو مانع ہی چوتھا فایدہ یہہ ہی کہ بہت گناہونسے مخلصی حاصل ہوتی ہی جیسے زنا اور بدعت اور غیبت اور خوشامد اور منہیات اور مدحات کا دیکھنا

اور بُری صحبت کا اثر ہونا پانچوان فایدہ یہہ ہے کہ ماسوائے اللہ کے محبت کو نفی کرتا ہے جسطرح ذکر الٰہی کو دل مین محبت
زیادہ کرتا ہے لبس تبتل تنقیہ کے حکم مین ہے دوائی کے استعمال کرنے سے پہلے تو جس طرح قبل
استعمال دوائی کے تنقیہ شرط ہے اسیطرح قبل ذکر کے تبتل بھی شرط ہے یہان پر جاننا چاہیئے کہ دنیاوی
علاقون سے علیحدہ ہونا اور انکے محبت کے رشتہ کو اپنے دل سے کاٹنا ذکر الٰہی اور سلوک الی اللہ کی ابتدا
مین شرط ہے یعنے ضروری ہے بدون اس انقطاع کے کچھ فایدہ نہین ہوتا لیکن انتہا مین یعنے جب تفرا ق
اور اختلاط کے جمع کی قوت حاصل ہوئی تب شرط نہین ہے بلکہ اس وقت مین اختلاط تبتل سے بہتر ہوتا ہے
اسواسطے کہ اسکے سبب سے سکھلانا اور سیکھنا اور ادب دینا اور ادب لینا اور ہدایت اور نصیحت اور
حقوق کی رعایت ہوتی ہے اور ان عبادتون کے ثواب حاصل کرنے کا سبب پڑیگا جو اختلاط پر موقوف
ہین جیسے مریض کی عیادت کرنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور محتاجون کی مدت کرنا اور اپنے
خویش اور اقربا کے ساتھ سلوک اور عاجزی کرنا اور صبر کرنا اور خلق اللہ کی زیادتی کو سہ لینا اور
مسکینون کی خدمت کرنا اور مہمانداری کرنا اور حلال طریق سے مال حاصل کرنا تاکہ اسکو صدقون مین اور
واجب نفقون مین اور مسجدون کی تعمیر ونمین اور مسافر خانونکے بنانے مین صرف کرے اور بعضے فقہانے
فَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ کو تکبیر تحریمہ پر اور تبتل کو رفع یدین پر حمل کیا ہے اس واسطے کہ دونون ہاتھ ابتدا ر
نماز مین اٹھانا اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ مین دونون جہان سے ہاتھ اُٹھا کے خدا کی یاد مین مشغول ہوا
ہون اور بعضے صوفیہ نے تبتل کو ذکر کے وقت نفی ماسوے اللہ پر حمل کیا ہے اور طریقہ اس تبتل کا یہہ ہے
کہ تاریک مکانمین بیٹھے اور سر اور منہہ کو کپڑے سے لپیٹ لے اور آنکھین بند کرے اور زبان کو سوائے ذکر
کے نہ ہلاوے اور یہہ اسوقت کرے جب معدہ خالی ہو اور بھونکھ ہو لیکن بھونکھ کا غلبہ نہ ہو اور کم کھانا اور
کم سونا اختیار کرے اسواسطے کہ ان دونون چیزون کو دل کے منور کرنے مین بڑا دخل ہے اس وجہہ سے کہ کم
کھانا دل کے خون کو کم کرتا ہے اور جاگنا دل کی چربی کو پگھلاتا ہے اور کسی شخص کو مقرر کرے کہ ضروریات
کی خبر گیری رکھے جیسے کھانے پینے کی اور کپڑے کی اور کھانے مین بڑی احتیاط کرے کہ حلال وجہہ سے ہو
اور فرض اور سنت کے ادا کرنے مین اور ذکر دایم مین مشغول رہے لیکن قبلہ رو ہو کر طہارت سے اور

حضور دل سے

حضور دل سے اوّل زبان سے ذکر کرے یہانتک کہ زبان سے حرکت رہ جاوے اور بے اختیار ساتھ ذکر کے جاری ہو پھر اسکے بعد دلمین خیال کرنے سے ذکر کرے یہانتک کہ حرف بھی درمیان مین نہ رہین فقط معنے ذہن مین جم جاوین پھر اسکی گنتی اور شمار نہین رہتا ہے بلکہ ذکر ایک حالت ہو جاتا ہے اسکی دوسری حالتون سے پھر اس وقت اسکو شدت کی محبت پیدا ہوتی ہے اور مذکور کو یعنے جسکو یاد کرتا ہے اسکو کسی وقت بھول نہین سکتا بموجب قول شاعر کے **شعر** دن تو اسکے ہی تصوّر مین گذر جاتا ہے رات کو خواب مین بھی وہی نظر آتا ہے پھر اسکے بعد سب چیزون سے ظاہری ہون یا باطنی غیبت حاصل ہوتی ہے یہانتک کہ اپنے نفس سے اور نفس کی صفات سے بھی غایب ہو جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام قرب ہے پھر اسکے بعد تو یہہ نوبت پہنچتی ہے کہ ذکر سے بھی غیبت ہو جاتی ہے فقط مذکور اور محبوب کا شہود اور حضور باقی رہتا ہے اور یہہ رتبہ فنا کی سرحد ہے پھر بعد اسکے اسکو ایسا اتصال اپنے محبوب کے ساتھ حاصل ہوتا ہے جسکی نہ کیفیت بیان ہو سکے اور نہ وہ قیاس مین آوے اور یہہ رتبہ ولایت کا ہے اس رتبے والے کو شاہ اور ولی اور واصل کہہ سکتے ہین اور اسکے ماقبل کے رتبے والون کو طالب اور مرید اور شوقین اور جویا کہتے ہین یہانتک تبتل کے طریقے کا بیان ہو چکا اور جو اسجگہہ پر ایک شبہہ کا گمان تھا کہ شاید کسی کی خاطر مین آوے کہ دنیاوی علاقون کو قطع کرنا کسی طرح متصور نہین ہے اسواسطے کہ دارالحیوۃ تو دنیا ہے اور جبتک دنیاوی علاقون سے تعلق باقی ہے تبتک ماسوے اللہ سے غفلت کلی اور بالکل متوجہہ ہونا حضرت مولی جلشانہ کی طرف کسیطرح ممکن نہین ہے سو اس شبہہ کی دفع کیطرف متوجہہ ہوکے ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا مین افعال الٰہی کی طرف خوب نظر کرکے دیکھو کہ دنیاوی علاقونکے ساتھہ تعلق رکھنا اور پھر انہی علاقون کو انقطاع کرنا ہر دن اور رات مین موجود ہے اسواسطے کہ حق تعالی رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ پروردگار مشرق کا بھی ہے اور مغرب کا بھی اور اسنے مشرق کو دنیاوی علاقون کے یاد دلانے کے واسطے بنایا ہے جسطرح مغرب کو دنیاوی علاقون کے قطع کرنے کے واسطے مقرر کیا ہے یعنے جس وقت صبح ہوئی اور آفتاب کی روشنی مشرق سے نمود ہوئی پس دوکانداروں کو بازار مین دوکان کا علاقہ یاد آیا اور کاریگرون کو اپنے پیشونکے ہتیار اور نوکرون کو اپنے آقا کا دربار اور کسان کو اپنا ہل اور بیل اور کھیت اور مالی کو

اپنے لگائے ہوئے درخت اور ماں باپ کو اپنی اولاد اور لونڈی کو غلام کو اپنا مالک اور جورو کو خاوند اور
خاوند کو جورو کا علاقہ یاد آیا اور ہر علاقہ کے حکم ظاہر ہونے لگے چنانچہ مسافرون کو راہ چلنے کی فکر پیدا
ہوئی کرایہ والون کے ساتھ خشکی کے ہون یا تری کے اور ساتھیون اور ہمراہیون کے ساتھ معاملہ کرنے
لگے اور کسب والون کو اپنے کسب کی طمع دل مین پیدا ہوئی اور تاجرون کو اپنے مال بیچنے کی فکر نے سرگردان
اور پریشان کیا یہان تک کہ آفتاب غروب ہوا پھر یہ سب جتنے علاقے ہین آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگے کسان
کھیتیون سے اور دوکاندار بازارون سے اور مسافر راہون سے اور نوکر نوکریون سے بھاگ بھاگ کر
اپنے اپنے گھرون اور ٹھکانے پر آگئے تو اسوقت باہر کے علاقے منقطع ہوئے مگر گھر کا اور گھر والونکا علاقہ
باقی رہا پھر جب کھانے پینے سے فراغت ہوئی تو گھر کی اکثر چیزون سے بھی علاقہ منقطع ہوا مگر جورو بچون
سے باقی رہا پھر جب بچھونے پر لیٹے تو بچونکا بھی علاقہ گیا فقط جورو سے علاقہ باقی رہا یہانتک کہ نیند آئی
اور سو گئے تو وہ بھی علاقہ جاتا رہا بلکہ روح کا علاقہ بھی ظاہر بدن سے منقطع ہو گیا اپنے اعضا کی جنبش اور
حرکت بھی روح کے اختیار مین نہ رہی پھر دوسری چیز کو کون پوچھتا ہی پھر اس وقت مین تم ای محمد اس
مالک الملک کی ربوبیت کی شان کا تماشا کرو اور دیکھو کہ ان سب کو حقتعالی دنیا مین زندہ رکھتا ہی
اور ایک وقت ہر روز ایسا ہوتا ہی کہ کسی چیز سے علاقہ نہین رکھتے ہین سو تم اپنے تئین عمر کی ہر ساعت
اور ہر وقت مین اسیطرح کا بے اختیار سمجھ لو اور کسی چیز سے علاقہ مت رکھو اسواسطے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
نہین ہی کوئی معبود تمھارا ذکر اور عبادت مین مگر وہی حق تعالے کہ قطع کرنا علاقون کا اور ثابت
رکھنا انہی علاقون کا اسکی ایک شان سے ربوبیت کی شانون مین سے پھر جب تم کو وہی تبتیل
اور قطع علایق کا حکم فرماتا ہی تو پھر تم کو کیا فکر اور اندیشے کی جگہہ ہی بموجب اس مصرعہ کے ع
خدا خود میر سامان ست سر کار توکل را اور بعضے عارفون نے اس آیت کے معنے یون کہے ہین
کہ اگر تم کو دنیا کے ظاہری اسباب اور وسایط کے رکھنے سے تبتیل اور قطع کرنا علاقون کا دشوار
معلوم ہووے تو تم کو حقتعالے کی طرف نظر کرنا چاہئے جو رب ہے مشرق کا اور مغرب کا کہ اس
کو اشیا مین ظہور بھی ہی اور بطون بھی ہی اسواسطے کہ اگر اس کو ظہور اور بطون معاً اشیا مین نہ ہوتا

تو اشیا کا وجود کسی طرح ممکن اور متصور نہ تھا اسواسطے کہ لا الٰہ الا ہو یعنے موجود حقیقی سولئے اسکے کوئی نہین ہی پھر اگر اشیا مین وہ خود ظاہر نہ ہوتا تو اشیا کا وجود بھی ظاہر نہ پایا جاتا اور اگر بالکل خود خود ہی ظاہر ہوتا تو بھی اشیا کا موجود ہونا محال تھا اسی واسطے ظہور کو بطون کے ساتھ ملایا ہی سو جس طرح سایہ بدون آفتاب کے پایا نہین جاتا اور آفتاب کے ساتھ بھی نہین ہوتا بلکہ آفتاب کو سایہ کے وجود مین دونون وجہسے دخل ہی ظہور کی راہ سے بھی اور بطون کی راہ سے بھی اسیطرح سے اسباب اور وسایط کا اگرچہ ظلی وجود ثابت ہی لیکن بدون حق تعالےٰ کے کوئی اپنا وجود فی حد ذاتہا نہین رکھتے پھر اس بات کے ملاحظہ سے تمھارے نزدیک بھی اسباب اور سایط کے واسطے استقلالی وجود نہ ہوا اور جب اسباب اور وسایط درمیان سے اُٹھ گئے اور علاقے بالکل منقطع ہو گئے فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا پھر لے اپنے پروردگار کو کارساز اور اپنے ضروری کامون کو اسی پر چھوڑ دے اور تو بے پروا ہو کے ہٹھ اور تمام علاقون کو اپنے سے منقطع کرنے کے سبب سے تشویش مین مت رہ اور فے کلمہ جو تعقیب بلامہلت پر دلالت کرتا ہی اسجگہہ پر لانا اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ علاقون کے قطع کرنے کے بعد جھٹ پٹ یہہ کام کرنے لگو اور اللہ تعالےٰ پر بھروسا کرو انتظار تجربہ اور امتحان کا ہرگز مت کرو اس واسطے کہ عیان ہونے کے بعد تجربہ اور امتحان کی کچھ احتیاج نہین ہی اب باقی رہا یہان پر ایک شبہہ قوی اور وہ یہہ ہی کہ متوکلون کے نزدیک توکل کے تین مرتبے ہین اوّل مرتبہ یہہ ہی کہ بندہ کو اپنے پروردگار پر ایسا اعتماد ہو جائے جیسا موکل کو وکیل پر بھروسا ہوتا ہی کہ اسکی شفقت اور خیر خواہی کی بھی اسکو یقین ہوتی ہی اور اپنے کام کے سرانجام دینے کی قدرت کا بھی اسکو اعتقاد ہوتا ہی اور اپنی ضروری حاجتون کا خوب طرح سے اسکو واقف اور دانا بھی جانتا ہی دوسرا مرتبہ یہہ ہی کہ بندہ کو اپنے پروردگار پر اسطرح کا اعتماد ہو جاوے جس طرح بچہ کو اپنی مان پر ہوتا ہی اور یہہ مرتبہ اوّل کے مرتبے سے اعلیٰ ہی اسواسطے کہ اوّل کے مرتبے مین تھوڑا التفات اپنے اعتماد پر بھی ہوتا ہی اور موکل کے دل مین ایسا آتا ہی کہ یہہ کام جو مین نے فلانے شخص کو سپرد کیا ہی تو اس کام کو ضرور وہ سرانجام کو پہنچاویگا کچھ اسکی احتیاج نہین ہی کہ مین خود اس کام پر متوجہ ہون بخلاف بچے کے کہ اس کو مان پر

اس طرح کا اعتماد اور بھروسا ہوتا ہی بلکہ اسمین ایسا مستغرق ہوتا ہی کہ اپنے اعتماد سے بالکل غافل ہوتا ہی اسی سبب سے کہ موکل اس کام کی تدبیر اپنے دل مین بھی سوچتا ہی اور کچھ تدبیر بھی نہین کرتا اور کسی اسباب سے بھی کام نہین رکھتا تیسرا مرتبہ توکل کا یہہ ہی کہ اعتماد اور استغراق کا بھی درمیان مین لحاظ نہ ہو بلکہ اپنے تئین ایسا جانے جیسے مردہ غسال کے ہاتھہ مین جسطرح چاہے اس طرح پھیرے اسکو کچھ بھی دخل نہ ہو یہان تک کہ اس مرتبے مین سوال بھی نہین کرسکتا ہی بخلاف دوسرے مرتبے کے کہ وہان سوال کا دروازہ کھلا رہتا ہی جسطرح بچے کی عادت ہوتی ہی ماں سے سوال کرنے کی سو یہہ مرتبہ توکل کا یعنے تیسرا مرتبہ جو سب سے اعلا ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو عنایت ہوا تھا یہی وجہہ تھی کہ جس وقت کافرون نے آپ کو آگ مین پھینکا تھا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکے درمیان مین آپ سے کہا کہ حقتعالے سے کچھہ کہنا ہو تو کہو تا کہ تم کو اس بلا سے نجات حاصل ہو آپ نے فرمایا حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ یعنے بس ہی مجھکو سوال کرنے سے آگاہی اسکی میرے حال پر یعنے میرا حال اسپر ایسا روشن ہی کہ کچھہ کہنے کی احتیاج نہین ہی سو ایسے الوالعزم پیغمبر کو اسجگہہ پر پہلا مرتبہ توکل کا کیون بتلایا یعنے یون حکم ہوا کہ فاتخذہ وکیلا دوسرا جو اعلا مرتبے تھے ان کو کیون نہ بتلایا سو اس شبہہ کا جواب یہہ ہی کہ اس سورت مین ابتدا سے انتہا تک سلوک الے اللہ کے مقام اسطور کے بیان کئے گئے ہین جو مبتدی اور منتہی دونو کے کام آوین اور دونون کا مطلب حاصل ہو چنانچہ اوپر بیان ہوچکا ہی اور اگرچہ یہان جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہین لیکن منظور امت کو حکم کرنا ہی اور جو توکل کا پہلا ہی مرتبہ ہی اس مرتبے سے ترقی کرکے آہستہ آہستہ ان دونون مرتبون کو پہنچتے ہین اسواسطے پہلے اسی مرتبے کو بتلایا کہ اس مرتبے کی ہمیشگی کے سبب سے وے دونون مرتبے خودبخود حاصل ہو جاوین گے اور یہہ بھی ہی کہ حضرت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کمال ہوشیاری سے ہی اور تمام عالم کے احوال کا ملاحظہ کرنا اور خبردار رہنا کہ اسباب اور مسببات کے کارخانے کو اور توکیت الٰہی کو وکالت کے طور پر اپنی نظر مین رکھین اور اپنے محبوب کے بندون کے ارادون کے موافق انکے مطالب اور مرادون کے جاری کرنے مین کوشش کرین اور حقیقت مین بھی ایسا ہی ہی اور اگر خوب غور کرکے دیکھو تو کمال حقیقی اسی

مرتبے مین ہے اور دوسرے مرتبون مین سکر اور بیہوشی کے سوائے دوسری کوئی زیادتی نہین ہے جس
مین نظام واقعی نفس الامری سے بھی بے خبری اور بے پروائی ہوتی ہے ان پہہ مرتبہ ولایت کے کمالات
مین البتہ معتبر ہے نبوت کے کمالون سے نہین ہے اور یہی وجہہ ہے کہ بچے کے اعتماد کو جو ماںسے رکھتا ہے
اور اپنے مردہ کو غسال کے ہاتھ مین دینا عاقلون کے نزدیک توکل کے اعتبار نہین رکھتا بخلاف سپرد کرنے موکل کے
اپنے کامون کو وکیل مطلق کے تئین اور حضرت خلیل صلواۃ اللہ علیہ نے جو حسبی من سوالی علمہ بحالی فرمایا یہہ
تدبیر کے ترک پر دلالت نہین کرتا ہے بلکہ یہہ تسلیم کا طور ہے اور انکا قول علمہ بحالی صراحۃ توکل کے اول مرتبہ
پر دلالت کرتا ہے چنانچہ یہہ بات پوشیدہ نہین ہے اور جب راہ خدا کے سلوک کی شرطون اور
خرقہ پوشی کے لوازم کے بیان سے فراغت پائی تو اب یہہ حکم ہوتا ہے کہ باوجود ایسی ریاضت
اور مجاہدہ اور تبتل کے ہمنے تم کو خلق کی دعوت کرنے کو طرف حق کے اور ناقصون کی تکمیل اور گمراہونکی
ہدایت اور طالبون کی رہنمائی کے واسطے مقرر کیا ہے اور اسیطرح ان لوگون کو جو تمھاری نیابت
اور وراثت کے طور پر اس منصب کے ذمہ بردار ہون سو تم کو اور ان کو سب کو چاہیئے کہ تحمل کو لازم
پکڑو اور خلق کی زیادتی اور ظلم کو اُٹھاؤ اور بردباری کو اپنا پیشہ کرو اور تبتل مین جو ان کامونسے باز
رہتے ہین سو تم بازمت رہو اور اس طریقہ والے کو اکثر لوگ طعن اور تشنیع کیا کرتے ہین اور دشمنی سے
پیش آتے ہین اور جو جی مین آتا ہے کہہ بیٹھتے ہین غرض کہ ہرطرح سے ایذا پہنچاتے ہین سو تم کو چاہیئے کہ انکی
ایذا کو اٹھاؤ اور تحمل کو اختیار کرو وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ اور صبر کرو اسپر جو منکرین اور معاندین تمھارے
کہا کرتے ہین پھر وہ خواہ کافر ہون یا منافق ہون یا فاسق ہون اسواسطے کہ یہ سب اس راہ سے بالطبع
نفرت رکھتے ہین اور اس راہ پر چلنے والون کو چاہتے ہین کہ لوگون کے نزدیک ان کو ذلیل اور حقیر
کر دیجیئے اور یون لوگون کو سکھلاتے ہین کہ یے لوگ ظاہر مین ایسی باتین کرتے ہین ریا اور مکاری
سے اُن کی نیتین خراب ہین ان کے دلون مین دنیا کی لالچ بھری ہوئی ہے اگرچہ ظاہر مین اپنے تئین تارک دنیا
کہتے ہین علی الخصوص اس شخصکو جو انسے قطع علایق کرکے کچھ ان کی پروا نہین رکھتا اس کو زیادہ تر
مطعون خلایق کرتے ہین بلکہ اس کے خویش اور اقربا اور دوست اور حق والے بھی اس سے نفرت کرنے

لگتے ہین اور کبھی مروتی اور خودغرضی کو اور کبھی عاجزی اور سستی کو اور کبھی عزور اور تکبر کو اسکی طرف
نسبت کرتے ہین غرض کہ اس قسم کی تہمتین لگایا کرتے ہین سوا ایسون کی زبانی ایذا رسانی پر صبر کرنا تبتل
کے لوازم اور شرایط سے ہی یہان پر جان لیا چاہئے کہ دشمنون اور حاسدون کی زبانی ایذا
تین قسم کی ہوتی ہی اوّل یہہ کہ اسکے معبود اور پیر اور استاد اور مرشد کے حق مین زبان طعن کی دراز کرنا
سو ایذا رسانی مین یہہ قسم بہت سخت ہی دوسری قسم یہہ ہی کہ خاص اسی شخص کے حق مین طعن کی زبان
دراز کرنا تیسری قسم یہہ ہی کہ اسکے بچون اور یار دوستون اور اس کی جورو کے حق مین طعن کرنا
اسواسطے کہ ان علاقون کے سبب سے ان کی طعن بہت رنج اور ملال کا سبب پڑتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو تینون قسمون کی ایذا اپنی امت کے بدمذہبون اور منافقون اور کافرون سے انتہا درجے
کی پہنچی بخلاف دوسرے نبیون کے کہ اس مین سے ایک قسم یا دو قسم کی ایذا مین مبتلا ہوتے تھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کی تفصیل یہہ ہی کہ قسم اوّل کی ایذا یہہ تھی آپ کے رنج دینے کے واسطے حقتعالے
جلشانہ کی جناب مین کافرون نے اس طرح کی بے ادبیان کین کہ جنکے سننے سے رونگٹے بدن پر کھڑے
ہوتے ہین چنانچہ بعضون نے کہا کہ حقتعالے جورو لڑکے رکھتا ہی اور بعضون نے کہا کہ شیطان خدا پر غالب
ہی اور خلق کو گمراہ کرتا ہی اور بعضے طعن کے طور سے کہتے تھے کہ محمدؐ کا خدا کہتا ہی کہ میرے محتاج بندونکو
کھانا کھلاؤ اور زکوٰۃ دیو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ فقیر ہی اور ہم غنی ہین اور سوائے اسکے بہت سے
کفر کے کلمے بکا کرتے تھے اور قرآن شریف کے بھی حق مین عجب عجب طرح کے فاسد احتمال اور جھوٹے
خیال باندھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مین اور شریعت کے حکمون مین واہی
شبہے نکالا کرتے تھے چنانچہ بعضے کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً یعنے یون
کہتے تھے کہ اگر یہہ قرآن خدا کا کلام ہی تو ایک ہی مرتبے کیون نہ اتارا گیا شعر کی فکر کی طرح کہ کسی
دن کوئی غزل اور کسی دن کوئی رباعی اور کسی دن کوئی قطعہ تیار ہو کے کیون اترتا ہی اور بعضے
کہتے تھے کہ لَنْ نُؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ یعنے ہرگز نمانین گے ہم اس قرآن
کو اور نہ اگلی کتابون کو اور بعضے کہتے تھے سحر ہی اور بعضے کہتے تھے کسی کاہن کا کلام ہی اور بعضے

حاشیہ: بدن پر رونگٹے کھڑے ہونا — خوف سے ... | مصیبت

کہتے تھے اپنی طرف سے جھوٹھ باندھ لیا ہے اور بعضے کہتے تھے یہہ شخص مجنون ہے بے فایدہ ہذیان بکتا کرتا ہے اور مذبوح کی حلت اور میتہ کی حرمت مین تکرار کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے مارے ہوئے کو کھانا اور خدا کے مارے ہوئے کو نہ کھانا یہہ بات بے معنی ہے اور دوسرے اسی قسم کے واہیات بکا کرتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حق مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استادی کا منصب رکھتے تھے انواع کی بے ادبیان یہودی کیا کرتے تھے اور رافضیون کے فرقون سے ایک فرقہ ہے جو غرابیہ کرکے مشہور ہے وے حضرت جبرئیل علیہ السلام پر لعن کرنا جایز رکھتے ہین اس سبب سے کہ وے کہتے ہین کہ وحی علیؓ کے واسطے آئی تھی جبرئیلؑ نے محمدؐ کو پہنچائی اس فرقے مین سے ایک شخص نے اپنے اعتقاد کے بموجب یہہ شعر کہا ہے **شعر** جبرئیل کہ آمد ز برِ قادرِ بیچون ۔ در پیش محمدؐ شد و مقصود علیؓ بود ۔ جبرئیلؑ کو مولا نے علیؓ پاس تھا بھیجا ۔ پہنچائی محمدؐ کو وحی جا کے انھون نے ۔ اور دوسری قسم کی ایذا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق تھی وہ یہہ تھی کہ آپ کو ساحر اور شاعر اور جھوٹھا اور دیوانہ کہا کرتے تھے اور آپ کی ہجو کرتے تھے کہ اس مین آپ کی طرف برائیون کی نسبت کیا کرتے تھے اور آپ کا نام ابی کبشہ رکھا تھا یعنے اپنے رضاعی دادا کا بیٹا ہے اسکی خو بو اختیار کی ہے اپنے باپ دادا کے طریقے سے پھر گیا ہے تو گویا ان کی اولاد ہی سے نہین ہے اور یہہ بھی کہتے تھے کہ اگر یہہ پیغمبر ہے تو فقیر اور مفلس کیون ہے چنانچہ حق تعالیٰ ان کے قول کو نقل فرماتا ہے

رافضیون کے ایک فرقہ کے اعتقاد کا بیان

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهُ نَذِيْرًا أَوْ يُلْقٰى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُوْنُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا یعنے کیا ہے حال اس رسول کا کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازارون مین کیون نہ اتارا گیا اسکے ساتھ کوئی فرشتہ کیون نہ ڈالا گیا اس کی طرف خزانہ یا ہوتا اس کا کوئی باغ کہ اس سے کھایا کرتا ہے اور اگر وحی آنے مین چند روز کا وقفہ ہوتا تو طعنہ دینا شروع کرتے اور یون کہتے کہ وَدَّعَهُ رَبُّهُ وَقَلَاهُ یعنے رخصت کیا اسکو رب نے اسکے اور بیزار ہوا اس سے اور آپ کی ہجو مین شعر کہتے تھے اور گانیوالون اور ناچنے والون کو سکھلا دیتے تھے تاکہ کافرون کی مجلسون مین اور محفلون مین طبلے سارنگی پر گایا کرین اور لوگ مسخریان کیا کرین اور

تیسری قسم کی ایذا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال سے متعلق تھی وہ یون تھی کہ مدینہ کے منافق اور فاسق اور خیبر اور فدک اور نضیر اور قریضہ کے یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش اور اقربا اور اصحاب کے حق مین طعن اور تشنیع کے مضمون بنایا کرتے تھے یہان تک نوبت پہنچی کہ آپ کے حرم محترم کے حق مین بے ادبیان کین اور آپ کی زوجہ طاہرہ مطہرہ طیبہ کو زنا کی تہمت لگائی نعوذ باللہ من ذالک اور آپ کی وفات کے بعد اس امت کے گمراہون اور منافقون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت اور اصحاب کے حق مین کوئی بات اٹھا نہین رکھی طمع اور لالچی اور خود غرض اور دنیا کے طلب اور ظالم اور غاصب سب کچھ کہہ لیا اگر ان سب مذہبون کی باتین جمع کر کے خوب غور کر کے دیکھئے تو بموجب ان کے قولون کے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد جتنے اہلبیت اور اقربا اور صحابہ اور متوسل باقی تھے سب کے سب حق راہ سے پھر گئے اور باطل کو اختیار کیا اور دنیا کی طلب مین دین کو چھوڑا بلکہ ایک قلم مرتد اور کافر ہو گئے معاذ اللہ من ذالک حق تعالے ان لوگون کو ہدایت نصیب کرے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول صادق ہوا کہ مَا اُوذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوذِیْتُ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی اتنی ایذا نہین دیا گیا جتنی ایذا مین دیا گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ظلم اور زیادتی کا تحمل کیا اور خلق کی دعوت سے طرف حق کے اور ان کی ہدایت اور رہنمائی اور خیر خواہی سے باز نہ رہے تمام عمر شریف اس مین صرف کی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَاجْزِہٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَاجَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ یعنے اے خدا رحمت بھیج ان پر اور جزا دے ان کو ہماری طرف سے بہتر اس چیز کا جو جزا دی ہو تو نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے اور وہ جو مشہور ہے کہ اَلرَّسُوْلُ خَیْرًا خواہ دشمنان یہہ مثل گویا ہمارے رسول مقبول کے حال کا بیان ہے اور یہ سب باتین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور مین آئین یہہ حق تعالے کی امر کے اتباع کے سبب سے ہوا یعنے صبر کے مامور تھے اور بدلا لینے اور دل مین کینہ رکھنے سے ممانعت تھی یہان تک کہ حکم ہوا تھا کہ اگر ان کی ایذا رسانی کے سبب سے ان کی صحبت مین تم رہ نسکو اور اختلاط ممکن نہ ہو تو ان کی صحبت سے تم کو چاہئے کہ کنارہ

کرو واھجرھم ھجرا جمیلا اور چھوڑ ان کی صحبت کو لیکن اچھی طرح کا چھوڑنا کہ اس مین تین چیزین نہو وین اول یہہ کہ ظاہر مین ان کی صحبت کو ترک کرنا نہ باطن مین بلکہ باطن مین ان کی صحبت کی طرف میلان رکھو اور انکے حال سے خبردار رہ کہ کیا کرتے ہین اور کیا کہتے ہین اور مجھکو کس طور سے یاد کرتے ہین دوسری یہہ کہ ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرنا اور عوض لینے مین ان کو ظاہر نہ کرنا اور انکے ساتھ گفتگو اور مقابلے کے وقت کج خلقی اور بدزبانی نہ کرنا تیسری شرط یہہ ہی کہ باوجود جدائی اور مفارقت کے ان کی نصیحت مین قصور نکرنا اور ان کی دشمنی کی بات منہہ سے مت نکالنا اور ان کی دشمنی مت کرنا بلکہ جسطرح سے ہوسکے ان کی ہدایت اور رہنمائی مین قصور نہ کرنا علمانے کہاہی کہ ہجر جمیل اسیکا نام ہی جس مین یے تینون صفتین پائی جاوین اور اگر ایک صفت بھی ان تینون سے نپائی جاوے تو ہجر جمیل نہوگا اگرچہ دو صفتین پائی جاوین اور یہہ بات بہت دشوار ہی اور جس شخص نے سیرت مطہرہ اور خصلت طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سیر کی کتابون مین دیکھین ہین اس کو خوب معلوم ہوگا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ کے منکرون سے حسن خلق اور خیرخواہی کیا کرتے تھے کسی بشر کی طاقت نہین ہی کہ اس طرح کرسکے یہی وجہہ ہی کہ آپ کے اس عمل کی برکت سے ان مین سے بہت لوگ صلاحیت پر آگئے اور اس امر کا ان کو یقین کلی ہوگیا کہ اس شخص کو ہرگز نفسانیت اور انانیت نہین ہی جو کچھ کرتے ہین حق تعالی کے حکم کے بموجب اسکے حکم مین سرمو تفاوت نہین کرتے آخر کو لاچار ہوکے آپ کی فرمانبرداری اختیار کی اور آپ کی خدمت گذاری پر دل اور جان سے مستعد ہوگئے اور اگر شاید تمھارے خیال مین ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہہ آوے کہ ان منکرون کی زبانی ایذارسانی پر صبر کرنے کا اور ان سے علاقون کے قطع کرنے کا جو حکم چاہا وہ تو مین نے دل اور جان سے قبول کیا لیکن یے منکر بدذات اس طرح کے شریر ہین کہ دوسرونکو بھی اس راہ پر آنے نہین دیتے اور اگر کوئی ارادہ آنے کا کرتا ہی تو اس کو زبانی بھی سمجھاتے ہین اور اپنی مجلس مین بٹھاکے اپنا حال بھی دیکھلاتے ہین اور تن پروری اور دنیا کی مزہداری اور نفس کو راحت دینے کی رغبت دلاکے اس راہ سے اسکو

پھیر دیتے ہین سوان لوگون سے بددعا کرکے بدلا اور عوض نہ لون مین اُن کی ہلاکی کی دعا نہ کرون مین تو یہہ
طریقہ ہرگز رائج نہ ہوگا اور کوئی ادھر رخ نہ کرے گا اور مجاہدہ ظاہری اور باطنی کی طرف جو
نفس پر بہت شاق ہی اور شیطان کے فریب اور برے کو اچھا کر دکھلانے کے سبب سے اور بھی نفس
پر شاق ہو گیا ہی کوئی پھٹکے گا بھی نہین پھر میری نبوّت کا فایدہ کچھ بھی نہ ہوگا اور میری سعی اور کوشش
اس راہ مین بالکل بیفایدہ ہو جائے گی مجھکو اس گروہ شقاوت پژوہ سے بدلا لینے کا حکم ہو تو
بہتر ہی کہ انپر بددعا کرکے ان کو ہلاک کردون مین اسواسطے کہ یہ اس راہ کے مخل ہین اس طریقے کو ہرگز
جاری ہونے دین گے فقط میرے ہی موذی نہین ہین کہ مین صبر کئے بیٹھا رہون سو حق تعالی اس خیال کے
جواب مین فرماتا ہی کہ اس امر مین بھی تم دخل مت دو بلکہ اسکو بھی ہمی پر چھوڑ دو وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ
أُولِي النَّعْمَةِ اور چھوڑ دے مجھکو اور اس راہ کے منکرون کو جو ناز نعمت کے اور عیش و آرام کے لوگ ہین
اور تن پروری اور عیش و عشرت کی محنت کے سبب سے رات کا اٹھنا اور یاد الٰہی مین اپنی عمر کو گذارنا ان سے
ہو نہین سکتا اور لوگون کو اپنے حال اور قال سے فریب دیکے عیش اور عشرت کی طرف رغبت دلاتے
ہین سو ان کے واسطے بھی تم کچھ مت کہو اور بددعا مت کرو اسواسطے کہ مالک دو جہان کا ہون سو جسطرح
اس جہان مین بعضے لوگ ایسے ہین کہ مجاہدہ اور ریاضت مین اور رنج اور مشقت مین مشغول ہین اور اپنے
جسم ناز پروردہ کو خدا کی راہ مین نیست اور نابود کر رہے ہین اسیطرح اس جہان مین بھی بعضے
لوگ وہان کی رنج اور مشقت مین مبتلا ہونیکو چاہیئے پھر اگر یہان عیاشی نکرین تو وہان کی رنج اور مشقت
کون اٹھاوے اور اگر اس جہان مین سب لوگ مجاہدے اور ریاضت پر کمر باندھین تو اس جہان مین چاہیے
کہ سب لوگ چین و آرام مین رہین تو دونون جہان متغیر اور تباہ ہو جاوین اسواسطے کہ دونون جگہہ
رنج بے راحت اور راحت بے رنج پایا جاوے اور خالی ہونا ہر جہان کا احد المتقابلین سے اس جہان کے
جہان کے نقصان کا سبب ہے اور ہم تو جامع المتقابلات اور کامل علی الاطلاق ہین تو ہمسے ایسے نقصان کی بھی درخواست اور ابرام کی حاجت
نہ کرکے ان لوگون کو جلدی اور شتابی ہم اس جہان کے عذاب مین مبتلا کردین اور اس جہان کی آرام
اور چین سے اُن کو محروم رکھین بلکہ فرصت دینا چاہیئے وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا اور مہلت دے ان کو اس جہان کے

آرام اور چین مین تھوڑی سی تاکہ اس جہان کے رنج اور مشقت کھینچنے کی استعداد پیدا کرین اسواسطے کہ ہم حکیم
ہین استعداد اور لیاقت سے پہلے کسی کو کسی کام مین مشغول نہین کرتے ہین والا حکمت مین نقصان پایا جاوے
اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا بے شک ہمارے پاس تیار ہین بھاری زنجیرین جو انکے پاؤن مین ڈالین گے اسکی
عوض مین جو یے دنیا کے علاقون مین پابند ہوکے اُن سے دست بردار ہونے اور قطع کرنے کو انکا جی نہین چاہتا تھا
اور اسکی راحت مین ایسے مشغول ہوگئے تھے کہ رات کو اُٹھ کے نماز مین کھڑے ہونے سے دل چراتے تھے
وَّجَحِيْمًا اور آگ ہی دہکتی ہوئی اہل مجاہدہ اور ذکر کے شوق اور عشق کی سوزش کے عوض مین جسطرح وے
دنیا مین اپنے تئین اس طپش مین جلاتے تھے اور اپنے دل کو اس آگ کی گرمی سے اوٹاتے تھے اور یے
منکر مزے اور چینین اوڑاتے تھے وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ اور کھانا گلا پکڑنے والا عوض مین اس
مشقت اور رنج کے جو اہل مجاہدہ اور اہل ذکر دنیا مین کھینچتے تھے چنانچہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور تہجد
مین قرآن شریف کی تلاوت کرنا اور ذکر اور قرأت کی تکرار مین اور اس مین شد اور مد اور فوق
اور تحت کی رعایت کرنے مین بلغم گلے مین آکر اٹکتا تھا اور آواز کو بند کر دیتا تھا اور ان کو ایذا پہنچاتا
تھا بلکہ کبھی خون بھی تھوکنے لگتے تھے اور اسکے بھی عوض مین جو دنیا مین یے منکر اچھے اچھے مرغن کھانے
کھاکے اور خوب ٹھنڈے اور میٹھے خوشبودار شربت پی کر اسکے خمار مین مست ہوکر نرم بچھونون پر
غفلت کی خواب مین پڑے سویا کرتے تھے وَّعَذَابًا اَلِيْمًا اور عذاب دکھ دینے والا یہہ دوسری
قسم کا عذاب ہی جس مین بہت دکھ ہی جیسے دوزخ کے موکلون کی مار پیٹ یہہ عوض مین اس مشقت
اور رنج کے جو مجاہدہ اور ذکر والے دنیا مین کھینچا کرتے تھے جیسے پنجوقتہ جماعت مین جانا اور جمعہ مین
اور ذکر کے حلقون مین اور قرآن اور حدیث اور علم اور واعظ کی مجلسون مین گرتے پڑتے اُٹھتے بیٹھتے
جانا اور لوگون کے اژدحام اور ہجوم کے صدمے اٹھانا سو اس راہ کے منکرون کو اسکے عوض مین وہان
دیا جائیگا اور طعن اور تشنیع اور طنز اور کنایہ جو مجاہدونکے ساتھ مخالف اور منکر کیا کرتے تھے اور اسکی
عوض مین دوزخ کے سانپ اور بچھوؤنکے ڈنک ہونگے اور وہان اس عذاب مین مبتلا کئے جائینگے
تھیرا اگر ان کو دنیا مین مہلت دین ہم تاکہ طرح طرح کی چین اور آرام جی بھر کے کرلین تو ایسے رنج

اور مشقت کھینچنے کی لیاقت اور استحقاق کہان سے پیدا کرین پھر اس عالم کے رنج اور مشقت کے اسباب جو ہمنے تیار کر رکھے ہین وے سب معطل اور بے کار رہ جاوین سو تم کو چاہیئے کہ ہماری خدائی کے کارخانے مین دخل مت دو چنانچہ حافظ کہتے ہین سہ رموز مملکت و ملک خسروان دانند گدای گوشہ نشینی تو حافظا مخروش تم کو لازم ہی کہ بموجب حکم الٰہی کے اسکی یاد مین اور علاقونکے قطع کرنے مین اور طالبون کی ہدایت مین دل اور جانسے مشغول رہو چنانچہ اس مضمون کو بھی حافظ نے بخوبی ادا کیا ہی سہ سخن از مطرب و می گو و راز دھر کمتر جو کہ کس نکشود و نکشاید زحکمت این معما را ہان اتنا البتہ تم کو معلوم کر لینا چاہیئے کہ ان منکرون کی گرفتاری کا وقت اسوقت ہوگا جب دنیا مین اہل مجاہدہ اور اہل ذکر سے کوئی باقی نہ رہے گا اور راہ ولایت کی بالکل بند ہو جائے گی اور غیبیہ سب خدمتین معطل اور بیکار ہو جاوین گی جیسے غوثیت اور قطبیت اور ابدالیت اور اوتادیت ہی اور قطب مدار زمین سے مفقود ہو جائے گا اور ابدال اور اوتاد سب اٹھا لئے جاوین گے اسواسطے کہ باوجود باقی رہنے ان لوگون کے دنیا کو خراب کرنے کی کوئی وجہہ نہین ہی اسواسطے کہ دنیا جامع ہی دوام ذکر اور مجاہدہ مین اور عیش و عشرت اور آرام اور چین مین اور دونون بازارین اسکی گرم ہین اگر ایک بازار خراب ہو جاوے تو احد المتقابلین سے اس عالم کا خالی ہونا لازم آوے اسیواسطے دوسرے عالم کے پیدا کرنے کی طرف متوجہہ ہونا ضرور پڑے گا اور دنیا سے راہ دلالت کی مسدود ہو جانے گی اور دوام ذکر اور مجاہدہ کے منقطع ہو جانیکی علامت یہہ ہی کہ ولایت کا بیج جسکا نام ایمان ہی جہان مین نہ رہیگا پھر جب ایسا ہوگا تو ولایت کے وجود کا احتمال بھی باقی نہ رہیگا اور یہہ علامت پائی نہ جائے گی مگر يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ جس دن کانپے گی زمین اور پہاڑ قطب مدار اور اوتاد اور ابدال کی موت کے سبب سے جن کی برکت سے عالم کا قیام اور ثبوت تھا وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا اور ہو جاوینگے پہاڑ ریت کے تودے کیطرح پھیلتے گویا ان کی جڑ ون اور جز ونمین پکڑ باقی نہ رہی اس جگہہ پر عربیت کے قاعدے جاننے والے ایک سوال کرتے ہین کہ جبال جمع جبل کی ہی تو اسکی خبر مین کثیبًا ہیلا فرمانا چاہیئے تھا لیکن اسکا جواب

تفسیر سے معلوم ہوا کہ سب پہاڑ ملکر ریگ کے ایک تودے کی طرح ہو جائینگے جدائی اور امتیاز انمین نہ رہیگی
اگر ہر ہر پہاڑ اپنی اپنی جگہہ پر ریگ کے تودے کی طرح ڈہیر ہوکر رہ جاتے تو تودے بہت ہوتے اور جمع کا لانا
صحیح ہوتا اور اس صورت مین جمع کا لانا بلاغت کے خلاف ہی جسطرح اگر کئی نہرین ملکر ایک جگہہ پر بہین
تو اسجگہہ یہہ نہین کہتے کہ صَارَتِ الْاَنْہَارُ کُلُّہَا اَنْہَارًا عَرِیْضَۃً بلکہ نَہْرًا عَرِیْضًا کہینگے اسی
طرح یہان پر بہی بوجہ لینا چاہئے اور جو قرب اور وصال کی راہ کے سلوک کی تعلیم سے اور اسکی
شرطون کے بیان سے فراغت پائی ایسی شرطین جو صبر اور تحمل اور رضا اور تسلیم اور تمام امور ہے
کو حکمت الٰہی پر مفوض کرنے کی طرف منجر ہوئی تہین تو اب اس راہ کے منکرون کو خطاب پر عتاب ہوتا ہی
کہ یہہ امر اور نہی جو ہمنے اپنے پیغمبرؐ کو کی ہی اور تمہارے اوپر بد دعا کرنے سے اور عوض لینے سے
ان کو منع کیا ہی اسے یہہ مت سمجہنا کہ یہہ پیغمبر فقط قاصد آیا تہا پیغام پہنچایا اور چلا گیا اسکی نافرمانی مین
ہم کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا بلکہ یہہ پیغمبر فقط قاصد نہ تہا اس کا عرض معروض اور گواہی تمہارے حق مین سنی جائیگی
اگر کہین اس پیغمبر نے تمہارا گلہ شکوہ حقتعالےٰ کی درگاہ مین کیا تو غضب اور انتقام کا دریا جوش مین
آجائے گا اور دنیا مین بہی بلاؤن اور آفتون اور قحط اور وبا اور فقر اور رنج مین گرفتار ہو جاؤگے جس
طرح اگلے پیغمبرونکے منکرون پر بہی اسیطرح کی آفتین اور مصیبتین ہوتی رہی ہین اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ
رَسُوْلًا شَاہِدًا عَلَیْکُمْ بے شک ہمنے بہیجا ہی تمہاری طرف رسول کو تاکہ گواہ رہے تم پر اور ہمسے
عرض کرے کہ فلانے شخص نے اس طریقہ کو قبول کیا اور فلانے شخص نے اُسے انکار کی تاکہ اسکے اظہار کے
موافق ہر ایک منکر اور فرمانبردار سے اسیطور کا معاملہ کرین ہم کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا جس
طرح بہیجا تہا ہم نے فرعون کی طرف بہی اسی قسم کا ایک پیغمبر تاکہ اس پیغمبر علیہ السلام کے
گواہی اور عرض اسکے حقمین قبول ہو وے اور وے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تہے اور حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے ذکر کی تخصیص اس مقام پر اسواسطے ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تشریف لیجانا فرعون کی
طرف بعضے تاریخ والونکے گمانمین فقط پیغام بری اور ایلچی گری کے طور پر تہا اسواسطے کہ وے پیغمبر بنی
اسرائیل کے تہے اور فرعون قبط کے قبیلے کا تہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہیجنے سے فرعون کی

طرف یہہ بھی منظور تھا کہ بنی اسرائیل قید سے خلاصی پاوین ہدایت اور رہنمائی فرعون اور قبطیون کی
ان کی اصل نبوت مین داخل نتھی بلکہ بنی اسرائیل کے رسمون کی اصلاح اور انکے دلون کو منور کرنا مقصود
تھا اور اسکے بخلاف دوسرے انبیاؤن کے کہ جس قوم کی طرف سفیر اور رسول کرکے بھیجے جاتے تھے تاکہ انکو
پیغام الٰہی پہنچاوین تو اس قوم کی طرف بھی پیغام پہنچانا مقصود ہوتا تھا اور دوسرے طالبون کی بھی ہدایت
اور رہنمائی اور حق تعالےٰ کے قرب کا طریقہ تعلیم کرنا اور ان کے دلون کا منور کرنا بھی مقصود ہوتا تھا
سووے فقط رسالت نہ رکھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی نسبت سے فقط قاصد اور
ایلچی تھے لیکن باوجود فقط اس ایلچی گری کے ان کی عرض فرعون اور قبطیون کی ہلاکی کے مقدمہ مین قبول
ہوئی اور دنیا کے عذاب مین بہت جلدی مبتلا گئے گئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ
الرَّسُولَ پھر نافرمانی کی فرعون نے اس اپنے رسول کی فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا پھر پکڑا ہمنے اس
فرعون کو دنیا ہی مین ایسا پکڑنا جو بہت وبال رکھتا تھا سو اسطے کہ اسکو دریا مین تمام اسکی فوج
اور لشکر کے ساتھہ غرق کیا ہمنے اور اسکی سلطنت اور ملک اور مال اور مکانات اور باغات اور جواہرات
اور سوائے اسکے جتنے اسکے عیش و عشرت کے سامان اور اسباب تھے سب ایکدم مین اسکے دشمنون کو حوالے
کردئے ہمنے اب اسکو سوچو کہ فرعون کس طرح کی عظمت اور بزرگی رکھتا تھا لیکن اپنے وقت کے رسول کی
نافرمانی کے سبب سے ایسے وبال اور عذاب مین گرفتار ہوا تم تو اس کا عشر عشیر بھی مرتبہ نہین رکھتے ہو پھر
تم کیون اپنے پیغمبر کو اسطرح رنجیدہ کرتے ہو اور اسکے حکم کو قبول نہین کرتے اگر بالفرض اس پیغمبر کے
کمال حلم اور بردباری کے سبب سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت زمین آسمان کا فرق ہے اور آگ
اور پانی کا تفاوت ہے اس دنیا کے عذاب سے تم بچ گئے اور اس کی بد دعا سے محفوظ رہے فَكَيْفَ
تَتَّقُونَ پھر کیونکر بچو گے اور اپنے تئین عذاب سے محفوظ رکھو گے إِنْ كَفَرْتُمْ اگر کافر ہے میرے
تم اور اپنے رسول کا کہا کسیطرح نمانا تمنے يَوْمًا جس دن بگینا ہون سے پوچھ پاچھہ اور تکرار ہوگی اس
سبب سے کہ گنہگارون کے ساتھہ کچھہ علاقہ رکھتے تھے اور بیگناہون کے دلون مین بھی دہشت بیٹھہ جائیگی
یہان تک کہ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا کردیگا وہ دن چھوٹے بچون کو بڈھا سفید بال کا یعنے اسقدر خوف

کھاینگے کہ ان کے بال سفید ہو جاینگے اور اسدن بچونکے بال سفید ہو جانیکی وجہہ یہہ ہوگی کہ اپنے مان باپ بھائی بہنون کی گریہ اور زاری اور بیقراری اور گرفتاری دیکھکر رنج اور غم اور فکر کا ان پر غلبہ ہوگا اور یہہ غلبہ ان کے دل مین روح کے محتبس اور بند ہو جانیکا سبب پڑیگا اور حرارت عزیزی ضعیف العمل ہو جایگی اور خلط فجاجت پیدا کرینگے یعنے خامی اور بلغم متکرج یعنے سڑا پھپندی لگا ہوا غالب ہو کے مسامون کی راہ سے یعنے بال نکلنے کی جگہونسے باہر نکل آویگا اور اس قسم کا رنج اور الم جو اسدن بچون کو ہوگا کچھہ جزا اور عذاب کی راہ سے نہوگا جسطرح معتزلہ اپنی غلط فہمی سے ہی سمجھے اور پھر اس کا انکار کیا ہی اور کلام کو تمثیل اور کنایہ پر حمل کیا ہی بلکہ حقیقت یہہ ہی کہ یہہ رنج اس عالم کے حکمون سے تبعیت کیطور پر ہوگا اور اس کا ہونا ضروری ہی جسطرح درد اور رنج بچون کو دنیا مین ہوتا ہی لیکن بعضے تفسیرون مین یہہ بھی مذکور ہی کہ یہہ رنج خاص کافرون کے بچون کو ہوگا نہ مسلمانون کے بچون کو سو ظاہر مین اس کی وجہہ ایسی معلوم ہوتی ہی کہ کافرون کی گریہ اور زاری اور بیقراری بہت ہوگی یہانتک کہ ان بچون کو بھی ان کی تاثیر ہوگی بخلاف مسلمانون کے کہ یے چیزین ان پر اگر ہونگی تو بہت ہلکی اور خفت کے ساتھ ہونگی اور جلدی انسے اٹھالی جاوینگی اور باوجود اسکے ایک فرق دوسرا بھی ہی کہ مسلمانون کے بچون کو اپنے ماں باپ اور خویش اور اقربا کا خلاص کرانا عذاب سے ممکن ہی اسواسطے کہ وے سب ایماندار ہین اور شفاعت اور عفو کی شرط بھی ایمان ہی سو بچون کو رنج اسی بات کا ہوگا کہ اپنے ماباپ اور خویش اقربا کو عذاب مین مضطر اور بیقرار دیکھینگے پھر ان کی شفاعت کرینگے اور انکی بخشش طلب کرنیمین مشغول ہونگے اور حق تعالی ان کی عرض اپنے فضل اور کرم سے قبول کریگا اور ان سب کو عذاب سے نجات بخشیگا چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جسکے تین بچے نابالغ دنیا مین مرے ہونگے دوزخ مین جانا اس پر حرام ہوگا اسواسطے کہ وے بچے قیامت کے دن اسکو دوزخ مین نہ جانے دینگے اور حق تعالے اپنی رحمت قدیم اور احسان عمیم سے ان کی دعائونکو قبول کریگا بخلاف کافرون کے بچون کے کہ اپنے مان باپ کا عذاب مین گرفتار رہنا دیکھینگے اور انہین ایمان کے نہ ہونے کے سبب سے ان کی شفاعت کے واسطے عرض بھی نکر سکینگے اسواسطے کہ ایمان شرط ہے شفاعت کا سو لاچار ہوکے اسی رنج اور غم مین مبتلا رہینگے یہانتک کہ جب بے بہشت مین جاینگے اور بہشتیونکے

خدمتگاری کا عہدہ ان کو ملے گا پھر بہشت مین جانے کے لعد سب خویش اور اقربا کا غم بھول جاوینگے اور بعضے مفسرون نے ایسا کہا ہی کہ بال کی سفیدی اسدن حرامزادگی کی علامت ہوگی یعنے جو بچے زناسے پیدا ہوئے ہین وے اسدن کی ہول اور دہشت مین گرفتار ہونگے اور ان کے سوائے دوسرے بچے اس آفت سے محفوظ رہین گے لیکن اس تخصیص کے واسطے کوئی صحیح سند ضرور ہی اور سوائے اسکے بیگناہ کی گرفتاری کی توجیہ طلب ہے اسواسطے کہ گنہگار زانی اور زانیہ ہین بچہ جو زناسے پیدا ہوا وہ بیگناہ ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اسدن کا خوف تھوڑے بھی گناہ کے علاقے سے غالب ہوگا یہان تک کہ گنہگارون کے مکانات بھی ڈہادے جائینگے اور جس مکان اور جس زمین مین گناہ ہوا ہوگا وے سب خراب ہوجائینگے بلکہ اَلسَّمَاۗءُ آسمان بھی باوجود اسکے کہ آسمان مین کوئی گناہ نہین ہوا اور وہان کے رہنے والے بھی سب معصوم اور پاک ہین لیکن جو گنہگارون کا رزق وہان سے نازل ہوتا تھا اور ستارونکی روشنی اور آسمان کی گردش سے بھی گنہگارون کو فایدہ ہوتا تھا اس سبب سے وہ بھی منقلب ہوگا بلکہ اس طرحکا برباد اور خراب ہوجائیگا کہ آسمان آسمان نہ رہے گا تاکہ اسکی صفت مین تانیث کی لفظ بولی جاوے اسواسطے کہ ہرچیز کی تانیث اسکی صورت ذہنیہ کے لازمے سے ہی جو لفظ کے واسطے سے ذہن مین اس صورت پر دلالت کرتی ہی یہی وجہہ ہی کہ جسوقت کسی لفظ سے کوئی معنے تعبیر کرتے ہین تو تذکیر اور تانیث مین اس صورت کا اعتبار ہی جو اس لفظ سے ذہن مین حاصل ہوئی ہی نہ وہ صورت جو حقیقت مین پائی جاتی ہی جیسے مرد کو نفس یا جان کرکے تعبیر کرینگے تو مونث ہی اور عورت کو اگر آدمی کرکے تعبیر کرینگے تو مذکر ہی سو جب یہہ آسمان درہم برہم ہوگیا تو جو صورت کہ آسمان کے لفظ کی مدلول تھی وہ ذہن مین نہ رہی تو اب جو نہایت اسکے حق مین کہا جاوے وہ یہہ ہی کہ آسمان شَیٔ مُنْفَطِرٌ بِهٖ ایک چیز ہی پھٹی ہوئی اسدن کے صدمہ کے سبب سے اسیواسطے منفطرۃ نہ فرمایا باوجود اسبات کے کہ آسمان مؤنث ہی گویا یہہ اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ آسمان کو اسوقت آسمان نچاہئے کہنا اور نہ چاہئے بوجھنا جسطرح گھر کو اسکی دیوارین اور چھت ڈہانے کے بعد گھر نہین کہتے بلکہ پڑا ہوا میدان کہتے ہین پھر جب آسمان آسمان نہ رہا تو تانیث بھی کسواسطے رہے اور یہہ بھی ہی کہ یہان مناسب نہ معلوم ہوا کہ آسمان

کی بقا پر اسکی تانیث دلالت کرے اور اگر سمجھ پر کسی کے دل مین یہہ سوال گذرے کہ اگر ایسا تھا تو اِذَا السَّمَآءُ
انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ مین کیون نہ اسبات کا اعتبار
گیا اور وہان تانیث کیون لائے اسکا جواب یہہ ہے کہ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ
یے دونون جملے فعلیہ ہین اور فعل حدوث اور تجدد پر دلالت کرتا ہے اور ابتدا انفطار اور انشقاق
مین آسمان آسمان تھا اور اسکے جو جو صورت کے لازمے تھے تانیث وغیرہ وے سب برقرار تھے تو
اسواسطے تانیث کی علامت ان فعلون مین ضرور ہوئی بخلاف اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ کے کہ یہہ فقط جملہ اسمیہ ہے
اور یہہ استمرار اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور دوام اور ثبوت کسی چیز کا بعد تمام ہونے اس چیز کے
ہے اور انفطار کے تمام ہونے کے بعد آسمان نہ رہا تاکہ اسکی صورت سمائیہ کے لازمے قابل اعتبار کے ہین
اور وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ مین وجہہ یہہ ہے کہ ابتداء انشقاق مین جو مدلول انشقت کا ہے
اسوقت آسمان اپنے حال پر آسمان تھا اتنا البتہ تھا کہ اسکے جزؤن مین انشقاق شروع ہوا تھا اور باقی
جزڈھیلے اور بودے ہوکے پھٹنے کے قریب ہوئے ہونگے سو دہی کے وقت کہ سستی اور بودے پن کو
کہتے ہین صورت سمائی آسمان سے جدا نہوئی تھی تاکہ اس صورت کے لوازمات کو اعتبار نکرین چنانچہ
وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا کا مضمون آسمان کی بقا پر صراحتہً دلالت کرتا ہے اور اگر منکر لوگ یہہ کہین کہ اسطرحکا
دہشتناک دن جو تم بیان کرتے ہو ایسا دن ہونا بہت بعید ہے عقل سے اور اگر فرض کیا کہ ایسا دن
ممکن ہے یعنے ہوسکتا ہے لیکن ہر ممکن سے خوف مین رہنا اور اسکی دفع کی فکر مین پڑنا اور اپنی چین اور
آرام کو کھونا عاقل کا کام نہین ہے اور اگر بالفرض ایسے دن کا ہونا اور ایسی بلاؤن کا اسدن مین پایا جانا
ہو تو اس لحاظ سے کہ جزا اور سزا اور ہر کام کا بدلا ضروری ہے لیکن پھر بھی وہ بلا متوقع اور موعود
ہے یعنے اسکے آنیکا وعدہ کیا گیا ہے اور یہہ مثل مشہور ہے کہ ؎ مترس از بلائے کہ شب درمیانست
یعنے ایسی بلا سے ڈرنا نہ چاہئے جسکے درمیان مین رات ہے یعنے اتنی دیر مین خدا جانے کیا ہو پھر ہم
کسواسطے اپنا چین وآرام اس وہمی خوف سے برباد کرین تو اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ یہہ تمھاری
سمجھہ کی غلطی ہے اسواسطے کہ جس بلا کا واقع ہونا ضعیف قرینے اور بودی نشانون سے عقل کے نزدیک

ثابت ہوتا ہی یا اس بلا کا عام ہونا اور سب کو شامل ہونا ہر شخص کو معلوم نہو ایسی بلاؤن سے نڈرنا
اور اسکی پروانہ رکھنا اگر ہووے تو کچھہ چندان مضایقہ نہین ہی لیکن جس بلا کا وقوع ضروری اور یقینی
ہوا ور علی العموم سب کو شامل ہو تو ایسی بلا سے ڈرنا اور اسکے بچاؤ کی تدبیر کرنا البتہ چاہیئے عقل ہرگز
ایسی بات کو نچاہے گی کہ ایسی بلا سے نڈر اور بے پروا ہوکے بیٹھہ رہیئے اور اُسّے بچاؤ کی کچھہ بھی تدبیر
نہ کیجیئے اور وہ قیامت کا دن اسی قسم کا ہی اسواسطے کہ کَانَ وَعْدُہٗ مَفْعُوْلًا ہی وعدہ اُس
دن کا ہونے والا اور عمل مین آنے والا اسواسطے کہ یہہ حقتعالی کا وعدہ ہی اور حق تعالی کے
وعدے مین خلاف ہونا محال ہی سو اُسدن کے آنے کو اگرچہ اُسدن کے لحاظ سے کہہ سکتے ہین کہ ممکن الوقوع
ہی لیکن حق تعالی کی حکمت اور عدل کے لحاظ سے اور اُسکے وعدے کی سچّائی کے لحاظ سے واجب الوقوع
ہی اور موافق وعدے کے ہر سختی اور مصیبت اس زور کی عام ہی یعنے ہر شخص کو اپنے بچاؤ کی تدبیر
کرنا چاہیئے فقط اب جانا چاہیئے کہ اس سورت کی ابتدا سے یہان تک جو سلوک الے اللہ کے ضروریات
تھے اور جو اس راہ با صفا کے موانع تھے ان کے دفع کرنے کے طریقے واضح دلیلون سے بیان فرمائے
اور ظاہر مین خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی طرف خطاب فرمایا تھا سو اب ارشاد ہوتا ہی
کہ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ بے شک یہہ سورت اور اس سورت کے مضمون حق تعالے کے قرب کی راہ
حاصل کرنے کے واسطے یاد دہی ہی ہر عاقل ذی رُوح کے واسطے کچھہ خاص پیغمبر ہی کیواسطے یہہ حکم نہین
ہی فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ پھر جو چاہے لے اپنے پروردگار کے قرب کیطرف کی سَبِيْلًا
ایک راہ کوان راہون سے اپنی استعداد اور خواہش کے موافق یعنے اگر چاہیئے مجاہدہ نفس اور ہمیشگی
کے ذکر اور تبتل کی راہ کو اختیار کرے اور اگر چاہے اختلاط اور دعوت اور نصیحت اور رہنمائی اور
صبر کے طریقے کو اختیار کرے اور اس بیان کو تذکرہ یعنے یاد دلا دینا اسواسطے کہا ہی اگرچہ یاد دلا دینا
اسجگہہ پر کہتے ہین کہ کوئی چیز پہلے سے معلوم تھی لیکن اب بھول گئی کہ روح بدن سے متعلق ہونے کے
پہلے اس عالم قدس اور پاک مین رہتی تھی اور اس کو اس عالم مین تھوڑا سا قرب حضرت جلشانہ
سے حاصل تھا دنیاوی علاقون اور محنت جگی سے اور غذائی نجاستون سے اور جانورون کی سی

عادتون سے پاک اور صاف تھی سو اب جو بدن سے متعلق ہی اور ان چیزون کی قید مین گرفتار رہی تو اُس
قرب کی لذّت کو بھول کے دنیاوی معاش کی تدبیر مین پھنس گئی ہی وہ قرب اور صفائی بالکل اسکے
یاد سے جاتی رہی سو اس سلوک کے طریقے کو بیان فرماکے اس اصلی حالت کو اسکو یاد دلاتے ہین اور اسی
اصلی ٹھکانے کا اس کو لالچ دلاکے مشتاق کرتے ہین چنانچہ کسی عارف باللہ نے کہا ہی ؎ میل ہر عُنصر بود
سوئے مقرّ اصلیش جذبۂ اصل ست سرّ شورش مستانہ ام یعنے ہر عنصر کی خواہش اپنی اصل کی طرف
ہوتی ہی چنانچہ آگ کی خواہش اوپر کو اور خاک کی خواہش نیچے کو سو ہماری شورش مستانہ کا سبب
بھی کشش ہی اپنی اصل کی طرف یعنے وہی قرب الٰہی کی طرف اسے سمجھہ پر جانا چاہیئے کہ اصل مین یہہ سورت
اسی آیت پر تمام ہوئی تھی چنانچہ مفسرون نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور دوسرے صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کی ہی کہ اس سورت کے اوّل مین جو شب بیداری کی بالکل ریاضتین
اور مجاہدے اور تہجد کے ادا کرنے کو بیان کیا ہی اس واسطے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دوسرے
آپ کے رفیق صحابہ نے سلوک الی اللہ مین انتہا درجے کی کوشش کرنا شروع کیا بلکہ اس قسم کی عبادت کو اپنے
اوپر لازم کر لیا اور ہمیشہ اس مین مشغول رہتے تھے یہان تک کہ بعضون نے تو رات کا سونا چھوڑ دیا اس
خوف سے کہ مبادا کہین زیادہ ہم سو جائین اور اس مدّت معیّن مین جو ہمپر مقرّر ہوئی ہی یعنے آدھی رات
یا کچھہ اُس سے تھوڑی کم یا زیادہ مین خلل واقع ہو جاوے اور زیادہ سونے اور آگے پیچھے اُٹھنے کے سبب
سے اس مدّت کو پورا نہ کر سکین اور ہم تقصیروار ٹھہرین چنانچہ ان لوگون کو بہت محنت اور مشقت ہوئی
آخر کو ان لوگون کے پاؤن پر ورم آگیا اور رنگ انکے زرد ہو گئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا بھی
یہی حال تھا اور باقی ماندہ صحابہ بھی اسی خوف مین رہتے تھے کہ ایسا نہو کہ اس مدت مقرّری مین ہمسے
قصور واقع ہووے اور عہدے کی ذمہ برداری سے ہم پاک نہ ہووین چنانچہ یہہ حکم اور اسی قسم کی
محنت اور مشقت پوری ایک سال تک یعنے بارہ مہینے تک رہی پھر بعد ایک سال کے حق تعالیٰ نے یہہ اگلی
آیت اس سورت پر زیادہ کر کے نازل فرمائی سو اس آیت کے نزول کے سبب سے مدت کی تعین معاف
ہوئی لیکن اصل تہجد کی نماز اور شب بیداری بغیر تعیین مدّت کے اور بغیر تعیین عدد رکعتون کے اور بغیر

تعیین قرأت کی قدر کے باقی رہی بلکہ سنت مؤکدہ ہوئی پھر اس آیت کے نزول ہونے کے بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور دوسرے اصحاب کو بھی حکم کرنا مختلف رہا جتنی جس کی قوت اور استعداد
آپ دیکھتے تھے ویسا آپ حکم فرماتے تھے اور وقت کی کمتی زیادتی دل کے لگنے پر موقوف رہا یعنے اگر
دل زیادہ لگے تو زیادہ جاگنا اور عبادت مین مشغول رہنا بہتر ہے اور اگر دل بے چین اور بے آرام
ہووے تو تھوڑے پر کفایت کر لینا چاہئے اسمین کچھ نقصان نہین ہے اور یہی آپکا بھی طور رہا اَللّٰھُمَّ
صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو آپ نے فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز مین
ایک ختم ہر مہینے مین کیا کرو تو ہر رات کو ایک سپارہ کی قدر قرارت قرآن شریف کی ہوا کرے گی اور
بعضے روایتون مین ختم قرآن شریف کا چالیس رات مین بھی آیا ہے پھر جب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے
اپنی قوت اور رغبت اس امر مین زیادہ بیان کی تو آپ نے ایک ہفتہ انکے واسطے مقرر کیا یعنے ہر ہفتہ مین
ایک ختم کیا کرو پھر اکثر صحابہ نے بھی اپنا یہی طور معمول کر لیا اور قرآن شریف کے سات حصہ اسطور پر مقرر
کر لئے تھے کہ جمعہ کی رات کو تین سورتین اور شنبہ کی رات کو پانچ سورتین اور یکشنبہ کی رات کو سات
سورتین اور دوشنبہ کی رات کو نو سورتین اور سہ شنبہ کی رات کو گیارہ سورتین اور چہارشنبہ کی رات
کو تیرہ سورتین اور پنجشنبہ کی رات کو سورۂ قاف سے آخر قرآن تک اور اسکو فمی بشوق کا ختم کہتے ہین
یعنے پہلے دن سورۂ فاتحہ سے سورہ مائدہ تک پھر وہان سے سورہ یونس تک پھر وہان سے سورہ بنی
اسرائیل تک پھر وہان سے سورۂ شعرا تک پھر وہان سے سورہ والصافات تک پھر وہان سے سورۂ
قاف تک پھر وہان سے سورہ ناس تک اور حضرت امیرالمومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کی
شب کو سورۂ مائدہ بھی تمام کرتے تھے اور شنبہ کی شب کو سورۂ ہود کے آخر تک اور یکشنبہ کی شب کو سورہ
مریم کے آخر تک اور دوشنبہ کی شب کو سورہ قصص کے آخر تک اور سہ شنبہ کی شب کو سورۂ صاد کے
آخر تک اور چہارشنبہ کی شب کو سورۂ رحمن کے آخر تک اور پنجشنبہ کی شب کو قرآن شریف ختم
کرتے تھے اور اس ختم کو احزاب کہتے ہین اور بعضے صحابہ جیسے عبداللہ بن مسعود رضہ وغیرہ آیتون کا
شمار کرتے تھے اور ہر رات کو ہزار آیتین پڑھتے تھے چنانچہ اس سورت مین بھی ساتوین شبکو

ختم ہوتا ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو شخص تہجد کی نماز مین دس آیتین دو رکعتون مین پڑھتا ہے
اسکو غافلون مین نہین لکھتے ہین اور جو شخص سو آیتین کئی رکعتون مین پڑھے اسکو عابدون مین لکھتے ہین
اور جو شخص ہزار آیتین پڑھے اسکو عمدہ زر دارون سے لکھتے ہین اور بعضی روایتون مین آیا ہے کہ جو شخص
قرآن شریف کی پچاس آیتین تہجد مین پڑھتا ہے تو قیامت مین قرآن شریف اسکے ساتھ مخاصمہ اور جھگڑا
نکریگا اور نہین تو اس سے جھگڑیگا کہ تونے مجھکو ضایع کیا اور میری تلاوت کا حق ادا نکیا اور بعضی حدیثون
مین آیا ہے کہ جو شخص دو آیتین سورۂ بقرہ کے آخر کی تہجد کی نماز مین پڑھے تو اسکو کافی ہین اور یہہ بھی
حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کیا تم سے
نہین ہوسکتا ہے کہ تہائی حصہ قرآن شریف کا ہر رات کو پڑھا کرو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تہائی
حصہ قرآن شریف کا ہر رات کے پڑھنا بہت مشکل ہے یہہ کس سے ہوسکتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ سورۂ قل ہو
اللہ احد ثواب مین تہائی حصہ قرآن شریف کے برابر ہے اگر اسکو تم پڑھا کرو تو تہائی حصہ قرآن شریف
کا ثواب تمکو ملا کریگا اسیواسطے اکثر مشایخون نے قل ہو اللہ احد کو تہجد کی نماز مین پڑھنے کی عادت
ڈالی ہے اور اسکے کئی طور ہین پہلا طور یہہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد ہر رکعت مین تین مرتبے اس سورت کو
پڑھا کرے دوسرا طور یہہ ہے کہ پہلی رکعت مین سورہ فاتحہ کے بعد بارہ مرتبے اس سورت کو پڑھے پھر
ہر رکعت مین ایک ایک مرتبے کمتی کرتا جاوے یہانتک کہ آخر رکعت مین کہ بارہوین ہوگی ایک مرتبہ پڑھنا
ہوگا تیسرا طور یہہ ہے کہ پہلی رکعت مین بعد سورہ فاتحہ کے ایکمرتبہ پڑھے پھر ہر رکعتمین ایک ایکمرتبہ زیادہ کرتا جاوے تاکہ بارہوین آخر رکعت
مین بارہ مرتبے پڑھنا ہوگا لیکن فقہا کے نزدیک یہہ طور بہتر نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین ہر دوسری
رکعت پہلی رکعت سے دونی ہوگی اور یہہ ترک اولی ہے اور بعضے مشایخ ہر رکعت مین سورۂ مزمل کو
سورۂ اخلاص کے ساتھ ملاکے پڑھا کرتے ہین اور حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہ سے جو گروہ نقشبندیہ
کے سر حلقہ ہین ایسا منقول ہے کہ اپنے یارون اور مریدون سے تہجد کی نماز مین سورۂ یسین پڑھنے کو
فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تین دل جمع ہوتے ہین تو جلدی مطلب حاصل ہوتا ہے ایک دل رات
کا کہ آدھی رات کے بعد ہے اور دوسرا دل قرآن شریف کا کہ سورۂ یسین ہے اور تیسرا دل

ایماندار آدمی کا کہ ایمان سے پر ہی حاصل کلام کا اس آیت کے نازل ہونے کے سبب سے نماز تہجد کے
وقت کے اندازے مین اور اسکی کیفیتون مین اور خصوصیتون مین بڑی وسعت ہوگئی اور حقیقت مین بھی یہہ
نماز متبرک اسی وسعت کے قابل ہی اسواسطے کہ وہ وقت نیند کے غلبے کا اور اسباب کے نہ پائے
جانے کا اور کمتی زیادتی رات کے نہ معلوم ہونیکا وقت ہی اگر اس مین اتنی وسعت نہ ہوتی تو اسکا اداکرنا
بہت مشکل ہوتا چنانچہ باوجود اس وسعت کے بھی اس نماز کا اداکرنا بہت دشوار ہی بدون غیبی توفیق اور
تائید کے مداومت اور ہمیشگی اس نماز پر ہو نہین سکتی اللھم وفقنا بہ فقط اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ
اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ بے شک پروردگار تیرا جانتا ہی کہ تہجد کی نماز مین تم کھڑے رہتے ہو کبھی دو
تہائی رات کے قریب وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی رات وَثُلُثَهٗ اور کبھی تہائی رات سو تم ہمارے
حکم کی فرمانبرداری کرتے ہو اور جو ہمنے کہا ہی اسکو بجالاتے ہو اور قلیلا کے لفظ کا مطلب جو ہمنے
ارشاد کیا تھا کہ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ اسکو تم خوب سمجھے کہ نقصان اور قلت کی حد
کو چھٹے حصے تک پہنچایا اور یہی اس لفظ سے ہماری مراد تھی اسواسطے کہ اگر چھٹے حصے سے کچھ زیادہ ناقص
یا زاید کرتے تو نہوتا مگر ربع یعنے چہارم حصہ اور چہارم حصہ آدھی کا آدھا ہی اور آدھی چیز پر تھوڑی
کی اطلاق نہین ہوتی ہی یعنے اسکو تھوڑا نہین کہتے ہین وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ اور اسیطرح کھڑے
رہتے ہین ایک گروہ ان لوگون سے جو تمھارے ساتھ اور تمھاری رفاقت مین سلوک الی اللہ پر مستعد ہین
اور تمھارے عمل اور تمھارے بوجھہ کی اتباع اور پیروی ہر کام مین کرتے ہین اور ان لوگون کو جو تمام رات
جگا کرتے تھے اور عبادت الہی مین مشغول رہتے تھے یہان ذکر فرمایا اسواسطے کہ وے ایک وجہہ سے قابل تعریف کیے ہین
یعنے عمل احتیاط پر کرتے ہین اور ایک وجہہ سے عتاب کے سزاوار ہین یعنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بوجھہ کی پیروی نہ کی
اور اس اندازے مقرری کو تحقیق معلوم کر لینا تمسے اور تمھارے پیرو لوگون سے ہرگز ممکن نہین ہی
اس واسطے کہ زیادتی اور نقصان رات کا تمھارے ہاتھہ اور اختیار مین نہین ہی وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ
وَالنَّهَارَ اور اللہ تعالے وہ ہی جو اندازہ کرتا ہی اور مقدار بخشتا ہی رات اور دن کو چنانچہ چھے مہینے
تک ہر روز رات کم ہوتی جاتی ہی اور دن مین زیادتی ہوتی جاتی ہی اور پھر چھے مہینے تک دن سے

کمتی ہوتی جاتی ہے اور دن مین زیادتی ہوتی جاتی ہے سو کوئی رات سال مین دوسری رات کے بالکل
برابر نہین ہوتی ہے پھر جب ایک رات پوری دوسری پوری رات سے برابر نہوئی تو اس کا نصف بھی
دوسرے کے نصف سے برابر نہ ہوگا پھر اسی پر ایک تہائی اور دو تہائی اور چھٹے حصّے کو بھی خیال کر لو کہ وہ
بھی برابر ایک دوسرے سے نہ ہوگا اسواسطے کہ ہر چیز کے متفرق جز بھی زیادتی اور کمتی مین اسی چیز کے تابع
ہوتے ہین پھر تم کو سال بھر ہر رات کا نصف پہچاننے مین بہت محنت اور مشقت ہوگی پھر گھڑی اور گھڑیال
کے اور علم ہیئت کے سیکھنے کے اور ہر سال کی تقویم زیچ سے نکالنے کے اور آسمانی حرکتون کا حساب
درجے اور دقیقے اور ثوانی اور ثوالث پر کرنے کے محتاج ہوگے اور اس کام مین زیادہ مشغول ہونے
کے سبب سے ملّت حنیفیہ سے دور ہو جاؤ گے اسواسطے کہ امّی ہونا اس ملّت کے لازمے سے ہے اور شاید
اور ہنود اور یونانیون اور دوسرے کافرون کے گروہون کی طرح تقویمون کے استخراج مین اور پترے
لکھنے مین تمھاری امّت بھی مشغول ہو جائے گی اور یہہ بات بڑے دو فسادون کا سبب پڑیگی پہلا فساد
یہہ کہ مقصد کو چھوڑ کے وسیلہ مین مشغول ہونا ہے اور اسی امر نے ایک عالم کو خراب کر رکھا ہے چنانچہ علم نحو
اور صرف اور منطق اور معانی اور کلام اور اصول مین اسقدر توغل کرتے ہین کہ اصل مقصد سے محروم
رہتے ہین پھر تبتّل اور ریاضت اور رفع حجاب تو انسے مسافتون اور منزلون دور رہتے ہین دوسرا فساد
یہہ ہے کہ یہہ شغل ان کو رفتہ رفتہ اسپر لاویگا کہ ستارون کی حرکات اور اتصالات اور انصرافات اور
قرانات کے ہی تعمق مین رہا کرینگے اور اسی مین غور اور فکر کیا کرینگے پھر ستارون کی تاثیر کا اعتقاد
ہو ویگا اور ان کے سعد اور نحس ہونے کے معتقد ہو جائینگے آخر کو شرک کی حد کو پہنچینگے پھر بھی ہر دن اور
رات کی زیادتی اور نقصان کا علم ان کو تقریبی رہیگا تحقیقی ہرگز حاصل نہ ہوگا اسواسطے کہ حق تعالے
نے ازل ہی مین عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ جان لیا ہے کہ تم کوئی اس مقدار معین کو گھیر سکوگے اسمین پیغمبر ہون
خواہ امت ان کی تو شب بیداری کے واسطے مدت معین کی تم کو تکلیف دینا تکلیف مالا یطاق ہے یعنے
تمھارے اختیار سے یہہ بات باہر ہے اسواسطے مدت مین وسعت رکھی اور معیّن نہ کی اب باقی
رہے یہان پر دو سوال جواب طلب پہلا سوال یہہ ہے کہ اگر شب بیداری کی مدّت کی تعیین ساعتون اور

دقیقون مستویہ اوربرابرسے فرماتے تو ہوسکتا تھا اسواسطے کہ اسپر مطلع ہونا چندان مشکل نتھا اوردریافت
کرنا اوریاد حاطہ کرنا اسکا ممکن تھا پھر مدت کی تعیین کو کیون موقوف کیا اسکا جواب یہہ ہے کہ اگر ہر اقلیم
کی ایکسال کی پوری مدتون مین اور مختلف موسمون مین خیال کیجئے اور پھر ساعتون اور دقیقون مستویہ کو
دیکھئے تو معلوم ہوجاوے کہ کیا کیا نسبتین گوناگون پیدا ہوتی ہین بعضے اقلیمون مین بعضے فصلون مین
جوساعتین اور دقیقے آدھی رات کے اندازے پہنچتے ہین وہی دوسرے ملک مین دوسری فصل
مین چہارم کے اندازے بلکہ اس سے بھی کم ہوتے ہین سو اسطرح کا فاحش اختلاف عام کی تکلیف مین کسی
طرح مناسب نہین ہے اور باوجود اسکے جو جو مفسدے اور خرابیان شب کے اجزا ارشایعہ متفرقہ کی تکلیف
مین لحاظ کئے گئے ہین وہی خرابیان یہان بھی موجود ہین چنانچہ لالیعنی اور بے فایدہ علمونین توغل کرنا او
مقصد کو چھوڑکے وسیلون مین مشغول ہونا اور نجوم کی تاثیرون کے اعتقاد کا خوف ہونیکے سبب یا تعین
یہان بھی موجود ہین پہلی تکلیف کو ترک کرنا اور اس تکلیف کو باقی رکھنا اور بجالانا ایسی مثل ہوئی جیسے
عرب مین مشہور ہے کہ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَوَقَفَ تَحْتَ الْمِيزَابِ یعنے پانی سے بھاگا اور پرنالے کے
نیچے جاکھڑا ہوا دوسرا سوال یہہ ہے کہ اگر یہہ تکلیف ایسے مفسدون کو شامل تھی بلکہ تکلیف مالایطاق تھی
تو اول سورت مین کیون نہ ذکر فرمایا اور پہلے سے اسطرح کی وسعت کیون نہ کردی اور ایکسال بھر برابر
کسواسطے پیغمبر کو اور ان کے یارون کو محنت اور مشقت مین ڈالا اسکا جواب یہہ ہے کہ علم الٰہی مین اس امت
حال کیواسطے یہی وسعت اصلح تھی لیکن صاحب امر اور نہی کا دستور ایسا ہے کہ جب کوئی مشکل کام کسی
سے کرانا منظور ہوتا ہے تو پہلے اس سے زیادہ مشکل کام کا حکم فرماتے ہین اور تھوڑے دنون اسکو اس رنج
اور مشقت مین رکھتے ہین پھر بعد اسکے وسعت اور تخفیف کردیتے ہین تاکہ اس تخفیف کے نعمت کی قدر پہچانے
اور یہہ وسعت اسکے دل مین عظمت پیدا کرے اور اس کام کی محنت و مشقت اسکے حوصلے کے سامنے ہلکی
ہوجاوے اور یہہ بوجھے کہ وہ کام جسطرح منظور تھا مجھسے ہو نہ سکا اسواسطے تخفیف ہوگئی تو ہمیشہ شرمندگی
اور خجالت اس کے پیش نظر رہے گی اور صاحب امر اور نہی کے لطف اور کرم کا ہر وقت امیدوار رہے گا
سو اگر پہلے سے اسی کام کو جو مطلوب ہے حکم فرماتے تو یہہ سہولت اور آسانی ہرگز حاصل نہ ہوتی

اور بہت

اور رات کے جاگنے اور نماز تہجد کے ادا کرنے مین باوجود اس وسعت اور تخفیف کے پھر بھی جو گرانی اور مشقت ہے کچھ چھپی نہین ہے اگر پہلے ہی اسی امر مخفف کی تاکید ہوتی تو لوگون پر بہت شاق اور گران ہو جاتا اور اگر کوئی شخص اس تمام محنت اور مشقت کو اٹھا کے اسکو ادا بھی کرتا تو تکبر اور غرور کے مرض مین مبتلا ہو جاتا سو ان سب آفتون سے بچاؤ اسی صورت مین تھا کہ پہلے ان کو مدت معین کی تکلیف دی جاوے پھر جب وے ایک سال تک اس مدت معین کے دریافت مین رنج اور محنت اٹھالین اور رات کے انقلاب کو ہر موسم اور ہر فصل کے الٹ پھیر مین دریافت کرلین کہ کبھی چھوٹی ہو جاتی ہے اور کبھی بڑھ جاتی ہے اور اپنی عاجزی اور ضعف کے قایل ہون کہ مدت معین کی دریافت اور ماموربہ پر اقامت ہمسے کما حقہ نہین ہو سکی تب مستحق اس بات کے ہوئے کہ ہم پر تخفیف اور وسعت کی جاوے اور معراج کی حدیث مین جو تواتر سے ثابت ہے کہ پہلے پچاس نماز ونکا حکم ہوا تھا پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض معروض سے آہستہ آہستہ تخفیف ہو کے پانچ نماز ونکا حکم مقرر ٹھہرا اس کا بھید بھی اس تقریر سے کھل گیا اور اگر کوئی شخص دنیاوی معاملات مین جیسے بیع اور شرا اور خراج کی تحصیل اور قرض خواہون اور حق والون سے صلح کرنے مین تامل اور غور کرے تو اسکو اسبات کا یقین حاصل ہو جاوے کہ اپنے مافی الضمیر کو اول مرتبے کھول کے کہدینا اکثر انکار کا سبب پڑتا ہے اور مقابل والا تیزی پر آجاتا ہے اور معاملہ خراب ہو جاتا ہے چنانچہ عامل اور تحصیلدار زمیندارون اور کسانون سے پہلے زیادہ طلب کرتے ہین پھر تھوڑے پر راضی ہوتے ہین اور اسیطرح سوداگر اپنی چیز کی پہلی قیمت زیادہ کہتے ہین پھر تھوڑے پر راضی ہوتے ہین اور اسیطرح ہر مدعی پہلے زیادہ دعوی کرتا ہے آخر کو تھوڑے پر صلح کرتا ہے اور یہہ طور انسان کی جبلی اور پیدایشی چیز ہے چنانچہ عرب مین مثل مشہور ہے کہ خذہ بالموت حتی یرضی بالحمی یعنے پکڑ موت پر تاکہ راضی ہو بیماری پر سو تکلیف کے مقدمے مین حق تعالی کے معاملے بھی بندون کے ساتھ اسی طور پر ظہور کرتے ہین بموجب اس ہندی مثل کے سے ہر کیسے جیسے تیسے اسیواسطے حقتعالی فرماتا ہے کہ تمھاری عاجزی اور نادانی جاننے دریافت کر کے تمپر رحم کیا فتاب علیکم پھر سہولت اور آسانی کی تمپر اور شب بیداری اور تہجد گذاری اور قرآن خوانی کی مدت کی تعیین کو بالکل تمسے معاف کیا اور لغت مین توبہ کے معنے رجوع کرنے کے ہین عارضی حالت سے اصلی حالت کی طرف اور یہہ لفظ جب بندون کے ضمن میں لایا جاتا ہے

تو گناہ سے بندگی کی طرف رجوع کرنا اس سے بوجھا جاتا ہے چنانچہ اس جگہہ پر بھی یہی مراد ہے اور جب سہولت اور آسانی تمسے مقصود ہوئی تو فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پھر پڑھو جو آسان ہو تم پر قرآن سے رات کو جاگ کے تہجد کی نماز مین اور کم سے کم دس آیتین دو رکعت مین پڑھنا چاہئے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ رَكْعَتَانِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا یعنے دو رکعتین پڑھنا پچھلی آدھی رات کو بہتر ہے دنیا سے اور جو کچھ دنیا مین ہے اور بہت بہتر اور اعلی طور یہہ ہے کہ ساتوان حصہ قرآن شریف کا تیرا رکعتون مین پڑھے اگر وتر باقی ہو نہین تو بارہ رکعتون مین پڑھے اور بعضون نے تیسرا حصہ یعنے دس سیپارہ تک ایک رات کو پڑھنا جایز رکھا ہے اس سے کم زیادہ نہین بہتر ہے اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جسنے قرآن شریف کو تین دن مین ختم کیا تو وہ بڑا کم فہم اور نادان ہے اسواسطے کہ قرآن شریف کی تلاوت سے مطلب یہی ہے کہ اسکے معنون مین تدبر اور تعمق کرکے بوجھنا اور تین دن سے کم مین اکثر لوگون کو یہہ بات حاصل ہونا مشکل ہے اور سوائے اسکے ترتیل اور تجوید تو بالکل فوت ہو جاتی ہے پھر قرآن قرآن نہین رہتا ہے اور تمھارے دلون مین ایسے کامل ایمان والو جو ریاضت اور مشقت پر حریص ہو ایسا خیال گذرے کہ شب بیداری کے واسطے مدت کی تعیین خواہ اجزا ارشادیہ سے ہو خواہ معینہ سے ہو البتہ تکلیف مالا یطاق کی سبب تھی اور جو جو مفسدے کہ مذکور ہوئے ہین انکے پائے جانیکا بھی سبب تھی لیکن مدت کی تعیین قرآن شریف کی قرأت کی قدر تو ہمارے واسطے بہت مناسب تھی اور اس مین کوئی مفسدہ بھی نہ تھا پھر مدت کی تعیین کو بالکل کیون موقوف کر دیا اگر قرآن شریف کے جزؤن اور حزبون پر اس مدت کو منطبق کرکے مقرر کر دیا ہوتا تو کیا اچھی بات تھی یعنے ارشاد ہوتا کہ مثلاً پانچ سیپارے یا چار سیپارے یا ہزار آیتین یا پانچ سو آیتین یا چار چار رکوع ہر رکعت مین پڑھا کرو تو اس خیال کا جواب حقتعالٰے دیتا ہے کہ ازل الازال مین حقتعالٰے نے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى جان لیا ہے کہ البتہ ہونگے تم مین سے بیمار اور بیماریان بہت مختلف ہوتی ہین چنانچہ بعضی بیماری ایسی ہوتی ہے کہ اس مین ایک آیت پڑھنے کی طاقت نہین ہوتی ہے ایک سیپارہ یا ایک سورت کب پڑھی جاتی ہے وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور کتنے دوسرے ہونگے جو سر مارینگے زمین مین اور بڑے دور دراز سفر کرینگے ۵

لیکن وے سفر ایسے نہین جو ممنوع اور حرام کر دئے جاوین اس واسطے کہ ان سفرون مین یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ طلب کرتے اور ڈھونڈھتے ہونگے فضل خدا جلشانہ کا یا ظاہری فضل جیسے رزق کی تلاش اور نوکری اور تجارت وغیرہ یا باطنی فضل جیسے طالب علمی اور حج اور عمرہ اور صلحا اور اولیا کی زیارت تاکہ ان کی صحبت سے دل کو روشنی حاصل ہووے اور یہہ امر ظاہر ہے کہ سفر مین ماندگی غالب ہوتی ہے اور آدمی تھک جاتا ہے ایک ساعت کھڑا ہونا اور ایک سورہ پڑھنا اس سے دشوار ہوتا ہے پھر سو آیتین اور ہزار آیتین کس سے پڑھی جاتی ہین وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور کتنے دوسرے ہونگے کہ لڑائی اور جہاد کرینگے اللہ تعالی کی راہ مین دین کے دشمنون سے سو ان لوگون کو اگر قرآن شریف پڑھنے کی تعداد مقرر کرکے تکلیف دین ہم تو قتال اور جہاد مین قصور واقع ہو اور یے تینون عذر جو مذکور ہوئے ہین اعتبار کے قابل ہین اسواسطے کہ بیمار ہونا اپنے اختیار مین نہین ہین حق تعالی کے ارادے سے متعلق ہے اور روزی کی طلب زندگی اور بدن کے قیام کے واسطے اور علم کی طلب دین کی تکمیل کے واسطے آدمی کو ضروریات سے ہے اور جہاد کرنا اور دین کے دشمنون سے لڑنا عقیدون اور عملون کی اصلاح کے واسطے اور اپنے بنی نوع کی تکمیل کے واسطے بھی ضروری ہے اور ان تینون عذرون کا اس ترکیب سے بیان کرنا بھی اسی وجہہ سے ہے جو ہر ایک مین بیان ہوئی یعنے جو عذر کہ اپنے اختیار مین نہین ہے وہ سب پر مقدم ہے خصوصًا وہ چیز جو بدن سے علاقہ رکھتی ہو جیسے بیماری اسواسطے کہ بدن آلہ اور واسطہ ہے عبادت کا اور جو عذر کہ اپنی ذات کی معاش اور معاد کی تکمیل سے متعلق ہے وہ مقدم ہے اُسے جو بنی نوع کی تکمیل سے علاقہ رکھتا ہے اور جو تم مین سے بعضون کو یہہ عذر درپیش ہونا ضروری ہین اور واجبۃ الاعتبار ہین اس سبب سے قرآن شریف کے ورد معین کی علی العموم تکلیف دینا مناسب نہ ہوا فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ سو پڑھو جتنا آسان ہو تم پر قرآن سے بدون تعیین قراءت کے جسطرح پہلی تخفیف مین قراءت کی مدت کی تعیین کو موقوف کیا تھا ہمنے اور اگر اس شب بیداری اور تہجد گذاری کی مدت کی تعیین موقوف ہو جانے مین تم کو خوف اسبات کا ہو کہ ایسا نہو کہ ہماری ریاضت اور مجاہدہ مین قصور اور فتور واقع ہووے اسواسطے کہ آدمی کا نفس بدون ریاضت

کرنے عمل کی مدت کے کسیکام مین مقید نہین ہوتا ہے تو یہہ خوف مت کرو اور خوب سوچو کہ حق تعالے نے جو چیزین معین کرکے تمپر فرض کردی ہین وے بہت ہین انہی کے ادا کرنے مین جہان تک ہوسکے کوشش اور سعی کرو وَاَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ اور قایم رکھو نماز کو جو پانچ وقت گنتی کی رکعتین تمپر فرض ہین اور نماز کا قایم کرنا بڑا مجاہدہ ہے اسواسطے کہ اقامت کے معنے راست کرنے کے ہین اور نماز اس وقت راست ہوتی ہے جب کسیطرح کا خلل انکے دل اور زبان اور اعضا کے عمل مین واقع نہو پھر خواہ وہ عمل فرض ہو یا سنت ہو یا مستحب ہو وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور دیتے رہو زکوٰۃ کو جو سال گذرنے کے بعد تمھارے مال مین ایک اندازہ مقرر کیا ہے اور زکوٰۃ کا بھی ادا کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہے اسواسطے کہ مال کی محبت کو دور کرنا نفس پر بڑا شاق ہے اور اسّے بھی ایک بڑا مجاہدہ جو نفس پر بہت بھاری اور شاق ہے وہ بھی ہم تمکو بتلاتے ہین وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا اور قرض دو خدا کو اچھی طرح کا قرض دینا حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محتاج بندون کو قرض حسنہ دو اور سود اور فائدہ انسے مت لو اور مانگنے کے وقت سختی اور تنگ طلبی مت کرو اور اگر انسے سب نہوسکے اور کچھ کم دیوین یا وعدے سے دیر ہوجاوے تو ان سب باتون کو انسے قبول کرو اور بار بار قرضدار پر منت اور احسان مت رکھو یہی وہ قرض ہے جسکے حق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مین نے معراج کی رات کو بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ جو خدا کی راہ مین ایک درم خیرات کرے اسکے واسطے دس درم ثواب لکھا جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالے کے واسطے ایکدرم قرض کسیکو دےوے تو اسکے واسطے اٹھارہ درم کا ثواب لکھا جاتا ہے آپنے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ قرض دینے کے ثواب کی زیادتی کی کیا وجہہ ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جو شخص خدا کی راہ پر دیتا ہے تو کبھی اس کا دینا محتاج کو پہنچتا ہے اور کبھی غیر محتاج کو اور آدمی قرض نہین مانگتا ہے مگر محتاج ہوکے اس سبب سے قرض دینے کا ثواب صدقہ دینے سے زیادہ ہوا یہان پر جاننا چاہیئے کہ اس طرح کا قرض دینا نفس پر بہت بھاری اور دشوار ہے اور بڑا مجاہدہ چاہتا ہے اس واسطے کہ آدمی کی پیدایشی یہہ بات ہے کہ اپنے

مال کو بدون لالچ نفع کے خرچ نہین کرتا ہی پھر وہ منفعت دنیا کی ہو یا آخرت کی اور اسطور سے قرض دینے
کسیطرح کی منفعت اس دینے والے کے خیال مین نہین آتی ہی اس واسطے کہ یہہ صدقہ بھی
نہین ہی تاکہ صدقے کا ثواب اس کو ملیگا اور یہہ بدلا بھی نہین ہی تاکہ اس مال کے عوض مین کوئی دوسری
چیز اسکے برابر یا اس سے زیادہ اسکو حاصل ہوگی بلکہ ظاہر مین اپنے مال کو بے وجہہ قید مین ڈالنا اور پھنسانا
ہی سو اسی وجہہ کے سبب سے اس قرض کے ثواب کو صدقہ کے ثواب سے دونا کیا اور اسکے دونے ہونے کی توجیہ
یہہ ہی کہ صدقہ دینے مین ایک درم کا دس گنا ثواب ہوتا ہی اور یہان ایک درم تو قرض دیا ہی
اور وہ درم جو قرض ہی تو اس تک پھر کے بھی آویگا اسواسطے کہ اس کا مطالبہ بھی باقی ہی تو ایکدرم
قرض حسنہ دینے مین گویا نو درم صدقہ دئے اور نو کو جو دونا کرو تو اٹھارہ ہوتے ہین واللّٰہ اعلم باسرار
افعالہ یعنے حق تعالیٰ اپنے فعلون کے بھید سے خوب واقف ہی وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ اور جو آگے بھیجو
اپنی ذات کے نفع کیواسطے تاکہ عاقبت کا ذخیرہ ہووے مِّنْ خَيْرٍ بہتری سے کسی جنس کی ہو خواہ نفل نماز
ہو خواہ نفل روزہ ہو اور خواہ نفل صدقہ ہو اور خواہ شب بیداری ہو یا دوسری کوئی عبادت بدنی
ہو یا مالی ہو یا عرضی ہو تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ البتہ پاؤ اسکے اثر کو اللہ تعالیٰ کے پاس هُوَ خَيْرًا وہ
اثر بہتر ہوگا تمھاری ان نیکیون سے جن کو دنیا مین تمنے کیا ہوگا اسواسطے کہ وہ اثر قرب الٰہی کا مزہ تمکو چکھاویگا
وَّاَعْظَمَ اَجْرًا اور بہت بڑا ہوگا از روئے ثواب کے آخرت مین کمیت مین بھی اور کیفیت مین بھی اور بقا اور عدم فنا
مین بھی سو تمھارے واسطے نفل اور تطوع کی عبادت مین بڑی گنجایش ہی نفس کے مجاہدہ اور مشقت کے
واسطے اور اگر باوجود ان سب باتون کے پھر بھی تمکو گناہون کا خوف اور دہشت ہووے تو اسکا علاج
بھی ہم تم کو بتلائے دیتے ہین کہ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور بخشش طلب کرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہی تمھاری تقصیرون کو بندگیون کے ضمن مین بخش دیگا اور
ان بندگی اور عبادتون کے ثواب کو کامل اور پورا کرکے تمکو عنایت کریگا اور گناہون کی تاریکیونکو
تمسے بالکل دھو ڈالیگا اور دور کردیگا پس اتنا بوجھ لینا چاہیے کہ استغفار تنقیہ دائمی کے قایم مقام
ہی یعنے جسطرح تنقیہ بدن کی صحت اور مرض سے بچاؤ کیواسطے اکثیر اعظم ہی پھر جو ہمیشہ تنقیہ کئے جاتا ہی

اسکو ریاضت اور ورزش کی بدن کی تندرستی کیواسطے کچھ احتیاج نہین ہے کیونکہ اسکا بدن صحیح رہے گا اور مرض پاس نہ آویگا اسیطرح جو شخص استغفار کی مداومت کریگا وہ گناہون کی الایش سے ہمیشہ پاک اور صاف رہیگا

سورۃ المدثر

یہہ سورت مکی ہی اس مین چھپن آیتین اور دو سو چھپن کلمے اور ایک ہزار دس حرف ہین اور اس سورت کا اول ابتدائے نبوت مین اور قرآن شریف کے نزول کے شروع مین نازل ہوا ہی کہتے ہین کہ سورۂ اقرا کی اول آیتون کے بعد اسی سورت کی اول آیتین نازل ہوئی ہین اور بعضون کے نزدیک سورۂ نون والقلم اس سورت پر مقدم ہی نزول مین اور اس سورت کے اترنیکا سبب یہہ ہوا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ اقرا کے نازل ہونے کے بعد کمال اشتیاق قرآن شریف کے نزول کا پیدا ہوا لیکن باوجود اشتیاق کی زیادتی کے ایک مدت گذری کہ وحی نہ آئی اور اس مدت کو فترۃ الوحی کی مدت کہتے ہین اور وحی کے نہ آنے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور الم رہتا تھا چنانچہ کئی مرتبہ آپ اس ارادے سے گھر سے باہر نکلے کہ کسی پہاڑ پر چڑھ کے اپنے تئین نیچے گرا کے ہلاک کیجئے اور اکثر حرا پہاڑ پر جو اول سے آپکی عبادت اور اعتکاف کا مکان تھا جاتے اور وہان خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرتے ایک روز حرا پہاڑ سے لوٹتے ہوئے آپ گھر کو تشریف لاتے تھے راہ مین ایک آواز آسمان کیطرف سے آپ کے گوش مبارک مین آئی آپ نے نظر اوپر کو اٹھائی دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا مین آپ کے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان زرین کرسی پر بیٹھا ہی اور اتنی بڑی شکل ہی کہ تمام کنارے آسمان اور زمین کے اس سے بھر گئے ہین اور چھہ سو پر اسکے ہین اور ان سب پر ون مین موتی اور یاقوت لٹکے ہوئے ہین یہہ حال دیکھتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غش آگیا اور زمین پر آپ گر پڑے تھوڑی دیر مین جو ہوش آیا تو جسطرح بنا اپنے تئین گھر تک پہنچایا اور اپنی بی بی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ مجھکو لرزہ جاڑے سے معلوم ہوتا ہی کچھ کپڑا اوڑھا دو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو

کئی کئی اور ڈر گئے اسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے نزول فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوکر یے آیتین پڑھین کہ یَا اَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ وَالرُّجْزَ فَاہْجُرْ پھر بعد اسکے وحی کا آنا پے در پے شروع ہوا اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ مزمل سے ظاہر اور کھلی ہوئی ہے اتنا فرق ہے کہ اس سورت کے اول مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلوک راہ خدا کے لازمے اور نفس کا مجاہدہ اور حق تعالی کی نزدیکی حاصل کرنے کو فرمایا ہے اور اس سورت مین خلق اللہ کی رہنمائی اور ہدایت کے لازمے کو فرمایا ہے اور مرتبہ کمال کا مقدم ہے تکمیل کے مرتبے پر اسیواسطے سورۂ مزمل کو اس سورت پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقدم لکھا ہے اور کلام کی روش اور لفظین مستعمل اور مضمون متفرق دونون سورتون کے آپسمین بہت مناسبت رکھتے ہین اس سورت کے اول مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزمل کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے اور اس سورت مین مدثر کے خطاب سے اور یے دونون خطاب معنون کے لحاظ سے آپسمین قریب ہین اور اس سورت مین فرمایا ہے قُمِ اللَّیْلَ اور اس سورت مین فرمایا ہے قُمْ فَاَنْذِرْ لیکن اس سورت مین اٹھنا رات کا اپنے نفس کو کامل کرنے کے واسطے اور اس سورت مین خلق اللہ کو کامل کرنے کے واسطے ہے اور اس سورت مین فرمایا ہے وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاہْجُرْہُمْ ہَجْرًا جَمِیْلًا اور اس سورتمین فرمایا ہے وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ اور اس سورتمین فرمایا ہے وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ وَمَہِّلْہُمْ قَلِیْلًا اور اس سورت مین ہے ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا وَّجَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا اور اس سورت مین قیامت کے دن کے اوصاف مین یون ارشاد ہوا ہے کہ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ ؕ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا اور اس سورت مین اسی قیامت کے دن کے اوصاف مین ایسا ارشاد ہوا ہے فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ اور اس سورتمین قرآن شریف کی آیتوںکے حقمین یون ارشاد ہوا ہے کہ اِنَّ ہٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ اور اس سورت مین بھی قرآن شریف کے حق مین یون ارشاد فرمایا ہے کہ کَلَّآ اِنَّہٗ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ اور اس سورت کی تمامی اس آیۃ پر واقع ہوئی ہے کہ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا کو یا مسلمانون کو

ان عملون کی وصیت فرمائی ہے اور اس سورت مین جو قیامت کے دن ان عملون کے ترک پر حسرت اور افسوس کرکے کافر کہینگے سو ان کے قول کو حکایت کے طور پر نقل فرمایا ہے کہ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ اور اس سورت کو اس مضمون پر تمام فرمایا ہے کہ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اس سورت کو بھی اسی مضمون پر تمام فرمایا ہے کہ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ؏ اور اس سورت کا نام سورۂ مدثر اس سبب سے رکھا ہے کہ اس سورت کے اول مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدثر کرکے خطاب فرمایا ہے اور مدثر عرب کی لغت مین اس شخص کو کہتے ہین جو ایک کپڑا لنبا چوڑا کپڑون کے اوپر سے اوڑھے جیسے دوہر یا رضائی یا چادر یا کمل تاکہ وہ کپڑا سردی اور لرزہ کو دفع کرے سو یہہ دلالت کرتا ہے اسبات پر کہ وحی الٰہی کا نزول اسقدر عظمت اور بزرگی رکھتا ہے کہ جو شخص تمام مخلوقات سے قوی تھا اور کسی چیز سے نہین ڈرتا تھا اور شجاعت اور دلاوری اور حوصلہ کی کشادگی میں تمام جہان مین مشہور تھی بلکہ اس بات مین سب لوگ اسکی مثال دیتے تھے سو وہ شخص اس وحی کے نزول سے اسقدر خوف مین آگیا کہ اس کا بدن تھرتھرانے لگا اور اس سے یہہ خوف سنبھالا نہ گیا پھر جو لوگ چاہتے ہین کہ ہمارے اوپر وحی نازل ہووے بلکہ یون کہتے ہین کہ اگر حقتعالی کو ہماری ہدایت اور رہنمائی منظور ہے تو ہمارے ہر ایک کے پاس وحی کیون نہین بھیجتا اور یون کیون نہین کرتا اور ون کو نہین کرتا سو ان لوگون کو گویا وحی کی عظمت معلوم نہین ہے کیون اپنے دل کے بودے پن اور اپنی بے صبری کو جان بوجھ کے چھپائے ڈالتے ہین اور دیکھ بھال کے اندھے بنے جاتے ہین چنانچہ اس سورت کے آخر مین ان لوگون کی بیہودہ گوئی کا بیان آوے گا یعنے بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً اور اشارہ اسبات کی طرف بھی ہے کہ جو شخص جس منصب کی پوشاک پہنتا ہے تو اس منصب کے لوازمات کو بجالانا اس پر ضروری ہو جاتا ہے جیسے مشیخت کا خرقہ اور جبہ اور قضا اور افتا کی چادر اور احتساب کی خلعت اور سوائے اس کے دوسری جو شرعی خدمتین ہین اور اگر پوشاک کسی منصب کی پہن کے اسکا حق ادا نہ کرے تو وہ شخص جھوٹا دغاباز مکار ہے اللہ تعالی پناہ دے ہم سب کو ایسی بری چیز سے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وحی کے فرشتے کو دیکھ کر دہشت اور خوف کھا کر گھر مین تشریف

لائے اور بالاپوش کو اوڑہا اور پہلے بھی اسی قسم کا معاملہ ہو چکا تھا تو گویا آپ کے اہلبیت کے نزدیک آپکا بالاپوش کا اوڑھنا وحی کے نزول کا نشان ہو گیا اور اُنھون نے دریافت کرلیا کہ جب بالاپوش آپ طلب کرین تو جان لینا کہ وحی کا نزول آپ ہوا اسیواسطے حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اب تو تم اس علامت سے مشہور ہو گئے کہ بار بار تم پر وحی آتی ہے اور اسوقت تم بالاپوش تم اوڑھتے ہو تو اب تمکو چاہیئے کہ اس خدمتکا حق ادا کرو اور اپنے کام پر مستعد اور تیار ہو جاؤ اور یہہ بھی ہے تاکہ محبوبیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پروردگار کی حضور مین خلایق کے نزدیک ثابت اور مشہور ہو جاوے اور جو شخص اس سورت کو پڑھے یا سُنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کے کمال کے درجے کو دریافت کرے یعنے دنیا مین جسطرح کسی عاشق کو اپنے معشوق کی اگر کوئی وضع یا ادا اچھی معلوم دیتی ہے اور دل پر کھپ جاتی ہے تو اسی وضع کرکے اسکو یاد کرتا ہے اور پکارتا ہے جیسے ع او دامن اُٹھا کے جانیوالے یا او سرخ پگڑی والے یا او بڑی زلفون والے سو اسی طرح سے حق تعالیٰ جلشانہ کو یہہ لباس اور یہہ وضع اپنے محبوب کا بہت پسند آیا اسیواسطے اسی وضع کرکے آپ کو مخاطب کرکے بار بار فرماتے ہین يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ واللہ اعلم بحقیقت الحال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ای شخص بالاپوش اوڑھے ہوئے وحی کے فرشتے کے آنے کے ڈر سے تم کو ڈرنا اور خوف کرنا نچاہیئے بلکہ تمھارا حق اور تمھاری سزاوار تو یہہ بات ہے کہ تم دوسرون کو ڈراؤ اور حق تعالیٰ کا خوف ان کو دلاؤ قُمْ فَأَنْذِرْ اٹھو اور ڈراؤ لوگون کو حقتعالیٰ کے عذاب سے اور نبوت کا منصب اگرچہ دونون چیزون کو چاہتا ہے یعنے خوف دلانا اور خوشخبری سنانا لیکن جو ڈرانا عام ہے اس واسطے کہ کوئی فرد انسان کی تقصیر سے خالی نہین ہے بخلاف بشارت کے کہ یہہ متقی اور نیکوکارون کے واسطے خاص ہے اور جس کام کا فایدہ عام اور سب کو شامل ہوتا ہے وہ بہت

ضروری ہوتا ہے بخلاف اس کام کے جو خاص ہوتا ہے اور یہہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو
خوف کھا گئے تھے تو ڈرانے کا حکم بھی بہت مناسب ہوا اور یہہ بھی ہے کہ جسوقت مین یہہ سورت نازل
ہوئی تھی اسوقت تمام جہان کفر اور برائیون سے بھرا ہوا تھا خوشخبری کی لیاقت کوئی نہین رکھتا تھا
جو تھا وہ ڈرانے ہی کے لایق تھا ان باتون کے لحاظ سے فقط انذار ہی پر اکتفا فرمایا اور جو
حقتعالی کے عذاب سے لوگون کو خلاف دلانا بغیر بیان کرنے اس عذاب کی عظمت کے ممکن تھا اور
اسیطرح اس عذاب کا متحمل ہونا یا اس کے دفع کی کوئی تدبیر کرنا بھی ممکن نہین ہے اور اس عذاب کی
عظمت اور لاعلاجی بغیر بیان کرنے عظمت اس ذات پاک کی جو عذاب کرے گا متصور نہین ہے یعنے اسکی قدرت
کے برابر کوئی قدرت نہین رکھتا اور اسکے علم کے برابر کسیکا علم محیط نہین ہے پھر اس سے بھاگنا اور پوشیدہ
ہونا اسطور پر کہ اُسے معلوم نہو یہہ کسی طرح ممکن نہین ہے سو تم کو ایک اور چیز بھی کرنا چاہیئے وَرَبَّکَ
فَکَبِّرْ اور اپنے رب کو بزرگی اور عظمت سے یاد کرو اور ان لوگون کو بھی خوب طرح سے سمجھا دو کہ کوئی
شخص اس کے علم کے محیط ہونے مین اور اس کی قدرت کے عام ہونے مین اسکی برابری نہین کر سکتا
اور کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اسکی دانست سے باہر نہین ہے اور کیسی ہی مشکل چیز ہو لیکن اس کی قدرت
کے سامنے بے حقیقت محض ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اس تکبیر سے نماز کی تکبیر مراد ہے جو ابتداء تحریمہ
سے نماز کے آخر تک ہر انتقال مین اللہ اکبر اللہ اکبر کہا جاتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اسوقت
اہل اسلام کے عرف مین تکبیر کہنا خوشی اور شادی کی علامت تھی سو گویا یون ارشاد ہوتا ہے کہ اب
خوش ہو اور خوف مت کرو کہ ایسا بڑا منصب ہمنے تمکو عنایت کیا اور پیغمبری کی خلعت تم کو پہنائی اور
اس تفسیر کو تائید دیتا ہے وہ مضمون جو بعضی روایتون مین آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام
سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ آیت سُنی تو آپ نے پکار کر کہا اللہ اکبر پھر آپ کی زبان سے
سُنکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی تکبیر کہی پھر تمام آپ کے گھر والون نے آپ کی متابعت سے تکبیر کہی
اور سب خوش ہوئے اور جانا کہ یہہ لرزہ اور خوف وحی کے نازل ہونے کے سبب سے تھا کوئی خوف
کی بات نہ تھی پھر اسوقت سے مسلمانون مین تکبیر کہنا خوشی اور شادی کی علامت ٹھہر گئی یہی وجہہ ہے کہ

عیدین اور حج اور تشریق کے دنون مین تکبیر واجب کر دی گئی کہ ہر نماز فرض کے بعد پکار کر تکبیر کہا کرین
اور تکبیر کا ان دونون مین اور پنجوقتہ ہر نماز کے اول مین واجب ہونا اور تسبیح اور تحمید کا کسی وقت
واجب نہونے کا بھید یہہ ہے کہ یہہ ذکر خاص اہل توحید اور اہل اسلام کا ذکر ہے اسواسطے کہ خلقت کے
ساتھ کسی کمال کی صفت مین کسی کو برابر نہ جاننا خاص ایماندارون اور موحدون کا اعتقاد ہے بخلاف
تسبیح اور تحمید کے مضمون کے کہ تمام بنی آدم کے گروہ اسکے معتقد ہین اور جو شخص حدیث کی کتابون کو
اور صحابہ کے سیر کو تتبع کرے گا تو اس کو اسبات کا یقین ہوگا کہ ان کی کوئی مجلس اور کوئی نشست تکبیر سے
خالی نہین رہتی تھی ہر نعمت پر تکبیر کہتے تھے اور ہر خوشی سے اسی کلمہ کو بلند آواز سے کہتے تھے اور لڑائی
اور دشمنون کے مقابلہ کے وقت بھی اسی کلمہ سے اپنے خاوند کی عظمت اور مقابل والون کی حقارت
بیان کرتے تھے اور خوف کے وقت بھی اسی ذکر کی برکت سے استعانت اور مدد طلب کرتے تھے
جیسے آگ لگنے کے وقت اور جن یا بھوت یا دوسری بلاؤن مین پھنس جانے کے وقت چنانچہ اذان
اور اقامت مین بھی اسی کلمہ کو سر دفتر کیا ہے سو اس امر الٰہی کے مضمون پر عمل کرنا رسول مقبول صلی
اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس قدر اس امت مرحومہ مین رواج پایا تھا کہ حد اور حساب سے باہر تھا
لیکن افسوس کہ چنگیز خانیون اور ترکیون کے ملک اسلام پر غالب ہونے کے سبب سے اس امر کا رواج
بلکہ تمام اسلام کی رسمون کا کم ہونا شروع ہوا یہان تک کہ اب اس زمانے مین ان کا تو کا نشان بھی
باقی نہین ہے اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ حضرت
امام مہدی رضی اللہ عنہ کیوقت مین قسطنطنیہ کے قلعے کو مسلمانون کی جماعت اسی کلمہ کے زور سے
فتح کرین گے اور اس قلعہ کی پتھر کی دیوار ان مسلمانون کی تکبیر کی آواز کے صدمے سے گر پڑے گی اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کیوقت کی فتحون کے حال مین مذکور ہے کہ اصطخر کے قلعہ کی دیوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور
دوسرے مسلمانون کی تکبیر کے آواز کے صدمہ سے جڑ سے گر پڑی تھی اور اس قدر اس کلمہ نے تاثیر کی تھی
کہ جب اس دیوار کو اٹھاتے تھے تو غیب سے تکبیر کی آواز آتی تھی اور اس آواز کے صدمہ سے وہ دیوار
جڑ سے گر پڑتی تھی حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اس کلمہ کے مضمون کو ہر وقت خیال کے سامنے رکھنا شرک

کی سب وجہون سے نجات بخشتا ہی اسواسطے کہ حق تعالی کے برابر کوئی چیز اسکی نظر مین نہ ٹھہرے گی اور مصیبتون اور آفتون کے ہلکا کر دینے مین اور خوفناک چیزون کی دہشت دل سے دور کر دینے مین بھی یہہ کلمہ بڑے کام آتا ہی لیکن اس کلمہ کا مضمون ہر وقت اسکے سامنے جب رہتا ہی کہ طہارت ظاہری اور باطنی دونون اس شخص کو حاصل ہووین اسواسطے کہ پاک چیز کی عظمت اور ناپاک خیال دونون دلمین جمع نہین ہوتے تو اس کلمہ کا فایدہ حاصل کرنے کے واسطے طہارت ظاہری اور باطنی ضرور ہوئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑے سو خوب پاک کرو اسواسطے کہ پہلے آدمی کے کپڑے ہی پر نظر پڑتی ہی پھر اسکے بعد بدن پر اور جب کپڑا پاک ہوا تو بدن جو کپڑے سے چھپا ہی بطریق اولی پاک ہوگا یہی وجہہ ہی کہ بدن کی طہارت کو یہان پر ذکر نہین کیا اس واسطے کہ بدن کی پاکی بالضرور بوجھی جاتی ہی یعنے کپڑے کو جو بدن سے علاقہ رکھتا ہی جب پاکی کا حکم ہوا تو بدن کو جو مقصود بالذات ہی ضرور پاک رکھنا چاہیئے کہ عرب کے استعمال مین ثیاب کی لفظ دو قسم پر بولی جاتی ہی ایک ثیاب ظاہری پر اور ایک ثیاب باطنی پر اور طہارت بھی دو قسم کی ہی ایک طہارت ظاہری اور ایک طہارت باطنی سو اس کلمہ کی تفسیر مین چار احتمال ہوسکتے ہین اور ان چارون احتمالون کو اکٹھا مراد لینا چاہیئے اگرچہ عموم مجاز کے طور سے سہی سو پہلا احتمال یہہ ہی کہ اپنے ظاہر کپڑون کو نجاستون اور پلیدیون سے پاک رکھو اسواسطے کہ ایسا نذار آدمی کو نماز فرض یا نفل مین یا ذکر الٰہی مین ہر وقت مشغول رہنا چاہیئے اور ملائکہ اور پاک روحون سے مناسبت حاصل کرنا اسواسطے کہ اُنسے یہی منظور اور مقصود ہی اور یہہ بات بغیر اپنا ظاہر پاک رکھنے کے حاصل نہین ہوسکتی ہی اگرچہ اسمین کچھ فرق ہی تو اتنا ہی کہ یہہ پاکی نماز مین فرض ہی اور نماز کے سوائے فرض نہین ہی اور جن چیزون سے کپڑا پاک رکھنا چاہیئے وے چیزین یے ہین پیشاب اور غلیظ اور منی اور مذی اور ودی اور مَنی اور خون اور پیپ اگر ہتھیلی کی برابر یا زیادہ ان چیزون سے کپڑا بھرا ہو تو اس کپڑے سے نماز نہین درست ہی جبتک تین مرتبے دھویا جھاڑ نلے اور دوسرا احتمال یہہ ہی کہ اپنے ظاہری کپڑون کو معنوی نجاستون سے پاک رکھو اور معنوی نجاستین یے ہین جیسے غضب اور

چوری اور خیانت سے اور دوسرے حرام کسب سے وہ کپڑا نہ آیا ہو اور وے چیزین جن کا استعمال
حرام ہے اوسے بھی نہو وین جیسے مرد کو ریشمین کپڑا پہنا یا کپڑا تیار کرنے مین اسراف کرنا جیسے پہنے
کے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے رکھنا کہ یہ سب چیزین ممنوع ہین ان سب سے بچنا اور پاک رہنا ضروری ہے اور
تیسرا احتمال یہہ ہے کہ کپڑے سے صفتین اور خلق مراد ہون اس واسطے کہ عرب کے لوگ کبھی کپڑے سے اس شخص
کی ذات مراد لیتے ہین اور کبھی آبرو اور کبھی نام اور مرتبہ اس شخص کا چنانچہ بولتے ہین کہ اَلْكَرَمُ فِي بُرْدَيْهِ
یعنے کرم کی صفت اسی پاس ہے اور یون بھی بولتے ہین کہ فُلَانٌ طَاهِرُ الذَّيْلِ یعنے فلانا شخص پاک دامن
ہے وَفُلَانٌ نَقِيُّ الثَّوْبِ وَنَقِيُّ الْجَيْبِ یہ سب مثالین اچھی صفتوں پر دلالت کرتی ہین اور اسمین مناسبت
کی وجہہ یہہ ہے کہ کپڑا آدمی کے سب بدن کو لپیٹ لیتا ہے اور دور سے وہی کپڑا دکھلائی دیتا ہے اور کپڑے
ہی کے سبب سے ایک آدمی کی دوسری آدمی سے امتیاز اور پہچان حاصل ہوتی ہے تو گویا اسکی ذات
اور اس کی خاص صفتوں کے حکم مین ہوا تو اس احتمال سے اس آیت کے معنے یون ہونگے کہ ای پیغمبر
تم اپنی ذات اور اپنی آبرو کو بد صفتون اور بد خلقون کی آلودگی اور بُری تہمتون سے بچائے رکھو اور چوتھا
احتمال یہہ ہے کہ کپڑے سے مراد وہ بدن ہو جو استنجے کا اور دوسرے اعضا ستر کا محل ہے اور تطہیر سے
مراد پانی سے استنجا کرنا ہو اور پیشاب اور غلیظ کو خوب طرح سے دھونا اور تمام بدن کو ہر ناپاکی اور گندہ
چیز سے پاک صاف رکھنا الغرض ہر طرح سے ظاہر کی پاکی کو باطن کی پاکی مین بڑی تاثیر ہے اور کپڑے کی
صفائی دل کی صفائی کی ابتدا ہے خصوصا اس شخص کی جسکی عظمت اور بزرگی دلون مین بٹھانا اور اس کے کہنے
کو واجب القبول کرنا منظور اور مقصود ہوتا ہے تو اسکے کپڑے اور بدن کی پاکی مین زیادہ تر کوشش کرنا چاہئے
تا کہ لوگون کے نزدیک گندگی کے سبب سے حقیر نہو جاوے اور اسکے کہنے کا کوئی اعتبار نہ کرے لیکن اس
جگہہ پر کپڑے کی پاکی بیان کرنا منظور ہے جو ایماندار کو عبادت اور اعتبار کے واسطے ضروری ہے نفیس
اور گران قیمت کپڑا ہونا مراد نہین ہے اس واسطے کہ یہہ بات ایمانداری کے منافی ہے مگر حق تعالے
کی نعمت کے اظہار کے واسطے اور اسکے شکر کے ادا کرنے کے واسطے کہ اس نیت سے پوشاک نفیس پہنا
مستحب ہو جاتا ہے اور جب ظاہری طہارت کے بیان سے کہ وہی مقدم ہے فراغت پائی تو اب باطنی

طہارت کو جو مقصود بالذات ہی بیان فرماتے ہین وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ اور جتنے پلیدی اور گندگی کی قسم ہین سو سب کو چھوڑ جیسے فاسد اعتقاد اور برے خلق اور جھوٹھ بات اور سب برے کام اور دوسری معنوی نجاستین جو کسی لذت کے ساتھ دل کے متعلق ہونے سے پیدا ہوتے ہین اور آدمی کی روحکو گندہ کرتی ہین اور اگر ثیابک فطہر سے بموجب بعضے اسکے احتمال کے باطن کی طہارت مین ان امورات کو بھی شامل کر دیجئے چنانچہ اوپر گذر چکا ہی تو اس صورت مین اس آیت کے مضمون اور اس آیت کے مضمون مین فرق یہہ ہوگا کہ اس آیت مین ان باطنی امرون سے اجتناب منظور ہی جو ابھی حاصل نہین ہوئے ہین چنانچہ فاہجر کی لفظ اسپر دلیل صریح ہی اور یہہ بھی ہو سکتا ہی کہ رجز سخت پلید کو کہتے ہین سو اس آیت مین ان کامون سے احتراز اور دوری منظور ہی جو کبھی کبھی صادر ہوتے ہین اور ان کی عادت نہین ہوئی اور اس آیت سابق مین انہی کامون سے احتراز منظور ہی لیکن جب ان کی عادت ہو جاوے جسکو ہندی مین کہتے ہین کہ لت لگ گئی یا اسکے قریب ہو جاوین غرض کہ ہر طرح سے آدمی کو طہارت ظاہری اور باطنی عالم قدس علوی کے مناسب کر دیتی ہی اور اس عالم کے فیض کو حاصل کرنا ان کی کمال مناسبت کے سبب سے ہوتا ہی اور اس فیض سے مخلوقات کو فیضیاب کرنا بھی آسان ہو جاتا ہی اور جو روح کہ گندہ کرنے والی چیزون سے جو باطن کو بالکل خراب کر دیتی ہی دنیا کی طمع ہی اسیواسطے خاص کرکے بیان فرماتے ہین کہ وَلَا تَمْنُنْ اور احسان مت رکھو کسی پر نہ قرآن کی تعلیم کا اور نہ احکام الٰہی کی تبلیغ کا اور نہ کار روائی اور حاجت برآری کا اور نہ کچھ دینے کا تَسْتَكْثِرُ اس غرض سے کہ شاگرد اور مرید بہت سے ہو جاوین اور اس سبب سے بڑا نام اور بڑا منتر حاصل ہووے اور پھر اس سبب سے بہت مال ہاتھ آوے بلکہ کوئی چیز کسی کو اس نیت سے مت دو کہ اسکی عوض مین وہ زیادہ کرکے تمکو دیوے اسواسطے کہ یہہ بھی ایک قسم ہی طمع کی جو باطن کے گندہ کر دینے مین نجاست کا حکم رکھتی ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ اس آیت کے معنے یون ہین کہ احسان کیوقت بھی کسی پر احسان مت رکھو اس احسان کو بڑا احسان جانکے کہ مین نے فلانے شخص کے ساتھ ایسا اور ایسا کیا اس واسطے کہ احسان رکھنا ثواب کو مٹا دیتا ہی تم کو چاہیئے کہ اس احسان کی کچھ حقیقت مت جانو بلکہ لینے والے کا احسان اپنے اوپر جانو کہ اس بے حقیقت چیز کو ہمسے قبول کیا اور ہمکو اجر اور ثواب کا مستحق کیا چنانچہ

حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ جب کوئی فقیر آپ کے پاس سوال کرنے کو آتا تھا
تو اس کو فرماتے تھے مَرْحَبًا بِمَنْ يَحْمِلُ زَادَنَا بِلَا اَجْرٍ یعنے خوش آیا تو تاکہ اٹھاوے ہماری آخرت کے
توشے کو بے مزدوری سو یہہ تیرا احسان ہی ہم پر اور جب آدمی کو یے سب چیزین یعنے حق تعالیٰ کی عظمت
اور ظاہر اور باطن کی طہارت اور دنیا سے بے طمعی حاصل ہوئی تو مشیخت اور ارشاد کی لیاقت
اسمین پیدا ہوئی لیکن اس شخص کو باوجود ان سب چیزون کے حوصلہ کی فراخی ضرور ہے تاکہ خلق اللہ کی
جفاؤن کا تحمل کرنا اور ان کی ایذاؤن کو اٹھانا اور ان کی بدگوئی کو اپنے حق مین سننے کو گوارا کرنے
اور نفسانیت کو غالب ہونے دینے والا ان کی صحبت کو چھوڑ کے بھاگیگا اور رہبانون اور صحرانشینون
کی طرح سے اکیلا اور تنہا ہو کے بیٹھے گا مشیخت اور ارشاد کا کام سرانجام نہ کر سکیگا اسیواسطے
اس امر کی بھی وصیت ارشاد ہوتی ہے کہ وَلِرَبِّكَ اور اپنے پروردگار کی رضامندی کیواسطے نہ خلقت
کی خاطرداری کیواسطے فَاصْبِرْ سو صبر کر اور ان کی ایذاؤن کو اٹھاؤ اور باوجود رنج اور ایذا پہنچنے
کے ان کی صحبت سے کنارہ مت کرو تاکہ ارشاد اور رہنمائی کی خدمت سرانجام کو پہنچے اور ان دونون
صبرون مین یعنے ایک حقتعالیٰ کی رضامندی کیواسطے اور دوسرا خلق اللہ کی خاطرداری کے واسطے
صبر کرنا انمین فرق کی علامت یہہ ہی کہ اگر غریبون اور مسکینون کی ایذا کا تحمل ویسا ہی کرتا ہی جیسا کہ
حکومت والون اور تونگرون کی ایذا اور حقارت کا تحمل کرتا ہی تو معلوم ہوا کہ یہہ صبر اور تحمل حق تعالےٰ
کی فرمانبرداری کے واسطے ہی اور اگر غریبون اور مسکینون کی ایذا کا تحمل کم کرتا ہی حکومت والون
اور تونگرون کی نسبت سے تو معلوم ہوا کہ یہہ صبر اللہ تعالیٰ کے واسطے نہین ہی بلکہ خلق کی خاطرداری
کیواسطے ہی اور اگر یہہ خیال دل مین گذرے کہ یہہ کافرون کی ایذا کو اٹھانا اور اسپر صبر کرنے کا جو حکم ہوا
تو بڑی سخت مصیبت مین ہم پھنسے اسواسطے کہ ہمکو نہ بدلا لینے کا حکم ہی اور نہ بھاگ کر علیحدہ ہوجانیکا
حکم ہی بلکہ کافرون کو ہم پر غالب اور دلیر ہوجانے کی بات ہی اور ہماری مخالفت اور دشمنی اور
ایذارسانی ان پر بہت آسان ہی تو اس خیال کے جواب مین حکم ہوتا ہی کہ یہہ سختی تم پر اور آسانی
ان پر دنیا کی زندگی کے چند روز ہی فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ پھر جب ٹھوکا جاویگا نقارے مین

اور کوچ کی آواز ہوگی اور آخرت کا سفر آن پہنچے گا فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ سو وہ ٹھوکنا اور کوچ کی آواز دینا
اس دن کے واقعون سے گویا يَوْمٌ عَسِيْرٌ ایک دن مستقل ہی جو نہایت سخت اور دشوار ہی اور اگرچہ
اسدن ایک ہی آواز ہوگی لیکن وہ آواز سختی اور شدت مین پورے دنکا حکم رکھے گی اس واسطے کہ اثر
اس کا دیر تک باقی رہیگا اور اسدن کے واقعون مین سے کوئی واقعہ اُسّے زیادہ سخت نہ ہوگا اور بعضے
مفسرون نے ناقور کو صور پر حمل کیا ہی دور کی تشبیہ کے سبب سے اسواسطے کہ صور مین بلکہ جتنی چیزین دم
کشی کی ہین ان سب مین پھونکنے سے آواز نکلتی ہی اور جتنی چیزین کھال سے مڑھی ہوسی ہین جسطرح دف
اور طبلہ اور ڈھول اور اسیطرح جتنی چیزین تار والی ہین جیسے ستار اور طنبورہ اور بین سوان سب مین
نقر اور ٹھوکنے کے سبب سے آواز نکلتی ہی اور پہلے نفخ کو نقر کے ساتھ تشبیہ دی ہی پھر اس کے بعد
صور کو ناقور کے ساتھ جو مَا يُنْقَرُ فِيْهِ کے معنون مین ہی سو اب نقر فی النّاقور کے معنے یہ ہوئے کہ نفخ فی
الصّور لیکن کافرون پر سختی اور دشواری موت کیوقت سے شروع ہوتی ہی نہ نفخ صور کی ابتدا سے
سو اس عبارت کا حمل موت کے آنے پر تمثیل کے طور پر یعنے موت کی تمثیل لشکر کے کوچ کے ساتھ جنگ اور
قتال کے واسطے مناسب معلوم ہوتی ہی اور حلیمی کتاب منہاج مین لایا ہی کہ نفخ صور کے سوائے نقر دوسری
چیز ہی اسواسطے کہ اخبار مین آیا ہی کہ ارواحونکے عدد کے موافق صور مین سوراخ ہین سو نفخ صور کا تو
بیہوش کرنے اور مارنے کے واسطے ہوگا اسیواسطے نقر اور صور دونوں کرین گے تاکہ آواز شدت اور
سختی پیدا کرے اور عالم کی خرابی اور ہلاکی کا سبب پڑے اور جب نفخ صور کا یعنے دوسری مرتبہ
ہوش مین لانے اور زندہ کرنے کے واسطے ہوگا تو اس وقت فقط نفخ ہوگا اسواسطے کہ غرض اس نفخہ سے
ارواح کا پہنچانا ان کی بدنون کی طرف ہی اور یہہ بات فقط نفخ سے حاصل ہوسکتی ہی لیکن اس کلام
مین بھی خدشہ ہی کہ نقر جو نفخۂ اولی کا متعارن اور ملا ہوا ہی تو کافرون پر شدت کا سبب کسواسطے
ہوا کیونکہ کافر موت کو راحت جانین گے بلکہ اس کی آرزو کرینگے اور کہین گے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ
اور اگر کافرون پر سختی اور شدت ہوگی تو دوسرے نفخہ سے ہوگی اسواسطے کہ زبردستی ان کو محشر مین
کھینچ لاوین گے اور حساب کتاب مین گرفتار کرین گے مگر یون کہا جاوے تو ہوسکتا ہی کہ وہی نفخۂ اولی

کی شدت اس شدت کا مبدا رہی تو گویا شدت اور سختی کی ابتدا اسی وقت سے شروع ہوگی غرض کہ ہر طرح
خواہ موت اور برزخ کی شدت مراد ہووے اور خواہ قیامت کے ہولون کی شدت اور سختی مراد ہووے
لیکن حق تعالیٰ کی عنایت سے ایماندارون مین اثر نہ کرے گی بلکہ اس دن کی شدت اور سختی عَلَى الْكَافِرِيْنَ
کافرون پر ہی فقط اسواسطے کہ اول وہلے مین اگرچہ ایماندار اور نیک بھی اس سختی مین گرفتار ہونگے لیکن ایمان
کی تاثیر سے اور پیغمبرون اور قرآن کی شفاعت سے وہ سختی آسانی سے بدلہ ہو جائے گی بخلاف کافرونکے
کہ اسدن ان پر دمبدم سختی کی زیادتی ہوتی جاوے گی غَيْرُ يَسِيْرٍ ہرگز آسان ہونیوالی نہین
ہی جسطرح ایمان دارون پر اس دن آسان ہو جاویگی یا جیسے دنیا مین کافرون پر آسان ہو جاتی تھی
چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آخرت کے سفر کی اول منزل قبر ہی جسنے اول منزل مین شدت دیکھی
اور رنج کھینچا تو اسکو آگے چل کے شدت اور سختی اور زیادہ ہوتی جاوے گی اور جسنے اس پہلی منزل
مین اس سختی سے نجات پائی تو پچھلی منزلون مین اس سے زیادہ آسانی ہوگی سو جب یہہ بات معلوم
کرلی تم نے کہ شدت اور سختی کا وقت کافرون پر اور ہمارے قہر کا ظہور ان کافرون سے عوض
لینے کے واسطے اس جہان سے گذر جانے کے بعد یعنے موت کے بعد ہی نہ دنیا مین اور اس جہان کی
زندگی مین اسواسطے کہ اگر اس جہان مین یہ کافر شدت اور سختی مین گرفتار کیے جاوین تو ان کافرون کو
برائی کرنے کی فرصت اور مال اور اسباب اور دوسرے دنیاوی فایدون سے نفع حاصل کرنیکی قدرت
حاصل ہووے اور امتحان اور آزمایش کے معنے ہی نپائے جاوین تو اب تم کو چاہئے کہ ان سے عوض
طلب کرنے مین اور کفر کی سزا ان کو پہنچانے مین جلدی مت کرو بلکہ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا
چھوڑ دے مجھکو اور اس کو جس کو پیدا کیا ہمنے اکیلا کہ اسوقت نہ فوج رکھتا تھا نہ لشکر نہ جورو رکھتا
تھا نہ اولاد اور نہ قوت رکھتا نہ کپڑے اور نہ مال رکھتا تھا نہ اسباب وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُوْدًا
اور کردیا ہمنے اسکے واسطے بہت سا مال کہ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی علمانے کہا ہی کہ جو مال روز
بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی وہ تین قسم کا ہوتا ہی اول زراعت اور کھیتی کا مال دوسرے مواشی کا پال
تیسرے تجارت کا مال اسواسطے کہ ان تینون قسمون مین جو کچھ کہ حاصل ہوتا ہی خرچ سے زیادہ ہوتا ہی

بخلاف دوسرے مالون کے اور اس آیت مین ایک کافر خاص کی طرف اشارہ ہے جو مال اور اسباب کی کثرت سے قریش مین مشہور تھا اس کا نام ولید بن مغیرہ تھا اسکو حق تعالی نے تینون قسمون کا مال دیا تھا چنانچہ طایف مین باغات اور کھیتیان اسکی بہت تھین ہر فصل کے میوے اسکے باغون مین افراط سے پاے جاتے تھے اور ہر موسم کی کھیتی بھی اسکے یہان ہوتی تھی اور مواشی بھی بہت رکھتا تھا اُن کے دودھ دہی گھی پشم نسل سے بہت کچھ حاصل ہوتا تھا اور ہر قسم کی تجارت بزازی سے لیکر موتی تک اس کے یہان ہوتی تھی اور غلام بھی بہت رکھتا تھا وے غلام اور گماشتے ان کامون پر معین اور مقرر کردئے تھے کہتے ہین کہ ایک لاکھ دینار یعنے اُسوقت کے چلن کی اشرفی اور دس لاکھ درم یعنے اسوقت کے چلن کا روپیہ اسکے گھر مین موجود تھا اور جو اسقدر مال کی کثرت بدون اولاد کے کچھ لطف نہین رکھتی ہے اور خوشی حاصل نہین ہوتی اور نعمت نہین رہتی بلکہ رنج اور غم کا سبب پڑتی ہے اور عیش کو منغص کردیتی ہے سو اپنی نعمت کے پورا کردینے کے واسطے اسکو اولاد بھی دی ہے وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا اور کردئے ہم نے اس کے واسطے بیٹے جو اولاد مین بہتر قسم ہین پھر وے بیٹے ہمیشہ اس کے پاس رہتے کبھی اس سے غایب اور علیحدہ نہوتے یعنے مال کی کثرت اور بے پروائی کے سبب سے روزی کی طلب کیواسطے سفر بھی نہین کرتے تھے تاکہ اُن کی مفارقت اور جدائی کا رنج اسکے عیش کو منغص کرے بلکہ ہر وقت اس کے سامنے رہتے تھے اور اُن کے دیکھنے سے ہمیشہ وہ خوش رہتا تھا اور زراعت اور تجارت کی خبر گیری کے واسطے بھی ان کو نہین بھیجتا تھا اسواسطے کہ غلام ہوشیار اور گماشتہ امانت دار موجود تھے بیٹون سے کچھ کام نہ تھا وے ہر وقت اور ہر مجلس مین اسکے ساتھ رہتے تھے اور اسکی عیش عشرت کے شریک بلکہ خود سبب پڑتے تھے اور مجلس کی زینت اور ہر جلسہ کے اس کے مونس تھے بعضون نے کہا ہے کہ شُہُودًا کی لفظ شہادت سے مشتق ہے اور شہادت گواہی کے معنون مین ہے یعنے اس کے بیٹے اسکی ہر بات کو سچی ہو یا جھوٹی ثابت کرتے تھے اور اسکے سخن کی تصدیق کرتے تھے اس سبب سے اس کی بات ہر مجلس اور مقام پر سرسبز رہتی تھی اسواسطے کہ اگر اولاد باپ کی مرضی کے موافق نہین ہوتی ہے اور ہر کام مین باپ سے علیحدہ رہتی ہے اور اسکے شریک رنج و راحت کی نہین ہوتی ہے اور اسکی بات کو تصدیق نہین کرتی ہے تو ایسی اولاد باپ پر

وبال ہو جاتی ہے اور روحی رنج باپ کو حاصل ہوتا ہے اور حقیقت مین ایسی اولاد اولاد ہی نہین ہے
اور اس ولید کی اولاد بھی بہت تھی چنانچہ ان مین سے سات شخص بڑے نامور مشہور ہین ولید بن
بن ولید اور خالد اور عمارہ اور ہشام اور عاص اور قیس اور عبد الشمس اور ان مین سے چار شخص دولت
ایمان سے مشرف ہوئے تھے یعنے ولید اور خالد اور عمارہ اور ہشام اور تین شخص کفر کی حالت مین مرے
اور جو مسلمان ہوئے تھے ان مین سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسقدر جہاد کیا اور کافرون کو مارا
کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی امیر الامرائی کا منصب ان کو ملا اور آپ نے ان کو سیف اللہ
کا خطاب دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ اول کی خلافت مین بھی اسی منصب پر بحال
رہے اور ملک شام اور عراق انہی کے ہاتھ سے فتح ہوا اور اکثر مرتدون کی مہمون کا سرانجام ان کے
ہاتھ سے ہوا اور ولید بن ولید کو اُن کے باپ اور بھائیون نے مکہ مین رُکا اور قید کیا تھا کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے نہ پاوین اور ہجرت نہ پاوین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خلاصی
کے واسطے فجر کی نماز مین قنوت بھی پڑھا ہے اور پکار کر آپ یہہ دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ
بْنَ الْوَلِیْدِ وَعَیَّاشَ بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ وَسَلَمَةَ بْنَ ہِشَامٍ وَّالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
آخر کو ان ظالمون کے ہاتھ سے چھوٹ کے شرف صحبت فیض موہبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل
کیا اور آپ ہی کے قدمون پر اپنی جان کو فدا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملبوس خاص
مین یعنے قمیص مبارک مین کفنا کے دفن کیا چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انکے وفات کے وقت یہہ
ندبہ فرمایا ہے ؎ اَبْکِیْ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ بْنِ الْمُغِیْرَۃ اَبْکِیْ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ فَتَی الْعَشِیْرَۃ
اور ان کے عجائبات معاملون سے ایک یہہ ہے کہ کافرون کی زبردستی سے جنگ بدر مین جا کے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج کے مقابل مین گھرے ہوئے تھے جسوقت کافرون نے شکست کھائی اور
مسلمانون نے کافرون کو پکڑ کے قید کیا اور فدیہ لیکر چھوڑا اسوقت ولید بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بھی پکڑے گئے تھے یہ بھی روپیہ دے کر چھوٹے پھر اپنا اسلام ظاہر کیا لوگون نے کہا کہ فدیہ دینے کے
پہلے کیون نہ اسلام ظاہر کیا انھون نے جواب دیا کہ مین نے اندیشہ کیا کہ اگر فدیہ کے ادا کرنے کے پہلے

کیون نہ اسلام ظاہر کیا انھون نے جواب دیا کہ مین نے اندیشہ کیا کہ اگر فدیہ کے ادا کرنے کے پہلے مین
اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہون تو لوگ ایسا سمجھینگے کہ فدیہ کے معاف کرانے کے واسطے اسلام کا اظہار
کیا ہی نہ حقتعالی کی رضامندی حاصل کرنے کے واسطے اور جب مین نے فدیہ کو ادا کیا تو یہہ وہم جاتا رہا
پھر بے دغدغہ اور دہشت کے اظہار اسلام کا کیا مین نے حاصل کلام کا ولید کی اولاد سب ایسے قابل اور
کام والے اور جوان اور خوش رو اور خوش شکل تھے کہ تمام قریش کے قبیلے مین ان کی مثال دی جاتی
تھی اور جو مال کی کثرت اور اولاد کی بہتایت بدون ریاست اور حکومت کے رونق نہین رکھتی ہی
اسیواسطے اسکو ریاست اور حکومت اور عزت بھی انتہا درجے کی دی ہم نے وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا یعنی
اور مضبوط کی ہم نے اسکے واسطے مسند ریاست کی اچھی طرح کی تیاری چنانچہ تمام قریش ہر مشکل کام مین
اسی کی طرف رجوع کرتے تھے اور اسکو اپنا حاکم جانتے تھے یہانتک کہ قریش کے قبیلے مین وہ دو لقب
کرکے ملقب ہوا تھا ایک تو وحید اسواسطے کہ اپنے اوصاف کمال مین یکتا تھا اور قابلیت کے فنون جیسے
شعر وغیرہ بڑا کمال رکھتا تھا اور اسکو ریحانہ قریش بھی کہا کرتے تھے یعنے قریش کا گل اسکی خوش اخلاقی
اور خوبصورتی کے سبب سے لیکن باوجود اس قدر کثرت نعمت اور ثروت کے اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا
تھا کہ کبھی شکر کا کلمہ اسکی زبان سے نہ نکلا اور سوائے بت پرستی اور لات اور عزی کی پرستش کے دوسری
چیز کچھ بھی نہین جانتا اور ہمیشہ مال کی زیادتی کی فکر مین مصروف رہتا تھا اور اگر رسول اکرم صلے
اللہ علیہ وسلم کبھی اس کے سامنے بہشت اور اس کی نعمتون کا ذکر فرماتے تو سنکے کہتا تھا کہ یہہ شخص اگر
بہشت کی تعریف مین سچا ہے تو یقین کامل ہی کہ حق تعالی نے اس گھر کو میرے واسطے پیدا کیا ہی
اسواسطے کہ میرے سوائے کوئی شخص اس نعمت کا مستحق نہین ہی سو ایسی اسکی ناشکری اور حرص کیطرف
اشارہ ہوتا ہی کہ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ پھر باوجود ان نعمتون کے جو وہ رکھتا ہی اور اسکا شکر
بھی ادا نہین کرتا ہی پھر بھی امید اور طمع رکھتا ہی کہ ہم اسکو دنیا اور آخرت کی نعمتین زیادہ کرینگے
كَلَّا ہرگز یہہ طمع اس کو رکھنا نچاہیے کیونکہ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا بے شک وہ ہی ہمارے قرآن کی آیتون
سے عناد کرنیوالا اور ہمارے کلام سے دشمنی رکھنے والا اور ہمارے کلام سے دشمنی گویا ہمین سے دشمنی ہی اور اپنے

منعم اور محسن سے دشمنی رکھنا پہلی نعمتون کے زوال کا موجب ہے پھر زیادتی نعمتون کی امید رکھنے کا کیا ذکر ہے تاریخ اور سیر والون نے لکھا ہی کہ ان آیتون کے نازل ہونے کے بعد پے در پے اسکے مال اور اسباب مین نقصان ہونا شروع ہوا یہان تک کہ فقیر ہوکے مرگیا اور عناد کے معنے کفر مین یہہ ہین کہ جان بوجھ کے حق کو باطل کرے اور حق بات کی خرابی کے پیچھے پڑے اور کفر کی قسمون مین سخت تر قسم یہہ ہے اسواسطے کہ کفر کی قسمین چار ہین ایک تو کفر شک کا ہے چنانچہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافر اسی قسم کے تھے اور انہی کے حق مین یہہ آیت قرآن شریف کی نازل ہوئی ہے کہ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّن ذِكْرِي یعنے بلکہ وے لوگ شک مین ہین میرے ذکر سے اور دوسرا کفر جہل اور نادانی کا جو حق کو حق نہ جانے چنانچہ اکثر مکہ کے مشرک اسی قسم کے تھے اور انہی کے حق مین قرآن شریف مین آیا ہے وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ وَأَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ بَلْ هُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ یعنے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اکثر انکے بوجھتے نہین ہین اور اکثر لوگ نہین جانتے ہین اور بلکہ وے قوم نادان ہین اور تیسرا کفر جحود اور انکار کا کہ جان بوجھ کے اقرار نہ کرے اور اسکو نمانے چنانچہ اہل کتاب کے حق مین ارشاد ہوتا ہے کہ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ یعنے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگون کو دی ہے ہمنے کتاب وے پہچانتے ہین اس رسول کو جیسا کہ پہچانتے ہین اپنے بیٹون کو اور بے شک ایک فرقہ ان مین سے ہر آئینہ چھپاتا ہی حق کو اور حال یہہ ہے کہ وے جانتے ہین اور فرعون اور اسکی قوم کے حق مین بھی یہی مضمون ارشاد ہوا ہے کہ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا یعنے انکار کی اس معجزے کے اور یقین جانا اسکو جانون کی نے ظلم اور تکبر کے سبب سے اور چوتھا کفر عناد ہے جو باوجود پہچاننے حق کے اسکی انکار پر اڑ جاوے اور اسکے باطل کرنے کے پیچھے پڑے اور واہی تباہی شبہے نکال کے سچی دلیلون کو اڑادیوے اور بالکل حق کے مقابلہ مین آجاوے اور ولید پلید کا بیان یہہ ہے کہ ایک روز مکہ معظمہ کی مسجد مین یہہ بھی بیٹھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف رکھتے تھے اسوقت سورہ حم السجدہ آپ پر نازل ہوئی اور آپ کی عادت شریف ایسی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن شریف سننے کے بعد آپ اسے دہراتے تھے اسی عادت کے بموجب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو پڑھنا شروع کیا اور جب آپ نے دیکھا کہ ولید بھی سنتا ہے
تو آپ نے پھر اس سورت کو اُسے سنایا اور بعضی روایتون مین ایسا آیا ہے کہ سورہ حم المومن کو ابتدا
سے الیہ المصیر تک آپ نے اس کو سنایا اور اُسنے بھی خوب تامل اور غور کر کے سنا اور اپنی قوم یعنے
بنی مخزوم کے لوگون سے کہا کہ مین نے آج جو کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہے انصاف
تو یہہ ہے کہ یہہ کلام نہ آدمی کا ہے نہ جن کا اسواسطے کہ اس کلام مین ایسا لطف اور مزا ہے کہ کسی کلام
مین یہہ بات پائی نہین جاتی اور اس کلام پر انوار چمک رہے ہین اور اس کلام کی شاخین میوے سے
پُر ہین اور اس کلام کی جڑ بڑی موٹی اور مضبوط ہے اور یہہ کلام سب کلامون پر غالب ہے اور یہہ کلام
ہرگز مغلوب ہونیوالا نہین ہے پھر جب وہ اس مجلس سے اٹھکے چلا گیا تو یہہ خبر لوگون نے ابوجہل کو پہنچائی
اور کہا کہ آج تو ولید کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باتون کا فریفتہ کرلیا اور ولید نے بھی محمدؐ کی
دین کی طرف میلان کیا اسبات کے سنتے ہی ابوجہل دوسرے قریش کے کئی رئیسون کو اپنے ساتھ
لیکر ولید کے گھر مین گیا اور کہا کہ مین نے ایک عجیب بات سنی ہے کہ تم بھی محمدؐ کے دین کیطرف جھکے
اور روٹی اور شوربا جو ابو قحافہ کا بیٹا یعنے ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے ساتھیون کے واسطے
پکا کر لاتا ہے اور وے سب ساتھ مل کے کھاتے ہین اس کے کھانے کی رغبت تمھارے بھی دل مین پیدا ہوئی ہے
یہہ بات سنتے ہی ولید غصہ مین آیا اور کہنے لگا کہ میری ثروت اور مالداری کا حال تجھکو خوب معلوم ہے
کہ محمدؐ اور اسکا یار ابو قحافہ کا بیٹا میرے دروازے کے فقیر کی بھی برابری نہین کر سکتے ہین مجھ کو اُنکے
کھانے کی کیا پروا ہے ابوجہل نے کہا کہ حقیقت مین یہی بات ہے اور اپنی باتمین تم سچے ہو تو اسیوقت مسجد مین
چلو اور مین سب قریش کے قبیلے کے سردارون کو جمع کرتا ہون تاکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدمہ مین مشورہ
کرین پھر اسیوقت ولید اٹھ کر کھڑا ہوا اور ابوجہل کے ساتھ مسجد مبارک مین آیا اور جتنے قریش کے قبیلے
اور اسکے سردار تھے سب جمع ہوئے جیسے ابوجہل اور ابولہب اور ابوسفیان اور نضر بن الحارث
اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور یے سب سردار ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ہمکو ایک
سخت مشکل درپیش ہوئی ہے اور وہ یہہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا دعوی کرتے ہین اور ایک

کلام پڑھتے ہین اور کہتے ہین کہ یہہ کلام خدا تعالی کی طرف سے مجھپر نازل ہوتا ہے اور اب حج کا موسم
آپہنچا ہے ہزارون لوگ ہر طرف کے اس شہر مین آوینگے اور ان کے احوال اور اُن کے دعوے اور اس
کلام کے حال سے ہمسے پوچھینگے سو ہم مین سے بعضے تو اس شخص کو شاعر کہتے ہین اور اس کے کلام کو
شعر کہتے ہین اور بعضے اس شخص کو مجنون اور دیوانہ کہتے ہین اور اس کلام کو ہذیان اور بیہودہ گوئی
کہتے ہین اور ان دونون باتون مین آسمان زمین کا تفاوت ہے اور اگر اسیطرح کا اختلاف لوگ
ہمسے سنین گے تو ہم کو نافہم اور نادان کہینگے ایک بات کو مقرر کیا چاہیے تاکہ جو شخص باہر سے آوے
اور ہمسے پوچھے تو ہر شخص ہم مین سے وہی ایک بات کہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سن کے
لوگ فریفتہ نہو جاوین اور اسکی طرف میلان نہ کرین اور تم کو حق تعالی نے ہم سب مین بڑا کیا ہے اور عقل
اور دانائی اور تجربہ اور ملکون مین پھرنا اور بستیون کی سیر کرنا ان سب چیزون مین تمکو ہم پر امتیاز دیا
ہے اسواسطے ہم سب نے تمھاری طرف رجوع کی ہے سو اس امر مین ایک بات تم ٹھہرا دو اسی طرح ہم اس
شہر مکہ مین منادی کردین کہ سوائے اس بات کے کوئی اپنی زبان پر دوسری بات نہ لاوے سب وہی ایک
بات کہین ولید یہہ بات سنکے سرنگون ہوا اور چپ رہا پھر تامل کے بعد کہنے لگا کہ اگر تم اس کلام کو شعر اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہوگے تو اسیوقت ملزم ہو جاؤگے اسواسطے کہ مین نے عبید بن الابرص اور
امیہ بن ابی الصلت اور دوسرے قدیم شاعرون کے شعر سنے ہین اور مین نے اس مین خوب غور کیا ہے سو یہہ
محمد کا کلام شعر ہرگز نہین ہے اور محمد کو شعر کہنے کا سلیقہ بھی نہین ہے اور اگر اس کلام کو کہانت کہوگے
اور محمد کو کاہن ٹھہراؤگے تو بھی الزام کھاؤگے اسواسطے کہ کاہن کا کلام کبھی سچ ہوتا ہے اور کبھی
جھوٹھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین کبھی ہمنے جھوٹھ سنا ہی نہین اور اگر اس کلام کو ہذیان اور محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہوگے تو بھی خفیف اور ذلیل ہوگے اسواسطے کہ مجنون ہمیشہ بیہودہ بکا کرتا ہے
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کونسی علامت جنون کی تمنے پائی ہے جو اس کو مجنون کہوگے اور اس کے
کلام مین تو بالکل نصیحت اور حکمت بھری ہوئی ہے اور اگر اس کلام کو سحر کہوگے اور محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو ساحر کہوگے تو یہہ بھی تمھاری بات بن نہ پڑے گی اسواسطے کہ سحر مین بعضے کلمے مہمل اور بے

معنی ہوتے ہین اور ساحر ہمیشہ اپنے سحر سے دنیا کا نفع چاہتا ہی اور مال کمانا ہی اور یہہ کلام معنوں سے پر ہی اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مال کی اور دنیا کے نفع کی کچھہ پروا بھی نہین ہی پھر ان سب چیزون کو بیان کرنے اور باطل کرنے کے بعد بہت غور اور تامل کیا اور دانتے ہاتھین اپنے دیکھا اور نہایت فکر اور رنج سے غصہ مین آیا آخر کو چپ ہو گے بیٹھہ رہا قریش کے سردارون نے جب اسکا یہہ کلام سُنا اور اسکا یہہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ پھر اب تدبیر اسکی کیا ہی ہم لوگون سے کیا کہین ولید پلید نہایت فخر اور تکبر سے کہنے لگا کہ اصل حقیقت یہہ ہی کہ یہہ بابل کا جادو ہی جو محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کسی صحیح سند سے پہنچا ہی اور یہہ بابل کا جادو اور جادو نکے سوائے ہی اور اسکے جادو ہونے پر بڑی قوی دلیل یہہ ہی کہ جو محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملتا ہی اور انکے کہنے کو سنتا ہی وہ اپنے باپ مان جورو اولاد سے بیزار ہو جاتا ہی اور سب کو چھوڑ دیتا ہی اور یہی سحر کی خاصیت ہی کہ جورو خاوند مین اور باپ بیٹے اور مان بیٹی مین جدائی اور تفرقہ ڈالدے جتنے قریش کے سردار تھے اس بات کے سنتے ہی اس پلید سے بہت شاد اور فرمان ہو سنئے اور اسکی عقل اور دانائی پر تحسین اور آفرین کی کہ خوب ہی بات سوچی تمنے پھر اسیوقت مکہ کے شہر مین منادی کردی کہ آج سے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ساحر کہا کرو شاعر اور کاہن اور مجنون کوئی مت کہو سو اس قصہ سے معلوم ہوا کہ اسنے قرآن کی حقیقت اور اسکے نزول کی کیفیت کو خوب دریافت کیا تھا لیکن باوجود اس دریافت کرنے کے اسکی حقیقت کے باطل کرنے مین کوشش کرتا تھا اور جو لوگ اسسے اس کام کی تدبیر کو پوچھتے تھے ان کو کفر کی تلقین کرتا تھا سو باوجود اس عناد اور دشمنی کے اپنے منعم کے کلام سے اور اسکے رسول سے اسکی زیادتی نعمت اور بخشش کی توقع کسی طرح رکھتا ہی سو جسطرح وہ کفر مین ترقی کرکے اعلی مرتبے کفر کو پہنچا ہی یعنے کفر عناد کو جو ابلیس کا منصب ہی اسیطرح سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا نزدیک ہی کہ دوزخ مین اسکو تکلیف صعود کے اوپر چڑھنے کی دینگے ہم اور صعود نام ہی دوزخ کے پہاڑ کا جو دھکتی آگ سے بنایا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ چڑھائی اسکی پچاس برس کی راہ ہی جو کافر معاند ہی اسکو دوزخ کے موکل زبردستی اوپر اسکے چڑھاوینگے اور اسکی سوزش کا یہہ حال ہی کہ جو ہین کافر اسپر ہاتھہ رکھے گا بس

رکھتے ہی جل کے بھسم ہو جائیگا اور پھر اسیوقت نیا بنے گا اور پھر جلے گا اور اسی طرح ان کے پاؤن کا
حال ہوگا کہ اسپر رکھتے ہی جل جائینگے اور پھر نئے بنے گے اسی تکلیف اور مشقت سے اسکو زنجیرون سے
فرشتے کھینچینگے پھر جب اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے گا تو اسکو اوپر سے نیچے کو ڈہلکا دینگے کہ نیچے آگریگا
پھر اسکو مار مارکے اوپر چڑہا دینگے اور پھر گرا دینگے اور اسی عذاب مین ابدالاباد تک رہے گا اور
اس معاند کافر کو خاص اس قسم کے عذاب مین مبتلا کرنا اس سبب سے ہوگا کہ وہ بھی اپنی فکر کی حرکت
مین درجہ بدرجہ مطالب سے مبادی کو صعود کرتا تھا اور پھر قرب حق سے اپنے تئین پائین مین گراتا تھا اور
اپنی قدیم کی جہل مرکب مین غوطے کھاتا تھا اور حق پر قایم نہ رہتا تھا سو اسطرح کا عذاب اسکے افعالون کے
موافق سزا ہی اور اس اجمال کی تفصیل یہہ ہی اِنَّهٗ فَكَّرَ بے شک اسنے فکر کرنا شروع کیا قرآن مجید کے
حال مین کہ آیا یہہ قرآن حقتعالی کا کلام ہی وَقَدَّرَ اور اپنے ذہن مین جتنی احتمالین اور شقین ہین
سب کو جمع کیا اور اندازہ کیا یعنے کہنے لگا کہ قرآن شریف ان احتمالون سے خالی نہین ہی یا تو شاعر
کا کلام ہی یا ساحر کا کلام ہی یا کاہن کا کلام ہی یا مجنون کا اور ان احتمالون مین حصر کی وجہہ یہہ ہی
کہ یہہ کلام یا کسی بڑے فکر اور خیال والے آدمی کا ہی تو احتمال پہلا ہی یا کسی نادان فاسد خیال والے
آدمی کا ہی تو احتمال چوتھا ہی اور یا یہہ کلام جن کا ہی آدمی کا نہین ہی پھر آئندہ کے حادثون کا علم اگر
آدمی پر القا کرنا منظور ہی تو تیسرا احتمال ہی جسکو کہانت کہتے ہین کہ اگر کسی تاثیر عالم مین حادث
کرنا منظور ہی تو احتمال دوسرا ہی یعنے سحر ہی فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ پھر مارا جائیو اور لعنت ہو جیو
اسپر کیسا بے ربط اندازہ کیا کہ واقعی چیز کو احتمال کے طور پر بھی خاطر مین نہ لایا یعنے یہہ شبہے اور
احتمال تو بھی نہ کہا کہ یہہ کلام کلام الٰہی ہی آدمی اور جن کا کلام نہین ہی سو اس احتمال کو چھوڑنا
انتہا درجے کی عناد پر دلالت کرتا ہی اور اس احتمال کے چھوڑنے کے سبب سے لعنت اور
پھٹکار کا مستحق ہوا ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ پھر لعنت کی جاوے اسپر کیسا برا اندازہ کیا اسواسطے کہ
شقونکے بیان کرنے کے مقام مین اور احتمالات کے بیان شروع کرنے مین جو احتمالات ظاہر الفساد
ہین ان کو ذکر کرنا فکر اور نظر سے صراحتہً خارج ہی اور یہ جتنے احتمال بیان کئے ہین ان سب کا فسا

فساد ظاہر ہی اسواسطے کہ قرآن شریف مین شعر اور جادو کی علامتون سے قافیہ کا التزام تو البتہ پایا جاتا ہے
اور سوائے اسکے کوئی علامت شعر کی اس مین نہین ہی اور تخیلیہ مقدمات سے مرکب بھی نہین ہی بلکہ قافیہ
کا التزام بھی جو اس مین پایا جاتا ہی سو شعر کے قافیہ کے دستور کے خلاف ہی چنانچہ یہہ بات تامل
اور غور کرنے سے معلوم ہوتی ہی پھر جو علامتین نہین ہین ان کی طرف خیال نہ کرنا اور ایک علامت
جو فی الجملہ پائی جاتی ہی اسی کو پکڑ لینا اور اسی احتمال کو ترجیح دینا یا کمال غفلت سے ہی یا کمال عناد سے
اور سحر کی علامتون سے اس کلام الہی مین ایک تاثیر تو انتہا درجے کی پائی جاتی ہی اور سوائے اسکے
جتنی علامتین سحر کی ہین ان کا لگاؤ بھی اس مین نہین پایا جاتا ہی چنانچہ شیطانون کے نام لینا اور انسے مدد
چاہنا اور ان کی التجا کرنا جو سحر کے لوازمات سے ہی اسکی بو بھی اس کلام مین نہین ہی اور مہمل اور بے ربط
لفظون سے یہہ کلام پاک بالکل بری ہی سو فقط تاثیر کے لحاظ سے اس کلام اعجاز نظام کو سحر کہنا وہی مثل
ہوئی کہ جو سفید ہی سو کپڑا ہی اور جو گول ہی سو طشت ہی بلکہ یہہ کلام پاک تو شیطانونکی برائی اور سحر کی
مذمت اور شیطانون کی ہمسائگی اور ان کی اتباع اور پیروی سے اپنے تئین بچائے رکھنے مین پر ہی
اسکو سحر نہ کہیگا مگر معاند اور کہانت کی علامتون سے اس کلام پاک مین غیب سے خبر دینا تو البتہ
پایا جاتا ہی لیکن کاہن جزئیہ سفلیہ معارف سے خبر دیتا ہی اور یہہ کلام اعجاز نظام کلیہ الٰہیہ علویہ معارف کا
نشان بتلاتا ہی اور گذری امتون کے قصے اور حشر اور نشر اور معاد کے واقعون اور احوالون کو بیان
کرتا ہی اس کلام کو کہانت کی تہمت لگانا وہی زرباف اور بوریا باف کی حکایت ہی اور مجنونون کے
ہذیان کی علامتون سے اس کلام پاک مین وے امورات جو عقل سے دور ہین البتہ پائے جاتے ہین لیکن اس کلام
مین ان امورون کو جو عقل مین نہین آتے ہین واضح دلیلون اور قوی برہانون سے ثابت بھی کیا ہی اور طرح طرح
توضیح کی ہی اور ایسی ایسی تمثیلین اس کی بیان کین ہین کہ وہ استبعاد اور عقل مین نہ آنا بیخ اور بنیاد سے اکھڑ گیا ہی
پھر بھی اس کلام پاک کو مجنونونکا کلام کہنا گل کو خار اور یار کو اغیار جاننا ہی سو ایسے احتمالون کے ذکر کرنے سے
جن کا بطلان صراحۃً ظاہر ہی پھر دوسری مرتبے لعنت کا مستحق ہوا اور سوائے اسکے اسنے اسقدر پر بھی
اکتفا نہ کیا بلکہ ثُمَّ نَظَرَ پھر دیکھا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے حال مین کہ ان احتمالون کے لوازمات انمین

پائے جاتے ہین جیسے یہہ کلام شعر ہی تو چاہئے کہ پیغمبر صلّے اللہ علیہ وسلّم عروض اور قافیہ اور شعر کی موزونی کو سیکھے ہووین اور شعر کہنے کی مشق کی ہوا ور اس فن کے ماہرون کے پاس برسون آمد ورفت رکھی ہو اور ان کی شاگردی کی ہوا ور اگر سحر ہی تو چاہئے کہ ساحرونکی صحبت مین رہے ہون اور جن اور شیطانونکی تسخیر کے عملون کو انسے سیکھا ہوا ور اگر کہانت ہی تو چاہیئے کہ بت خانون مین اور دوسری شیطانی مجلسون مین آپ نے برسون آمد ورفت کی ہوا ور عام اور خاص کے سوالون کے جواب دیتے رہے ہوا ور آپکی خبرین کبھی جھوٹی کبھی سچی ہوتی رہی ہون جسطرح کاہنون کی عادت ہی اور اگر ہذیان جنون کا ہی تو چاہئے کہ سوداوی خلط کا غلبہ اور نادانی اور بے تمیزی اور خبط اور مختلط کلام آپ مین پائے جاتے ہون ثُمَّ عَبَسَ پھر منہہ کو بگاڑا اپنے اور تیور چڑہائے اسسبب سے کہ ان لوازمات سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مبارک مین کوئی بات نہ پائی گئی تاکہ اس احتمال کو مقرر کرکے ترجیح دیوے وَبَسَرَ اور چین بر جبین ہوا کہ مجھہ کو احتمال متروک اختیار کرنا پڑا یعنے اب یہہ کہنا پڑا کہ یہہ کلام حق تعالیٰ کا کلام ہی اور فرشتے کے واسطے سے پہنچا ہی اور یہہ بات اپنے اور اپنی قوم کے مذہب کے خلاف ہی اور جو احتمال والی شقون کے لوازمات کے اثبات سے ناامیدی اور شق متروک کے اختیار کرنے کا رنج ایک ہی زمانے مین تھا اسواسطے ثم کے کلمہ کو عبس اور بسر کے درمیان مین نلائے بلکہ واؤ کو لائے تاکہ اجتماع پر دلالت کرے ثُمَّ اَدْبَرَ پھر پیٹھہ دی اور پھرا اس شق سے جو واقعی اور حق تھی اور اپنی عروجی کی حرکت سے نزول کیا اور انہین احتمالون سے جو اسکے ذہن مین جمے ہوئے تھے اور پہلے انکو باطل کرچکا تھا ایک کو ان مین سے عناد اور تعنت کی راہ سے اختیار کرلیا اور رجعت قہقری کی یعنے الٹا پھرا وَاسْتَكْبَرَ اور تکبر کیا اس سے کہ کوئی مجھکو اس شق کی طرف رجوع کرنے سے طعن اور تشنیع کرے گا اور یہہ کہیگا کہ اپنی باطل کی ہوئی شق کیطرف پھرنا مناظرے والونکے نزدیک بہت معیوب بات ہی سو تم کیون اس کی طرف پھرے اسواسطے کہ مین کسی کی پروا نہین رکھتا ہون یا اسّے مراد یہہ ہی کہ تکبر کیا شق حق کے اختیار کرنے سے باوجود متعین ہونے کے گویا کہ اسکے نفس نے تکبر کے سبب سے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ اس شق کو اختیار کرے اور اقرار کرے اس بات کا نہ مین اتنی مدّت درانہ خطا پر تھا بلکہ یہہ بھی نہ کیا کہ اس باطل احتمال کو تردد کے مقام مین

ذکر کرے اور یہہ کہے کہ ابتک یہہ احتمال اور یہہ شق بالکل میرے دل سے زایل نہین ہوا ہی اسکے ابطال کا
مجھکو درغدغہ ہی بلکہ اس باطل احتمال مین حصر کا دعویٰ کر بیٹھا اور حق کے احتمال کے واسطے تصور کی بھی گنجایش
نچھوڑی فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ پھر بولا نہین ہی یہہ کلام مگر جادو نقل کیا گیا بابل سے یا عجم
سے یا دوسرے پہلے ساحرون سے اور یہہ قید اسواسطے بڑھائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھکے
اس کی بات کے کوئی جھوٹھلا نہ ڈالے اسواسطے کہ آپ کا حال ساحرون کے مخالف تھا پھر نتیجہ نکالنے کیوقت
بھی حق احتمال کی مطلق نفی کردی اور کہا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ نہین ہی یہہ کلام مگر کہا ہوا آدمی کا
کاشکے یون کہتا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ اَوْ كَلَامٌ اِلٰهِيٌّ یعنے نہین ہی یہہ کلام مگر جادو یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے
تو کچھ بھی بوجھنے بوجھانے کی راہ کھلی رہتی اور اسکو بھی دوسری مرتبہ غور اور تامل کرنے مین جو شق کہ حق
ہی اسکی ترجیح ممکن ہوتی اور جو اسنے اس پانچوین شق سے جو حق اور واقع ہی اسطرح کا انکار اور
تکبر کیا تو اعراض اور استکبار کی جزا مین بالضرور سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ قریب ہی کہ داخل کرینگے ہم
اسکو دوزخ مین جسکا نام سقر ہی اور یہہ دوزخ کا پانچوان طبقہ ہی اور حق تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مظہر
اتم ہی اور غضب الٰہی کی عظمت کے آثار جو اس طبقے مین ظہور کئے ہین کسی بشر کو اس کا حال معلوم نہین ہی
وَمَآ اَدْرٰىكَ اور کیا جانا تمنے اگرچہ تمام مخلوقات سے مظاہر الٰہیہ کے جمالیہ ہون یا جلالیہ تم اعلم ہو کہ
مَا سَقَرُ کیا ہی سقر انتہا اسکی تعریف اور توصیف مین جو کہہ سکتے ہین وہ اسقدر ہی کہ لَا تُبْقِيْ ہرگز باقی
نہین رکھتی کسیکو جو اس مین ڈالا جاتا ہی یہان تک کہ اسکو بالکل نیست اور نابود کر دیتی ہی وَلَا تَذَرُ
اور نہین چھوڑتی اسکو جلانے کے بعد بھی بلکہ پھر اسکو درست کرتی ہی اور پھر جلاتی ہی ابد الاباد تک یعنے
ہمیشہ یہی کام اس کا ہی جسطرح یہہ معاند یعنے ولید پلید شق باطل کو نہ ثابت کر سکتا تھا اور نہ اسکو چھوڑتا
تھا اور اس سقر مین ایک صفت دوسری بھی ہی کہ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ جلانیوالی اور تعرض کرنے والی
ہی فقط آدمیون کو نہ موکل فرشتون کو اور نہ وہان کے سانپ بچھوؤنکو اور نہ مکھی اور کلنی کو اور نہ پہاڑ کے
درخت کو بلکہ انسے کچھ بھی تعرض نہ کرے گی اگر ان چیزون کو بھی جلا دیتی تو ان چیزونکے عذاب سے آدمیون کو نجات
ہوتی اور تھوڑی تخفیف عذاب مین ہو جاتی اور لَوَّاحَةٌ کی لفظ ماخوذ ہی عرب کے قول سے یعنے

لاحۃ العطش سے یہہ اسوقت بولتے ہین جب اندر جل جاوے اور منہہ سیاہ ہو جاوے اور بعضے مفسرون
نے اسجگہہ پر بشر کی جمع بشرہ کی کہا ہے جو ظاہر بدن کے پوست کے معنون مین ہے لیکن لاتبقی و لاتذر کے بعد
جلانے اور جلانے کے سیاہ کردینے کا ذکر مناسب نہین ہے اسواسطے کہ قوی تاثیر کے بعد ضعیف تاثیر کو ذکر کرنا
بلاغت کے آئین سے دور ہے اور قرآن شریف مین بشر کے لفظ کو بشرہ کی جمع مین کہین مستعمل بھی نہین ہوئی ہے نہ یہان
نہ دوسری سورتون مین پھر اسی لفظ کو غریب معنون مین مستعمل کرنا بہتر نہین ہے اور ان عذابون کے سوائے
ایک عذاب مستقر دوزخ مین دوسرا ہے سب سے زیادہ یعنے دوزخ کے موکلون کی تعدی اور زبردستی
کہ آگ کی گرزون سے مارینگے اور آگ کی زنجیرون اور طوقون سے ان کو جکڑینگے اور کبھی گھسیٹین گے اور کبھی
ڈھکیلین گے اور اپنی دہشتناک شکلین دکھلا کے انکا دم ناک مین کرینگے اور ہر وقت اور ہر لمحہ موتکا مزا
چکاوینگے اسواسطے کہ عَلَیْہَا اس دوزخ پر داروغہ مقرر ہین تِسْعَۃَ عَشَرَ انیس شخص فرشتون سے اور حدیث شریف مین آیا ہے
کہ ان فرشتون کی آنکھین برق کیطرح چمکتی ہونگی اور ان کی آواز تند رعد کی سی ہوگی اور انکے دانت بارہ
سینگہ کے سینگہ کیطرح کے اور انکے بال اسقدر دراز ہونگے کہ دامن کیطرح زمین پر گھسیٹتے ہونگے آگ کے شعلے
فوارے کی طرح ان کے منہہ سے نکلتے ہونگے ایک کاندھے سے انکے دوسرے کاندھے تک ایک سال کی مسافت
ہوگی ہتھیلی ان کی اس قدر دراز ہوگی کہ ستر ہزار آدمیون کو ایک مرتبے مٹھی مین لیکر جہان چاہین وہان پھینک دیوین
مہربانی اور نرمی ان کے دل سے نکال ڈالی گئی ہے اور ان فرشتون کے انیس ہونیکی وجہہ یہہ ہے کہ دوزخ غضب
الہی کے ظہور کا محل ہے سو جسطرح رحمت الہی کسی امر کے سرانجام پر جسوقت کہ متوجہ ہوتی ہے تو تمام مخلوقات
کی روحانیات اس رحمت الہی کے کارخانے کو سرانجام دینے کے واسطے خادم ہوجاتی ہین تا کہ مشیت اور
خواہش الہی خلعت ظہور کی پہن کے جلوہ گر ہووے چنانچہ اسی مضمون کو اسی قطعہ مین بیان کیا ہے **قطعہ**

ابر و باد و فلک و شمس و قمر کام مین ہین ۔ کہ تو روٹی کو جو پیدا کرے غفلت سے نہ کھائے
ہینگے سرگشتہ و محکوم یہ سب تیرے لئے ۔ منصفی یہہ نہین جو حکم سے تو یون پھر جائے

اسیطرح جب غضب اور قہر الہی کسی
کام کے جاری کرنے مین متوجہہ ہوتا ہے تو بھی تمام مخلوقات کی روحانیات کو اس خدمت کے سرانجام سے
چارہ نہین سو غضب الہی کے کارخانے کو جو دوزخ ہے کئی فرشتون کا ہونا اسکے سرانجام کیواسطے ضروری ہوا

سو پہلا فرشتہ وہ ہے جو عرش مجید کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے اور اُس کا نام مالک ہے کہ تمام عمر اسکو
ہنسی نہین آئی بلکہ اسکے چہرے پر خوشی کے آثار ہرگز کبھی معلوم نہین ہوئے اور یہہ فرشتہ دوزخ مین بادشاہوں
کے قایم مقام ہے اور دوسرے سب فرشتے اسکے محکوم اور تابعدار ہین حکم کرنے کی خدمت اس کو سپرد ہے
اور دوسرا فرشتہ وہ ہے جو کرسی کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخ کے طبقون پر لوگون کو تقسیم
کرنا اور عذاب کا اندازہ ہر ایک کیواسطے مقرر کرنا اس کا منصب ہے اور یہہ مالک کے دیوان اور دفتر دار
کے قایم مقام ہے اور تیسرا فرشتہ وہ ہے کہ ساتوین آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو زحل کا
مکان ہے اور دوزخیون کے بدنون کو محفوظ رکھنا تاکہ دوزخکے عذاب کے صدمہ سے بالکل نیست نہو جاوین
اور ان بدنون کو ہمیشگی کے وجود کا مستعد کرنا اور ہر ساعت اور ہر لمحہ نیا چمڑا درست کر دینا اور انکے
جلے ہوئے بدنون کو ہر وقت نیا کر دینا اس کا کام ہے اور وہ مالک کی میر عمارت کے قایم مقام ہے اور
چوتھا فرشتہ وہ ہے کہ چھٹے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو مشتری کا مقام ہے اور دوزخیون
کے آپسمین جھگڑا ڈالدینا اور تابع اور متبوعون کو آپس مین لڑا دینا اور ایک کا دوسرے پر لعنت کرانا یہہ اسکا
کام ہے چنانچہ قرآن شریف مین کئی جگہہ یہہ مضمون مذکور ہے اور وہ مالک کے قاضی کے قایم مقام ہے اور پانچوان
فرشتہ وہ ہے کہ پانچوین آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو مریخ کا مکان ہے اور دوزخیونکو
پکڑنا اور باندھنا اور کھینچنا اور مارنا اور زخمی کرنا اُس کا ذمہ ہے اور وہ مالک کے کوتوال اور جلاد اور میر
عذاب کے قایم مقام ہے اور چھٹا فرشتہ وہ ہے کہ چوتھے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے
جو آفتاب کا مکان ہے اور دوزخیون کے باطل اعتقاد اور بُرے کام کو ظاہر کرنا اور ندامت اور شرمندگی
ان پر ڈالنا تاکہ عذاب روحانی مین گرفتار ہووین یہہ سب اُس کا کام ہے اور وہ اس عالم کے میر تعلیم اور اتالیق
کے قایم مقام ہے اور ساتوان فرشتہ وہ ہے کہ تیسرے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے
جو زہرہ کا مکان ہے اور دوزخیون کو رونا اور پیٹنا اور چلانا اور واویلا کرانا اور زفیر اور شہیق
یاد دلانا اسکا کام ہے اور وہ اس عالم کے رقاصون کے قایم مقام ہے اور آٹھوان فرشتہ وہ ہے
کہ دوسرے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو عطارد کا مکان ہے اور دوزخ والون کے حول

ایک فرقے کے دوسرے فرقے کو پہچانا اور عذاب کی کیفیت ایک کی دوسرے کو سنانا تاکہ خویش اور اقربا
اور دوستون کے دل اس احوال کے سننے سے رنج اور الم اور حسرت مین گرفتار ہووین یہہ سب اسکا کام
ہی اور وہ اس عالم کے جاسوس اور ہرکارے اور قاصدونکے قایم مقام ہی اور نوان فرشتہ وہ
ہی کہ پہلے آسمان کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی جو ماہتاب کا سیرگاہ ہی اور دوزخیونکے زخمون پکانا
اور وہ پیپ اور خون اور بدبو اس مین پیدا کرنا اور ان کو پھوڑکے بہانا اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے
جراحونکے قایم مقام ہی اور دسوان فرشتہ وہ ہی جو آگ کے کرہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور
دوزخ مین آگ دہکانا اور چنگاریان اس سے اڑانا اور دوزخیون کے بدنون کو پکانا اس سے متعلق ہی اور
وہ اس عالم کے باورچی کے قایم مقام ہی اور گیارہوان فرشتہ وہ ہی جو ہوا کے کرہ کی روحانیت سے
علاقہ رکھتا ہی اور دھوین کا اٹھانا اور دوزخیونکے مسامون مین پہنچانا اور گرم ہوا زہردار کو بہانا اسکا کام
ہی اور وہ اس عالم کے فراش کے قایم مقام ہی اور بارہوان فرشتہ جو پانی کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی
اور زمہریر کے طبقے کو آراستہ اور درست کرنا اور ٹھنڈک اور کپکپی دوزخیونکے بدنون مین پیدا کرنا اسکا
کام ہی اور وہ اس عالم کی میرسقائی کے قایم مقام ہی اور تیرہوان فرشتہ ہے خاک کی روحانیت سے
علاقہ رکھتا ہی اور دوزخیون کے بدنون اور ہر ہر عضو کو بڑا اور بھاری کرنا چنانچہ کافرون کے ہر ہر دانت
پہاڑ کے برابر اور اسیطرح سے انکے بڑے پہاڑ کے برابر ہوجاینگی تاکہ ہلنا ڈلنا ان پر دشوار ہوجاوے اور اپنے
عضوونکو ملانا سکین اور جو گالی اور برائی منہہ سے بکا کرتے ہین ان کو گرم راکھہ کا سفوف کرکے پھنکانا یہہ سب اسکے
ذمہ پر ہی اور وہ اس عالم کے پہلوانون کے قایم مقام ہی اور چودھوان فرشتہ جو معدنون کی روحانیت سے
علاقہ رکھتا ہی اور طوق اور زنجیرون کا درست کرنا اور دوسرے لوہے کے اسباب تیار کرنا اور ان سب
کو آگ مین ڈال کے تاو دینا اور سونے چاندی کے تختے بنانا اور ان کو بھی تاو دیکر پیشانی اور پیٹھہ اور
پہلو دوزخیون کو داغ دینا یہہ سب اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے لہارون کے قایم مقام ہی
اور پندرہوان فرشتہ جو جھاڑ اور درختون کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور سینڈہا اور دوسرے
خاردار اور کڑوے زہرآلودہ درختون کو اگانا اور ان کو پرورش کرنا تاکہ دوزخیون کے کھانے مین

صرف ہووین یہہ سب اسکا ذمہ ہی اور وہ اس عالم کے کسانون اور کھیتی والون کے قایم مقام ہی اور سولہوان فرشتہ جو حیوانون کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور سانپ اور بچھو اور کلنی اور مکھی اور مچھرونکو دوزخیون پر مسلط کرنا اس کا کام ہی اور وہ اس عالم کے میر شکار کے قایم مقام ہی اور سترھوان فرشتہ کہ لطیفہ طبع کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اسکا مقام جگر ہی اور بھوکھ اور پیاس کی دوزخیون پر شدت کرنا تاکہ اس بلا مین گرفتار ہوکے الجوع الجوع اور العطش العطش پکارین اور سینڈ کھلانا اور گرم کھولتا پانی پلانا اس کا کام ہی اور وہ اس عالم کے طبیب کے قایم مقام ہی اور اٹھارھوان فرشتہ دلکے لطیفہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اس کا محل مضغۂ صنوبری ہی اور دلکو رنج دینے والی کیفیتین جیسی خوف کی زیادتی اور بہت گھبراہت اور شرمندگی دوزخیون پر ڈالنا اس کا کام ہی اور وہ اس عالم کے مرشد اور مشایخ کے قایم مقام ہی اور انیسوان فرشتہ عقل کے لطیفہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اس کا محل دماغ ہی اور اپنی اپنی خطاؤن اور چوکون پر جو علم اور عمل مین کی تھین مطلع اور خبردار ہونا اور امورات حقیہ واقعیہ کو دریافت کرنا اور ان دلیلون کی قوت کو بوجھنا اور اپنے شبہون کے فساد کو دریافت کرنا اور بزرگی اس چیز کی جس کو حقیر جانتے تھے اور حقارت اس چیز کی جس کو بزرگ جانتے تھے بوجھنا یہ سب چیزین اسکی تعلیم سے دوزخیون کو حاصل ہونگی اور وہ اس عالم کے حکیم اور فیلسوف کے قایم مقام ہی اور جو ظاہری اور باطنی عذاب اور قہر الٰہی کا کارخانہ بدون جمع ہونے ان روحانیات کے سرانجام نہین پاسکتا ہی اس سبب سے ان سب کا جمع ہونا ضرور ہوا لیکن یہہ انیسون شخص اس عالم کے رئیسون کے قایم مقام ہین چنانچہ دنیا مین بھی ہی انیسون شخص رحمت الٰہی کے کارخانے کو سرانجام دیتے ہین سو دوزخ مین ان کے خادم اور تابعدار اسقدر ہین کہ کوئی ان کی گنتی اور شمار کر نہین سکتا جسطرح دنیا مین ان انیسون روحانیت کے لشکر کا شمار محال ہی چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی ✦ ومایعلم جنود ربک الا ھو یعنے اللہ تعالیٰ کے لشکر کی کوئی گنتی نہین جانتا ہی سوائے اسی ذات پاک کے اور بعضے محققین نے یون بیان کیا ہی کہ دوزخ تو مجمع ہی نحوستون اور برائیون کا سو اسمین ہر چیز کی نحوست کا ظہور چاہئے اور عالم مین نحوست کے اسباب انیس چیزون مین منحصر ہین سات ستارے

اور بارہ برج سوا ان انیسون چیزون کی نحوست پہنچانے کے واسطے یہ انیسون فرشتے مقرر ہون گے جسطرح
بہشت کے موکل فرشتے نکوئیان اور برکتین ان انیسون چیزون کی بہشتیون کے واسطے بہشت مین پہنچاوینگے
لیکن جو بہشتیون کے سعادت کے اسباب انہی انیس چیزون مین منحصر نہونگے بلکہ ان کے واسطے ان نکوئیون
اور سعادت کے سوائے حقتعالی کی رحمت مخفیہ کے خزانون سے بہت سی سعادتین ظہور کرین گی اس سبب سے
بہشت کے موکلون کے عدد انہی انیسون مین منحصر نہوئے اور حکمانے یون کہا ہی کہ نفس انسانی کے فساد
کی جزا دوزخ ہی اور نفس انسانی کا فساد دو قوتون مین لاحق ہوتا ہی ایک قوت نظریہ اور دوسری قوت
عملیہ اور اس فساد کے سبب سے نفس انسانی قوائے حیوانیہ اور طبعیہ کو اپنے اپنے محل مین استعمال نہین کرتا ہی
بلکہ دوسرے قوے جنکے واسطے مخلوق ہوئے ہین انکے ضد مین صرف کرتا ہی اس سبب سے جتنی قوتین اسنے ضایع
کی ہین ان ہر ہر قوتون کے مقابل مین ایک ایک فرشتہ پیدا ہوگا تاکہ اس قوت کے ضایع کرنے پر اسکو اس
عذاب مین اسکو گرفتار کرے اور قوائے حیوانیہ بارہ ہین پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی حواس اور
ایک قوت شہویہ اور ایک قوت غضبیہ اور قوائے طبعیہ سات ہین جاذبہ اور ماسکہ اور ہاضمہ اور دافعہ
اور غاذیہ اور نامیہ اور مولدہ لیے سب انیس ہوئین اور فن حساب کے ماہرون نے یون کہا ہی کہ عدد کی دو
قسمین ہین ایک قلیل اور اس کا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہی اور دوسرا کثیر اور اسکا اطلاق دس سے لیے انتہا
تک سوان فرشتون کے شمار مین عدد قلیل کی انتہا کو یعنے نو کو اور عدد کثیر کی ابتدا کو یعنے دس کو ان
دونون کو جمع کیا ہی اور علماء کلام نے یون کہا ہی کہ دوزخ کے دروازے سات ہین انمین سے ایک
دروازہ ایماندار گنہگار اور فاسقون کے واسطے ہی اور اس دروازے پر ایک فرشتہ موکل ہی اسواسطے
کہ فاسقون کی ایک ہی سبب سے تعذیب ہی یعنے عمل کے ترک کرنے سے فقط اور باقی ہر چھہ دروازون
مین تین تین فرشتے مقرر ہین اسواسطے کہ کافرون پر تین سبب سے عذاب ہوگا ایک اعتقاد کے ترک کرنے پر اور دوسرا
اقرار کے ترک کرنے پر اور تیسرا عمل کے ترک کرنے پر اور چھہ کو تین مین ضرب کرو تو اٹھارہ ہوتے ہین اور ایک مل کے انیس ہوئے
اور واعظون نے یون بیان کیا ہی کہ دن کی بارہ ساعتین اور رات کی بارہ ساعتین سب مل کے
چوبیس ہوئین ان مین سے پانچ ساعتین پانچون نماز کی حرمت کے سبب سے معاف ہوگئین رہین انیس جن کو

مرضی الٰہی کی محافظت مین صرف اور ضایع کیا ہی سو ان ہر ایک کے عوض مین ایک ایک فرشتہ مقرر ہوگا تا کہ
ان پر عذاب کرے اور یہہ کلام حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی اور معتبر تفسیرون مین منقول ہی
اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم نے یون کہا ہی کہ اس عدد کی تعیین کا بھید عقل دریافت نہین کر سکتی ہی جس
طرح تمام شرعی توفیقی عدد ہین کہ ان کا بھید بھی سوائے حق تعالی کے کسیکو معلوم نہین ہی جس طرح آسمانون
کے عدد اور زمین کے طبقون کے عدد اور ستارونکے عدد اور ہفتے کے سات دن اور دو سو درم مین نصاب
زکوٰۃ کا ہونا اور کفارون کی تعیین اور نماز کی رکعتین بلکہ نماز کا پانچ وقتون پر ہونا یے سب اسی قسم سے ہین
واللہ اعلم بالصواب اور معتبر تفسیرون مین مروی ہی کہ یہہ آیت جب نازل ہوئی تو ابو جہل ملعون نے تمام
قریش کے مردونکو دار الندوہ مین جمع کیا اور کہا کہ کچھ تمنے سنا فقط انیس پیادون کے بھروسے پر محمّد
صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگون کو قیامت سے خوف دلایا کرتا ہی اور تم لوگ تو اس قدر جماعت کثیر ہو اور
اپنی شجاعت اور بہادری کے برابر کسیکو بھی سمجھتے نہین ہو سو کیا تم لوگونسے اسقدر بھی نہو سکیگا کہ دس دس
آدمی ایک ایک پیادیسے چمٹ جاوین اور اسکو مغلوب اور عاجز کر دین ایک پہلوان ان مین بڑا نامی مشہور
تھا اسکو ابو الاسدین کہا کرتے تھے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ سترہ شخصون کو تنہا مین کفایت کرونگا
باقی رہے دو ان دو لون کا تمہارا ذمہ ہی سو حقتعالی جلشانہ نے ان کی اس مسخری کے جواب مین اس آیت
کو نازل فرمایا کہ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ اور نہین کیا ہی ہمنے دوزخ والون کو یعنے جنکے حوالے مین دوزخ
ہی اور لوگون کو دوزخ مین ڈالنا اور نکالنا انہی کا ذمہ ہی اور صاحب جس طرح ہمنشین کو کہتے ہین اسی
طرح مالک اور متصرف کو بھی کہتے ہین چنانچہ مشہور ہی کہ صاحب گھر کا اور صاحب مجلس کا فلانا شخص ہی اور
اسجگہہ پر صاحب انہی معنون مین مستعمل ہی إِلَّا مَلَائِكَةً مگر فرشتون کو اور فرشتون کا زور اور قوت تم کو
خوب معلوم ہی اسواسطے کہ انہی مین سے ایک فرشتہ وہ ہی جس کا نام عزرائیل ہی یعنے ملک الموت کہ
ہزارون کی جانین ایک لمحے مین قبض کر لیتا ہی اور اسکے مقابلے کی طاقت بڑے بڑے لشکر بلکہ تمام جہان والے
نہین رکھتے ہین اور دوزخ پر فرشتون کو مقرر کرنے کی وجہہ ایک یہہ بھی ہی کہ ہم جنس ہونے کے سبب
سے آدمیون اور جنون پر مہربانی نہ کرین اور ان کے دل رقت اور نرمی نہ کرین جسطرح دنیا کے بادشاہون

کو جب کسی شہر والون کو یا کسی فرقہ کو انتقام اور سزا دینا منظور ہوتا ہی تو اسی شہر اور اس فرقے کے غیر جنس کے حاکم کو ان پر مسلط کرتے ہین تا کہ جنسیت اور مناسبت کیطرف میلان کر کے انتقام مین سستی نہ کرین اور یہہ بھی ہی کہ فرشتون کو اللہ تعالی نے معصوم پیدا کیا ہی گناہ انسے ہو نہین سکتا ہی سو ان کو جن اور انس کے گنہگارون کی سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہی اسواسطے کہ ان سے حکم مین خلاف نہ ہوگا اور اگر جنات یا انسان مین سے جو گنہگار ہین ان کو دوزخیون کی تعذیب کے واسطے مقرر فرماتے تو ان گنہگارونکی سزا ان گنہگارون کو نہ پہنچتی اور اگر ان کو بھی دوزخ مین معذب رکھتے تو ان کی تعذیب کے واسطے دوسرے لوگ مقرر ہوتے پھر یہہ سلسلہ بڑھتا تو تسلسل لازم آتا اور اگر دوزخیون کی تعذیب کے واسطے نیکونکو مقرر کرتے تو باوجود ان کی بیگناہی کے اور خطاؤنکے عفو ہو جانیکے ان کی تعذیب لازم آتی اسواسطے کہ آدمی اور جن کا جسم آگ کی نزدیکی کو ہمیشگی کے طور پر متحمل نہین ہو سکتا ہی اور سوائے اسکے اپنے ہمجنسون اور اپنے قریبون اور دوستونکا عذاب دیکھ کے جسمانی عذاب سے زیادہ تر روحانی عذاب مین گرفتار ہوتے بلکہ ان لوگون سے ہرگز ہو نسکتا کہ اپنے خویش اقربا بھائی بندون کو اس طرح کی سختی اور تکلیف مین گرفتار کرین بلکہ یہہ تکلیف ما لا یطاق ان پر لازم آتی بخلاف فرشتون کے کہ یہہ چیزین انمین پائی ہی نہین جاتی ؛ اور اگر کسی کی خاطر مین یہہ شبہہ گذرے کہ دوزخ کے امورات کی کارپردازی اور سرانجام جب فرشتون کو سپرد ہوا اور اس کام پر فرشتے مقرر ہوئے اور فرشتون کی قوت معلوم ہو چکی کہ ایک فرشتہ تمام جہان کے ہلاک کر دینے کے واسطے کافی ہی پھر انیس فرشتونکو مقرر کرنے کی کیا حاجت تھی تو اس کا جواب ارشاد ہوتا ہی کہ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اور نہین مقرر کی ہمنے گنتی ان فرشتون کی کہ انیس ہین اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مگر واسطے جانچنے اور عذاب کرنے کے کافرون پر جو کفر کی حالت مین مرے ہین تا کہ ہر قسم کے عذاب مین گرفتار ہووین اور اگر ایک یا دو یا تین شخصون کو دوزخ پر مقرر کرتے ہم تو وہ ایک قسم یا دو قسم یا تین قسم کا عذاب کر سکتے سو انیس کا مقرر کرنا اسواسطے ہی کہ انیس قسم کے عذاب کو سرانجام دیوین اور عذاب کی قسمین بھی آنہی انیس مین منحصر ہین چنانچہ انحصار کی وجہہ اوپر گذر چکی ہی تو گویا جتنی عذاب کی قسمین ہین سب دوزخیونکے حق مین ثابت ہو چکی اور فرشتے کی قوت عملون کی کثرت مین از روئے کمیت کے اور عملون کی شدت مین از روئے کیفیت کے اگرچہ وفا کر سکتی ہی یعنے ہزارون مشکل کام

کر سکتا ہے اور ایک فرشتہ جو کام لاکھوں آدمیوں سے نہو سکے کر سکتا ہے لیکن ایک فرشتہ تمام اعمال مختلفہ کی قسموں کو سرانجام نہین دے سکتا ہے بلکہ ایک فرشتہ دو قسم یا تین قسم کا کام بھی سرانجام نہین کر سکتا ہے چنانچہ ملک الموت علیہ السلام ماںکے پیٹکے اندر کے بچے مین جان نہین ڈال سکتے ہین اور حضرت جبرئیل علیہ السلام پانی نہین برسا سکتے ہین اور حضرت میکائیل علیہ السلام وحی نہین لا سکتے ہین جسطرح سے کان دیکھ نہین سکتا ہے اور آنکھ سن نہین سکتی اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہون کر سکتے ہین جیسے کان سے ہو سکتا ہے کہ ہزارون آوازین سن لے اور ماندگی اُسے حاصل نہو اور آنکھ سے ہو سکتا ہے کہ ہزارون رنگ کو دیکھ لے اور عاجز نہ ہو سو اسیطرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیون پر مقرر ہوتا تو اس سے ایک قسم کا عذاب سب دوزخیون کے واسطے ہو سکتا تھا لیکن دوسری قسم کا عذاب جو اُسے متعلق نہین ہے وہ اُسے نہو سکتا اور اسطرح سے ہر ہر قسم کے عذاب مین کافرون کو مبتلا کرنا اور ہر ہر قسم کے عذاب کے واسطے علیحدہ فرشتہ مقرر کرنا لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اسواسطے ہے تاکہ خوب یقین حاصل کرین وے لوگ جو دئے گئے ہین کتاب اسواسطے کہ اہل کتاب کو معاملات الٰہیہ کے بھیدون کی بوجھ اور فرشتونکے افعال اور احوال پر اطلاع اور ان کی قوتون کی دریافت کہ کس کس چیز مین ان کو کمال حاصل ہے اور کس چیز مین نہین ہے اور کامل علی الاطلاق اور قوی اور متین حقیقی سوائے ذات پاک باری تعالیٰ عز اسمہ کے کوئی نہین ہے ان سب چیزون کی خبر ان کو بخوبی حاصل ہے اور یہہ بھی ہے کہ اگر اپنی کتابون مین اس گنتی کو سنا ہے لیکن اس عدد کے منحصر ہونے کی وجہ کو نہین بوجھے ہین تو اس نکتے سے بوجھ لین کہ ان عددون سے عذاب کی سب قسمون کو گھیرنا منظور ہے اور اس بات کے دریافت کرنے سے ان کی خاطر کو تسلی ہو اور اس عقیدے پر پورا اطمینان اُنکو حاصل ہووے اور اس پیغمبرؐ کا اور اس کلام الٰہی کا جو تازہ اترا ہے احسان مانین اور دل اور جان سے اسکو قبول کرین پس لام تعلیل کا جو لِیَسْتَیْقِنَ اور اسکے معطوفات مین پایا جاتا ہے وہ اس کلام سے متعلق ہے جو مانافیہ اور پہلی استثنا سے ذہن مین حاصل ہوا ہے یعنے وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یعنے سوائے اسکے نہین کہ ہمنے کردی گنتی ان فرشتون کی جانچ کافرون کے واسطے تاکہ یقین کرین جو لوگ کتاب دئے گئے ہین وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ

اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا اور تاکہ زیادہ ہوون وے لوگ جو پہلے سے تم پر ایمان لائے ہین اپنے ایمانون مین اور یہہ خوب معلوم کر لین کہ کفر بہت بری چیز ہی ہر قسم کے عذاب مین گرفتاری کا سبب پڑتا ہی اور ایمان مین کمال پیدا کرین اور کفر سے بہت دور رہین وَلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور نہ شک کرین جو لوگ دئے گئے ہین کتاب اور اہل ایمان اس عدد کی تعیین مین اور یہہ بات زبان پر نہ لاوین کہ اگر ایک فرشتہ دوزخیون پر عذاب کر سکتا تھا تو ایک ہی کافی تھا اور اگر ایک سب کے واسطے کافی نتھا تو کروڑون دوزخیون کے مقابلہ مین انیس سے کیا ہو سکتا ہی اسواسطے کہ اس بیان سے انکو معلوم ہو جائیگا کہ انیس کا مقرر کرنا ہر قسم کے عذاب کو گھیر لینے کے واسطے ہی نہ عذاب کئے گیونکے مقابلہ کے واسطے ✦

وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور تاکہ کہین وے لوگ جنکے دلون مین جہل کا روگ بھرا ہوا ہی اور اس جہل کے سبب سے انکا ایمان بھی ضعیف اور بودا ہو گیا ہی وَالْکٰفِرُوْنَ اور کافر بھی کہین جن کے دلونمین ایمان کی بو بھی نہین ہی اور جہل مرکب ان مین مضبوط ہو گئی ہی کہ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا ہی اللہ تعالےٰ نے اس گنتی سے جو کافرونکے عذاب کرنے کے واسطے مقرر کی ہی مثلث مثلاً اسواسطے کہ اگر دوزخیونکا مقابلہ اور انکو مغلوب کرنا ارادہ کیا ہی تو انیس سے بھی کچھ نہین ہو سکتا ہی اور اگر تعذیب کے اسباب کو سرانجام کرنا اور لکڑیان اور کندے آگ مین جلانے کے واسطے جمع کرانے کا ارادہ کیا ہی تو یہہ بھی کام اتنے تھوڑے گنتی کے شخصون سے ہو نسکیگا اور اگر یون ارادہ فرمایا ہی کہ مین اپنی قدرت کاملہ سے ان فرشتون کے ہاتھون سے عذاب کرونگا تو فرشتونکا ہونا اور نہ ہونا دونون برابر ہی اور اگر اسباب ظاہری کی رعایت سے ان کو مقرر فرمایا ہی تو ایک یا دو بھی کافی تھے بقدر ضرورت تھے اور اگر بالفرض عدد ہی معین کرنا منظور تھا تو دوسرے عدد جو مشہور ہین اور معتبر ہین جیسے دس یا بیس کہ یے عدد کے عقود ہین یا پندرہ یا سترہ یا بارہ مقرر فرمانا تھا یے عدد یعنے انیس جنکا کسی جگہہ اور کسی فرقے کے نزدیک اعتبار نہین ہی کسواسطے مقرر فرمائے ہین اور یہہ بھی احتمال ہی کہ مثلاً کی لفظ تمیز واقع ہوئی ہو نسبت ایقاعیہ سے جو اَرَادَ کی طرف مَاذَا کے ہی یعنے کونسے تمثیل ارادہ فرمائی ہی اس عدد سے گو یا یون کہتے ہین کہ ظاہر اس عدد کا تو بالیقین مراد نہین ہی تو معلوم ہوا کہ

اس عدد کا ذکر کسی دوسری چیز کی تمثیل کے واسطے ہی لیکن وہ چیز کیا ہی اسکو بیان کرنا چاہئے تاکہ
ہماری خاطر جمعی ہو جاوے لیکن پہلی توجیہ مین یعنے مثلاً کو جہان فعل محذوف کا مفعول گردانا ہی یعنے مثلاً
کا سو وہان ایک اشارہ بہت ہی لطیف اور پاکیزہ حاصل ہوتا ہی یعنے تمام حق تعالے کے معاملات مین اور
اللہ تعالیٰ کے وقایع عجیبہ مین یہ لوگ یعنے ضعیف الایمان اور کافر اسی قسم کے شکوک اور شبہے پیدا
کرتے رہتے ہین اور بحث اور اعتراض کیا کرتے ہین اور اس واقعہ مین دو فرقون کو یعنے مومنین اور اہل
کتاب کو ہدایت پر ہدایت زیادہ ہوئی اور دو فرقونکو یعنے ضعیف الایمان اور کافرون کو گمراہی پر
گمراہی زیادہ ہوئی سو حق تعالے لوگون کو عبرت اور نصیحت کے طور پر فرماتا ہی کہ كَذٰلِكَ يُضِلُّ
اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۤءُ اسیطرح ہر واقعہ مین گمراہ کرتا ہی اللہ تعالے جسکو چاہتا ہی اس طور سے کہ اس واقعہ
کے بھید سے اسکی نظر کو بند کر دیتا ہی اور اس کے ظاہر ہی پر اس شخص کے فہم کو قاصر رکھتا ہی آخر کو
شک یا تردد مین پڑ جاتا ہی یا اسکی انکار کر بیٹھتا ہی اور اسکے ساتھ مسخری کرنے لگتا ہی اور ضلالت
اور گمراہی کی بھنور مین پڑ کے ہلاک ہوتا ہی وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۤءُ اور راہ دکھلاتا ہی اور مطلب کو پہنچاتا
ہی جسکو چاہتا ہی اسطور سے کہ اسکی نظر کو اس واقعہ کے بھید کو پہنچاتا ہی اور اسکی حقیقت کو وہ
دریافت کر لیتا ہی اس سبب سے اسکا اطمینان اور چین روز بروز بڑھتا جاتا ہی وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ
اِلَّا هُوَ اور نہین جانتا ہی تیرے پروردگار کے لشکر کو کوئی مگر وہی چنانچہ اسکے لشکر وسے بعضے وے
ہین کہ تن تنہا لاکھون کروڑون کو کافی ہین جیسے ملک الموت اور جیسے آفتاب اور ماہتاب دنیا مین روشنی
کے واسطے اور بعضے وے ہین کہ دو دو مل کے کام کرتے ہین جیسے کرام کاتبین اور دو آنکھین اور دو کان
اور بعضے وے ہین کہ تین تین مل کے کام کرتے ہین جیسے موالید ثلثہ یعنے نباتات اور جمادات اور حیوانات
اور بعضے وے ہین کہ چار چار مل کے کام کرتے ہین جیسے عناصر اربعہ اور بعضے پانچ پانچ جیسے حواس خمسہ
اور خمسہ متحیرہ یعنے آفتاب اور ماہتاب کے سوائے پانچون ستارے یعنے زحل اور مشتری اور مریخ
اور زہرہ اور عطارد اور بعضے چھہ چھہ جیسے چھہ طرفین اور بعضے سات سات جیسے ساتون آسمان اور
ساتون ستارے اور بعضے آٹھہ آٹھہ جیسے آٹھہ مزاج اور آٹھہ بہشتین اور علیٰ ہذا القیاس

سوا ایماندار کو مجمل اتنا اعتقاد کرنا ضرور ہے کہ دوزخ کا کارخانہ اللہ تعالی کی حکمت مین بدون جمع ہونے
انیس کے تمام نہین ہوتا ہے اس سبب سے اس عدد کو حقتعالی نے دوزخ کے کارپردازون کے واسطے
مقرر فرمایا ہے اور حقتعالی کے حکمتون کی تفصیل جو ہر قول اور ہر امر مین مرعی اور مقصود ہے بیان کرنے کے لائق
نہین ہے اسواسطے کہ اکثر عوام کے فہم سے باہر ہے اور جو جو غرض کہ قرآن مین دوزخ کے ذکر سے اور پیغمبرونکے
بیان سے منظور ہے وہ اس حکمت کے بیان پر موقوف بھی نہین ہے وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ
اور نہین ہے دوزخ مگر عبرت اور پند آدمیون کے واسطے تاکہ اسکا احوال سنکے غضب اور قہر الہی سے ڈرین
اور اسکی نافرمانی نہ کرین اور اگر کافر یون کہین کہ اس عدد مقرری کی حکمت اگرچہ ہمارے فہم مین نہین آسکتی ہے
لیکن اس عدد کا خلاف حکمت ہونا ظاہر ہے اسواسطے کہ یے عدد بہت قلیل ہین اور عدد قلیل عبرت اور خوف
کے سبب نہین ہوسکتے ہین تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ كَلَّا اس عدد کو ہرگز تھوڑا مت جانو وَالْقَمَرِ
قسم کھاتا ہون مین ماہتاب کی جسکا نور تمام مہینے مین انیس رات خوب معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ آفتاب
سے مجتمع ہونے کے وقت مین اسکا نور ہرگز معلوم نہین ہوتا ہے اور اس اجتماع کے پہلے بھی چار دن
ضعیف النور رہتا ہے چنانچہ دوسرے ستارون مین اور اس مین چندان امتیاز نہین رہتا ہے اور اس
اجتماع کے بعد بھی ہلالیت کے دنون مین کچھ اوپر تین دن اسی طرح کا رہتا ہے باقی رہین انیس راتین کہ اتنی
راتون مین چاند کی روشنی کی کفایت ماسیر کرتی ہے اور تمام جہان کو اپنے نور سے بھر دیتی ہے چنانچہ ہزارون
میوے اسکی تاثیر سے بڑھتے ہین اور ہزارون لاکھون دانے کھیتون مین مغز سے پر ہو جاتے ہین اور دریاؤن
مین اور لگنے والی چیزون مین اور حیوانون کے جسمین اور ان کے خلطون اور دماغون اور گوشتون
اور چربیون مین رطوبتون کی زیادتی اسی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے سو اب یہان انیس عدد
کی تاثیر کو دیکھو کہ کسقدر عظمت اور بزرگی رکھتی ہے جسنے تمام جہان کو آباد کر دیا اور ایسے بڑے کارخانہ
کو سرانجام دے دیا وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جبکہ پیٹھ دیکے بھاگتی ہے آفتاب
کی روشنی قاہرہ کے سبب سے اگرچہ آفتاب اسوقت افق کے نیچے ہوتا ہے اور مخروط ظلی زمین مین اور
قرص آفتاب مین انیس درجے کا فاصلہ ہوتا ہے سو آفتاب کے نور نے اس انیس درجے کے ضمن مین اسقدر

تاثیر قوی کی کہ زمین کے ظلی مخروط کو جو آدھی جہان پر غالب ہو کے متصرف ہوا تھا اپنے ایک ایک پاؤن سے
شکست دی اور بھگا دیا اور تمام جہان کو تاریکی سے خلاصی دیکر روشن کر دیا اور بڑے عمدہ کارخانے نے
سرانجام پایا اور گویا موت کے بعد زندگی کی صورت نمود ہوئی وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ اور قسم کھاتا ہون
صبح کی جسوقت کہ روشن ہوتی ہی اور اپنے نور سے تمام جہان کو منور کر دیتی ہی اور قوت باصرہ کو بیکار
ہو جانے کے بعد پھر کام مین لاتی ہی اور یہہ بھی آفتاب کے نور کی تاثیر کے سبب سے ہی اگرچہ ابتک اُنیس
درجے افق کے نیچے واقع ہی سو ان عمدہ تین کارخانون کے ساتھ جو انیس عدد کی تاثیر سے زمانے
اور مکانین سرانجام کی صورت قبول کرتے ہین ہم دلیل پکڑتے ہین اسپر کہ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ بے
شک دوزخ بھی ایک عمدہ کارخانہ ہی خدا ئی عمدہ کارخانون سے کہ حق تعالے کی عدالت اور انتقام
کا ظہور اسی کارخانے مین ہی سو یہہ کارخانہ بھی اگر انیس فرشتون سے سرانجام پاوے تو کچھ عجب نہین
ہی اسواسطے کہ اس کی قدرت کے بہت سے عمدہ کارخانے اسی عدد سے سرانجام پائے ہین نہایت امر
یہہ ہی کہ دوزخ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ڈرانیوالی ہی آدمیون کے واسطے یعنے آدمی اسکے اوصاف جو سنتے ہین
تو وہ سننا انکے خوف کا سبب پڑتا ہی بخلاف دوسرے کارخانونکے جیسے ماہتاب کے نور کی تاثیر اور رات
کا جانا اور صبح کا آنا انمین سے کوئی چیز انکے خوف کا سبب نہین پڑتی ہی سو اس کارخانے کے خوف کے
سبب سے اس کے حال مین تامل نہین کرتے ہین اور اس کی حقیقت کو دریافت نہین کرتے ہین بلکہ انکار کر بیٹھتے
ہین اور دوسرے کارخانون مین جو تھوڑے نفع کی امید ہی تو اس طرف رغبت سے تامل اور غور کرتے
ہین اور اسکے اسباب کو بھی خوب بوجھتے ہین بلکہ حکمت اور ہیئت کی کتابون مین لکھ چھوڑتے ہین اس سبب سے
ان کارخانون مین تعجب اور انکار نہین کرتے ہین اور ان کارخانون مین اگر کچھ خوف اور ڈر بھی ہوتا ہی
تو خاص بعضے آدمیون کو ہوتا ہی جسطرح چور کہ چاندکی روشنی اور رات کے جانے اور صبح کے آنے سے
خوف کرتے ہین اور چورون کے سوائے کوئی خوف نہین کرتا ہی بخلاف دوزخ کے خوف کے اسواسطے
کہ وہ عام ہی لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ ہر شخص کیواسطے تم مین سے سو جو چاہے آگے بڑھے بہتری
مین یا برائی مین اَوْ يَتَاَخَّرَ یا چاہے پیچھے ہٹے اچھائی مین یا برائی مین اسواسطے کہ برے کام مین آگے

پڑھنے سے دوزخکا خوف لاحق ہوتا ہی وہ اچھے کام مین تاخیر کرنیسے بھی دوزخکا خوف ہوتا ہی اور ہر کار خیر مین آگے بڑھنے والا اور ہر کام بد سے پیچھے ہٹنے والا
بہت کمیاب اور نادر الوجود ہوتا ہی والنادر کالمعدوم مثل مشہور ہی اور اکثر بنی آدم کا حال یہہ ہی کہ
اگر ایک بُرے کام کو چھوڑتے ہین تو دوسرے کو پکڑتے ہین اور اسیطرح اگر ایک نیک کام مین پیش قدمی
کرتے ہین تو دوسرے نیک کام سے تاخیر ہوتی ہی اسی سبب سے دوزخ کا خوف سب کو لاحق ہوتا ہی
یہی سبب ہی کہ دوزخ کی دہر پکڑ قیامت کے دن عام ہوگی اسواسطے کہ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
ہر جان بدلے مین اسکے جو کمایا ہی برائی کے کرنے سے اور نیکی نکرنے سے رَهِيْنَةٌ گرو ہوگی دوزخ مین
اور دوزخ کے موکلون کے ہاتھون مین اور جو حاصل کرنے کے آلات اور اسباب ہر نفس مین انیس چیزین ہین دو
ہاتھ اور دو پانون اور زبان اور دل اور پیشاب اور پاخانے کا مقام اور پیٹ اور پیٹھ اور حواس
خمسہ یعنے باصرہ سامعہ لامسہ ذائقہ شامّہ اور فکر اور عقل اور شہوت اور غضب اسی سبب سے
دوزخ مین انیس فرشتے اس پر عذاب کرین گے اور ایذا پہنچاوینگے اور کوئی شخص ان چیزون کے
استعمال مین بے قصور نہین بچا ہی ہر شخص تقصیروار ہی یا ان چیزون کے غیر محل مین صرف کرنے سے
یا اس محل مین صرف نہ کرنے سے یہی سبب ہی کہ دوزخ کے موکلونسے کسی شخص کو خلاصی بھی متصور نہین ہی
إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ مگر داہنی طرف والے جو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے داہنی طرف
سے نکلے تھے اور دنیا مین بھی سیدھی چال چلے تھے اور موقف مین بھی عرش کے داہنے طرف جدھر بہشت
ہی کھڑے ہوئے تھے اور اسی طرف روانہ بھی ہوئے اور انکے نامۂ اعمال بھی داہنے ہاتھ مین آئے
تھے سو ان لوگون نے تو البتہ اپنے حقوق واجبات کو ادا کر کے اس گروہ سے خلاصی حاصل کی اور آپ
بری الذمہ ہوئے اور دوزخ کے موکلون کے ہاتھ سے نجات پا کے داخل ہوئے فِي جَنَّاتٍ باغون مین
اس سبب سے کہ انکی روحانیت غالب آئی اور ان کو دوزخکے موکلون کے ہاتھ سے چھڑا لائی اور یے
لوگ ان باغون مین اسقدر بیخوف اور فارغ البال اور چین مین ہونگے کہ آپس مین يَتَسَاءَلُونَ
عَنِ الْمُجْرِمِينَ پوچھینگے گنہگارون کے حال سے کہ وے لوگ کہان گئے اور کیا ہوئے جو نظر نہین آتے
ہین گویا ان کو کچھ بھی انکے حال کی خبر نہین ہی کہ وے لوگ کس بلا اور مصیبت مین گرفتار ہین اور جب

سنین گے کہ گنہگارون کو دوزخ مین داخل کیا اور آگ مین جھونکا تب ان گنہگارون کی طرف متوجہ
ہو کے توبیخ سے یا تعجب سے خطاب کرینگے اور پوچھین گے کہ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ کون سی چیز لائی
تم کو دوزخ مین باوجود عقل اور کمال دانائی کے تمسے اتنا نہ ہو سکا کہ دوزخ کی طرف کھینچنے والی چیزونکو
اپنے سے دور کرو یعنے قولے حیوانیہ اور طبعیہ کی خواہشون کو اپنی قوت روحانیت کے زور سے اپنے
سے دفع کرو تا کہ تم کو دوزخ کے موکل فرشتے کہ وے بھی مثل ان قوتون کے ہین کھینچکر دوزخ مین نہ لیجاتے
حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ اصحاب الیمین سے مراد اس آیت مین ایماندارونکے
بچے ہین جو دنیا سے بیگناہ گئے ہین اور دوزخ کے موکلون کی گروہ اور قید مین نہ پڑینگے اور بعضے مفسرین نے
اس قول کی تاکید مین یون کہا ہے کہ یہہ ان کا سوال کرنا یعنے مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ خود ان کے بچے پن پر دلالت
کرتا ہے کہ دوزخ مین داخل ہونے کے سبب کو اتنک نہین پہچانتے ہین اور یہہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے کہ وے بچے جب کافرون کا جواب سنین گے کہ ہم اس سبب سے دوزخ مین پڑے کہ نماز نہین پڑھتے
تھے اور فقیرون مسکینون کو کھانا نہین کھلاتے تھے اور بُرون کی صحبت مین بیٹھتے تھے اور لا یعنے بیہودہ شغل
مین اپنا دن گذارتے تھے اور قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے تب وے بچے کہین گے کہ ہم بھی یہی کام کرتے
تھے لیکن قیامت کا انکار ہم نہین کرتے تھے سو معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کی انکار سے تم اس بلا مین گرفتار ہوئے
حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اگر اصحاب الیمین سے مراد نیک بخت ہین چنانچہ قرآن مجید کا عرف بھی یہی چاہتا ہے
تو یہہ سوال یا تعجب کی راہ سے ہوگا یا توبیخ کی راہ سے اور اس سوال کے جواب مین گنہگار دوزخ سے یون
قَالُوا کہین گے کہ ہمسے علمی اور عملی قوی کو عالم علوی کی طرف جذب کرنا اور کھینچنا نہ ہو سکا اسواسطے
کہ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ نہ تھے ہم نماز پڑھنے والون سے اگرچہ نماز کی فرض رکعتین دن اور رات مین کل
انیس تھین دو فجر کی اور چار ظہر کی اور چار عصر کی اور تین مغرب کی اور چار عشا کی یہ سترہ رکعتین تو
فرض اصلی ہین اور دو رکعتین رات کی نماز سے جس مین طاق کی رعایت کے سبب سے ایک رکعت
اور زیادہ کرکے وتر نام رکھا ہے اس سبب سے بیس ہو گئین سو اگر ہم نماز پڑھنے والون سے ہوتے
تو وے انیس رکعتین آج کے دن ہمارے کام آتین اور ان انیسون دوزخ کے موکلون سے ہم کو خلاص

کرتین اور یہہ بھی ہی کہ دن اور رات کی ساعتین چوبیس ہین ان مین سے پانچ ساعتین نماز کے واسطے
مقرر ہین تاکہ باقی انیس ساعتون کی یے پانچون ساعتین کفارہ ہوجاوین اور جو ہمسے ان پانچون ساعتون
مین نماز ادا نہ ہوئی تو باقی انیس ساعتون کا کفارہ بھی ہمکو حاصل نہ ہوا اسواسطے ہر ساعت کی غفلت کی
عوض مین ایک ایک موکل دوزخ کا ہم پر مسلط ہوا اور یہہ بھی ہی کہ نماز کے ارکان اور شروط سب ملکے
انیس چیزین ہین بدن کی طہارت اور کپڑے کی طہارت اور حدیث اصغر اور اکبر سے طاہر ہونا استقبال
قبلہ کا ستر عورت قیام رکوع سجود قعود تکبیر تحریمہ رفع الیدین کے سات قرأت اذکار کی تسبیح سے
ہو یا تکبیر سے تشہد درود اور دعا حضوری دل کی نیت سلام ہر رکن مین اطمینان کلام اور عمل منافی کو
ترک کرنا داہنے بائین التفات کو ترک کرنا اور جو ہم نے نماز کو ترک کیا تو یے انیس چیزین بھی ہم
سے ترک ہوگئین سو اسی سبب سے انیس موکلون نے ہمکو گرفتار کیا وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ
اور نہ کھانا کھلاتے تھے ہم فقیر محتاج کو اسواسطے کہ اگر ایک وقت بھی پیٹ بھر کے مسکین کو کھانا کھلاتے
ہم تو اسوقت سے انیس ساعت تک خاطر جمعی سے اسکو گذرتی اور حیوانیہ اور طبعیہ انیسون قوتین اسکی
انیس ساعت تک زندہ اور تازہ رہتین اور اگر ان انیسون ساعتون مین ان اپنی انیس قوتون سے
کوئی بہتر کام کرتا تو ہمارے نامہ اعمال مین اسکا ثواب لکھا جاتا اسواسطے کہ ہم ہی اسکے باعث پڑے
تھے اور یہہ بھی ہی کہ پکا کر کھانا کھلانا تب اجر کامل کا باعث ہوتا ہی جب یے انیس چیزین پائی جاتی
ہین ہل جوتنا بیج جھٹکانا سینچنا کھیتی کی محافظت کرنا جانورون سے اور کاٹنا اسکا اور منڈنی کرنا
اور دانے کو بھوسے علیحدہ کرنا اور کہر انکو بچانا اور غلہ کو کھیت سے اٹھا کر آبادی یا گھر مین لانا اور پینا
اور چلنی سے چھاننا آٹے کا اور خمیر کرنا اور پکانا اور نمک ڈالنا اور روٹی کے ساتھ کے واسطے سالن
بہم پہنچانا اور اس کھانے کو اٹھا کے عزت اور حرمت سے مسکین کے سامنے جا رکھنا اور اسکو
پیٹ بھر کے کھانے دینا جلدی نہ کرنا اور پھر عزت اور حرمت سے اس فقیر کو رخصت کرنا اور اسکا
احسان اسکے اوپر نہ رکھنا اور بار بار اسکو یاد بھی نہ کرنا سو اگر ایک فقیر کو بھی اسطرحسے کھانا کھلاتے
ہم تو وے انیس چیزین یہان انیس موکلون سے ہم کو بچاتی اور کام آتین وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ

اور تھے ہم دہنستے بد صحبتون مین ساتھ دہنسنے والون کے اور ان صحبتون مین انیس آفتین اور بہ
برائیان تھین پہلی برائی بیہودہ بکنا جیسے عورتون کے حسن کا ذکر کرنا اور دولتمندون کی عیش اور
بادشاہون کے تکبر اور ان کی شان اور تجمل کے اسباب اور صحابہ کی آپس مین جنگ وجدل
کی گفتگو اور باطل مذہبون کا چرچا اور فاسقون کے فسق کا بیان کرنا دوسری برائی آپس کے
کلام مین نکتہ گیری اور عیب چینی کرنا اور اس کلام کے عیب کو بیان کرنا تیسری برائی تعصب کی
کی راہ سے مذہبون مین اور مذہب کے قولون مین لڑائی جھگڑا اور اپنی سخن پروری کرنا اور
شرلعیت کے حکم سے زیادہ اپنے حقوق کے لینے مین جھگڑا کرنا چوتھی برائی کلام کو وزن اور قافیہ
اور استعارہ اور خوش تقریری سے آراستہ کرنا اور اچھائی کی ہجو اور برائی کی تعریف کے اشعار
پڑھنا اور اس مضمون سے لذت حاصل کرنا پانچوین برائی فحش بکنا جماع یا پیشاب یا پایخانے
کے مقدمےکے ذکر سے یا پردہ نشین عورتونکا نام لے کر چھٹین برائی آپسمین سخت گوئی کرنا جیسے بے حیا احمق
جاہل وغیرہ کسیکو کہنا ساتوین برائی گالی دینا اور کسی کی آبرو لینا آٹھوین برائی لعنت کا استعمال کرنا خصوصًا
غیر مستحق پر نوین برائی ہنسی مسخری کی زیادتی کرنا ہنسی کے انداز سے جو دوسرے کے رنج اور ملال کا
سبب پڑے دسوین برائی تہمت اور بہتان لگانا اور بے گناہ کی طرف برائی کی نسبت کرنا گیارہوین
برائی مسلمانون کے حرکات اور سکنات پر ہنسنا مسخری کی راہ سے اور مسلمانون کے عیب بیان
کرکے دوسرون کو ہنسانا بارہوین برائی وعدہ خلافی کرنا تیرہوین برائی جھوٹھ بکنا پھر اسپر مبالغہ
کرنا چودھوین برائی آدمیون کے چھپے بھیدون کو کھولنا اور لوگون کے چھپے گھر کی باتون کو سبکے بیچ ظاہر کرنا
پندرہوین برائی بد دعا کرنا سولھوین برائی نیت بد کرنا سترہوین برائی ادہر کی ادہر لگانا اٹھارہوین
برائی منہہ پر کسی کی تعریف کرنا انیسوین برائی اپنا اور اپنی قوم کا اور اپنے بزرگون کا فخر
زور شور سے بیان کرنا سو ان انیس آفتون نے ہم کو ان انیس بلاؤن مین ڈالنا یعنے دوزخ
مین انیس موکلون کے ہاتھ مین گرفتار ہوئے وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور تھے ہم جھوٹھلاتے
قیامت کے دن کو اور قیامت مین انیس واقعہ بہت سخت ہین اور کٹھن ہین ان مین چھ وسے ہین

انہین چھ وے ہین جو نفخہ اولی کے بعد واقع ہونگے چنانچہ پہلا واقعہ آسمانکا پھٹنا اور دوسرا زمین کا بھونچال اور تیسرا ستارونکا منتشر ہونا اور بکھر جانا چوتھا چاند سورج کا بے نور ہوجانا پانچوان پہاڑونکا اڑنا چھٹا دریا مین آگ لگ جانا اور تیرہ واقعے وے ہین جو نفخہ ثانی کے بعد واقع ہونگے چنانچہ پہلا مردونکا زندہ ہونا اور دوسرا گروہ گروہ کرکے ان کو محشر کے میدان کی طرف ہانکنا تیسرا آدمیون کا زیادہ ہونا یہان تک کہ سب موقف والون کو گھیر لیگا چوتھا دوزخ اور آفتاب کی گرمی سے لوگون کے بدنون سے پسینے کا دریا بہنا پانچوان سایہ کا کہین نہ ہونا چھٹا موقف مین کھڑا رہنا ساتوان قہر الٰہی کی تجلی کا ظہور آٹھوان سوال حساب کا نوان عملون کو وزن کرنا دسوان نامہ اعمال کو دینا سیدھے ہاتھ مین یا الٹے ہاتھ مین گیارہوان روانہ ہونا موقف سے بہشت یا دوزخ کی طرف بارہوان پلصراط سے گذرنا تیرہوان داخل ہونا جنت مین یا دوزخ مین سو جب ہم نے قیامت کے دن کی انکار کی تو گویا ان انیسون چیزون کی انکار کی ہم نے سو ہر واقعہ کے انکار کی سزا مین ایک دوزخ کا موکل ہمارے پیچھے پڑا اور ہمکو اس بلا مین گرفتار کیا کاشکے ابتداء عمر مین ان چیزون کی انکار کرکے پھر آخر عمر مین توبہ کی ہوتی ہمنے تاکہ اس پہلی انکار پر ہمسے مواخذہ نہ ہوتا لیکن ہم اپنی شامت سے ان برے کامونکو عمر بھر کرتے رہے حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ یہان تک کہ آن پہنچے ہم کو موت پھر موت کے بعد خبردار ہونا اور پچھتانا کچھ ہمارے کام نہ آیا اسواسطے کہ عمل اور توبہ کرنے کا وقت نہ رہا اور حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان لوگون نے نہ اپنی خلاصی کی فکر آپ کی نہ کہین دوسری طرف سے ان کو مدد اور اعانت کی امید باقی رہی فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ پھر نہ نفع کرے گی ان کو شفاعت شفاعت کرنیوالون کی اسواسطے کہ شفاعت کرنے والے یا بدنی عمل ہین یا مالی سو بدنی عملون مین سردار نماز ہے اور مالی عملونمین سردار مسکینون کو کھانا کھلانا ہے پھر جب یے دونون عمل ان کے دشمن ہونگے اور انسے عوض لینے کو مستعد اور تیار ہونگے سفارش کا کیا ذکر ہے اور پھر جب یے سردار کینہ کشی پر مستعد ہونگے تو دوسرے بدنی اور مالی عملون کی کیا طاقت ہے کہ اس مقدمے مین دم مارسکین اور یا شفاعت کرنے والے پیغمبر ہین یا قرآن مجید سو قیامت کی انکار کرنے کے سبب سے جو پیغمبرون اور قرآن مجید کا عمدہ مطلب ہے پیغمبر اور قرآن شریف انکی صورت سے بیزار ہونگے

بیان بیان

بیان اس بات کا کہ ان کو شفاعت نہ ہوگی

پھر ان کی سفارش کرنیکا کیا ذکر ہی اور یا شفاعت کرنے والے اولیا اور علما اور شہدا ہین سو ان لوگون کے بد صحبتون مین بیٹھنے کے سبب سے اور بیہودہ گوئی اور حرام چیزون کے مرتکب ہونے اور لعن اور طعن کرنے اور نیک بختون کے آئین اور وضع سے مخالفت کرنے کے سبب سے اولیا اور علما اور شہدا بھی انسے بیزار اور متنفر ہونگے اسواسطے کہ دنیا مین کبھی ان کی صحبت کی طرف میلان نہ کیا اور ان کی نصیحت کو نہ سنا بلکہ ان کی وضع اور آئین کی مخالفت ہی مین عمر بھر گذرانی سو جب اس قسم کا دن آفت اور مصیبت بھرا ہوا انکے سامنے ہی اور اعانت اور مدد کی کسی سے توقع بھی اس دن ان کو نہین ہی تو ان کو چاہیئے کہ اس دن کی سختیون کی تدبیر پوچھین اور جو شخص ان کو اسدن کی سختیون اور مصیبتون کا علاج بتلاوے تو اس کا احسان مانین اور پند اور نصیحت کی تلاش مین اپنے مقدور بھر سعی اور کوشش کرین فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ پھر کیا ہوا ہی اُن کو جو قرآن شریف کی پند اور نصیحت سے اعتراض کرنے والے ہین اور منھ پھیر نیوالے اور یہہ اعتراض ان کا انتہا درجے کو پہنچا اسواسطے کہ امر خیر سے اعتراض کرنا کبھی بے فہمی اور نادانی کے سبب سے ہوتا ہی جیسا کہ بچے کا اعتراض کرنا علم کی تحصیل سے اور کبھی طبیعت کی نفرت کرنے سے ہوتا ہی اگرچہ اس کی نفع اور مصلحت بوجھتا ہی جسطرح بیمار کا اعتراض کرنا مفید دوا کے کھانے سے اور کبھی وہمی نقصان کے خوف سے ہوتا ہی اگرچہ عقل اسکو یقین نہین کرتی ہی لیکن عقل وہم کی مغلوب ہو جاتی ہی اور اس چیز سے بھاگتی ہی چنانچہ مریض کا خوف کرنا فصد اور پچھنے کے لگانے سے ہلاکت کے خوف سے وہم کے غلبے کے سبب سے سو ان لوگون نے ان تینون قسم کے اعراض کو جمع کیا ہی اس نصیحت اور پند کے نہ سننے کے سبب سے كَأَنَّهُمْ گویا کہ یے نادانی اور حمق اور نفرت طبعی اور خوف وہمی مین قرآن شریف کی پند سے حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ گدھے بھاگے ہوئے ہین بڑے شیر تنو مند قوی ہیکل کے دیکھنے سے اور اسکے نعرہ کی آواز سننے سے کہ ہرگز اپنا پیچھا پھر کے نہین دیکھتے ہین اور کچھ بھی احوال کی تحقیق نہین کرتے ہین بھلگے ہی چلے جاتے ہین اور یہہ انکے اعراض اور بھاگنے کا سبب یہہ ہی کہ ان کا تکبر اور غرور اسبات کو گوارا نہین کرتا ہی کہ دوسرے پر نازل ہوئی پند کو قبول

کرین اور اس سے مستفید اور منتفع ہووین بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ بلکہ چاہتا ہی ہر ہر واحد انکا
اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً یہہ کہ دیا جاوے اللہ تعالی کی طرف سے صحیفے کھلے ہوئے بادشاہونکے
فرمانون کی طرح نہ انکے لپیٹے ہوئے شقون کی طرح اس واسطے کہ لپیٹے ہوئے شقے بادشاہونکے بہت اعتبار
اور شکو یکے قابل نہین ہوتے ہین بخلاف کھلے ہوئے فرمانون کے کہ ایسے فرمان جسکے نام پر صادر ہوتے
ہین تو اسکی عزت اور بزرگی زیادہ ہوتی ہی اور اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہی اور یہہ ان کی درخواست
ایسی ہی جیسے کسان اور گنوار دیہاتی چاہین کہ انکے ہر ایک کے نام پر علیحدہ علیحدہ بادشاہ کا فرمان آوے
اور اسمین کسی صوبہ دار فوجدار کا واسطہ نہووے اور یون کہین کہ جبتک ہمارے ہر ایک کے نام پر جدا جدا
بادشاہی فرمان معتبر ایلچیون کی معرفت سے نہ آوے گا تبتک ہم اس صوبہ دار اور فوجدار کی اطاعت
نہ کرین گے اور اس کی کچہری مین حاضر نہ ہووین گے اور اس کی بات کو ہرگز نہ سنینگے مفسرین نے روایت
کی ہی کہ مکہ معظمہ کے کافر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہم ہرگز تمہاری پیروی نکرین گے اور
تمہاری بات کو نسنین گے جبتک ہمارے ہر ایک کیواسطے ایک ایک فرمان آسمان سے بے تمہارے
واسطےکے نازل نہووے ... صبح کے وقت ہمارے ہر ایک کے سرہانے سے ظاہر ہووے اور اسکے
لفافہ پر سرنامہ کے طور پر لکھا ہووے کہ یہہ فرمان رب العالمین کی طرف سے ہی فلانے شخص فلانے
کے بیٹے کے طرف ۔ اور اس فرمان نامہ مین تمہاری اطاعت اور پیروی کا حکم ہووے تو البتہ ہم قبول کرین اور
پیروی تمہاری کرین سو حقتعالی اس ان کی باطل فرمایش کے رد مین فرماتا ہی کہ كَلَّا ہرگز ایسی خواہش
نہ کرین اور اس مقصد کو مطلب نہ کرین اسواسطے کہ جب کسی بلا اور آفت سے اپنی جان کی خلاصی کی فکر
پڑتی ہی تو اسوقت تکبر اور غرور کچھ کام نہین آتا ہی چنانچہ بیمار قریب المرگ نہین کہتا ہی کہ ہمارا امر تبہ
نہین چاہتا ہی کہ ہم طبیب کی دوا کرین اور طبیب کے کہے پر عمل کرین بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ
بلکہ یے لوگ نہین ڈرتے ہین آخرت سے اور ہرگز یقین نہین کرتے ہین اس بات کا کہ اس عالم مین ان کے
بد فعلون کی سزا انکو ملے گی تا کہ اپنی خلاصی کی فکر کرین اور اسکی تدبیر کسی سے پوچھین اور کسی کی نصیحت سنین
پھر حکم ہوتا ہی کہ اس ان کے کلام مین ایک خلل دوسرا ہی کَلَّآ ہرگز ایسا نہ پوچھین کہ یہہ نازل ہوئی

نصیحت انکے غیر کے واسطے ہی ہی بلکہ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ بے شک یہہ قرآن نصیحت عام ہی کسی ایک کے واسطے مخصوص نہین ہی کہ فقط اسکے واسطے ہو بلکہ جو ڈرے اسی کے واسطے ہی اسواسطے کہ یہہ آدمی کا کلام نہین ہی بلکہ کلام الٰہی ہی اپنے بندون کی ہدایت اور رہنمائی کے واسطے بھیجا ہی حضرت پیغمبر اور حضرت جبرئیل علیہم السّلام اور دوسرے قاری اور استاد بیچ مین واسطہ پڑے ہین سو یہہ قرآن شریف تذکرہ حقیقت کا ہی جسطرح قاضی ایک شہر کا تذکرہ لکھ دیتا ہی پھر جس قاضی پاس لیجاؤ اس زمانے مین یا آگے چل کے وہ اسپر عمل کرے گا فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ سو جو چاہے یاد کرے اس قرآن کو اور اسکے معنون مین غور کرے اور اسپر عمل کرے وَمَا يَذْكُرُوْنَ اور خوب یاد نہین کرتے ہین اس قرآن کو باوجود اسقدر وسعت اور کھلی بوجھ کے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر جس وقت چاہے گا اللہ تعالیٰ حاصل کلام کا یہہ ہی کہ بعضے لوگون سے جب خوب لڑ جھگڑ لین گے اور جنگ اور قتال کر لین گے اور اس قرآن کے امر و نہی کی مخالفت کرنے سے خوب طرح سے خرابی اور ذلت حاصل ہوئیگی اور کنبہ اور قبیلہ قتل ہوئے گا اور مال اور عزت کا نقصان قرار واقعی اس نعمت عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ کی انکار اور کفران کی شامت سے ہوئے گا تب اس نعمت کی قدر جانین گے اور اس کو یاد کرین گے اور اس کے پند اور نصائح پر عمل کرین گے اور اس سے نفع حاصل کرین گے لیکن وہ ایسا غفور الرّحیم ہی کہ اس وقت بھی اُن کے اقرار کو اور اس قرآن کی نصیحت پر چلنے کو اُن سے قبول کرے گا اور ان کو ہدایت کرے گا اور اُنکے پچھلے گناہ معاف کرے گا اسواسطے کہ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ وہ اللہ تعالیٰ لایق تقوی کے ہی اُسیسے تقوی کرنا چاہئے اور وہی آمرزش اور کرم کے لایق ہی یعنے آدمی کتنے ہی گناہ کرے اور عمر بھر حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور اسکی خلاف مرضی چلے لیکن جب تقوی کی راہ چلے گا اور اس سے ڈریگا تو وہ اسکے سب گناہ بخشدیگا اور اس کی رجوع کو قبول کرے گا اور یہہ اسکی نہایت لطف اور رحمت کا سبب ہی انس بن مالک اپنے خادم خاص اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہی کہ آپ نے حضرت رب العزت تعالیٰ شانہ وجل سلطانہ سے اس مقام پر حاشیہ منہیہ کیطور پر ایک عبارت اس آیت کی تلاوت کے بعد نقل فرمائی

ہی اسکے الفاظ یہ ہین قال ربکم عز وجل انا اہل ان اتقی فلا یشرک بی شیٔ فاذا اتقانی العبد فانا اہل ان اغفر لہ یعنے مین قابل اسکے ہون کہ مجھسے ڈرے بندہ اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام مین شریک مقرر نہ کرے اور جب بندہ مجھسے ڈرا اور شرک سے پاک ہوا تو مین قابل اور سزاوار اسبات کے ہون کہ اسکے گناہون کو مین بخش دون اور حاصل اس منہیہ کا دفع دو دخل مقدر کا ہی جو سننے والے کی خاطر مین گذرتے ہین اول کا مضمون یہہ ہی کہ قابل تقوی کے وہ شخص ہی جس کا غضب اور دبدبہ غالب ہو اور قابل مغفرت کے وہ شخص ہی کہ رحمت اور لطف اسکا غالب ہو سو ان دونون صفتون کا جمع ہونا اگر ہر بندے کی نسبت سے خیال کیجئے تو اجتماع ضدین کا لازم آتا ہی اور اگر سب بندون کی نسبت سے ہی یعنے ایک جماعت سے تقوی طلب کرتے ہین اور غضب اور دبدبہ اپنا دکھلاتے ہین اور ایک جماعت سے عفو اور بخشش کا معاملہ کرتے ہین اور اسکے گناہ اور اسکی برائیان معاف کرتے ہین تو یہہ بات یا خلاف حکمت کے ہوگی یا خلاف عدل اور انصاف کے اور یہہ معاملہ جزا کا جزافی ہو جائے گا اسواسطے کہ ایک قاعدے پر نہ رہا سو اس منہیہ مبارکہ سے اس پہلے دخل کا جواب ایسا بوجھا گیا ہی کہ ہر بندے کی نسبت سے ایک ہی معاملہ ہی اسطور سے کہ پہلے اس سے تقوی طلب کرتے ہین اور جب اسنے تقوی پر کمر باندھی اور جو سب گناہون مین بڑہ کے ہی یعنے شرک اسے چھوڑا اور حقتعالی کے حکمون کی فرمانبرداری اور منا ہی سے دوری کو اختیار کیا اور دل اور جان سے اسپر مستعد ہوا تب اسکے ساتھ لطف اور کرم کا معاملہ کرتے ہین پھر اسکی تقصیرون سے درگذرتے ہین اور اسکے گناہون کو معاف فرماتے ہین اور بندونکا مختلف ہونا مغفرت کے استحقاق اور عدم استحقاق مین مغفرت کی شرط تحصیل کرنے کے اختلاف سے ہی اور وہ شرط تقوی پر مستعد ہونا اور شرک سے بچنا ہی تو یہہ معاملہ جزافی نہوا اور حکمت اور عدالت کے مخالف بھی نہ ہوا اور دوسرے دخل کا مضمون یہہ ہی کہ جب ایک شخص نے تقوی کیا تو مغفرت کی احتیاج اس کو نہ رہی اسواسطے کہ تقوی اسی کا نام ہی کہ گناہ سے بچا رہے اور اسکے امر کو بجا لاوے اور اگر اس نے تقوی نہ کیا تو اسکو مغفرت کا مژدہ دینا گویا گناہ پر دلیر کرنا ہی اور وہ مغفرت

کے لایق بھی نہ رہا اور اس دوسرے دخل کا جواب بھی اسی ملہم مبارکہ سے ایسا بوجھا گیا کہ تقوے کے مرتبے بہت متفاوت ہین اصل تقوے کا جو شرط اور مدار مغفرت کا ہی وہ اسی قدر ہی کہ شرک اور کفر سے بچا رہے اور اسکے اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے اجتناب کا قصد مصمم کرے اگرچہ بہت سی تقصیرون مین مغفرت کی احتیاج اسکو ہنوز باقی ہی واللہ اعلم باسرار کلامہ

سورۃ القیمۃ

یہہ سورت مکی ہی اسمین چالیس آیتین اور ایک سو ننانوے کلمے اور چھہ سو دو حرف ہین اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورہ مدثر سے یہہ ہی کہ سورہ مدثر مین قیامت کے ظاہری واقعہ کی ابتدا مذکور ہی یعنے صور کا پھونکنا چنانچہ حقتعالی فرماتا ہی فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ اور اس کی انتہا بھی مذکور ہی یعنے تساءلون صلیہم سقر اور كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ اور اس سورت مین قیامت کے باطنی واقعہ کی ابتدا مذکور ہی جو عقل اور روح کو متحیر کردے گا چنانچہ حقتعالی فرماتا ہی فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور اسکی انتہا بھی مذکور ہی یعنے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ پس وہ سورت قیامت کے ظاہر کے بیان مین ہی اور یہہ سورت قیامت کے باطن کے بیان مین اور یہہ بھی ہی کہ قیامت کے واقعون سے اس سورت مین جو اوّل مذکور ہی وہ نقر ناقور ہی یعنے آواز نقارے کی جو اوّل کان پر آوے گی پھر کان سے دل پر رنج پہنچاوے گی اور متحیر کردے گی اور اس سورت مین قیامت کے واقعون سے جو اوّل مذکور ہی وہ برق بصر ہے جو اوّل آنکھہ پر آویگا پھر آنکھہ سے دل پر پہنچے دل کو گھبراہٹ کے بھنور مین ڈال دے گا اور ظاہر کی تقدیم باطن پر اور کان کی تقدیم آنکھہ پر اس کلام اعجاز

نظام مین جابجا رعایت کی گئی اور منظور ہے اور یہہ بھی ہے کہ قیامت کے دن پہلے صور کی آواز تمام عالم کو زیر وزبر کر ڈالے گی پھر اسکے بعد نور الٰہی کی قہری تجلی گنہگارون سے بدلا لینے اور نیکون پر انعام کرنے کے واسطے ظہور کرے گی تو وقوع کے اعتبار سے بھی اس سورت کے مضمون کو اس سورت کے مضمون پر تقدیم حاصل ہے اور باوجود اسکے کلام کی روشن اور مستعمل لفظین دونون سورتون کی بھی آپسمین مشابہت رکھتی ہین چنانچہ اس سورت مین ایک کافر کے حق مین دنیا مین فرمایا ہے کہ عَبَسَ وَبَسَرَ اور اس سورت مین کافرونکے حق مین قیامت کے حالمین ارشاد ہوتا ہے وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تو گویا ترش روئی اور تیوری چڑھانا اس جہان کا اس جہان کی ترش روئی اور تیوری چڑھانے کی جو قرآن کی آیتون کو سنکے منہ بنایا کرتے تھے اور اس سورت مین فرمایا ہے بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَى صُحُفًا مُنَشَّرَةً اور اس سورت مین فرمایا ہے بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ اور اس سورت مین کافرون کو حسرت کرنا قیامت کے دن ایمان کے ترک کرنے پر اور نیک عملون کے ترک کرنے پر جیسے نماز اور روزہ ہے اس عبادت سے مذکور ہے کہ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ اور اس سورت مین کافرون کو ضرر پہنچنا موت کے بعد ایمان اور نیک عمل کے ترک کرنیکے سبب سے اس عبارت سے مذکور ہے کہ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّى وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى اور اس سورت مین کافر کی لعنت اس تکرار اور اس عبارت سے مذکور ہے کہ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ اور اس سورت مین وہی معنی اس تکرار اور اس عبارت سے ارشاد ہوئے ہین کہ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ اور اس سورت مین لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ فرمایا ہے اور اس سورت مین يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ اور اسکے بہت سی مناسبتین لفظی اور معنوی ان دونو سورتون مین پائی جاتی ہین اگر تھوڑا بھی تامل اور فکر اس مین کیا جاوے تو معلوم ہو جاوے اور کیا اللہ تعالیٰ کی عنایت اور احسان تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جو اسطرح کی عقل اور دانائی اور سمجھ انکو عنایت ہوئی تھی کہ ان سب مناسبتون کو ترتیب کے وقت پہلی ہی نظر مین دریافت کر لیا کیا اچھا علم تھا اور کیا خوب سمجھ تھی انکی اور اس سورت کا نام سورۂ قیامت ہونے کی وجہ یہہ ہے کہ اس سورت مین قیامت کے آنیکو

ایسی واضح دلیلون سے بیان فرمایا ہی جسکا بوجھنا بہت آسان ہی اور ہر شخص کو عام ہو یا
خاص جب اپنے دلکی طرف رجوع اور اندک فکر اور تامل کرے تو یہہ بات اسکی سمجھ مین آسکتی ہی
اور اس اجمال کی تفصیل یہہ ہی کہ آدمی کا معمول ایسا ہی کہ جب کسیکام کرنے کا ارادہ اسکے دل مین آیا
اور اس کا شوق پیدا ہوا اور رغبت صادق اسکے واسطے پائی گئی اور اسکو اچھا جانکے اسنے کرنا
شروع کیا پھر اسوقت اسکو کتنا ہی سمجھاؤ اور اسکے انجام کی قباحتین بیان کرو کہ اس قسم کی برائیان اسکے
پیچھے لگی ہوئی ہین لیکن وہ شخص ہرگز نہین سمجھتا ہی اور ایسا اسمین ڈوب جاتا ہی کہ اسکا آگا پیچھا
بایان داہنا کچھ بھی نہین دیکھتا ہی سب طرف سے اندھا ہوکے اسمین مشغول ہوتا ہی پھر یکایک
جب اس کی برائی پر مطلع ہوا اور اس کام کے نقصان اور ضرر اسکے سامنے آئے اور
ہر طرف سے اسکی برائیون نے آگھیرا تو اس وقت ایسی ایذا اسکو ہوتی ہی اور ایسا رنج اسکو
پہنچتا ہی کہ گویا روحانی قیامت اسپر قایم ہوتی ہی پھر اپنے تئین آپ لعنت ملامت کرنے لگتا
ہی اور اپنے ہاتھہ پانون آنکھہ ناک کان پر غصہ کرنے لگتا ہی خصوصًا وے اعضا جنسے وہ کام
کیا تھا ان کا خود دشمن بن جاتا ہی اور چاہتا ہی کہ مین ان اپنے اعضا کو سزا دون اور
یون کہنے لگتا ہی کہ کیا کرون آنکھہ کو پھوڑ ڈالون اور ہاتھہ کو کاٹ ڈالون کچھہ بن نہین پڑتی ہی
اور اس اپنے کمبخت دل کو کیا کرون جسنے ایسی حرکت کروائے مجھہ کو اس مصیبت مین پھنسایا
سو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے کام خود آدمی کو فریب دیتے ہین اور کبھی برے کام اپنے کو
اچھا کرکے دکھلاتے ہین اور کبھی اچھے کام ایسی بری شکل سے اسکے سامنے نمودار ہوتے ہین کہ وہ
ان کی صورت سے بھاگتا ہی اور قیامت کے معنے بھی یہی ہین کہ اچھے اور برے عمل اپنی اپنی حقیقی
صورت پر سامنے آکے اپنا بدلا اور انتقام لینگے اور جزا کے واسطے سب اعضا اور آلات کا
پھر بنا کر حاضر کرنا ضروری ہوا اور اعضا کے واسطے پھر بدن کا بنانا بھی ضروری ہوا اور بدن کیواسطے
روح کا داخل کرنا بھی ضروری ہوا فرق اتنا ہی کہ دنیا مین آدمی لعنت ملامت اور ندامت
اپنے دل مین جو پاتا ہی سو ایک ایک کام پر ہوتی ہی اور مرنے کے بعد جتنے عمر بھر کے کام مین

ان سب پر ملامت اور ندامت حاصل ہوگی اسیواسطے موت کو قیامت صغریٰ کہتے ہین اور حشر اور نشر کے دن نوع انسان کے جتنے کام ہین سب پر اسکو ندامت حاصل ہوگی اور تمام اولین اور آخرین نوع انسانی کی فردین اور ہر ایک کی ملامت کے اسباب ہر ایک کی جزا دینے کے واسطے اسدن ضرور جمع ہونگے اسی واسطے اسکو قیامت کبریٰ کہتے ہین سو آدمی قیامت کے انکار مین اسقدر غفلت رکھتا ہے کہ اپنے وجدانیات سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور کچھ بھی اس مین فکر اور تامل نہین کرتا اور یہہ نہین بوجھتا ہے کہ ہر لحظہ اور ہر لمحہ قیامت کا نمونہ مجھمین موجود ہے اور اس کا سبب دو چیزین ہین ایک تو حق اور واقع چیز کے دریافت کرنے کی استعداد کا پایا جانا بعضے وقتون مین اور دوسری اس دریافت مین خطا واقع ہونا بعضے وقتون مین سو یون بوجھنا چاہیئے کہ یہہ دونون چیزین میرے ذاتی خاصہ سے ہین بخلاف دوسری مخلوقات کے اسواسطے کہ انہین سے بعضے وے ہین جو اس دریافت کی استعداد نہین رکھتے ہین جیسے حیوانات اور جمادات اور بعضے وے ہین جنکے ادراک مین خطا پائی نہین جاتی جیسے فرشتے سو میرے واسطے قیامت کا ہونا ضرور ہے والا اپنی ذاتیات سے مین نکال ڈالا جاؤن بلکہ انسان نہ رہون اور اس سورت کے سورۂ قیامت نام رکھنے کی وجہہ یہہ بھی ہے کہ اس مین قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ دونون بیان ہوئی ہین چنانچہ اول سورت سے كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ تک قیامت کبریٰ کا بیان ہے اور كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ سے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى تک قیامت صغریٰ کا بیان ہے اور اس سبب سے اس سورت کو سورۂ قیامت کہنا اولی اور انسب ہوا اسواسطے کہ یہہ سورت تمام اقسام قیامت کو محیط ہے اور خوب واضح دلیلون سے اسکو ثابت کیتی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قسم نہین کھاتا ہون مین قیامت کے دن کی اپنی تقصیر پر آدمی کو حسرت واقع ہونے پر اسواسطے کہ یہہ حسرت آدمی کو دنیا مین لاحق ہوا کرتی ہے اور متحیر کردیتی ہے وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اور قسم نہین کھاتا ہون مین آدمی کے نفس ملامت کرنے والے کی قیامت کے واقع ہونے

اے نفس جو قیامت قایم ہونے کا سبب ہی اسواسطے کہ آدمی اپنی نفس کی حقیقت سے بے خبر اور غافل ہی یہہ نہین جانتا ہی کہ یہہ نفس مجھ کو قیامت کے دن گرفتار کرواویگا اور برائیون کی جزا چکھنے کا سبب پڑے گا اور قسم کھانے کے واسطے ایسی چیز چاہیئے کہ مخاطب کی نظر مین وہ چیز اپنے لوازمات اور ثمرات سے ظاہر اور نمایان ہوتا کہ اسکی دلیل پکڑ کے مقسم علیہ کے مضمون کو سچا جانے مفسرین کو نفس لوامہ کے معنون مین اختلاف ہی سو جو مفسرون مین محقق ہین انھون نے یون بیان کیا ہی کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہی لیکن اسکی تین حالتین ہین اگر عالم علوی کی طرف مایل ہوا اور عبادت اور فرمانبرداری مین اسکو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی مین اسکو تسکین اور چین ہوئی تو اس نفس کو مطمئنہ کہتے ہین اور اگر عالم سفلی کی طرف اسنے میلان کیا اور دنیا کی خواہشون اور لذتون اور عار اور ننگ اور انتقام اور کینہ کشی کیطرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اسکو نفس امارہ کہتے ہین اسواسطے کہ روح کو برائی کا حکم کرتا ہی اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف میلان کرتا ہی اور شہوت اور غضب مین مبتلا ہوتا ہی اور کبھی عالم علوی کی طرف میلان کرتا ہی اور شہوت اور غضب کو برا جانتا ہی اور اس سے دور بھاگتا ہی اور شرمندہ ہوتا ہی اور اپنے تئین آپ ملامت کرتا ہی اس نفس لوامہ کہتے ہین اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہی کہ ہر آدمی کے بدن مین تین نفس ہین اول نفس مقدس جسکو روح الٰہی کہتے ہین اور نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي یعنے پھونکا ہمنے اسمین اپنی روح کو اسی کی شان مین وارد ہی اور قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي بھی اسی کا بیان ہی یعنے کہہ تو کہ روح ہمارے پروردگار کا حکم ہی اسیکا بیان ہی اور وہ ہمیشہ یاد الٰہی مین مطمئن ہی اور اسکی محبت مین مستغرق اور اسکے حکم کا فرمانبردار ہی اور دوسرا نفس منطبعہ ہی جو بدن کی تدبیر مین ہمیشہ رہتا ہی اور جو جو شہوت اور غضب کی خواہش کرنے والی چیزین ہین ان کو بالطبع چاہتا ہی اور روح کو انھین لذتون کے حاصل کرنے کے واسطے بار بار حکم کرتا ہی اسی سبب سے اسکو امارہ کہتے ہین اور تیسرا نفس ناطقہ ہی کہ ظاہری اور باطنی حواس سے علم اور ادراک کو جمع کرنا اور روح کے سامنے انکو عرض کرنا اسکا کام ہی اور اسی کو نفس لوامہ کہتے ہین اسواسطے کہ نفس امارہ سے جب کوئی امر نامناسب واقع ہوتا ہی تو اسکو یہہ ملامت کرتا ہی اور کامونکی نیکی اور بدی نفس امارہ

کو جھتا ہی

کو سوجھاتا ہے اور اسکو ملہمہ بھی کہتے ہین اسواسطے کہ روح کے وسیلے سے جو امور کہ حقہ اور صادقہ ہین وے اس پر الہام ہوتے ہین اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر نفس لوامہ ہوگا اور اپنے تئین ملامت کرے گا اس واسطے کہ اگر نیک ہے تو اسپر اپنے تئین ملامت کرے گا کہ نیکی زیادہ اور کیون نہ کی اور بعضے اپنے وقتون کو بے فایدہ کیون گنوایا اور اگر بد ہوگا تو اپنے تئین اسپر ملامت کرے گا کہ کیون برائی کی مین نے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جنت والون کو کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی مگر ایک چیز کی جو دنیا مین کوئی ساعت بے یاد الٰہی کے گذاری ہوگی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دنیا مین بھی ایماندار آدمی کا یہی نشان ہے کہ ہمیشہ اپنی ملامت مین رہے اسواسطے کہ کوئی آدمی تقصیر سے خالی نہین ہے پھر وہ تقصیر معرفت الٰہی اور اسکے مبادی مین ہو یا عبادت اور تقوی مین یا اُسکے شرایط اور آداب مین ہو اور بعضون نے یون فرق بیان کیا کہ نفس مطمئنہ نفس انبیا اور اولیا د کاملین کے ہین جنہون نے حق تعالے کی یاد اور اُسکی محبت مین چین اور اطمینان پیدا کیا ہے اور وسوسون اور خطرونکے کشمکش سے خلاصی پائی ہے اور نفس ملہمہ صالح ایماندارون اور ابرارونکا نفس ہے اور نفس لوامہ گنہگارون تائب اور تقصیر وارون نادم کا نفس ہے اور نفس امارہ کافرون کا نفس ہے اور ان فاسقون کا جو فسق پر اڑ گئے ہین اور بعضون نے یون کہا ہے کہ نفس لوامہ متقیون کا نفس ہے جو دنیا مین گنہگارون کو ملامت کیا کرتے ہین اور آخرت مین بھی ملامت کرینگے اور حق یہہ ہے کہ آدمی کے نفس کی پیدایشی یہہ بات ہے کہ ملامت اور ندامت کرتا ہے کسیطرح کا ہو اچھا ہو یا برا چنانچہ اوپر تفسیر مین گذر چکا ہے اور جب یہہ بات ثابت ہوئی کہ اس حسرت اور ندامت پر جو قیامت کے دن ہوگی اسپر کچھ قسم کھانے کی احتیاج نہین ہے اور اسی طرح کافرون کی غفلت کے سبب سے قیامت کے آنے پر ساتھ نفس لوامہ کے قسم کھانا بھی مفید نہین ہے تو اب فرماتے ہین کہ ان دونون قسمون کو جو مطلب کے ثابت کرنے مین عمدہ دلیل تھین چھوڑ کے قیامت کے آنے مین کافرونکے شبہے کو دور کرتے ہین اور انسے پوچھتے ہین ہم کہ اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ کیا گمان کرتا ہے آدمی باوجود عقل اور فہم کے جسکے سبب سے تمام مخلوقات سے ممتاز ہے اور نظر اور فکر کو اور ایک چیز کو دوسری

ع

چیز پر قیاس کرنے کو اپنا خاصہ جانتا ہے اور اس سبب سے اپنے کو بڑا جانتا ہے اور اس پر ناز کرتا ہے اور باوجود اس عقل اور دانائی کے ایسا اعتقاد کرتا ہے اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ اس بات کا کہ ہرگز نہ جمع کرین گے ہم سڑی جھکی ہوئی ہڈیان اسکی قیامت کے دن دوبارہ زندگی دیکر قیامت مین مفسرون نے کہا ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہہ تھا کہ اعدی بن ربیعہ اخنس بن شریق کا داماد جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ مین رہتا تھا اور آپ کو بہت ایذا پہنچاتا تھا چنانچہ ان دونوں کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ دعا کی تھی کہ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ جَارَيِ السُّوْءِ اے بار خدایا کافی ہو مجھکو تو میرے برے ہمسائے سے اسواسطے کہ اسنے مجھکو بہت ایذا پہنچائی ہے سو وہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ تم جو ہم کو قیامت کے آنے سے ڈرایا کرتے ہو بھلا اس کا کچھ حال تو مجھسے بیان کرو مین سنون دیکھون میری عقل مین آتا ہے یا نہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قیامت کا حال اسسے بیان فرمایا کہ جتنے مردے ہین اسدن زندہ کئے جائینگے اور جو کچھ دنیا مین کیا ہے سب کا حساب دینا پڑے گا اس کم بخت نے کہا کہ یہہ ایسی بات ہے کہ اگر مین اپنی آنکھ سے دیکھون تو بھی یقین نہ کرون اور اس کو سچا نہ جانون بلکہ یون کہون کہ یہہ سب نظر بندی اور خیال ہے حقیقت مین کچھ بھی نہین ہے اس واسطے کہ میری عقل ہرگز اسبات کو تجویز نہین کرتی ہے کہ ہزارون سال کے مردون کی ہڈیان جو تمام جہان مین پھیل گئی ہین ان کو اللہ تعالےٰ جمع کرکے زندہ کریگا سو یہہ سورت اسکے اسی تعجب اور بعید جاننے کی رد کے واسطے نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ بَلٰى البتہ ہم جمع کرین گے آدمیون کی سڑی ہوئی ہڈیون کو اور آدمیون کی منتشر ہڈیان جمع کرنا ہماری قدرت کے نزدیک کیا چیز ہے ہم تو اس سے بھی زیادہ تعجب کی چیزین کرین گے چنانچہ ہر ہر عضو اور فرد کو یعنے گوشت اور پوست اور ٹوٹی اور چورا ہوئی ہڈیون کو ہم درست کرینگے قٰدِرِيْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ قادر ہین ہم اسپر کہ برابر اور درست کرین انگلیون کے پورون کے چھرے کو جسکو حکیمون اور طبیبون نے سب انسان کے اعضا مین اعدل اور متوسط عضو ٹھہرایا ہے اور اس کا درست کرنا بدون اعادہ اس اعتدال کے جو حقیقی اعتدال کے قریب ہے

ممکن نہین ہی اور یہہ بھی حکما کہتے ہین کہ آخر اس چیز کا جسپر خلقت انسان کی تمام ہوتی ہی یہی چمڑا ہی اور انسان کے بدن کے سب چمڑے مین یہہ سب سے نازک ہی اور اسکے حس اور دریافت کی قوت بہت زبردست ہی اسیواسطے طبیعت اپنے خالق کے اذن سے برودت اور حرارت اور رطوبت اور یبوست کی کیفیت کے دریافت کرنے مین اسی کو حاکم کرتی ہی اور اسکے حکم کے موافق کام کرتی ہی اور یہہ بھی ہی کہ انسان کے بدن کے طبقون مین انتہا درجے مین یہہ طبقہ واقع ہوا ہی اور ہڈیونسے کئی مرتبے فوقیت اسطرف سے اسواسطے کہ چمڑیکے اور ہڈی کے درمیان مین گوشت اور چربی ہی اور عروق اور جانکی رگین اور اوردے اور بالات اور پٹھے اور عضلہ اور بعد اسکے ہڈی ہوتی ہی سوجب ہماری قدرت کسی کام کے بنانے پر متوجہ ہوتی ہی تب اسکے نزدیک ہڈیونکا جمع کرنا کیا چیز ہی بلکہ اس سے جو سخت اور مشکل اور عمدہ کام ہین وہ سرانجام دے سکتی ہی اور اس دعوے کی دلیل ظاہر اور کھلی ہی اسواسطے کہ جس شخص نے مشکل اور باریک کام ایک مرتبے کیا اُسنے دوسرے مرتبے وہ کام بہت آسانی سے ہوسکتا ہی بس معلوم ہوا کہ آدمی جو قیامت کے آنے کی انکار کرتا ہی اور مردونکے زندہ کرنے پر اللہ تعالی کے قادر ہونے کو محال جانتا ہی سو یہہ انکار اس راہ سے نہین ہی کہ یہہ مسئلہ بہت مشکل ہی اور اسکا ماخذ بہت دقیق ہی اور اسکی دلیل پوشیدہ ہی اس سبب سے اسکی سمجھہ مین نہین آتا ہی

بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ بلکہ چاہتا ہی آدمی کہ بے باک ہوکے فسق فجور کرے اپنی اگلی عمر مین جو باقی ہے اسواسطے کہ اگر قیامت کا اقرار کرے اور اپنے نہین اعمال کے حساب کتاب کا خوف اپنے دلمین بٹھاوے تو اسقدر بے باکی اور ڈھٹھائی فسق و فجور مین اُسسے نہوسکے سو فسق فجور کی محبت کے سبب سے نہین چاہتا ہی کہ قیامت کی بات سُنے یا اُسکے ماخذ اور دلیل مین کچھہ غور اور فکر کرے اسی سبب سے اسکی طرف خیال ہی نہین کرتا ہی اور بے غور اور فکر کئے اس خیال کو اپنی خاطر مین آنے نہین دیتا ہی تاکہ اس خیال سے اسکی عیش منغص نہو جاوے اور لذت مین خلل پڑے اسیواسطے تعنت اور سینہ زوری کی راہ سے **يَسْأَلُ** پوچھتا ہی پیغمبرون اور واعظون اور نصیحت کرنے والون سے جو اسکو قیامت کے آنے سے ڈرایا کرتے ہین اور ہمیشہ اس کو سمجھایا کرتے ہین کہ اس دلیل

مین غور کرو اور اس چیز کو دیکھو اور فکر کرو تاکہ قیامت کے آنے کی تصدیق تم کو حاصل ہووے **اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ** کب ہوگا قیامت کے دن کا آنا اسواسطے کہ جبتک تم تاریخ کی قید سے اسکو بیان نہ کروگے تبتک مین ہرگز یقین نہ کرونگا اور کسی دلیل مین بھی غور اور تامل نہ کرونگا سو یہہ سوال بھی اسکا تعنت اور سینہ زوری کی راہ سے ہے کہ کہتا ہے کہ جب تک اس کے آنے کا وقت بیان نکروگے تب تک مین اسکو سچا نجانونگا اور خوف والی چیز کا یقین آنا اسکے آنے کے وقت کے دریافت ہونے پر موقوف نہین ہوتا ہے چنانچہ یہہ بات ظاہر ہے اور یہہ اسکے بوجھ کی غلطی ہے جو کہتا ہے کہ شہرون اور لشکرون کی خبرین اگر بے قید تاریخ کے بیان کرتے ہین تو چندان قابل اعتبار کے نہین ہوتی ہین اور اگر تاریخ اور وقت کی قید کے ساتھ ہوتی ہین تو البتہ اکثرون کے نزدیک اعتبار کے قابل ہوتی ہین سو اس خبر کو بھی اسی پر قیاس کرکے تاریخ اور وقت سے سوال کرتا ہے اور یہہ نہین بوجھتا ہے کہ تاریخ اور وقت کی قید ان چیزون مین ہوتی ہے جو گذر چکی ہین اسواسطے کہ یہہ قید اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ یہہ خبر دینے والا اس واقعہ سے خوب خبردار ہے اور اس خبر دینے والے کے صدق اور کذب کی تحقیق آسان ہو جاتی ہے بخلاف ان چیزون کے جو آگے چلکے ہونیوالی ہین اس واسطے کہ اُن کا ظہور اب تک ہوا نہین ہے جو وقت معلوم ہووے اور ایسی خبرمین تاریخ اور وقت معین کرنے کی تکلیف دینا محض بیجا ہے ایسی چیزون کے صدق اور کذب کی تحقیق مین دلیل کی قوت اور خبر دینے والے کے علم کے ماخذ کی قوت پر اعتماد کرنا چاہیئے چنانچہ اطبا کی خوف دلانے والی باتین اور نجومیون کی باتین ہونیوالی چیز کے دریافت مین اسیطور سے تحقیق کرتے ہین حاصل کلام کا یہہ سوال انکا خواہ تعنت کی راہ سے اور خواہ ان کی بوجھ کی غلطی اور نادانی کی راہ سے ہو اسکے قیامت کے دن یہہ حاصل ہوگا کہ اسدن ایسا سوال کرنے والا متحیر ہوکے اور گھبرا کے اس سوال کا اُلٹا سوال کرنے لگیگا جو وہان بالکل بیجا اور بے فائدہ ہوگا اور اسدن کی سختیون کو دیکھکے اپنی مخلصی کا طریق اور بھاگ بچنے کی جگہہ کو پوچھے گا چنانچہ حقتعالی فرماتا ہے **فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ** پھر جب چندھلانے لگے گی آدمی کی بینائی جیسے دنیا مین بجلی کی چمک دیکھکے آنکھ چندھلا جاتی ہے سو اسدن آدمی کو

یہہ چندھلانا تعالی کی قہری تجلی کی روشنی کی چمک سے ہوگا جو کافر اور فاسق کی بینائی کی قوت کو
متحیر اور مقہور کردیگی چنانچہ سورہ زمر مین حق تعالی نے فرمایا ہی وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا
یعنے اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور بے نور کردیا جایگا چاند اور پنیر کی چکتی
کیطرح ہوجائیگا تجلی الٰہی کی چمک کی شدت سے نہ اسکے اور آفتاب کے درمیان مین زمین یا کسی دوسری
چیز کے آجانے کے سبب سے جیسا کہ دنیا مین ہوا کرتا ہی اور اس سبب سے گہن پڑا کرتا ہی اسواسطے
کہ یہہ بے نوری جو چاند کو لاحق ہوگی وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ایسے حال مین ہوگی کہ جمع کئے گئے ہونگے
آفتاب اور ماہتاب ایک جگہہ پر اور انکے درمیان مین کوئی چیز حایل نہوگی تاکہ وہ چیز آفتاب
کی شعاع کے انعکاس کو ماہتاب مین مانع ہووے سو ایسیوقت ماہتاب کا بے نور ہونا صریح دلیل ہی
اسبات پر کہ آفتاب بھی بالکل بے نور ہوگا جیسے پنیر کی چکتی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آفتاب کے نور سے
ماہتاب البتہ روشن ہوتا اسواسطے کہ ماہتاب کا جسم صیقلی ہی اور کوئی درمیان مین حایل بھی نہین
ہی اور دنیا مین آفتاب اور ماہتاب جب ایک برج اور ایک درجے مین جمع ہوتے ہین تو اس وقت
چاند مین گہن کسیطرح ممکن نہین ہی ہان محاق اسکو البتہ طاری ہوتا ہی یعنے چاند کی روشنی کم ہوجاتی
ہی اسطورسے کہ اسکی چمکتی طرف آفتاب کی طرف ہوتی ہی اور جو طرف بے نور ہی وہ زمین کی
طرف ہوتی ہی یہہ نہین ہی کہ اس کا نور بالکل جاتا رہتا ہی سو دنیا مین جتنے نور کے اسباب تھے
وے سب خراب ہوجائینگے اور اپنے اعمال کی شامت سے اور بینائی کے چندھلا جانے سے روشنی
کو آدمی دیکھ نہ سکیگا آخر کو لاچار ہوکے بہت متحیر ہوگا پھر اس وقت يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ
يَوْمَئِذٍ کہیگا آدمی اسدن جب اس نور قاہر کی روشنی کو جسنے اسکو متحیر کردیا ہی ہر مکان مین شایع
اور پراگندہ دیکھیگا اَيْنَ الْمَفَرُّ کس طرف ہی بھاگ بچنے کی جگہہ کہ وہان پہنچکے اس حیرت اور
دہشت سے خلاصی پاؤن مین پھر اس وقت وہ دنیا کا سوال جو کہا کرتا تھا کہ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ الٹا
ہوجائیگا اور اسدن سے خلاصی کی راہ پوچھنے لگیگا اور جسطرح دنیا مین کمال تعنت اور عناد کے
سبب سے ساتھہ لفظ ایان کے قیامت کے وقت سے سوال کرتا تھا اور یہہ لفظ ایسی ہی کہ اس سے

امور مشکل غیر متوقعہ سے استفہام کرتے ہین سو اسدن اپنے بھاگنے کی جگہہ کو اَیْنَ کے لفظ سے استفہام کرے گا جیسے وسے امور جنکا حصول آسان ہی اور انکا وقوع متوقع ہی پوچھتے ہین اور حال یہہ ہی کہ قیامت کا وقوع متوقع اور یقینی تھا اور قیامت کے دن بھاگ بچنے کی جگہہ کا حاصل ہونا کسی طرح ممکن نہین ہی سو حیرت اور دہشت کے سبب سے اسکے کلام مین خبط واقع ہوا ہی چنانچہ دنیا مین تعنت اور عناد کے سبب سے خبط کرتا تھا اور یہہ بھی ہی کہ پیغمبرون اور واعظونسے ان کے الزام دینے کے واسطے سوال اور اعتراض کے طور پر قیامت کے وقت سے پوچھا کرتا تھا اور قیامت کے دن آنکھ کے چندھیا جانے اور عقل کے متحیر ہونے کے سبب سے پناہ کی جگہہ کا پتا بتلانیوالا کسی کو نہ پاوے گا تو خود بخود ہذیان کے طور پر بکنے لگے گا کہ اَیْنَ الْمَفَرُّ اَیْنَ الْمَفَرُّ اور جب انسان کا حال حیرت اور اضطراب سے اس مرتبے کو پہنچے گا کہ ہذیان کے طور پر بکنے لگے گا تب اسکو کہا جاوے گا کہ کَلَّا ایسا سوال بیجا مت کر اور ایسی پوچھ پاچھ لایعنی سے باز آ وَلَا وَزَرَ نہین ہی پناہ کہین بلکہ جس چیز سے تو بھاگتا ہی اسی جگہہ تجھکو جانا پڑے گا اِلٰی رَبِّکَ تیرے رب کی تجلی قہری کی طرف یَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ اس دن جائے قرار ہی اور کوئی شخص اسکی تجلی کی نزدیکی کی حضوری سے مخالفت نہین کر سکتا ہی یا اپنی ہنسی خوشی جائیگا یا بال کھینچتے ہوئے زبردستی اسکو لیجائینگے اور جب چارناچار آدمی اس جگہہ پر حاضر ہوگا تو حیرت اور دہشت دوسری اسپر زیادہ کرینگے یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ خبردار کیا جائے گا آدمی اسدن بِمَا قَدَّمَ ساتھ اس چیز کے جو آگے بھیجا تھا اعمال کی قسم سے ہون یا افعال کی قسم سے پھر وسے اعمال اور افعال لایق تقدیم کے تھے جیسے وضو کرنا نماز کے پہلے اور نماز پڑھنا روزے کی تلاش سے پہلے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا مال پر سال گذرنے کے پہلے اور عمرہ حج کے پہلے اور سنت فرض کے پہلے اور اپنے اہل و عیال کو صدقہ دینا غیر فقیرونسے پہلے اور درود پڑھنا دعا سے پہلے اور قرض کا ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے پہلے یا وسے اعمال اور افعال لایق تقدیم کے نہ تھے جیسے وقت آنے سے پہلے نماز پڑھنا اور رمضان کے پہلے شک کے دن روزہ رکھنا اور عیدالاضحی کو نماز کے پہلے قربانی کرنا اور عشا کے پہلے وتر کی نماز پڑھنا اور قرض اور اپنے اہل عیال کے ضروری حق ادا

ادا کرنے کے پہلے صدقہ دینا اور والدین کی خدمت اور اہل و عیال کی خبرگیری کے پہلے جہاد کا یا نفل
حج کا یا نفل علم کی طلب کا سفر کرنا اور عدت گذر لے کے پہلے نکاح کر لینا اور علی ہذا القیاس وَاَخَّرَ
اور جو پیچھے چھوڑا تھا اپنے اعمال اور افعال سے پھر وے لایق تاخیر کے تھے جیسے حق تعالی کے
فرض ادا کرنیکے بعد والدین کی خدمت کرنا اور اپنی ضروری حاجتون کے پورہ کرنے کے بعد خیرات کرنا اور اپنے خویش و اقربا کے حسان کرنیکے بعد
غیر و بیگان کو احسان کرنا یا لایق تاخیر کے نتھے جیسے وقت گذر جانے کے بعد نماز پڑھنا اور سال گذر جانے
مدت کے بعد زکوۃ ادا کرنا اور توبہ کا وقت پاکے توقف کرنا اور علی ہذا القیاس اور جب آدمی
کو اس کے عملون کی تقدیم اور تاخیر پر اعمال نامے دیکر اور آسمان اور زمین اور دن اور رات
کے گواہون کو کھڑا کرکے خبردار کرینگے تب حیرت مین ہوگا اور اسبات کو سوچے گا کہ جب اس ترتیب
اور تقدیم اور تاخیر کو نہین چھوڑتا ہے اور خبر دینے کے واسطے اسکو لکھ رکھا ہے اور ان باتون
کو پوچھتے ہین اور اسپر جزا دیتے ہین تو میرے اصل اور فعل نیکی اور بدی سے جو ہین کیون کر
نہ لکھے ہونگے اور اُنسے کیون کر نہ پوچھینگے اور اسپر کیونکر نہ جزا دینگے اس سوچ سے بڑی دہشت
اسپر غالب ہوگی اور اپنے دلمین کہے گا کہ بہت وقت بے ڈھب ہے اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہے
کہ مَا قَدَّمَ سے مراد وے عمل ہین جو کر چکا ہے خواہ وے نیک ہون یا بد ہون اور مَا اَخَّرَ سے
مراد وے عمل ہین جو نہین کئے ہین خواہ وے عمل نیک ہون خواہ بد ہون اور بعضون نے یون کہا ہے
کہ ما قدم سے مراد وہ مال ہے جو للہ دیا اور عاقبت کے ذخیرے کے واسطے آگے بھیجا اور ما اخر
سے وہ مال مراد ہے جو وارثون کے واسطے پیچھے چھوڑا ہے اور بعضون نے یون کہا ہے کہ ما قدم
سے مراد وے عمل ہین جو آپ کر گیا ہے خواہ نیک ہون یا بد اور مَا اَخَّرَ سے مراد وہ رسم اور
طریقہ ہے جو اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے اور لوگ اس رسم اور طریقے پر چلتے ہین اور کام کرتے
ہین پھر خواہ وہ رسم نیک طریقے کی ہو اور اس شخص کے قیامت تک اجر اور ثواب کی سبب
پڑے یا بد ہو جو قیامت تک اس شخص کے عذاب اور رنج کی سبب پڑے چنانچہ حدیث
شریف مین آیا ہے کہ جو شخص نیک طریقہ یا نیک رسم لوگون مین رائج کرتا ہے تو جتنے اس رسم

اور اس طریقے پر چلتے ہین ان سب کے برابر ثواب اس شخص کو بھی ملے جاتا ہے بدون اسکے کہ ان عمل کرنے والون کے ثواب مین کچھ نقصان ہووے اور جو شخص بد طریقہ اور بد رسم لوگون مین رائج کر جاتا ہے تو اس کو ان سب کے برابر وبال ہوتا جاتا ہے جو اس پر چلتے ہین بدون اس بات کے کہ ان لوگون کے وبال سے کچھ کم ہووے اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو دنیا مین ناحق خون کرتا ہے تو اس کا وبال قابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے پر بھی لکھتے ہین اسواسطے کہ پہلے اسینے اس کام کو کیا تھا اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مَا قَدَّمَ سے مراد وے عمل ہین جو جوانی اور ابتداء شباب مین کئے ہین اور مَآ اَخَّرَ سے مراد وے عمل ہین جو بڑھاپے اور آخر عمر مین کئے ہین حاصل کلام کا ہر طرح سے آدمی کو ہر حرکت اور سکون اور ہر قول اور فعل پر آگاہ کرین گے تاکہ اسی کے موافق اسکو جزا دیوین اگرچہ یہہ خبردار کرنا اور نامہ اعمال دکھلانا اور گواہون کو گذارنا اسکے حق مین کچھ حاجت نہین ہے بَلِ الْاِنْسَانُ بلکہ آدمی خود بخود اپنے سب عملون پر مطلع اور خبردار ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ آدمی عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ اپنی جان پر حجت کامل اور گواہ عادل ہے اسواسطے کہ اپنے کئے ہوئے عملون کی شکلین اسکے نفس مین راسخ اور ثابت ہین اور اس عالم مین جو اس کی دریافت قوی اور صاف ہوگی اس سبب سے ان سب عملون کی شکلون کو دریافت کریگا بلکہ اپنے وجدان اور دریافت کی طرف رجوع کی احتیاج بھی نہ ہوگی اسواسطے کہ عالم روح کے شایع اور پراگندہ ہونے کے سبب سے وے شکلین خودبخود ظہور کرین گی اور اعضا کی صفتین اور صورتین ہو جائین گی بعضی چہرے کی تاریکی اور منہہ کی سیاہی پیدا کرین گی اور بعضے چہرے کی رونق اور سرخروئی پیدا کرین گی اور اسیطرح تمام اعضا اور اجزا مین ظہور کرین گی چنانچہ وضو کرنے والون کے چہرے اور ہاتھ پانون روشن اور چمکتے ہونگے اور زیور پہنے ہوئے لاوین گے اور خیانت کرنے والون کو جس چیز کی خیانت کی ہے اسکو اسی کی گردن اور کاندھے پر لادے ہوئے لاوینگے اور شہیدون کو خون سے رنگین لاوین گے اور زانیون کو ان کی شرمگاہون سے پیپ بہتا ہوا بدبو آتی ہوئی لاوین گے یہان تک کہ ہر ہر عضو آدمی کا جس سے جو گناہ کیا ہے وہ خود گواہی دے گا اور آپ بولے گا پھر سوائے اقرار کرنے کے آدمی کا کچھ بس نہ چلے گا وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ اگرچہ لا ڈالے گا

ترکش کے تیرون کی طرح تمام اپنے عذر اور بہانے کو حدیث شریف مین آیا ہی کہ آدمی کو قیامت
کے دن اپنے اپنے عملون پر مطلع اور خبردار ہونا تین مرتبے ہوگا پہلے مرتبے ہر ایک کے نامۂ اعمال
فرشتے پڑھکے ہر ایک کے ہاتھ مین دینگے اور کہینگے کہ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ
حَسِيْبًا یعنے پڑھ اپنی کتاب تو آپ کافی ہی اپنی جان کے واسطے آج کے دن اپنے اوپر حساب لینے والا اس
وقت آدمی اپنے بُرے کامون کی انکار کرین گے اور کہینگے کہ ہم نے ہرگز یے کام نہین کئے ہین یہہ
ہم پر جھوٹھ لکھدیا ہی پھر دوسرے مرتبے آسمان اور زمین اور دن اور رات اور ہر ہر عضو اس کا
ان کامون پر گواہی دے گا اور ان کے ذمے پر وے چیزین ثابت کرین گے اور انسے کہین گے کہ تم نے
یہہ کام کئے ہین پھر اسوقت یے بھی اقرار کرین گے اور کہین گے کہ ہان ہمسے یے کام ہوئے لیکن عذر دپیش کرینگے
اور کہینگے کہ فلانا کام ہمسے اس سبب سے ہوا اور فلانا کام اسنعی سبب سے اور اکثر ان کے
عذر نادانی اور جہالت ہوگی اور یہہ کہ ہمارے پیشوا ہمارے واسطے دین اور آئین اور رسم
اور طریقہ مقرر کر گئے تھے سو ہم ان کی تقلید اور پیروی سے اس بلا مین گرفتار ہوئے چنانچہ قرآن شریف
مین جا بجا اسی قسم کے عذر نامسموع ان کی زبان سے حکایت کے طور پر حق تعالے نے بیان فرمائے
ہین اور جب انکے عذرون کو بھی باطل اور نامسموع کر دین گے پھر تیسرے مرتبے حکم ہوگا کہ ہر ایک کے
نامۂ اعمال اگر اچھا ہی تو سیدھے ہاتھ مین اور اگر برا ہی تو الٹے ہاتھ مین دیکر اپنے اپنے ٹھکانون پر انکو
پہنچاؤ تب فرشتے نیکون کے نامۂ اعمال ان کے سیدھے ہاتھ مین دیکر موقف کے داہنی طرف جو بہشت
کا راستہ ہی روانہ کرین گے اور برون کو الٹے ہاتھ مین دے کر موقف کے بائین طرف جو دوزخ کا
راستہ ہی مار مار کے اور گردنون مین ہاتھ دے کر ہانکین گے اور بعضون کو زنجیرون اور طوق سے
جکڑکے لیجائینگے اور بعضون کو منہہ کے بھل گھسیٹے ہوئے لیجائین گے اور جب آدمی کی غفلت کے بیان سے
فراغت پائی یعنے آدمی ایسا غفلت مین پڑا ہوا ہی کہ قیامت کے آنے کی انکار کرتا ہی اور
واہی نامعقول شبہے اسمین نکالتا ہی اور پھر قیامت کے دن تجلی قاہرہ الٰہی کے نور کے ظہور کے
وقت حسرت اور افسوس کرے گا اور اس دن کے خوف سے مضطر اور بیقرار ہووے گا اور

ع

[illegible]

تقدیم اس چیز سے جسکی تاخیر ضروری تھی اور تاخیر اس چیز سے جسکی تقدیم ضروری تھی خبردار کیا جائیگا
اور ان سب چیزون کی اس سے پرسش ہوگی تواب بات مین بات نکل آنے کے طور پر اپنے پیغمبر سے
حکم ہوتا ہی کہ اس بیان سے تم کو یہہ بات معلوم ہو چکی کہ جسکی تقدیم ضروری ہی اس کو موخر
کرنا اور جسکی تاخیر ضروری ہی اسکو مقدم کرنا مذموم اور بُرا ہی اگرچہ جو کام خیر کے ہین انہین ہو سو
تم کو لازم ہی کہ اپنے تئین ان دونون چیزون سے بچائے رکھو خصوصًا قرآن شریف اور اسکی تفسیر کے
سیکھنے مین اسواسطے کہ اس علم کا جو نہایت شوق تم کو ہی اور اسپر بہت حریص ہو اس سبب سے یے
دونون چیزین تم سے صادر ہوتی ہین اور تم یہہ سمجھتے ہو کہ اس علم کے سیکھنے مین جس قدر عجلت اور شتابی
ہووے بہتر ہی اسواسطے کہ خوف بھول جانے کا لگا ہوا ہی سو تم کو چاہیے کہ لَا تُحَرِّكْ بِهِ
لِسَانَكَ مت ہلاؤ اس قرآن کے پڑھنے مین اپنی زبان کو جسوقت حضرت جبریل علیہ السلام پڑھتے ہین
لِتَعْجَلَ بِهِ تاکہ جلدی کرو اس قرآن کے لفظ کے یاد رکھنے مین اس خوف سے کہ اوّل سبق سے آخر سبق تک
نک ایسا نہو کہ بعضے الفاظ تمھاری یاد سے جاتے رہین اور جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبے پڑھ کے
چلے جاوین اور تم وے الفاظ بھول جاوین اور اس ممانعت کی وجہہ یہہ ہی کہ سبق کے سننے مین
ایسی جلدی اور شتابی کرنا یعنے آپ بھی پڑھنے لگنا سبق کے سننے مین خلل ڈالتا ہی نہ اوّل
اچھے طور سے سنا جاتا ہی نہ آخر اسواسطے کہ دل دوسری طرف یعنے پڑھنے کیطرف متوجہہ ہوتا ہی
تو سننے سے رہ جاتا ہی سو اگر تمکو بھول جانے کا خوف ہی اس سبب سے ایسی جلدی کرتے ہو تو اس
خوف کو دل سے نکال ڈالو اور خاطر جمع رکھو اسواسطے کہ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ بے شک
ہمارے ذمہ پر ہی جمع کرنا تمام سبق کا تمھارے سینے اور حافظہ مین اور اوّل سے آخر تک پڑھنا
اسکا تمھاری زبان سے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پھر جب پڑھنے لگین ہم اس کو تعلیم اور سنانے کے واسطے جبرئیل
کی زبان سے جو ہمارا ایلچی اور بھیجا ہوا ہی اور اس کا پڑھنا گویا ہمارا پڑھنا ہی فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ
پھر پیروی کرو اسکے پڑھنے کی یعنے پہلے چپ بیٹھے اس کا پڑھنا سنا کرو پھر جب وے پڑھ چکین
تب تم پڑھنا شروع کرو انہی مخرجون سے اور اسی تشدید اور مد سے تاکہ اس طور کے پڑھنے سے یعنے جبرئیل کے

پڑھنے کو سننے سے اور تمھارا پڑھنا جبرئیل کے سننے کے سبب سے تمھارا سبق پکا ہو جاوے اور
بعضے لفظونکے بھول جانے کا یا کسی حرف کے رہ جانے کا یا مخرج سے ادا نہ ہونے کا یا شد اور مد کے رہ
جانیکا یا وصل اور وقف کی رعایت نہونیکا خوف بالکل جاتا رہے اور تمھاری خاطر جمع ہووے
سو اسکو بوجھو کہ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے درمیان مین قرآن کو پڑھنے لگنا وہ چیز ہی جسکی تاخیر واجب
ہی اور تم اسکو مقدم کرتے ہو اور جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کو سننا اور اسیطرف کان رکھنا وہ چیز
ہی جسکی تقدیم واجب ہی اور تم اس کو موخر کرتے ہو اور دوسرے یہہ بھی ہی کہ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے
کے درمیان مین قرآن کے مشکل معنے تم پوچھنے لگتے ہو اور اسکی تحقیق کرنے لگتے ہو اور تم ایسا سمجھے ہو کہ اگر
جبرئیل علیہ السلام قرآن پڑھنے سے فراغت پاکے چلے جائین گے اور مجھکو اس سبق کی تفسیر معلوم نہوگی تو تبلیغ
کے وقت اگر مجھسے اسکے معنے لوگ پوچھین گے تو مین ان کو کیا جواب دونگا سو ارشاد ہوتا ہی کہ اس
امر سے بھی تم خاطر جمع رکھو اسواسطے کہ ثُمَّ قرآن کی لفظون کی تعلیم کے بعد اور حرفونکے مخرج اور شد اور
مد اور فصل اور وصل کی تصحیح کے بعد اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ بے شک ہمارا ذمہ ہی انکے معنونکے بیان کرنیکا
بھی سو اسکو بھی بوجھو کہ قرآنکے پڑھنے کے وقت اسکے معنون کو جبرئیل علیہ السلام سے پوچھنا ایسی چیز ہی
جسکی تاخیر واجب ہی اور تم اسکو مقدم کرتے ہو اور قرآن کی لفظون کی تصحیح کیطرف متوجہ ہونا
ایسی چیز ہی جسکی تقدیم واجب ہی اور تم اسکو موخر کرتے ہو کَلَّا ایسا مت کرو یعنے قرآن
کے سیکھنے اور سکھلانے کے وقت جس چیز کی تاخیر واجب ہی اسکو مقدم اور جسکی تقدیم واجب ہی اسکو
موخر مت کیا کرو اور اسیطرح جتنی بہتر چیزین ہین انمین یہہ بات مذموم اور بری ہی اسواسطے کہ یہہ بات
قرآنکے اصل علم کے سیکھنے مین نقصان لاتی ہی اور اس سبب سے استاد اور شاگرد دونون کا ذہن منتشر ہو جاتا
اسیواسطے اس آیت سے استنباط کیا ہی یعنے اس حکم کو نکالا ہی کہ علم کے پڑھنے کا طریقہ یہہ ہی کہ کتاب کی
عبارت پڑھنے کے وقت جو استاد کے قایم مقام ہی سننے والون پر لازم ہی کہ سوائے سننے کے
دوسری طرف مشغول نہووین اور قاری کے ساتھ پڑھنے نہ لگین پھر قاری کے پڑھنے کے بعد
اگرچہ چاہین تو اس کو دوہرا لے وین پھر جب استاد یا قاری ترجمہ تحت اللفظ بیان کرنے لگے تو اسوقت بھی

اور ما علیہ کی تحقیق نکرنے لگین پھر جب لفظ کی صحت یعنے عبارت صحیح قاری پڑھ چکا اور لفظی ترجمہ بھی
بیان ہوچکا پھر اسوقت مالہ اور ما علیہ کی تحقیق شروع کرین یعنے اس عبارت مین یہہ لفظ مناسب تھی اور
فلانی لفظ پر یہہ اعتراض ہوتی ہے اور اسیطرح بحث کے درمیان مین اعتراض سے معترض نہوین بلکہ بحث
کے تمام ہونے کے بعد اگر کچھ شبہہ باقی ہے تو اسکی تحقیق کرلین اور یہ سب چیزین آدمی کی طبعی عجلت کے
سبب سے ہین یعنے آدمی کی خلقت اسیطرح پر ہوئی ہے چنانچہ قرآن شریف مین دوسرے مقام پر ارشاد
ہوا ہے کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ یعنے پیدا گیا ہے آدمی عجلت سے سو یہہ امر فقط تمھارا خاصہ
نہین ہے بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم سب ای آدمیو دوست رکھتے ہو جلدی والے نفع کو جو جلدی ہاتھ
مین آوے اور شتابی حاصل ہووے سو یہہ بات بشری جبلت کے تقاضے سے ہے اور اس چیز مین
سب آدمی برابر ہین اتنا فرق ہے کہ نیک لوگ اس جلدی حاصل ہونیوالی منفعت کو دوست رکھتے
ہین جو نیک ہے اور بُرے لوگ اس شتابی حاصل ہونیوالی منفعت کو دوست رکھتے ہین جو بد ہے حضرت
عبد اللہ بن عباس اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت آئی ہے کہ ابتدا مین آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے سبب سے بہت تکلیف کھینچتے تھے اس سبب سے کہ جب حضرت جبرئیل
علیہ السلام آتے تھے اور قرآن شریف کی آیتون کو پڑھنا شروع کرتے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے ساتھ اپنی زبان اور لبون کو آہستہ آہستہ
جنبش دیتے تھے کہ ایسی آواز بلند نہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا پڑھنا آپ کی سماعت مین نہ آوے اور آپکو یہہ
بھی خیال رہتا تھا کہ ہر لفظ جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے مطابق اپنی بھی زبان سے نکلے اور اسیطرح یاد
رہے تو آپ کو یہ دونون مختلف کام یعنے سُننا اور پڑھنا ایک ہی وقت مین بہت بھاری معلوم ہوتے تھے
سو حق تعالے جلشانہ نے اس تکلیف اور رنج کے دفع کرنے کے واسطے اس چیز کو منع فرمایا ہے کہ اس تکلیف
مین مت پڑو اور خاطر جمعی بھی آپ کی فرمادی کہ تمکو بدون اس رنج اور تکلیف کے قرآن یاد رہیگا اور اچھی
طرح تمسے پڑھا جاویگا پھر اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ربّ العزت عز اسمہ کے ارشاد
کے بموجب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے وقت چپ رہتے تھے اور کان دھرکے انکی قرأت کو سُنتا

کرتے تھے اور جب حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑھ چکتے تھے تب بعینہ اسی عبارت کو بے تفاوت دوہرا کے انکو سنا دیتے تھے سو اس آیت سے یعنے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ سے اسی امر اور نہی کو تمام امورات خیر مین تقدیم اور تاخیر کی رعایت پر متفرع فرمایا ہی اور پھر اس سے منافع عاجلہ کی حب کی طرف انتقال فرمایا ہی اور حاصل مطلب یہہ ہی کہ کتنا ہی امر نیک ہو لیکن اس کے حاصل کرنے مین بہت جلدی نچاہئے کرنا اس خوف سے کہ ایسا نہو اس جلدی سے کوئی دوسرا امر بہتر فوت ہو جاوے چنانچہ آدمی دنیا کی محبت مین آخرت سے غفلت کرتے ہین اسی سبب سے اس عبارت مین تمام آدمیون کی طرف خطاب فرمایا ہی کہ تم سب منافع عاجلہ کی یعنے دنیا کی منفعت کی محبت مین گرفتار ہو وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور چھوڑتے ہو آخرت کو اور اسکی فکر کچھہ بھی نہین کرتے ہو اسواسطے کہ تم اسکو دور سمجھتے ہو اور دنیا کے منافع کی محبت اور آخرت کے منافع سے غفلت کرنا بڑے فساد کا باعث ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ یعنے دنیا کی محبت اصل ہی سب برائیون کی اور بڑی مشکل یہہ ہی کہ ان دونون چیزون کی محبت ایک جگہہ جمع نہین ہوتی ہین بلکہ ایک کی محبت دوسری چیز کے بغض کا سبب پڑتی ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى یعنے جس شخص نے دوستی کی دنیا سے تو نقصان کیا اپنی آخرت کا اور جسنے محبت کی اپنی آخرت سے اسنے نقصان کیا اپنی دنیا کا پھر چاہئے کہ اختیار کرو اس چیز کو جو باقی رہنے والی ہی اسپر جو فانی ہونیوالی ہی اور حضرت امیر المومنین مرتضی علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ آپنے فرمایا ہی اَلدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِيَتْ اَحَدُهُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰى یعنے دنیا اور آخرت دونون سوتین ہین اگر ایک ان دونون مین سے راضی ہوئی تو دوسری ناراض ہوگی اور اسی نکتہ کے طرف اشارہ کرنے کے واسطے وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ کو تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ پر عطف ملازمت فرمایا ہی وَلَا تُحِبُّوْنَ الْاٰخِرَةَ نہ فرمایا گویا یون حکم ہوتا ہی کہ اس عاجلہ کی محبت اس دوسری کی محبت کے ترک کا سبب ہی اور حال یہہ ہی کہ آخرت کی منفعت اور مضرت ہزارون درجے اس دنیا کی منفعت اور مضرت سے بڑھ کے ہی یہان تک کہ ان دونون مین کچھہ نسبت نہین ہی اسواسطے

کہ وُجُوْہٌ کتنے چہرے یَوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اسدن تروتازہ اور روشن اور چمکتے ہونگے اس سبب سے کہ انکے نیک اعتقادونکا نور اور نیک عملون کی روشنی ان کے چہرون پر ظہور کرے گی اور ان کے باطن کا نور ظاہر پر نمودار ہوگا اور اس نور کی قوت کے سبب سے جو انکے آنکھ کی روشنی کی مدد کرے گا اِلٰی رَبِّھَا اپنے پروردگار کے نور کی تجلی کیطرف نَاظِرَۃٌ نظر کرنے والے اور بڑی لذت پانیوالے ہونگے اور ان کی آنکھ اس تجلی کے دیکھنے سے ہرگز نہ چندہلا وے گی اور متحیر اور خوفناک بھی نہوگی وَوُجُوْہٌ اور کتنے چہرے یَوْمَئِذٍ اسدن حیرت اور دہشت مین پڑے ہونگے اگرچہ اس تجلی کے سامنے کھڑے ہونگے لیکن اسکو دیکھ نسکین گے پھر اسکے دیکھنے سے چین پانا اور لذت اٹھانا تو بہت دور رہا اسواسطے کہ وے چہرے اپنے حال مین گرفتار ہونگے بَاسِرَۃٌ اداس رونی شکل کے ہونگے سو یہہ ظاہر انکا ایسا خراب ہوگا اور ان کے دلمین عجب طرح کا رنج اور غم غالب اور بھرا ہوگا کہ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِھَا فَاقِرَۃٌ یقین رکھتے ہونگے کہ کیا جائیگا انکے ساتھ معاملہ پیٹھ کی ہڈی کا توڑنیوالا اور اس خیال سے انکے حواس بجا نہونگے تاکہ تجلی الٰہی کے نور کی رویت سے بہرہ مند اور مشرف ہون چنانچہ حدیث صحیح متواتر مین جسکو بہت صحابیون نے روایت کیا ہی آیا ہی کہ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ لَیْسَ دُوْنَہٗ حِجَابٌ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تم دیکھوگے اپنے پروردگار کو یعنے قیامت کے دن جسطرح دیکھتے ہو چودہوین رات کے چاند کو ایسیوقت مین کہ اس وقت مین بدلی یا دھوان یا غبار تمھارے اور چاند کے درمیان مین حایل نہو اور حقتعالی کے دیدار سے مشرف ہونے مین آپسمین ایک دوسریکا مزاحم اور مانع بھی نہ ہوگا جسطرح چاند کے دیکھنے مین ایک دوسرے کی اوٹ نہین ہوتا ہی اور یہہ بھی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ تم لوگ حق تعالی کے دیدار سے مشرف ہوگے لیکن اگر ہوسکے تو فجر اور عصر کی نماز کو بہت احتیاط سے اپنے وقت پر ادا کرتے رہو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دونون نمازون کا نور حقتعالے کے دیدار مین مدد اور اعانت کرے گا اب یہانپر جاننا چاہئے کہ یہہ آیت صریح دلیل ہے اسبات پر کہ قیامت کے دن حق تعالی کا دیدار نیک لوگونکو نصیب ہوگا اور حدیث صحیح متواتر جسکو بہت صحابیون رض نے صحیح اسنادون سے روایت کیا ہی وہ بھی اس نص کے

مضمون کی تاکید پڑی ہے تو حق تعالی کی رویت کا اعتقاد ہر مسلمان کو لازم و فرض ہے اور حق تعالی کی دیدار کے منکر اس آیت کے معنون مین بہت گھبرائے ہین اور ہاتھ پانون مارے ہین اور عجیب اور غریب باتین کی ہین کہ اکثر وے باتین کتاب اللہ کی تحریف کو پہنچی ہین اور مفسرون پر تحریف کا رد واجب ہے اس سبب سے ان چیزون کا ذکر اس مقام پر کرنا ضرور ہوا و الا اس تفسیر کے طرز کے لحاظ سے اس گفتگو کا لانا اسجگہہ مناسب نتھا لاچاری سے ذکر کیا جاتا ہے اور اس ذکر کے پہلے ایک مقدمہ ضروری بیان ہوتا ہے اسکو کان رکھکے سنا چاہیئے اور اس مقدمے کا حاصل یہہ ہے کہ کلام اللہ کی تفسیر اسکو کہتے ہین کہ تین چیزون کی رعایت اس مین پائی جاوے اول یہہ کہ ہر کلمہ کو قرآن شریف کے اسکے حقیقی معنون پر حمل کرنا چاہیئے یا مجاز متعارف اور مشہور پر دوسری یہہ کہ اس کلمہ کے سیاق اور سباق کو اور کلام کے نظم کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرنا اور نگاہ رکھنا چاہیئے تاکہ کلام بے نسق اور بے ربط نہو جاوے تیسری یہہ کہ نزول وحی کے گواہونکا فہم اس تفسیر کے مخالف واقع نہوا اور وے گواہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہین پھر اگر ان تینون چیزون سے ایک فوت ہو جاوے اور دو دوسری باقی رہین تو اس کو تاویل کہتے ہین سو اگر پہلی فوت ہو جاوے لیکن دوسری اور تیسری باقی رہین تو اس کو تاویل قریب کہتے ہین اور اگر دوسری فوت ہو جاوے لیکن پہلی اور تیسری باقی رہین یا تیسری فوت ہو جاوے لیکن پہلی اور دوسری باقی رہین تو ان دونون صورتون کو تاویل بعید کہتے ہین اور اگر یے تینون فوت ہو جاوین تو اس کا نام تحریف اور مسخ ہے معاذ اللہ من ذالک پھر جب یہہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو اب جانا چاہیئے کہ اللہ تعالی کی رویت کے منکرون کے کلام مین جسکو وے بہت عمدہ جانتے ہین اور اس گروہ کے مفسر اسپر نہار اور فخر کرتے ہین وہ یہہ ہے کہ نَاظِرَةٌ کو مُنْتَظِرَةٌ کے معنون مین کہتے ہین چنانچہ هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۔ و اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ مین واقع ہوا ہے یعنے نہین منتظر مین مگر اس کی تاویل کے اور مہلت دو ہمکو کہ ہم بھی سلگا لین تمھاری روشنی سے اور الی کو کہتے ہین کہ یہہ حرف جر کا نہین بلکہ نعمت کے معنون مین ہے الاء کا مفرد ہے اصل مین الی تھا تنوین کے ساتھ جب

وہہا کی طرف اسکو مضاف کیا تو تنوین جاتی رہی الی رہ گیا اس سبب سے حرف جر سے مشابہ
ہوگیا تو اب انکے نزدیک اس آیت کے معنے یون ہوئے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کے منتظر ہونگے
تو ان کے نزدیک اس آیت نے رویت پر دلالت نہ کی سو اب اس آیت کے معنون مین تامل اور
غور کرنا چاہئے کہ اول تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کے یہ معنے مخالف
ہین بلکہ اس کہنے والے سے پہلے جتنے زمانے گذرے ہین ان سب لوگون کے فہم کے مخالف ہی کسی شخص کو
یہہ بات نہ سوجھی سوائے اس شخص کے اور دوسرے یہہ کہ قرآن شریف کے استعمال کے بھی مخالف ہی
اسواسطے کہ وہ جگہہ تو اسی سورت مین الی کی لفظ واقع ہی چنانچہ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ اور اِلٰى
رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ اور سوائے اسکے اگر تمام قرآن شریف مین یہہ لفظ تلاش کی جاوے تو ہزار
جگہہ سے زیادہ نکلے گی چنانچہ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا اِرْجِعِىْ اِلٰى رَبِّكِ اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ اِلٰى رَبِّهِمْ
يُحْشَرُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمْ يَرْجِعُوْنَ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور سوائے اس کے بہت جگہہ پر واقع
ہی لیکن کسی جگہہ ان ترکیبون مین الی نعمت کے معنون مین مستعمل نہین ہوا ہی بلکہ الی کی لفظ تمام
قرآن شریف مین نعمت کے معنون مین واقع نہین ہوئی ہی اور خالص عرب کے کلام مین بھی یہہ لفظ
ان معنون مین مستعمل نہین ہی اور اکثر اہل عربیت نے اس لفظ کو تحقیق کیا ہی اور کہا ہی کہ اٰلَاءَ کا مفرد
اَلًى ہی ہمزہ کے فتحہ سے قَفًا کی وزن پر نہ اِلًى مِعًى کی وزن پر اور یہہ جو کہتے ہین کہ اعشی نے اپنے
شعر مین اس لفظ کو اسی وزن اور اسی معنون مین استعمال کیا ہی چنانچہ اس کا شعر یہہ ہی اَبْيَضُ
لَا يَرْهَبُ الْهُزَالَ وَلَا يَقْطَعُ رِحْمًا وَلَا يَخُوْنُ اِلًى یعنے گورا رنگ نہین خوف کرتا ہی لاغری
کا اور نہین قطع کرتا ہی رحم کو اور نہ خیانت کرتا ہی نعمت مین سو یہان پر کس دلیل سے ثابت ہوا ہی
کہ اِلًى اس شعر مین ہمزہ کے زیر سے ہی زبر سے نہین ہی تاکہ دلیل درست ہووے اور سوائے اسکے
اگر ایک شاعر نے اپنی شعر مین ایک نادر کلمہ کو استعمال بھی کیا تو وہ کلمہ وحشت اور غرابت سے
نہ نکل جائیگا والا جر ستی و مسرج کی لفظ بھی وحشی اور غریب نچاہئے ہوا اور کلام اللہ جو انتہا درجے
کی فصاحت اور بلاغت مین واقع ہی سو اس کو غریب وحشی کلمونکے استعمال پر مشتمل کرنا اسکی

فصاحت اور بلاغت مین بٹا لگاتا ہی خصوصًا ایسے مقام پر جہان رائج اور مشہور ترکیب کے
استعمال کا گمان غالب ہووے بلکہ یقین ہووے وہان وحشی غیر مستعمل کی طرف پھیرنا گویا قرآن
شریف پر چیستان اور پہیلی کی تہمت لگاتا ہی حَاشَا کَلَامَ اللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ یعنے بہت دور ہی
کلام آلہی ایسی چیزون سے قرآن شریف کا نزول تلبیس اور اشتباہ کے دفع کرنے کے واسطے ہی نہ فریب
دینے اور غلطی مین ڈالنے کے واسطے سوا آلی کے معنے حقیقی نعمت کے کہنا مجاز اور کنایت سے ہزارون
مرتبے بعید ہی بلکہ الی کو اپنی اصل سے خارج کرنا ہی یعنے حرفیت سے نکال کے اسمیت مین
داخل کرنا ہی اور جس طرح غیر حقیقی اور غیر متعارف معنون پر کسی کلمہ کو حمل کرنا تاویل کے مرتکب اور
دلیر ہونیکا سبب ہی اسی طرح کسی کلمہ کو ایسے معنون پر حمل کرنا جسکے سبب سے وہ کلمہ اپنی اصالت
سے نکل جاوے جیسے حرفیت سے جو رایج اور مشہور ہے نکل کے اسمیت یا فعلیت مین داخل ہووے
جو غیر متعارف اور غیر مشہور ہے یہہ بھی تاویل کا مرتکب ہوتا ہی بلکہ یہہ تحریف ہی مثل زید
وجاریۃ من لطن عصفور اور باوجود ایسی مخالفتون کے اس کلام کی ابتدا سے یعنے بَلْ تُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَۃَ سے اس آیت کے آخر تک کوئی لفظ نہین ہی جو ان معنون کو پیدا نہ کرے اور
جس غرض کے واسطے یہہ کلام لایا گیا ہی سو یہ معنے اس غرض کے بالکل منافی اور مخالف ہین
اور اس اجمال کی تفصیل یہہ ہی کہ بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ کا مضمون
اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ تم لوگ ناکارہ چیز کو دوست رکھتے ہو اور عمدہ چیز کو
ترک کرتے ہو سو آیندہ کلام مین آخرت کی عمدگی کے واسطے اگر ایسی چیز جو مخصوص آخرت
کے واسطے ہو اور دنیا مین نہ پائی جاتی ہو بیان نہ کرین تو یہہ دعوے درست نہ ہوا اور جب یہہ
بیان فرمایا کہ بہت لوگون کو قیامت کے دن حق تعالی کا دیدار نصیب ہوگا اور یہہ ایسی چیز ہی
کہ کوئی نعمت اور کوئی ترقی اس سے بڑھ کے آدمی کے وہم اور خیال مین نہین آسکتی ہی تو آخرت
کی عمدگی ثابت ہوئی اور اگر نعمت آلہی کے انتظار کو بیان کرین تو اس غرض کے منافی اور
مخالف ہو جاوے اسواسطے کہ حق تعالی کی نعمت کا انتظار دنیا مین بھی حاصل ہی بلکہ بڑے دن کی نسبت

زیادہ حاصل ہے اسواسطے کہ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ یعنے دنیا مومن کا قید خانہ
اور کافر کا باغ ہے اسواسطے کہ چہرون کی تازگی اور رونق اور چمک اور دمک رنگ کی جتنی
کافرون کو حاصل ہے ایماندارون کو ہرگز میسر نہین ہے تو آخرت کی زیادتی دنیا پر کیا ہوئی جسکے
واسطے دنیا کی محبت پر اور آخرت کے ترک پر ملامت فرماتے ہین بلکہ اسوقت مین تو برون کو کہنے کی
جگہہ ہے کہ ہم لوگ دنیا کو اس سبب سے دوست رکھتے ہین اور آخرت کی فکر کچھہ بھی نہین رکھتے کہ چہرونکی
بشاشت اور تازگی اور گوناگون نعمتون کا انتظار ہمکو دنیا مین حاصل ہے اور نیز دنیا کی نعمتین نقد اور
نزدیک ہین اور آخرت کا حال معلوم نہین ہے کہ یے نعمتین ہم کو وہان حاصل ہون یا نہون اور سوائے
اسکے آخرت موعود اور نسیہ ہے پھر بعد اسکے وجوہ کی لفظ مین قیاس کرنا چاہیئے کہ اگرچہ وجوہ کی لفظ
سے اسجگہہ ذاتمین اور اشخاص مراد ہین لیکن بلاغت والون کا یہہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کو
ساتھ کسی لفظ کے تعبیر کرتے ہین تو جو کچھہ اس لفظ کے متناسب ہوتا ہے لاتے ہین جیسے اسکی صفتین
یا اسکے کام چنانچہ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ اور وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ اور قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ
مین واقع ہے اور یہہ بات ظاہر ہے کہ وُجُوْہٌ کا کام نظر کرنا اور دیکھنا ہے نہ انتظار کرنا نعمتون کا
اسواسطے کہ یہہ قلب کا کام ہے سو اگر انتظار مراد ہوتی تو یون کہتا تھا کہ قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ مَّسْرُوْرَۃٌ
لِنِعْمَۃِ رَبِّھَا مُنْتَظِرَۃٌ یعنے بہت دل اسدن خوش ہونگے اپنے رب کی نعمت کے منتظر پھر یَوْمَئِذٍ
کی لفظ مین تامل کرنا چاہیئے اسواسطے کہ جو چیز کہ خاص اسدن کے واسطے ہے اسی کو یہہ لفظ چاہتی
ہے سو اگر نَاظِرَۃٌ مُنْتَظِرَۃٌ کے معنو مین ہو اور اِلٰی نعمت کے معنون مین تو یے چیزین اسدن سے کچھہ
خصوصیت نہین رکھتی ہین اسواسطے کہ دنیا مین بھی نعمت الٰہی کی انتظار حاصل ہے اور نضارت اور
تازگی منہہ کی بالیقین دنیا اور آخرت مین مشترک ہے اگر ایسی کوئی چیز بیان نہ کی جاوے جو اسدن
کے واسطے خاص ہے تو یَوْمَئِذٍ کی لفظ بالکل بیکار ہو جاوے پھر ناظرہ کی لفظ مین غور کرنا چاہیئے
کہ چہرے کی تازگی اور چمک اور دمک لذت کے حاصل ہونے مین ہوتی ہے یا حصول کی انتظار مین
بلکہ لذت کے حصول کا انتظار تو خود ایک عذاب ہے جس سے روحی رنج حاصل ہوتا ہے پھر یہہ

عذاب کسطرح چہرے کی تازگی اور خوشی کا سبب پڑیگا چنانچہ شاعر کہتا ہے سے ہند کی تیغ روم کا خنجر نہ کرے جو کہ انتظار کرے پھر اسکے مقابلے مین وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ مین تامل کرنا چاہئے اسواسطے کہ یہہ مضمون کمال جدائی پر ان دونون گروہون کی دلالت کرتا ہے پھر اگر اچھے بھی انتظار نعمت کے رنج مین گرفتار ہووین تو رنج مین برون کے شریک ہووین اگرچہ برون کو بلا کا انتظار ہے اور نیکون کو عطا کا اسواسطے کہ انتظار عطا کا بھی رنج کا سبب ہے جسطرح بلا کا انتظار رنج کے حاصل ہونے مین ان دونون مین کچھ فرق نہین ہے انتہی اور انکو دوسرا فرقہ منکر رویت کا ہے اسنے یون کہا ہے کہ کسی طرف آنکھ کو متوجہ کرنے کو نظر کہتے ہین پھر خواہ وہ نظر مین آوے یا نہ آوے چنانچہ عرب لوگ بولتے ہین نَظَرْتُ إِلَى الْهِلَالِ فَلَمْ أَرَهُ یعنے نظر کی ہمنے چاند کی طرف پھر نہ دیکھا ہمنے اسکو اور قرآن شریف مین بھی آیا ہے تَرٰہُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ یعنے تم دیکھتے ہو ان کو وے دیکھتے ہین تمھاری طرف اور وے ہرگز نہین دیکھتے تو اب اس تاویل سے اس آیت کے معنے یون ہونگے کہ اپنے پروردگار کیطرف نظر کو متوجہ کرینگے اگرچہ اسکو نہ دیکھینگے اور وہ دیکھنے مین نہ آوے اب اس ان کے کلام مین عاقل کو تامل کرنا چاہئے کہ کیا پوچ بکتے ہین اس واسطے کہ ان لوگون نے انکار رویت کی اسواسطے کی تھی کہ دیکھنے کے واسطے مقابلہ اور جسکو دیکھتا ہے اسکا مکان اور آنکھ سے اشارہ کرنا اسکی طرف اور شعاع کا پہنچنا اس تک ضرور ہے اور یے چیزین اللہ تعالی کے حق مین محال ہین لیکن جب انھون نے نظر کا متوجہ کرنا حق تعالی کی طرف جو نیک لوگونسے آخرت مین واقع ہوگا جایز رکھا تو گویا یے سب چیزین خشنے لئے کہ حق مین ثابت کرچکے تو اب انپر وہی عرب کی مثل سچی ہوئی کہ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَوَقَفَ تَحْتَ الْمِيزَابِ یعنے برسات کی بوندون سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا اور علاوہ اسکے یہہ ہوا کہ کلام الہی نے اس بیجا صل کے تصرف سے رکاکت پیدا کی اسواسطے کہ کسی چیز مرغوب کو ڈھونڈھنا اور پھر نپانا اسکا نہایت رنج اور بے مزگی کا باعث ہوتا ہے پھر ایسی چیز کو نیکون کی تعریف مین بیان کرنا کیا مناسب تھا اور یہہ بھی سہی لیکن ان چہرون کی تازگی اور روشنی کی کیا وجہہ اسواسطے کہ باوجود سعی اور تلاش کے انکو حرمان اور ناامیدی حاصل ہے اور یہہ خود ترش روئی اور رنجیدگی

کا سبب ہے پھر خوشی کی کیا وجہہ ہے اور بعضے دوسرے جو رویت کے منکر ہین انھون نے یون کہا ہے کہ اس جگہہ مضاف محذوف ہے اصل مین یون تھا کہ اِلٰی ثوابِ رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ یعنے اپنے رب کے ثواب کی طرف دیکھنے والے ہونگے یہہ اس سے بھی زیادہ پوچ اور بے معنی ہے اسواسطے کہ نعمت کا دیکھنا خوشی اور چہرے کی تازگی کا سبب نہین ہوتا ہے بلکہ نعمت کا حاصل ہونا البتہ ان چیزون کا سبب پڑتا ہے سو چہرون کی تازگی کی وجہہ مین نعمت دیکھنے کو بیان کرنا بلاغت کی منافی ہے اور اسیطرح بعضے دوسرے اس فرقے کے یون کہتے ہین کہ نَظَرتُ اِلٰی فُلَانٍ توقع اور طمع کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ فلانا فلانے کے ہاتھ کو دیکھتا ہے یعنے اس سے انعام کی توقع رکھتا ہے اسواسطے کہ طمع اور توقع تشویش اور تردد کے سبب پڑتے ہین نہ خوشی اور سرور کے اور اس لفظ کو اکثر اسجگہہ پر استعمال کرتے ہین جہان اس چیز کے حصول کی یقین بالکلیہ نہین ہوتی ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ اِنِّی اِلَیْکَ لِمَا وَعَدْتَ لَنَاظِرٌ نَظَرَ الْفَقِیْرِ اِلَی الْغَنِیِّ الْمُوْسِرِ یعنے مین تیری طرف بسبب وعدہ دینے تیرے کے دیکھنے والا ہون یعنے منتظر ہون جسطرح فقیر محتاج دیکھتا ہے غنی تونگر کی طرف اور دوسرے شاعر نے یون کہا ہے ؎ وُجُوْہٌ نَاظِرَاتٌ یَوْمَ بَدْرٍ اِلَی الرَّحْمٰنِ یَاْتِیْ بِالْفَلَاحِ یعنے بہت منہہ دیکھنے والے ہین بدر کے دن رحمن کی طرف کہ لاویگا فلاح کو اور عرب لوگ جب کوئی تنگی اور فکر مین پھنس جاتے ہین تو کہتے ہین کہ عَیْنِیْ مَمْدُوْدَۃٌ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَا شَاخِصُ الطَّرْفِ اِلٰی فُلَانٍ یعنے میری آنکھ دراز ہے اللہ تعالے کی طرف یعنے حقیقت مین امید اسی سے ہے اور مین دیکھنے والا ہون فلانے کی طرف سو جتنی یہ مثالین مذکور ہوئی ہین ان سب مین خوف اور رجا کی مزاحمت صریحی اور منظور ہے اب اس تاویل سے اس آیت کے معنون مین دوسرا اختلاف پیدا ہوا وہ یہہ ہے کہ ان لوگون کو ابتک اپنے حال کی یقین حاصل نہین ہے کہ ہمارے ساتھہ کیا ہوگا پھر باوجود ایسی بے یقینی کے ان لوگونکے فلکے پیالے کہان سے خوشی اور بے غمی کی شراب سے بسر پڑ اور چھلکتے ہونگے جسکے سبب سے اسطرح کی خوشی اور خورمی اور تازگی اور سرخی رنگت کی انکے چہرونسے پھوٹی نکلتی ہوگی غرض کہ ایسی باتین چیلانا اور ایسا بیہودہ بکنا بلاشبہہ کتاب اللہ کی تحریف کرنا ہے اور حقتعالے کے حکم کو پھیرنا ہے نعوذ باللہ من ذالک اور جو اس کلام مین آدمی کی فعید کا حال بیان

ہوا کہ اسی سبب سے لوگ دنیا کی محبت مین گھستے ہوئے ہین اور آخرت کی فکر سے غافل اور بیخبر
ہین کہ دنیا کو نزدیک اور نقد بوجھتے ہین اور آخرت کو دور اور نسیہ جانتے ہین اسواسطے کہ نقد کو چھوڑکے
نسیہ کی طرف مایل نہین ہوتے سواب اس فاسد اعتقاد پر زجر اور توبیخ اور جھڑکی ہوتی ہے کہ کَلَّا
آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو اسواسطے کہ آخرت اس سفر کا نام ہے جس مین روح کو اپنے پروردگار کی
طرف مسافرت کرنا ہے اور اس سفر کی ابتدا موت کا وقت ہے گویا روح اسوقت اپنے گھر سے نکل
کے اس سفر کی منزلین طی کرنے مین مشغول ہوتی ہے اور انتہا اس سفر کی قیامت کے دن حق تعالی کی
قہری تجلی کی حضوری مین حاضر ہونا چنانچہ اسی سورت مین اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ کی تفسیر مین بیان
ہو چکا ہے اور سفر کی دوری اور نزدیکی ابتدا سے شمار کرنا چاہیئے نہ اسکی انتہا سے اور اس سفر کی
ابتدا بہت نزدیک ہے کہ دنیا کی زندگانی سے ملی ہوئی ہے جوقت یہان سے قدم اٹھایا بس وہان پر
رکھا سو حقیقت مین آخرت کا شروع اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ اسوقت سے ہے کہ جب پہنچتی ہے آدمی کی
جان اسکے سینے کی ہڈیون مین جو گردن کے متصل ہے اور اسوقت کو احتضار اور سکرات اور غرغرہ کا
وقت کہتے ہین اور اسوقت روح حیوانی اپنے مسکن اور ٹھکانے سے باہر نکلتی ہے یعنے دل سے اگرچہ
ابتک تمام بدن سے باہر نہین نکلی ہے جسطرح جب مسافر اپنے گھر سے باہر نکلا اگرچہ بستی کے گلی کوچے سے
نہین نکلا ہے اور شہر کے دروازے سے باہر نہین ہوا لیکن مسافر ہو چکا اور روح حیوانی وہی متعلق
نفس کی ہے اور یہہ روح جبتک بدن مین اپنے مقام پر ہے تبتک زندگانی دنیا کی حاصل ہے اور جب
اپنے ٹھکانے سے بے ٹھکانے ہوئی تو زندگی بھی منقطع ہوئی چنانچہ ایسے وقت مین اپنے بیگانے سب مایوس
ہو جاتے ہین اور بوجھ لیتے ہین کہ اس میت کی روح نے آخرت کا سفر کیا وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ اور اس
وقت کہا جاتا ہے کہ کون ہے جھاڑنے پھونکنے والا تاکہ اس روح بے ٹھکانے ہوئی کو اپنے ٹھکانے پر
پھیرے اور ایسے وقت مین حکیمون کی تدبیر سے اور مزاج کے علاج سے ہاتھ اٹھا لیتے ہین اس گمان سے
کہ یہہ سخت واقعہ غیب سے لاحق ہوا ہے تو شاید ارواح طیبہ کا توسل جو افسون پڑھنے سے
حاصل ہوتا ہے اس امر کے دفع کرنے مین کچھ کام آدے اور بعضے مفسرون نے جیسے حضرت عبد اللہ

بن عباس اور کلبی اور سوائے ان کے رضی اللہ عنہم نے ایسا کہا ہی کہ مَنْ رَاقٍ ان فرشتون کا
کلام ہی جو ملک الموت کے ساتھ روح نکالنے کے وقت آتے ہین اور وے سات ہوتے ہین سات
اندام کے عدد کے برابر یا زیادہ ہوتے ہین اور وے اسواسطے ہمراہ آتے ہین تا کہ ملک الموت روح کو
قبض کر کے ان کے حوالے کر دین پھر وے فرشتے آپس مین پوچھتے ہین کہ مَنْ رَاقٍ یعنے کون اس مردیکی روح
لیجائیگا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے سو اس صورت مین راق مشتق رقی سے ہوگا جو اوپر چڑھنے کے
معنون مین ہی نہ رقیہ سے جو افسون کے معنو مین ہی وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ اور گمان کرتا ہی وہ شخص
خود بھی یعنے جو روح کا صاحب ہی کہ یہہ وقت جدائی کا ہی گھر بار سے اہل و عیال سے مال اسباب
سے اور ظن کی لفظ کو جو گمان کے معنون مین ہی اس مقام پر ایک لطیفہ مہکمی کے واسطے استعمال فرمایا ہی
گویا ایما یون ارشاد ہوتا ہی کہ آدمی دنیا کی زندگانی پر اور اس کی لذتون کے حاصل کرنے پر
ایسا شدت سے حریص ہی کہ اس حرص کے سبب سے اس حالت مین بھی موت کے آنے کا یقین
نہین کرتا ہی انتہا درجہ یہہ ہی کہ گمان غالب اسوقت حاصل ہوتا ہی وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ
اور لپٹنے لگی پنڈلی پنڈلی سے یعنے اس مردے کی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ
گئی اسواسطے کہ نیچے کے بدن سے روح کا اثر بالکل منقطع ہو چکا پنڈلیون کا ہلانا اور ایک کو
دوسرے سے جدا رکھنا اسکے اختیار مین نہ رہا اور بعضے مفسرین نے یون کہا ہی کہ عرب کی اصطلاح
مین ساق کی لفظ کنایہ ہی سخت مصیبت سے سو معنے اس آیت کے یون ہین کہ ملی ایک سختی دوسری
سختی کے ساتھ اسواسطے کہ مردے کو اسوقت مین دو سختیان اکٹھیان پیش آتی ہین پہلی
شدت دنیا سے جانا اور مال و اسباب اہل و عیال اور جاہ و حشم سب کو چھوڑنا اور دشمنون
کی خوشی اور طعنہ زنی اور دوستون کا رنج اور دوسری شدت آخرت کے احوال کی جیسے منکر
نکیر کا سوال اور گور کی تاریکی اور فرشتون کی زجر اور توبیخ یعنے جھڑکی اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ
تیرے پروردگار کیطرف ہی اسدن کھینچ لیجانا جیسے بھاگے ہوئے کو اسکے خاوند کے پیادے کھینچ لیجاتے
ہین تو معلوم ہوا کہ آخرت کی ابتدا اسی دن سے شروع ہوتی ہی یعنے موت کے دن سے اگرچہ

انتہا اسکی قیامت کے دن واقع ہوگی جسکا بیان اِلیٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ مین گذر چکا ہے لیکن افسوس کہ
آدمی اس آخرت کی نزدیکی کو نہین بوجھتا اور اپنے زیست کی فکر سے جو دنیا مین کام آوے اور زہد
اور عبادات سے جو اپنے خاوند کی حضوری مین مشرف ہونے کے بعد اسکی سرخروئی اور مالک
کی خوشی کا سبب پڑے بالکل غافل ہے فَلَا صَدَّقَ سو نہ سچا جانا قرآن کی آیتون کو اور حق تعالےٰ کے
رسولون کو تاکہ اس سبب سے اعتقاد تو درست اپنے ساتھ لیجاتا اور قرآن اور پیغمبرونکے شفیع ہوتے
وَلَا صَلّٰی اور نہ نماز پڑھی اسواسطے کہ حضرت رب العالمین کی حضوری مین سب سے پہلا عبادت
کی پرسش ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ مِنْ اَعْمَالِهِ الصَّلٰوةُ یعنی پہلے
جس چیز سے کہ حساب کیا جاوے گا بندہ اپنے عملون سے وہ نماز ہے اور اسی مضمون کو کسی شاعر نے کہا ہے
روز محشر کہ جان گداز بود   اولین پرسش نماز بود   تاکہ فی الفور پہلی ہی پرسش مین خجل اور شرمندہ
ہو اور یہہ بھی ہے کہ یہہ عبادت نشان ہے جدائی کا کافر اور ایماندار مین یعنے اگر نماز پڑھتا ہے تو ایماندار کے
گروہ مین تو شامل ہوگا اور یہہ بھی کہا ہے کہ یہہ عبادت توجہ الی اللہ کی صورت ہے اس عبادت کا بجا لانا گویا
بھاگنے سے رجوع کرنا ہے جسطرح کوئی غلام اگر اپنے خاوند سے بھاگا ہو لیکن جب اپنے خاوند کا مکان
دیکھتا ہے تو اسکو سلام کرلیتا ہے اور اسکی تعظیم بجا کرتا ہے تو یہہ بات خاوند کے غضب کے جوش کو کچھہ تھوڑا ہلکا
کردیتی ہے اور اس شخص نے فقط اس عبادت کے نہ کرنے پر اکتفا نہ کیا وَلٰكِنْ كَذَّبَ ولیکن جھٹلایا قرآن کی
آیتون کو اور پیغمبرون کی خبرون کو عوض مین سچا جاننے کے وَتَوَلّٰی اور پیٹھہ دی اور منہہ پھیرا عوض مین اللہ
تعالےٰ کی طرف متوجہ ہونے کے پھر باوجود ایسی تقصیرونکے نادم نہ ہوا بلکہ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى
اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى گیا اپنے گھر کی طرف اینٹھتا اور اکڑتا ہوا گویا پیغمبر اور قرآن کو جھٹلا کے اور نماز کے ترک
کرنے مین حق تعالیٰ سے لڑائی اور مقابلہ کرکے جیت آیا سو اپنی قوت بازو پر پھولا نہین سماتا اور اکڑتا ہے
تو ضرور ایسے شخص سے مرنے کے بعد کہا جاوے گا کہ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى خرابی ہو تجھہ پر اور پھر خرابی ہو جیو
یہہ دونون خرابیان قہر اور غضب کے عالم مین اسکے واسطے موجود ہین پہلے نہ سچا جاننے اور نماز
کے نہ چھوڑنے پر اور دوسری جھٹلانے اور منہہ پھیرنے پر ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى پھر قیامت کے

دن خرابی ہوجیو تیری پھر خرابی ہوجیو یہہ دونون خرابیان اسکے واسطے انہی دونون سببون سے قیامت کے دن موعود ہین اور جو یہان تک بیان کیا گیا کہ آدمی اس طرح قیامت اور موت سے غفلت مین گرفتار ہے کہ ہرگز کسی کے خبردار کرنے اور نصیحت کرنے سے آگاہ نہین ہوتا اور اس غفلت کی نیند سے ہشیار نہین ہوتا تو اب جھڑکی سے اس سے پوچھتے ہین کہ تجھکو ایسی غفلت کس سبب سے ہے کون سے شبہے نے تیرے دل مین قرار پکڑا ہے اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَكَ سُدًی کیا گمان کرتا ہے آدمی کہ چھوڑ دیا جائیگا جانورون کی طرح کہ جو چاہتے ہین سو وے کرتے ہین اور انسے اس بات کی پرسش نہین ہے نہ مرنے کے بعد نہ حشر کے دن سو آدمی کا یہہ گمان غلط ہے اور فساد اسکا ظاہر ہے اس واسطے کہ اگر اپنی خلقت مین تامل اور غور کرے تو دریافت کرسکتا ہے کہ جب مین مکلف ہوا یعنی کرنے نہ کرنے کی مجھکو تکلیف دی گئی تو مجھکو ہر عمل کی جزا کا چکھنا اور ہر چیز کی پرسش مجھسے ہونا ضروری ہوا نہایت اس کی یہہ ہے کہ اعمال کی جزا کی پرسش مردونکے مرنے اور بہت مدت انپر گذرنے کے بعد زندہ کرنے پر موقوف تھے اور یہہ یعنے مدت دراز کا گذرنا اور پھر زندہ ہونا کچھ تردد اور انکار کی جگہہ نہین ہے اسواسطے کہ اس کا سچا ہونا غور اور تامل سے معلوم ہوسکتا ہے اَلَمۡ یَكُ کیا نہ تھا آدمی اپنے باپ کی پیٹھ مین نُطۡفَةً قطرہ یعنے ذرا سا بوند مِّنۡ مَّنِیٍّ منی کے پانی کا جو چوتھے ہضم کا فضلہ ہے یعنے باقی ماندہ ہے اور طبیعت اس سے مستغنی اور بے پروا ہو چکی ہے اور حیوان کے فضلات حیات کے قبول کرنے سے بہت دور ہوتے ہین بخلاف اس کے اخلاط کے اس واسطے کہ اسکو طبیعت بدن کا جز کردیتی ہے اور زندگانی کی خلعت پہناتی ہے خصوصًا وہ منی کا قطرہ جس سے انسان پیدا ہوتا ہے اور حیوان کے بدن مین بھی نہین رہتا ہے تاکہ زندگانی کا قبول کرنا اس سے متوقع ہو بلکہ یُّمۡنٰی ٹپکا یا گیا جماع کی حرکت کے سبب سے انثیین اور قضیب کی راہ سے اور حکمت کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کو اسکے معدن اور ٹھکانے سے جدا کرتے ہین تو پھر معدن کی طبیعت اس کی تدبیر اور پرورش سے دست بردار اور علیحدہ ہو جاتی ہے جسطرح شاخ درخت سے جدا ہوئی نشو ونما نہین قبول کرتی ہے اسی سبب سے حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَا اُبِیۡنَ عَنِ الۡحَیِّ فَهُوَ مَیِّتٌ یعنے جو عضو جدا کیا گیا زندے سے وہ مردے کے حکم مین ہے اور

اسکا کھانا حرام ہی جیسے دنبہ کی چکتی اور اونٹ کا کوہان کہ اگر ان کو ان کی زندگی مین کاٹ لین تو کھانا
حرام ہی اور دودہ کے حلال ہونے کا سبب یہہ ہی کہ اس کو طبیعت بچہ کی غذا کے واسطے پیدا کرتی ہی
یہہ نہ دودہ والی کا جز ہی اور نہ اس کا فضلہ ہی جیسے درخت کا میوہ حیوان کی غذا کے واسطے درخت مین
پیدا ہوا اسیطرح دودہ ایک حیوان کی غذا کی واسطے دوسرے حیوان کی بدن مین پیدا ہوا ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً
پھر ہوا وہ ٹپکا ہوا پانی لہو کی پھٹکی سو وہ بھی حیات کی قابلیت نہین رکھتی ہی بخلاف رقیق بہنے والے
لہو کے جسکو دم مفسوح کہتے ہین اور وہ رودونمین اور نسون مین دوڑتا پھرتا ہی اور وہ حیوانکی
غذا کے بھی کام آتا ہی اور اسکے بدن کا جز بھی ہوتا ہی فَخَلَقَ پھر پیدا کیا اسکو اللہ تعالی نے اگرچہ زندگانی
کی استعداد مطلق نہ رکھتا تھا فَسَوّٰى پھر اسکو برابر مزاج کا معتدل کردیا یہان تک کہ تمام حیوانون سے
اعتدال حقیقی کے بہت نزدیک ہو گیا اسی سبب سے نفس ناطقہ کے تعلق کی لیاقت پیدا کی اور ہو سکتا ہی
کہ اعضا کی برابری ان منافع کے واسطے ہو جو منافع ان اعضا سے مقصود ہین یا اعضا کے مقدار کی برابری
مراد ہو جو قریب ہین یعنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے ساتھ اور پاؤن کو پاؤنکے ساتھ
اور آنکھ کو آنکھ کے ساتھ اور کان کو کان کے ساتھ اور دانتون کو دانتونکے ساتھ برابر کیا تاکہ بدنما
نمعلوم ہووین اور تصویر اور تشکیل کی باریکیون کو انسان کی پیدایش مین مرعی فرمایا سو ایک نطفہ سے اتنی
چیزین مختلف کہ ہر ایک کے منافع علیحدہ ہین پیدا کین اور وے کام جو انتہا درجے کا آپس مین اختلاف رکھتے
ہین وے اس نطفہ سے لئے چنانچہ سننے اور دیکھنے مین کس قدر تفاوت زمین اور آسمان کا ہی

اسیطرح ہر عضو کا کام دوسرے عضو مین ممتنع الحصول ہی **نظم** پاؤن سے کب ہو سکے ہی سر کا کام
جیبہ کا کب لے سکے ہی آنکھ نام ۔ کان کب دیدار کا پاوے مزا ۔ کیا تیری قدرت ہی اے رب العلا

بلکہ آدمی کی اصل پیدایش مین کسقدر اختلاف کردیا ہی جس کا کہین ٹھکانا نہین ہی فَجَعَلَ مِنْهُ
الزَّوْجَيْنِ پھر کردیا آدمی کی جنس سے دو قسمین الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى نر اور مادہ کہ ہر ایک کی صورتین جدا
ہین اور اعضا جدا اور صفتین جدا ایک قسم کے کام دوسری قسم سے ممکن نہین ہین مردونکے کام عورتون
سے نہین ہو سکتے اور عورتون کے کام مردون سے اور اسیطرح کا اپسمین تفرقہ اور امتیاز کردیا ہی کہ کسی

طرح ایک دوسرے کے بغیر ملنے نہین سکتے اگر ایک قسم والا ہزارون تدبیرین کر کرکے چاہے کہ اپنے تئین دوسری قسم مین ملاوسے تو ہرگز اسکی تدبیر چل نہین سکتی اور دوسری قسم مین مل نہین سکتا سو حق تعالے نے یہہ تدبیر بیچ دنیا کے آباد کرنے کے واسطے کی ہی تاکہ عورت خانگی اور جزئی سرانجام دیوے جیسا کھانا پکانا اور کپڑے کا قطع کرنا اور سینا اور دھاگے کا بٹنا اور اولاد کو پرورش کرنا اور گھر مین جھاڑو دینا فرش بچھانا اور گھر کے اسباب کو اپنے موقع سے نگاہ رکھنا اور سوائے اسکے اسی قسم کی چیزین بہت ہین اور مرد معاش کی تلاش کرے اور کلی کامون کو سرانجام دیوے جیسے زمین کو کھود کر کے سونا چاندی جواہرات نکالنا کھیتی کرنا درختون کو لگانا تاکہ میوے کی کثرت ہووے نہر اور کوئین کا کھودنا دشمنون سے لڑائی اور قتال کرنا علم کو حاصل کرنا پھر اسکو لکھ چھوڑنا معاندون اور دشمنونکو مغلوب اور مقہور رکھنا چورون اور لٹیرون کو دفع کرنا اور سوائے اسکے اس قسم کے کام بہت ہین **أَلَيْسَ ذَٰلِكَ** کیا نہین ہی ایسا خالق زبردست جسنے دنیا کی آبادی کے واسطے آدمی کو اس قسم کا پیدا کیا **بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ** قادر اسبات پر کہ زندہ کرے مردون کو آخرت کی تعمیر اور اس جہان کی آبادی کے واسطے اور اس جہان کی زندگانی مین بھی لوگون کو مختلف کیے کسیکو کامل کیا ہے اور کسی کو ناقص بعضونکو دوزخ کے بھرنے کے واسطے اور بعضون کو بہشت کی چین اور مزے اڑانے کے واسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تھے بعد اسکے یہہ کلام فرماتے تھے **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ بَلَىٰ** یعنے پاک ذات ہی تیری اے اللہ تعالی ایسے کہ تو اسی کام کی قدرت رکھتا ہی ہاں البتہ تو قادر ہی اسپر اسی سبب سے ہر قاری کو سنت ہی کہ اس آیت کے تلاوت کے بعد اس دعا کو پڑھے نماز مین ہو خواہ باہر نماز کے لیکن آواز بدل کے اس طرح پڑھے کہ عوام لوگونکو اسطرح کا شبہ نہ ہو کہ یہہ بھی قرآن کی آیت ہی اور اگر نماز مین ہی تو آہستہ اس دعا کو پڑھے

سورۃ الدھر

یہہ سورت مکی ہی اسمین اکتیس ۳۱ آیتین اور دو سو بیالیس ۲۴۲ کلمے اور ایک ہزار چار سو عرف ہین اور اسکا نام سورۂ انسان ہی اور اسکو سورۂ دہر بھی کہتے ہین اور سورۂ ابرار بھی اور اس سورت کے ربط کی وجہہ سورۂ قیامت کے ساتھہ یہہ ہی کہ سورۂ قیامت مین قیامت کی علامتین اور اسکے وقایع بیان کرتے کرتے یہہ بھی بیان کیا ہی کہ اسدن آدمی دو قسم پر ہو جاوینگے چنانچہ ارشاد ہوا ہی کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَّوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ اور دوسری قسم کا احوال یعنے نافرمانون کا تھوڑا اس سورت مین تفصیل کے طور پر بیان ہوا اور پہلی قسم کا احوال یعنے فرمانبردارونکا باقی رہا تھا سو اس سورت مین پوری تفصیل سے بیان فرمایا اور ان دونون سورتون کے متفرق مضمونون مین بہی مناسبت اور اتحاد موجود ہی چنانچہ انسان کی خلقت اس سورت مین اس عبارت سے مذکور ہوئی ہی اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اور اس سورت مین اس عبارت سے بیان ہوئی ہی اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اور اس سورت مین ارشاد کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور اس سورت مین یون ارشاد ہوا ہی کہ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا اور اس سورت مین فرمایا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اور اس سورت مین فرمایا ہی وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا اور اس سورت مین اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ واقع ہوا ہی اور اس سورت مین اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا اور سوا اسکے دوسری بھی مناسبتین ہین اور مفسرون کو اس امر مین اختلاف ہی کہ یہہ سورت مکی ہی یا مدنی اور صحیح یہہ ہی کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا سے آخر سورت تک بلاشبہہ مکی ہی اور اسکے سوا جو باقی ہی اسمین احتمال اس بات کا ہی کہ مدنی ہو اور آیت يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ جو قصہ حضرت اہل بیت رضی اللہ عنہم مین ہے سو اسکے سبب نزول کی روایتون سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہے آیتین مدنی ہون واللہ اعلم اور اس سورت کا نام سورۂ انسان اس واسطے رکھا ہی کہ اس سورت کی ابتدا مین دو فایدہ مذکور ہی جو انسان کی خلقت سے حضرت رب العالمین کو منظور رہا سو ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ اپنے مین دیکھے اگر وہ فائدہ اپنے مین پاوے تو اپنے تئین انسان جانے اور انسانیت

پر رہے والا قایین کے شیر اور لکڑی کے گھوڑے کی طرح فقط نام کو اپنے تئین انسان جانے اور حقیقت مین کچھ
بھی نہین ہی اور انسان کو یہہ بھی لازم ہی کہ اپنی ابتداء پیدایش سے انتہا آسایش تک جو بہشت مین پاویگا
اپنی ترقیامت کو ملاحظہ کرے اور جان لے کہ حقیقت مین انسان وہی لوگ ہین جو اس آسایش اور آرام
کو پہنچے ہین اور نہین تو دنیا مین جو مجمع برائیون اور رنج کا اور گھر غم اور درد کا ہی گدہے اور بیل کی طرح رنج
اٹھانا اور غم مین مبتلا رہنا کیا فایدہ اور اگر اس دوڑ دھوپ سے کچھ لذت چار دن کی ہزارون کدورت
اور رنج بھری حاصل ہوئی تو بھی دوسرے حیوانون سے کچھ امتیاز اور جدائی نہ ہوئی اسواسطے کہ وے
بھی اس قسم کی لذتین اٹھاتے ہین اور بازپرس کا خوف نہین رکھتے اور اس سورت کا نام سورۂ
دہر اس واسطے رکھا ہی کہ اس سورت کے شروع مین دہر کے عقیدے کو باطل کیا ہی اسواسطے
کہ اس باطل عقیدے کا حاصل یہہ ہی کہ جو کچھ اختلاف اور تجدد عالم مین حادث ہوتے ہین وے
سب آسمان اور ستارہ اور زمانے کی گردش سے ہوتے ہین جو عالم سفلی مین تاثیر کرتے ہین
بعضی وضعین ہر دن اور رات مین متبدل ہوتی ہین اور بعضے ہر مہینے اور ہر برج مین اور بعضی ہر
فصل مین اور بعضے ہر سال مین اور بعضی قرانات مین کبیرہ ہون وے قرآن یا صغیرہ ہون وسطی
ہون یا عظمی اور طرح طرح کے انقلاب اور قسم قسم کے تغیر اور تبدل ہوتے جاتے ہین اور بعضی
وضعین وے ہین جو بہت قرنون مین متبدل ہوتی ہین جن کو اکوار اور ادوار کہتے ہین سو وے بڑے
انقلابون کی سبب پڑتی ہین اور عجیب اور غریب قسمون کی تولد کی باعث ہوتی ہین چنانچہ دریا کی
جگہہ خشکی ہو جاتی ہی اور خشکی کی جگہہ دریا اور آبادی کی جگہہ ویرانہ ہو جاتی ہی اور ویرانہ کی جگہہ آبادی
اور پہاڑ جنگل ہو جاتے ہین اور جنگل پہاڑ اور انسان کی قسم اور دوسرے تمام حیوانات خود بخود
پیدا ہوتے ہین اور بعضی نوعین منقطع اور فانی ہو جاتی ہین سو جب ثابت ہوا کہ ایک زمانہ وہ
تھا کہ نوع انسان کا نام بھی نہ تھا اور کوئی اس کا ذکر بھی نہین کرتا تھا تو یہہ معلوم ہوا کہ اس
نوع کا تولد کسی زمانے کی خواہش سے نہین ہی والا وہ وضع کسی وقت مین ان وقتون سے
اس نوع کے تولد کو خواہش کرتی اور لوگ اس نوع کے تولد اور انقطاع کے بعد دوسری مرتبے

اسکو یاد کرتے کہ فلانے دور مین یہہ نوع ظاہر ہو کے منقطع ہوگئی تھی بھلا اور نہین جنات اور فرشتے
تو ضرور نام اور نشان سے اس قسم کو پہچانتے اور اگر دہریے یون کہین کہ جو وضع اس نوع
کے تولد کو خواہش کرتی تھی اسکے پہلے زمانے کی گردش مین نہ ہوئی تو اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ
یہہ امر تمہارے مذہب کے خلاف ہے اسواسطے کہ تمہارے نزدیک ہر نوع قدیم ہے ان معنون سے کہ اگلی
زمانے کی گردش کی وضعون نے بھی اس نوع کی خواہش کی تھی اگرچہ درمیان مین منقطع ہوگئی ہوا ور یہہ
بھی ہے کہ زمانے کی گردش کی وضعین تمہارے نزدیک اجل کی طرف انتہا نہین رکھتی ہین تو ضرور ہوا کہ ہر
وضع صدہا مرتبے واقع ہوئی ہوا اور اپنے آثار اور نشانیون کو خواہش کیا ہوا اور وضع جدید کا ظہور جسکے مثل
نپائی گئی ہو تمہارے نزدیک محال ہے اور یہہ بھی یقینی معلوم ہے کہ زمانے کی گردش کی وضعین اس قسم
کے انقلابون کے وقوع کے وقت مین اور انواع کے تولد اور جمع کثیر کی ہلاکی کے وقت مین تقویم اور زیچ کے
قواعد کے موافق اس قدر ندرت اور اعجوبہ پن رکھتی تھین کہ وہ وضع یا اسکے مانند یا اس سے قوی کبھی
واقع نہوئی تھی تاکہ پھر دوسرے مرتبے پائی جاوے بلکہ کثیر الوقوع ہین اور کثیر الثبوت تو معلوم ہوا کہ
یہ سب چیزین فاعل مختار کے ارادہ اور خواہش کے سبب سے ہین کہ عالم کے حوادث رنگارنگ اور
انقلابات گوناگون اسی کی قدرت سے وابستہ ہین اور اس سورت کے سورۂ ابرار ہونے کی
وجہہ ظاہر اور کھلی ہوئی ہے کچھہ بیان کی احتیاج نہین ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ کیا گذرا ہے انسان پر کوئی وقت زمانے سے کہ
لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا تھی کوئی چیز جو ذکر کی جاتی حاصل اسکا یہہ ہے کہ ایک وقت ایسا تھا

کہ انسان کی نوع کا عالم میں وجود نہ تھا بلکہ اس کا نام اور نشان نہ ذہن میں اور نہ زبان پر مذکور تھا
اور جیسا کہ جاری ہوا ہے اپنے وجود ذہنی اور وجود لفظی بھی نہ رکھتا تھا پھر وجود خارجی کہاں سے
پایا جاتا اور دراصل ہیولی شی ثابت [illegible] پہنچنے والی ہے اور عند الاطلاق یعنی بلا قید [illegible]
لفظ بولی جاتی ہے اثبوت اور تحقق خارجی اس سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی قید کے
سبب سے وجود ذہنی اور لفظی کو بھی شامل ہوتی ہے جس طرح اس آیت کریمہ میں مذکور کی صفت
کے سبب سے [illegible] سمجھا گیا اور نفی قید کی طرف راجع ہوئی اور مطلق
شیئیت کا سلب جو خارجی ہے وہ تو بطریق اولی سمجھا گیا چنانچہ ارشاد ہوا کہ ایک وقت ایسا
تھا کہ انسان نہ وجود ذہنی رکھتا تھا نہ لفظی پھر وجود خارجی کا کیا ذکر ہے اور یہ سلب مطلق علم الٰہی
میں انسان کے تحقق کو منافی نہیں ہے اس واسطے کہ علم الٰہی ظرف ذہن سے بالاتر ہے اور اسی
طرح شیون ذاتیہ اللہ تعالی کے مرتبہ میں اور اعیان ثابتہ کا مرتبہ بھی اس سلب مطلق کے منافی
نہیں ہے اس واسطے کہ ان دونوں جگہ وجود انفکاکی کی نفی ہے اور اس مرتبہ میں وجود اتحادی رکھتا تھا
اسی واسطے حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت سے مروی ہے
کہ جب اس آیت کو قاری سے سنتے تھے تو فرماتے تھے یَا لَیْتَهَا تَمَّتْ یعنی کاش کہ یہ حالت تمام
ہو جاتی اور جس مکان سے سفر کر کے آئے ہیں ہم وہاں پھر جا کے پہنچیں اور کثرت وحدت میں
متلاشی اور مل جاوے اور حباب کی طرح دریائے بے پایان ازل میں نیست اور نابود ہو جائیں ہم اور
علماء ظاہر اس روایت کو دوسرے معنوں پر حمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد حضرت امیر المؤمنین کی
اس کلام سے یہ ہے کہ کاش وہی حالت ہمیشہ رہتی اور انسان مخلوق نہ ہوتا تو اس خوف اور رجا کے
بھنور میں کاہے کو پھنستا اور اس تکلیف کا بوجھ کاہے کو اٹھاتا اور اس بلا میں کاہے کو گرفتار ہوتا لیکن
عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں الٰہی ہیں وے ایسے عارف کاملوں کے
ہر وقت سامنے رہتی ہیں پھر ایسی آرزو انہوں نے کس طرح مقصود نہیں ہے اور جو جواب اس سوال کا یعنی
ہل اتی الخ کا مخاطبوں کو اپنی عقل کی طرف تھوڑا تامل کرنے میں معلوم ہو سکتا تھا اس واسطے جواب کے

ذکر سے عدول فرما کے مقصد کی طرف متوجہ ہوکے فرماتے ہین کہ انسان کو نیستی کے پردے سے باہر
نکال کے ظہور کے تخت پر جلوہ گر کرنے والے ہم ہین اور ہماری قدرت کے ہاتھ نے اسکو یعنے اسکے
دل کو آئینہ مصفے کیا ہی تاکہ غیب کی شعاعونکا عکس اسمین پڑکے خلافت کبرے کے لایق ہوا اور تمام
موجودات کا خلاصہ اور سب غایتون کی انتہا ہو اور اگر انسان اپنی نوع کی ابتداء خلقت سے خبر نہین رکھتا ہی
کہ کس کس عالم کی تسخیر کے واسطے اسکو پیدا کیا ہی اور کون کون لطیفہ اسمین تعبیہ کیا ہی +
لیکن اسقدر تو ظاہر اور کھلا ہوا ہی کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بے شک پیدا کیا ہم نے آدمی کو جسکی +
پیدایش کو تم سب دیکھتے ہو اور اسکی کیفیت کو خوب پہچانتے ہو مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ باپ مان کے
نطفے سے جو مختلف اور مرکب ہی یعنے جو مل کے بنا ہی تمام موالید سے یعنے جتنی بڑھنے والی چیزین ہین
اسواسطے کہ نطفہ غذا سے ہوتا ہی اور غذا مان باپ کی غلّہ اور گوشت اور دودہ اور دہی اور گھی
اور نمک اور مصالحہ زمین سے پیدا ہوئی ہون یا پہاڑ سے یا باغ سے غرض کہ سب چیزین جمع ہوکے انسان
کے تمام اعضا مین ہضم کے مرتبے طی کرکے پہنچتی ہین اور پیدایش کے کارخانہ کے موکل ہر ہر عضو سے خلاصہ
انکا کھینچ کے نطفہ کر دیتے ہین پس معلوم ہوا کہ معادن اور نباتات اور حیوانات کہ مختلف
الطبایع ہین اپنے اجزاء متبائنہ سے وے سب مفردات ہین اس معجون کے اور بسیط ہین اس مرکب
کے اور جو خلاصہ غذا کا تمام اعضا مین سیر کرتا ہی تو ہر عضو کی روح اسمین اثر کرتی ہی اور
وہ روح اس قوت کی حامل ہی جو اس عضو کی خاص ہی جیسے تعقّل اور تخیّل اور توہم اور احساس
یعنے دریافت خواہ آنکھ سے ہو یا کان سے یا ناک سے یا زبان سے چکھکر یا ہاتھ سے ٹٹولکر اور یے
قوتین جتنے عالم ہین سب کو محیط ہین خواہ عالم ملک ہو یا ملکوت ہو یا اور اسکے اوپر اور وہ روح اسکے
حالات مختلفہ کی بھی حامل ہی جیسے شہوتین اور غضب اور حیا اور حلم اور طیش یعنے سبکی اور محبت اور
خوف اور عشق اور وَلَہ یعنے عشق کی زیادتی مین عقل سے خارج ہوجانا پس وہ خلاصہ ان سب کامون کی
استعداد اور لیاقت پیدا کرتا ہی اور یے امر اس خلاصہ مین ایسے پیچیدہ اور لپٹے ہوئے ہوتے ہین
جیسے درخت کے اجزا درخت مین پیچیدہ اور لپٹے ہوئے ہوتے ہین اور عجیب خواص اسکے گٹھلی اور

بیچ مین ظاہر ہوتے ہین اسی سبب سے وحدت اسکی ایسی کثرت پر مشتمل ہی جس کی انتہا پائی نہین جاتی
بخلاف نطفہ دوسرے حیوانون کے کہ نہ ان کی غذا مین یہہ تمام موالید کا پورا جمع ہونا پایا جاتا ہی
اور نہ انکی ارواح اور قوا مین اس قسم کا احاطہ تمام عالمون پر ہی یہی سبب ہی کہ علما کی اولاد سے
علم کے استعداد کی توقع بہت ہوتی ہی اور اولیا اور مشایخ کی اولاد سے خدا کی درگاہ کا سلوک
اور سلوک کے مرتبون کو طی کرنے کی امید زیادہ ہوتی ہی اور جری اور شجاعون کی اولاد سے لڑائی
پر جرأت کرنے کی امید زیادہ ہوتی ہی اور تیز طبیعت غیور سے چالاک غیرت والے پیدا ہوتے
ہین تو معلوم اور ثابت ہوا کہ اس مخلوق کو جو اشرف اور اجمع تمام موالید کا ہی بے فائدہ اور
بیکار نہین پیدا کیا ہی ہمنے بلکہ بڑا فایدہ اسکے پیدا کرنے سے منظور ہی اور وہ فایدہ یہہ ہی کہ
نَبْتَلِیْهِ آزماتے ہین ہم اس کو اور ابتلا اور آزمایش کی حقیقت یہہ ہی کہ ایک چیز کو اختیار
اور شعور دیکر نیک کام کا حکم کرتے ہین ہم اور بد کام سے منع کرتے ہین ہم تاکہ دوسرے مخلوقات
دیکھین کہ یہہ شخص اپنے اختیار سے کیا کام کرتا ہی پھر اگر موافق ہمارے حکم کے بجا لایا تو ثواب اور

انعام کا مستحق ہوا اور اگر اسکے خلاف کیا تو ذلت اور اہانت اور عذاب کے لایق ہوا اور اگر ابتلا
اور آزمایش سے یہی معنے مراد ہوویں تو حضرت عالم الغیب والخفیات کے حق مین امتحان اور
آزمایش کچھہ معنے نہین رکھتے ہین اور جو یہہ فایدہ اس مخلوق کی پیدایش سے ہمکو منظور تھا تو بوجھنے
اور سمجھنے کے اسباب بھی اسکو دینا ضرور ہوا فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا پھر کر دیا ہمنے اس کو سننے والا
دیکھنے والا حاصل اس کلام کا یہہ ہی کہ انسان کو اس قدر شنوائی اور بینائی مین فراخی اور
کشادگی دی ہمنے کہ اس کے مقابلے مین دوسرے حیوانات گویا شنوائی اور بینائی نہین رکھتے
ہین اندھے اور بہرے ہین اسواسطے کہ یہہ مخلوق آواز کے ساتھہ حروف اور لفظون کے مخرجون کے
دقیقون کو بھی سنتا ہی اور الحان مین تمیز کرتا ہی اور ان لفظون کے معنون کو اور اس الحان کے خواص
کو بھی بوجھتا ہی اور ہر لفظ کی مختلف وضعون کو بھی سمجھتا ہی یہی سبب ہی کہ اس کا مرتبہ اس بلندی کو
پہنچا کہ جناب حضرت رب العالمین کا مخاطب ہوا اور حق تعالی جل شانہ کے ہمکلامی کی خلعت سے سرفرازی

پاتی ہی بخلاف دوسرے حیوانون کے کہ وے سوائے آواز محض کے اور کچھہ نہین بوجھتے اور اسیطرح
ہر چیز کی روشنی اور رنگ کے دیکھنے کے ساتھہ اس صنعت اور شکل کے دقیقے اور روشنی کے مرتبون
کو اور رنگ کو خوب غور اور تامل سے دریافت کر لیتا ہی اور خط کے نقشون کو بوجھتا ہی اور اس
سبب سے جو مر چکے ہین ان کے علمون سے فایدہ حاصل کرتا ہی اور اگلے زمانے کے لوگون کے احوال
پر جو ہزارون برس اس سے پہلے گذرے ہین مطلع اور خبردار ہوتا ہی اور عجیب اور غریب استنباط
اس سے ہوتے ہین یعنے ایک چیز پر قیاس کر کے دوسری چیز کا حکم اُس سے نکالتا ہی اب اسی
جگہہ سے معلوم ہوا کہ الزام حجت اور تمام نعمت کے مقام مین اکثر جگہہ قرآن شریف کے درمیان
مین ان دونون حاسون کا ذکر یعنے سمع اور بصر کا جو آیا ہی تو اس کی وجہہ یہی ہی کہ عالم امکان
کی حقایق کے دریافت کا طریقہ اپنے غیر سے اور اس دریافت کو اپنے غیر پر القا کرنا یعنے
دوسرے کو سکھلانا یا اس حقایق کا لفظی وجود ہی یا وجود خطی ہی جو لفظون کے مقابلہ مین وضع کیا
گیا ہی اور یہے دونون طریق انہی دونون حاسون سے یعنے سمع اور بصر سے سلوک اور رواں
ہوتے ہین اور یہہ بھی ہی کہ معرفت اور عبادت کا طریقہ یا انبیا اور اولیا اور عارفون اور
عالمون کے کلام سننے سے ماخوذ ہوتا ہی یعنے نکالا جاتا ہی یا انکے طور اور وضع دیکھنے سے ان کی
زندگانی مین یا حدیث کی کتابین اور مشایخون کے ملفوظات اور علما کی ہر فنون مین کتابین جمع کی
ہوئین اور حقایق اور معارف کے رسالے عارفون کے انکے مرنے کے بعد مطالعہ کرنے سے سو یہے
دونون کام بھی انہی دونون حاسون سے یعنے سمع اور بصر سے تعلق رکھتے ہین بخلاف دوسرے
حواسون کے کہ معرفت اور عبادت کی تحصیل مین یہی دونون چیزین ابتلا سے مقصود ہین کہ وے کچھہ
دخل نہین رکھتے ہین اکثر ان حاسون کی انتفاع معاش کے ضروریہ امور کے دریافت مین ہی سو اس
امر مین دوسرے حیوان بھی شریک ہین اسی واسطے کہا ہی کہ دلیل یا نقلی ہی یا عقلی سو نقلی دلیل
دیکھنے سے ہرگز دریافت نہین ہوتی مگر سمع کے حاسہ سے البتہ دریافت ہوتی ہی اور دلیل
عقلی جو معرفت اور عبادت کی راہ کے سلوک کو اکثر ممد اور معاون ہوتی ہی وہ اشیا کے

معجزے دیکھتا ہے یا اولیا کی کرامات دیکھتا ہے اور یہہ دونون چیزین بینائی کے حاسہ سے علاقہ رکھتی ہین اور حق تعالی کی قدرت کے عجایب اور غرایب مصنوعات کا دیکھنا بھی اسی حاسہ سے تعلق رکھتا ہے اور نقلی دلیلون پر مطلع ہونا سو اگلے لوگ کتابون مین اور رسالون مین جمع کر کے لکھ گئے ہین وہ بھی اسی حاسہ سے حاصل ہوتا ہے سو آدمی کو ان دونون حاسون کے کامل ہونے کے بعد دین کی معرفت اور راہ خدا کے سلوک مین چندان احتیاج باقی نہین رہتی ہے مگر فہم اور عقل البتہ چاہیے سو یہہ دل کا کام ہے نہ ہاتھ پانون کا اور جو اس امر مین نقلی دلیلون سے زیادہ احتیاج ہوتی ہے اور کلام الہی کا سُننا اور اسیطرح کلام رسولؐ کا سُننا اور واعظون اور ناصحون کا کلام سُننا اور عالمون کی تقریر اور خطیبون کی پند اور ارشاد اور اولیا اللہ کی رمزین اور عارفون کے حقایق اور معارف ان سب چیزون کو اس کام مین بڑا دخل ہے اور یہہ سب چیزین سمع کے حاسہ سے علاقہ رکھتی ہین اور اس حاسہ کو جا بجا ہدایت اور ارشاد کی نعمت کے بیان مین بصر کے حاسہ پر مقدم لاتے ہین چنانچہ اس آیت کریمہ مین بھی یہی طور موجود ہے اور یہہ بھی ہے کہ حاسہ سمع کا ایسی خاصیت رکھتا ہے جو کسی دوسرے حاسہ مین وہ خاصیت پائی نہین جاتی ہے اور وہ خاصیت یہہ ہے کہ جتنے دوسرے حاسہ ہین جیسے بصر اور شم اور ذوق اور لمس ان سب کے مدرکات اسی کے توسط سے دریافت ہوتے ہین بس اس حاسہ کو حکم جو اس خمسہ مین ایسا ہے جیسے ہوا کا حکم عناصر اربعہ مین اور عطارد کا حکم سبعہ سیارہ مین یعنے خود بھی کارآمدنی ہین اور غیر کے احوال کو بیان کرنے والے بھی ہین چنانچہ بصر کے مدرکات کو ان لوگون کو جو از روے زمان یا مکان کے اس سے دور ہین پہنچاتا ہے تو بصر کا کام بھی بدون اسکے تمام نہی ہے اور وہ لینے سمع مدرکات بصری کے ادراک کا وسیلہ ہے اور یہہ قاعدہ کلیہ ہے کہ وسیلہ مقصد پر مقدم ہوتا ہے اور جو دانش اور بینش کے اسباب اس مخلوقات مین جس کو آزمایش کے واسطے پیدا کیا ہے اس قدر جمع ہوئے ہین کہ اگر حق تعالی کی معرفت اور عبادت کی راہ ان اسباب کے وسیلے سے ڈھونڈھنے اور اپنے منعم کے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ جانا چاہیئے تو بدون بتلائے کے بھی یہہ بات اسکو ممکن ہے لیکن حق تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے ایسا نہین کیا اور

سیقدر پر اکتفا نہین کی بلکہ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيلَ بے شک ہمنے ہدایت کی اسکو یعنے بتلا دی اسکو اپنی
معرفت کی راہ اور اپنے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس راہ کے تجسس اور تلاش کو اسی کے ذمہ
پر نہین چھوڑا تاکہ اپنے قصور مین بھانے نکرے پھر اپنے رسولون کو پے در پے بھیجا ہمنے اور انکے ہاتھون
سے معجزے دکھلائے ہمنے اور ایسی کتابین نازل کی ہمنے جنکی دلیلین واضح ہین اور جو اس کتاب کی مجمل
اور متشابہ آیتین ہین انسے جو کچھہ مراد ہی اسکے بیان کو رسولون کی زبان پر حوالے کیا ہمنے اور انکے
بعد جو انکے شاگرد رشید ہین یعنے ہر وقت کے مجتہد عالمون کے بیان پر موقوف رکھا ہمنے تاکہ شنوائی
اور بینائی اس مخلوقات کی بدون رنج اور کلفت اٹھائے کے ہماری عبادت اور معرفت کے کام مین مصروف
ہووے اور ہمنے جو اسکو پیدا کیا ہی اور ہدایت کی ہی اسکا شکر ادا کرے لیکن یہہ مخلوق باوجود ایسی
ہماری نعمتونکے ایک راہ نچلا بلکہ دو قسم پر ہوگیا اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا یا شکر ادا کرنے والا
ہی ہماری خلقت اور ہدایت کی نعمت کا اور اس نعمت کو قبول کرنے والا اور یا ناشکری اور ناحق
شناسی اور کفران نعمت کرنیوالا ہی اور کبھی راہ پر نہ آنے والا ہی بلکہ اس راہ کو قبول نہین کرتا
ہی اور اس راہ کے باطل کرنے کے واسطے وہمی شبہے اور شیطانی گمراہی مقابلہ مین لاتا ہی اور اپنی
شنوائی اور بینائی کو ہماری مخالفت اور عناد مین خرچ کرتا ہی اسلیئے اسکے ساتھہ امتحان اور
آزمایش کا معاملہ شروع کرتے ہین ہم اسواسطے کہ اگر اس عناد اور مخالفت پر اسکو سزا نہ دین ہم تو
دوسری مخلوقات کی نظر مین امتحان اور آزمایش کا فایدہ کچھہ بھی ظاہر نہ ہووے اور ہماری حکمت
اور عدالت مین بٹا لگ جاوے اسواسطے کہ بالضرور اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ بے شک ہم نے
آمادہ اور تیار کر رکھے ہین اپنے ہدایت کی نعمت کے ناشکرون کے واسطے سَلٰسِلَا دنیا وی
علاقون کی زنجیرین تاکہ دنیا کی زندگی مین انہی زنجیرون مین مقید رہین اور معرفت اور عبادت کی راہ
ہرگز نچل سکین پھر بعضون کو مال کی محبت کے سلسلہ مین اور بعضون کو عورت اور اولاد کی محبت
کے سلسلہ مین اور کسیکو باغون اور کھیتیون کے سبز کرنے کی اور نئے عمارت بنانے کی محبت
مین باندہ دیا اور کسی کو فوج اور لشکر جمع کرنے کی اور ملکون کو فتح کرنے اور اپنا حکم جاری

کرنے کی محبت مین جکڑ دیا ہے ہمنے اور بہتون کو وہمی منجملہ منفعتون کے فوت ہو جانے کے رنج اور فکر اور غم مین گرفتار کردیا ہے ہمنے اور بعضون کو نئی نادر صنعتون کے نکالنے مین اور ریاضی فن کے عجایب آلات بنانے کی محبت مین اور اسیطرح ہر ایک کو ایک سلسلہ مین گرفتار اور مقید کردیا ہے ہمنے پھر یہی سلسلہ قیامت کے دن آگ کی زنجیرون کی شکل ہو کے ان ناشکرون کے تمام بدن مین لپٹ جائینگے اور یہی لوگ ان زنجیرون مین جکڑ جائینگے چنانچہ دوسری جگہہ قرآن شریف مین ارشاد ہوا ہے ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اور جوان چیزونکے ناشکرون کو جو دنیاوی علاقون کی محبت کی زنجیرون مین گرفتار رہین بدون توسل کسی عمدہ اپنی بنج ع سے جسکے پاس یہ چیزین موجود ہو دینی چیزین میسر نہین ہوسکتی ہین سولا چار ان ناشکرون کے واسطے ایک چیز دوسری بھی تیار کر رکھی ہے ہمنے وَاَغْلٰلًا اور طوق بھاری جو ان کی گردنون مین ہونگے تاکہ سر نہ اٹھا سکین اور معرفت اور عبادت کی راہ کی طرف التفات بھی نہ کرسکین بلکہ داہنے بائین بھی اس راہ کے دیکھہ سکین سو بعضون کی گردنون مین امیرون اور بادشاہون کی نوکری کا طوق ڈالا ہے اور بعضون کی گردنون مین ساہوکارون اور مہاجنون کی خوشامد اور چاپلوسی کرکے قرض لینے کا طوق ڈالا ہے اور بعضون کی گردنون مین قاضیون اور مفتیون کی منت کا اور حیلہ ساز روایت ضعیف نکال دینے والون کی خوشامد کا طوق ڈالا ہے اور بعضون کی گردنون مین دفتر کے متصدیون کی اور عاملون چکلہ دارون کی حاضر باشی کا طوق ڈالا ہے اور دوسرونکو اسی پر قیاس کر لینا چاہئے یہانتک کہ بعضون کی گردنون مین کتیون کی بندگی اور غلامی کا طوق اور بعضون کی گردنون مین اونٹ گھوڑے خچر گائے بیل کی خدمت کا طوق ڈالا ہے ہمنے سو یہ جتنے طوق ہین قیامت کے دن سب آگ کے طوق ہو جاوینگے اور ان لوگون کی گردنون کو گرانبار اور بھاری کردینگے اور جو اکثر ناشکرون کو باوجود ان طوقون کے پہنے کے اور ان جلاؤن مین پھنسنے کے بھی مطلب حاصل نہ ہوگا اور اگر کچھہ تھوڑا مطلب حاصل ہوا تو بھی ان کی حرص اور آرزو کے موافق حاصل نہوا سو لاچار ان کے واسطے ایک دوسری چیز بھی تیار کی ہے ہمنے وَسَعِيْرًا اور سوزش اور جلن سینہ کی اپنے مطلب کے نملنے کے رنج کے سبب سے تاکہ جب تک دنیا مین

رہین اسی سوزش مین جلتے رہین جیسے کیمیاکے مہوس اور اگر ایک طرف سے سوزش کم ہوتی ہی
تو دوسری طرف سے اور بھڑکتی ہی سو یہہ ہم ان کی لطیف پیدایش انسانی کو درہم برہم کردیتے
ہین یعنے نیچے کا بدن زنجیرسے گرفتار ہی اور اوپر کا بدن طوق سے گرانبار اور بیچ کا بدن یعنے سینہ
اور دل سوزش سے بیقرار ہی اور یہہ وہی سوزش ہی جو قیامت کے دن دوزخ مین آگ کی صورت
بن کے انکے اندر اور باہر کو جلاویگی سو اسدن اپنی پیدایش کی نعمت کی اور ہدایت الٰہی کی نعمت کی
سزا چکھین گے اور اگر یہان پر کسیکے دل مین شبہہ گذرے کہ ان علاقون مین گرفتار ہونا اور ان طوقونکا
پہنا اور دنیاکے مطالب حاصل نہونے کے سبب سے رنج اور سوزش کا ہونا دنیاکی زندگانی کے لوازمات
سے ہی اور حق تعالی کی نعمت کے شکر گذارون کو بھی اسی دنیا مین اپنی زندگانی کے دن کاٹنا ہین
اور دنیا مین بدون گرفتاری ان علاقون کے اور بدون پہنے ان طوقون کے اور بدون چکھنے اس
سوزش کے گذر کرنا ممکن نہین ہی پھر ان چیزون کی تخصیص ناشکرون کے ساتھ ہونے کی کیا وجہہ
ہی تو اس کے جواب مین ہم کہینگے کہ شاکرون کو اگرچہ ان علاقون کی گرفتاری کے اسباب اور
ان طوقون کے پہنے کے باعث اور ان سوزشون کا چکھنا دنیاکی پیدایش کے تقاضے سے درپیش ہوگا
اور آگے آوے گا لیکن ان کو زنجیرون کی گرفتاری اور طوق کا پہنا اور سوزش حاصل نہوگی اسواسطے
کہ شاکر لوگ تین گروہ ہین ایک ابرار جنکا اصحاب الیمین بھی لقب ہی اور دوسرے مقربین اعمال
جنکا عباد اللہ اور عباد الرحمن بھی لقب ہی اور تیسرے مقربین احوال جن کو مقربین مطلق بھی کہتے ہین اور
سابقین بھی ان کا لقب ہی سو پہلے ہم ابرار کا حال بیان کرتے ہین جو پس خوردہ کھانے والے مقربین
اعمال کے ہین پھر ان کے بعد مقربین اعمال کے حال کے بیان کی طرف انتقال کرینگے ہم تاکہ مقربین احوال
کا حال بطریق اولی اس پر قیاس کر لیا جاوے اِنَّ الْاَبْرَارَ تحقیق نیکو کار جو ہرگز اپنے متعدی
پر کسی کا حق تلف نہین کرتے اور اپنے حق مین اور اپنے دوسرے بنی نوع کے حق مین احسان
منظور رکھتے ہین اور حق تعالی کی تمام امر اور نہی کی فرمان برداری کا قصد کرتے ہین
جب تک دنیا مین زندہ ہین یَشْرَبُوْنَ پیتے ہین ایک دو قطرے مِنْ کَاْسٍ اس پیالے سے

سے جو محبت الٰہی کی شراب سے اور اُس جناب کی حضوری کے شوق سے بھرا ہوا ہے مقربون
کے ہاتھ سے اور اُس ایک دو گھونٹ پینے کے سبب سے ان کو بیخودی حاصل ہوتی ہے پھر
دنیاوی علاقون کی طرف التفات باقی نہین رہتا ہے لیکن اسقدر پینا اتنی تاثیرات مین نہین کرتا
کہ یہہ حالت ہمیشہ ان مین باقی رہے سو تقویت کرنے اور اُس شراب کے جام کے اثر
ہمیشہ باقی رہنے کے واسطے کَانَ مِزَاجُهَا ہوگی ملونی اُسکی یعنے اس شراب کے پیالے
کی جیسے گلاب یا کیوڑا شربت کے اوپر سے ملا دیتے ہین کَافُوْرًا کافور جو روح کا بھی
مقوی ہے اور دل کا مفرح اور خوشبو بھی اس مین پائی جاتی ہے اور رنگ بھی نورانی رکھتا ہے
اور دنیا کے مطلب حاصل نہونے کے رنج کو اور دنیاوی علاقون کی طرف التفات کو سرد
کر دیتا ہے اور فاسد نیتون کی عفونتون کو اور باطل خطرون کو اصلاح دیتا ہے شیخ بو علی سینا نے
قانون کی مفردات مین لکھا ہے کہ آدمی کے بدن اور روح مین کافور کی تاثیر ایسی ہے جیسے
عالم مین شمالی ہوا کی تاثیر ہے کہ ہر چیز کے جوش کو بٹھال دیتی ہے اور بدبو کو بالکل دور کر دیتی
ہے اور ہر فساد کی اصلاح کرتی ہے اور روح کے مزاج کو ایسا ہر بارد کر دیتی ہے کہ ہرگز جوش
اور تیزی اُس مین نہین رہتی اور یہہ طب کا قاعدہ ہے کہ جس دوا کی منفعت کسی خاص عضو کیواسطے
ہوتی ہے اور چاہتے ہین کہ اُس دوا کی تاثیر جلد ہی اُس عضو کو پہنچا وین تا کہ کبدی اور معدی
ہضم مین دیر نکھینچے اور اُس کی قوت ضعیف نہ ہونے پاوے تو شراب مین ملا کے دیتے ہین
اسواسطے کہ شراب سرعت نفوذ مین اور مجاری کی تفتیح مین بے مثل ہے اور جو کافور کو شراب
مین ملا کے ان کو دینگے تو بہت ہی جلد انکے رگ اور پوست مین پہنچ جاوے گی اور اُسکا اثر
بہت قوی ہو کے روح اور دل کو پہنچے گا اور تجرد علاقون سے اور دل سرد ہو جانا تمام خواہشون
سے اور مطلب کے حاصل نہونے کا رنج پاس نہ آنا اور ان سب چیزون کا استقرار اور رسوخ
پیدا کریگا لیکن یہہ کافور دنیا کا کافور نہین ہے جس کی تاثیر فقط ظاہر بدن مین اور اعضا
اور اخلاط اور ارواح مین خاص ہے بلکہ ہماری مراد اُس کافور سے عَيْنًا ایک چشمہ ہے

عالم روحانی مین کہ انہی کیفیتون اور خواصون سے اُس کا پانی بنیا آدمی کے باطن مین نفس کے لطیفے اور نفسانی قوتین اُسکی ہین تاثیر کرتا ہی یَشْرَبُ بِھَا پئین گے اپنے پیالے بھرے چھلکتے ہوئے اور اُس چشمہ کے پانی کی ملونی اُس مین ملی ہوئی عِبَادُ اللّٰہِ اللہ کے خاص بندے جو کسی کی فرمانبرداری کا طوق اپنی گردن مین نہ رکھتے تھے اور اپنے ہر کام مین اور ہر حرکت اور سکون مین اپنی نظر کو اللہ تعالے کی طرف رکھتے تھے اور اُسی کی رضامندی کو چاہتے تھے بلکہ وے اپنے عملون پر بھی اعتماد نہ رکھتے تھے اور ثواب اور جزا کی طرف بھی ان کو التفات نہ تھا یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا جاری کرتے تھے ان چشمون کو اپنے ہر عمل مین جیسا جاری کرنا چاہیئے تو گویا وہ چشمہ خاص ان کی ملک ہی اور انہی کے تصرف مین ہی اور ہر عضو کے عمل اور ہر قوت کے پیدا کرنے مین اُس چشمہ کے پانی کا اثر کھینچ کے لیجاتے ہین اُس قدر دنیا کے علاقون سے اور ماسوے اللہ کی طرف التفات کرنے سے دل سرد ہوئے ہین کہ ان کو اپنے نیک عملون پر اور اپنی نیک عادتون پر ہرگز اطمینان اور دل کی چین حاصل نہین ہی بلکہ ان عملون کی نامقبولی کا خوف اور ان عادتون کی غیر اختیاری کا ہراس جناب الٰہی مین اُس قدر ان کے دل مین بیٹھ گیا ہی کہ کسی وقت یہہ خیال اُن سے علیحدہ نہین ہوتا چنانچہ اسی حال پر یہہ بات انکی گواہ ہی کہ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وفا کرتے ہین نذر کو یعنے جو چیز کہ اپنے ذمہ پر لازم کرلیتے ہین جیسے نفل عبادت اور کوئی وظیفہ اور ورد اور صدقہ اور خیرات سو اُن چیزون کو جیسا لازم کیا ہی اسیطرح سب شرطون کے ساتھ آخر عمر تک ادا کرتے ہین پھر جب ایسی چیزین جو حق تعالےٰ کی طرف سے واجب نہ تھین بلکہ اپنے ذمہ پر خود آپ لازم کرلین تھین اسکو اس احتیاط سے ادا کرتے ہین تو وے چیزین جو حق تعالیٰ کی طرف سے انپر واجب ہوئی ہین ان کو بطریق اولی پورا ادا کیا ہوگا اور باوجود ایسے مستقیم ہونے کے تمام واجبات اصلی اور الزامی ادا کرنے پر پھر بھی ان عبادتون پر چندان اعتماد نہین رکھتے ہین بلکہ ہمیشہ خایف اور ہراسان رہتے ہین وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا اور ڈرتے ہین اس دن سے کہ ہوگا شر اس کا منتشر اور پھیلا ہوا جیسے طوفان اور ہوا کے دن کی آگ کا لگنا کہ تمام بستی کو اپنے اپنے گھرونکا خوف ہوتا ہی کہ مبادا ہوا کی شدت

سے آگ ادھر آتی پہنچے اور ان لوگون کو یہہ خوف اور ہراس اس سبب سے ہوگا کہ شاید واجبات کے ادا کرنے مین کچھ ہمسے قصور واقع ہوا ہو جیسے سستی اور دل نہ لگنا اور اس سبب سے طبیعت کی تاریکی نے اس طاعت مین مل کے کچھ خرابی کردی ہو اور آج قیامت کا دن ہی اور اسدن کا شر گنہگارون کی شامت سے اسقدر پراگندہ اور پھیل رہا ہی کہ بے گناہ بھی اس بلا مین گرفتار ہو رہے ہین جیسے آسمان اور زمین اور پہاڑ اور دریا اور آفتاب اور ماہتاب اور باقی ستارے سو ایسے وقت شاید وہ طاعت اس تاریکی کے سبب سے قبول نہ ہو اور عتاب اور عقاب کا سبب پڑے سو اس قدر بے اعتمادی ان کو اپنے عملون پر صریح دلیل ہی اس بات پر کہ خوف کا غلبہ انپر بہت ہوگا اور خوف دل کی سردی کی دلیل ہی جسطرح دل کی گرمی کے وقت مین جرأت اور بے باکی غلبہ کرتی ہی سو یہہ اثر اسی کافور کا ہی جو شراب محبت مین ملا کے نوش کیا ہی چنانچہ شاعر کہتا ہی شعر
ازین افیون کہ ساقی در می افگند حریفانرا نہ سر ماند و نہ دستار ہندی یہہ کیا ساقی نے مے مین چیز ڈالی کہ پیتے ہی ہوئے بدمست و سرشار اور یہہ چیز اس بات پر بھی دلیل صریح ہی کہ ان لوگون کو ان عملون کے ساتھ جو اپنے مطلوب کے شوق مین کئے ہین کچھ علاقہ نہین رہا اور ان عملون سے دل سرد ہو گئے ہین تو دنیاوی علاقون سے جو انکے مطلوب کے منافی تھے یقینا انقطاع کلی رکھتے ہونگے اور یہہ اسی بیخودی کا اثر ہی جو محبت الٰہی کی شراب پینے سے انھون نے حاصل کی ہی اور اس ان کے احوال پر دوسرا گواہ یہہ ہی کہ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ اور کھلاتے ہین کھانے کو باوجود اسبات کے کہ نقد دینے سے کھانا پکا کر کھلانا بہت بھاری ہی اسواسطے کہ آدمی کا نفس جو چیز قریب النفع اور حاضر المنفعت ہی اسکے دینے مین بخیلی کرتا ہی بخلاف اس چیز کے جو منفعت مقصودہ سے دور واقع ہوئی ہی اسیواسطے غلہ کا دینا اکثر آدمیون کے نزدیک سہل ہی آٹا دینے سے اور آٹا دینا سہل ہی روٹی دینے سے اور کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہی کہ آدمی کھانا دینے مین دلیری کرتا ہی اور نقد یا جنس دینے سے جی چراتا ہی سو اس کا سبب یہہ ہی کہ کھانے سے اس وقت وہ سیر ہوتا ہی اور پکا کھانا سوا اسکے کھا لینے کے اور کسی کام کا نہین ہی اور

جلدی بد بو کر اٹھتا ہی رکھ چھوڑنے کے قابل نہین ہی بخلاف نقد اور جنس کے اسواسطے کہ یہہ کام کی چیز ہی اور رکھ چھوڑنے کے بھی قابل ہی لیکن یے لوگ کھانا کھلاتے ہین عَلٰی حُبِّہٖ باوجود اس کھانے کی محبت کی بھونکھ کی شدّت اور قوت کی نایابی کے سبب سے اور ایسے وقت مین سے شلغم پختہ بہ زنقرۂ خام ہوتا ہے یا نفیس اور مزیدار ہونے کے سبب سے وہ کھانا محبوب ہوتا ہی اور باوجود بے احتیاجی کے بھی اسکو بے فائدہ صرف نہین کرتے ہین بلکہ رکھ چھوڑتے ہین تاکہ دوسرے وقت اسکو کھاوین یا اس شخص کو کھلاتے ہین جسسے بڑی منفعت کی امید ہوتی ہی اور یے لوگ اس کھانیکو محتاجگی کی حالت مین کھلاتے ہین مِسْکِیْنًا مسکین محتاج کو جو قوت کی تحصیل سے خود عاجز ہی اور اس سے کسیطرح کی منفعت کی توقع بھی نہین ہی بلکہ اسکو ایکبار کھلانے کے سبب سے اسکی خو پڑگئی اور ہرروز قرض خواہ کی طرح پیچھا نہین چھوڑتا ہی اور سخت باتین سناکے دل کو مشوش کرتا ہی وَّیَتِیْمًا اور یتیم کو جو مسکین سے بھی عاجز زیادہ ہی اسواسطے کہ مسکین بدن مین قوت رکھتا ہی اور عقل بھی کامل رکھتا ہی اگر ایک وقت اسکو قوت میسر نہو تو دوسرے وقت کوشش کرکے گلی کوچے پھرکے کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت پیدا کرکے اپنی جان تھامنے کی تدبیر کریگا اور یتیم نہ عقل کامل رکھتا ہی اور نہ بدن قوّت والا اور نہ مانگ کھانے کا وقوف رکھتا ہی اور نہ اس سے کچھ منفعت کی توقع ہی وَّاَسِیْرًا اور قیدیون کو جو کسی کے قید مین گرفتار ہین اور کسیطرح سے قوت کے حاصل کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین بلکہ اُنسے اتنا بھی نہین ہوسکتا ہی کہ مسکین اور یتیم کی طرح کسیکے سامنے جاکھڑا ہووے تاکہ وہ شخص اس کا حال دیکھ کر کچھ رحم کرے اور اسکو کچھ دیوے اور باوجود اس بات کے کہ اس قسم کے لوگونکو اپنی خواہش اور رغبت کے ہوتے ہوئے کھانا کھلانا بڑا احسان ہی اور خالص عبادت ہی جس مین ریا کا نام بھی نہین ہی لیکن خدا کے خاص بندے اس عمل پر بھی اعتماد نہین کرتے ہین بلکہ ڈرا کرتے ہین کہ ایسا نہ ہو اس کھانا کھلانے کے سبب سے مسکین یا یتیم یا قیدی کچھ ہماری تعریف یا تعظیم یا سلام یا کوئی اور ثنا او رصفت کرین اور اس سبب سے ہمارا نفس خوش ہووے تو پھر وہی طبیعت کی تاریکی اور یہہ عمل مل جاوے اسیواسطے کھانا +

کھلانے کے وقت کھل کے صراحۃً انسے کہدیتے ہین کہ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ بے شک سوائے اسکے نہین ہے کہ ہم کہلاتے ہین تم کو خالص حق تعالےٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے واسطے لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً ہم نہین چاہتے ہین تم سے کچھ بدلا اس کھانے کے بعد جیسے سلام کرنا یا تعظیم کرنا یا اپنے حق مین ترقی کی کچھ دعا چنانچہ حضرت ام المومنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ کچھ صدقہ کسی کے اہلبیت کو بھیجتی تھین تو وے آنے کے بعد اپنی خادمہ سے آپ پوچھتی تھین کہ اس صدقہ لینے کے بعد ان لوگون نے کیا کہا تھا اگر خادمہ کہتی تھین کہ ان لوگون نے یہہ دعا آپ کے حق مین کی تھی تو جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس گھر کے حق والون کے حق مین اسی طرح کی دعا کرتی تھی اور فرماتی تھین کہ یہہ اس واسطے ہے کہ ایسا نہو ان کی دعا میرے صدقہ کے عوض مین محسوب ہو جاوے اور میرے صدقہ کے ثواب مین نقصان آجاوے سو اس واسطے اُن کی دعا کی عوض مین مین نے بھی ان کے واسطے دعا کر دی تاکہ دعا کا بدلا دعا ہو جاوے اور میرے صدقہ کا ثواب برقرار رہے وَلَا شُكُوْرًا اور نہین چاہتے ہین ہم تم سے شکر گذاری کہ لوگون کے سامنے کچھ ہماری ثنا یا صفت کرتے رہو کہ فلانے نے ہمارے اوپر ایسا احسان کیا اور ایسا کھانا کھلایا اسواسطے کہ اگر یے چیزین ان کامون سے چاہین ہم تو پھر وہی طبیعت کی تاریکی اس مین در آوے اور وہی خوف پھر لاحق حال ہووے اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا بے شک ہم ڈرتے ہین اپنے پروردگار سے يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ایک دن ادا سی سخت کو یعنے وہ ایسا دن ہے کہ اس مین بالکل اداسی چھائی ہوئی ہے اور یہہ کنایہ ہے حق تعالیٰ کی قہری تجلی سے جو اس دن ہوگی سو اس تجلی کے اذاب کی رعایت سے اس دن کو عبوس اور قمطریر کر کے موصوف کیا اور جس طرح جو شخص عبوس قمطریر ہوتا ہے یعنے غصے مین بھرا ہوا ذرا سی بات مین غصہ مین آجاتا ہے اسیطرح وہ روز کہ نقیر اور قطمیر کا مواخذہ ہوگا یعنے ذرا ذرا بات پوچھی جائے گی اس سبب سے وہ دن خوفناک اور دہشت بھرا ہوا ہے اور یہہ ان کا عمل کہ خوف شدید سے پر ہے دونون چیزون پر دلیل صریح ہے یعنے ایک دنیاوی علاقونکا انقطاع اور دوسرا دل کا سرد ہونا اور بے اعتمادی کا

کا علبہ واحدی اور دوسری تفسیرون مین مذکور ہے کہ حضرت حسنین رضی اللہ تعالی عنہما ایک
مرتبے بیمار ہوئے سو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت اور بیمار پرسی کے واسطے تشریف
فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضہ بھی بہت آئے ان مین سے ایک شخص نے حضرت امیر
المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمھارے فرزندون کو بہت سخت بیماری ہے تم کو چاہیے
کہ حق تعالی کی نذر اپنے اوپر مقرر کرو حضرت علی نے کہا کہ مین نے تین روزے خدا کے واسطے اپنے اوپر
نذر مقرر کئے حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بھی تین روزے نذر اپنے اوپر مقرر
کئے آپ کی لونڈی جس کا نام فضہ تھا اسنے بھی تین روزے اپنے اوپر مقرر کئے پھر حق تعالی نے اپنے
فضل اور کرم سے دونون صاحبزادون کو شفا دی تو تینون شخص موافق نذر مقرری کے روزہ دار
ہوئے اسدن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر مین کھانے کی چیز کچھ نہ تھی آپ شمعون یہودی پاس
جو خیبر کا رہنے والا تھا اور وہان غلہ بیچا کرتا تھا تشریف لے گئے اور کچھ قرض اس سے طلب کیا اسنے
اسلام کی عداوت کے سبب سے قرض دینے مین تامل کیا آخر کو بڑی تکرار اور فہمایش سے بارہ سیر
جو آپ کو قرض دئے آپ نے وے جو گھر مین آکر دئے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اس
مین سے چار سیر جو چکی مین پیسے اور لونڈی نے گھر کے آدمیون کی گنتی کے برابر پانچ روٹیان پکا کر تیار
کین پھر افطار کے وقت وے پانچ روٹیان لا کے ان سب حضرات کے سامنے رکھین انھون نے چاہا
کہ اس مین سے لقمہ توڑ کے منہہ مین ڈالین اتنے مین دروازے پر ایک فقیر نے آکر سوال کیا اور کہا کہ
حق تعالی کی سلامتی تم پر ہو جیو اے اہلبیت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک فقیر مسلمان تمھارے دروازے
پر آیا ہے اور اسکے گھر مین پانچ آدمی ہین کچھ اسکو کھلاؤ حق تعالی تم کو جنت کے خوانون سے ۵
کھلاوے گا ان پانچون حضرات نے وے پانچون روٹیان اس فقیر سایل کو حوالہ کردین اور
آپ سب پانی پی کر سو رہے پھر صبح کو روزہ رکھا اور اسیطرح اسدن بھی چار سیر جو پیس کے پانچ
روٹیان پکائین افطار کے وقت ایک یتیم آیا اسکو وے روٹیان دے دین تیسرے دن ایک
قیدی آیا اس دن اس کو حوالہ کین چوتھے دن صبح کو جو اٹھے تو بھوک کی شدت سے طاقت

ہلنے کی نہ تھی اور مرغ کے چوزہ کی طرح بدن کانپتا تھا اسدن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنین رض کے دیکھنے کو جو تشریف لائے یہہ حالت سب کی دیکھکے آپ کو بہت بیتابی ہوئی پوچھا کہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کہاں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے پر نماز مین مشغول ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا ہے اور آنکھین بہیتر کو گھس گئین ہین یہہ حالت دیکھکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہوئے اسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہہ سورت لیکر نازل ہوئے اور کہا کہ لو اے پیغمبر اس سورت کو تمکو اور تمھارے اہلبیت کو مبارک ہو جیو اور یے آیتین پڑھ کے سنائین پھر بعد اسکے حضرت رب العزت نے ظاہری فتوح عنایت کئے اور پھر کبھی ایسی فقر کی شدت مین مبتلا نہ ہوئے ایسا کہتے ہین کہ ان تینون دفعون مین فقیر اور یتیم اور اسیر کی شکل بنا کے حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اہلبیت کے صبر کے امتحان کے واسطے اسی جگہہ سے کہا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ملک دنیا کو اپنی سنان سے لیا یعنے نیزے کی نوک سے یعنے جہاد کرکے اور ملک عقبی کو سہ نان سے خرید کیا یعنے تین روٹیون سے اب یہان پر جاننا چاہئے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کو وفا کرنا واجب ہے اگر وہ نذر گناہ نہ ہو اور اگر کسی گناہ کی نذر کی ہے تو اس نذر کی وفا واجب نہین ہے بلکہ ممنوع ہے چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ یعنے جسنے نذر کی اللہ تعالی کی طاعت اور فرمانبرداری کی تو چاہئے کہ ادا کرے اسکو اور جسنے نذر کی گناہ اور خدا کی نافرمانی کی تو چاہئے کہ چھوڑے اسکو اور اس گناہ مین مبتلا نہ ہو اسواسطے کہ نذر کی حقیقت یہہ ہے کہ جو چیز واجب نہین ہے اسکو اپنے اوپر واجب کر لینا اور اگر وہ چیز گناہ ہوئی اور اسنے اسکو اپنے اوپر لازم کیا تو حکم الہی کی مخالفت کی اور حق تعالی کی مخالفت کرنا نہ چاہئے اور اگر بالفرض کسی کے منہہ سے ایسی بات نکل گئی اور گناہ کی نذر کی تو اسکو اسیوقت لازم ہے کہ اس سے توبہ اور استغفار کرے اور اسکو ہرگز ادا نہ کرے اور یہہ بھی جان لینا چاہئے کہ نذر اس چیز مین درست ہے جو طاعت کی قسم سے

ہے جیسے نفل نماز اور نفل روزہ اور ذکر اور تسبیح اور قرآن کی تلاوت اور درود اور حج اور
عمرہ اور نیک لوگون کی زیارت اور دینی علم کی طلب اور جہاد اور صدقہ اور خیرات اور وقف
اور جو اس قسم سے ہو لیکن جو چیز طاعت کی جنس سے نہین ہے اسمین نذر منعقد نہین ہوتی یعنے کہنے
سے لازم اسپر نہین ہو جاتی جیسے فلانا کھانا کھانا اور دھوپ مین بیٹھنا اور کھڑا رہنا اور منہہ سے بولنا
اور سایہ کے نیچے نہ آنا اور سوائے اُسکے اور اسمین کچھہ اسکے ذمے پر لازم نہین ہوتا اور اگر نذر
مبہم کی ہے جیسے یون کہا کہ اگر مین یہہ کام کرون تو مجھپر نذر ہے پھر وہ کام کیا تو اسپر قسم کا کفارہ
لازم ہوتا ہے اور یہی حکم ہے اس نذر کا جو اسکی طاقت سے خارج ہے اور یہہ بھی جان لینا چاہیئے
کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکین اور یتیم اور قیدیکو کھانا کھلانا عبادت ہے پھر وہ مسکین
اور قیدی اہل اسلام سے ہو یا کافر ہو لیکن زکوۃ اور نذر اور کفارے کو کافر کو دینا درست
نہین ہے اور اگر مسکین اور قیدی اور کافر واجب القتل ہون تو بھی ان کو کھانا کھلانا باعث اجر کا
ہے اسواسطے کہ واجب القتل کو بھوکھا قتل کرنا درست نہین ہے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالے
عنہ سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کو قید کرکے لاتے تھے اور مسلمانون
کو حوالہ کرتے تھے اور فرما دیتے تھے کہ انکے ساتھہ احسان کرنا یعنے کھانے پینے کی تکلیف نہ دینا بموجب
حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وے مسلمان ان قیدیون کو اپنے گھر والون سے بہتر اور زیادہ
خوش رکھتے تھے اور آپ سے اچھا کھانا کھلاتے تھے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن
کے حق مین قتل کرنے کا یا لونڈی غلام کر رکھنے کا یا مال لیکے چھوڑ دینے کا یا بے لئے چھوڑ دینے کا
حکم فرماتے اور یہی حکم ہے جسکے ذمے پر قصاص واجب ہوا ہو اور قتل کا مستحق ہوا ہو اسکو بھی بھوکھا
پیاسا مارنا جایز نہین ہے اور جو ان آیتون مین ذکر کیا گیا کہ حق تعالے کے خاص بندون کو قیامت
کے دن شر کے پھیل پڑنے سے ہمیشہ خوف رہتا ہے اور باوجود ایسے عمدہ عملون کے جو آمیزش
ریا سے بالکل خالص ہین ہمیشہ ہراسان اور خوفناک رہتے ہین سو اس واسطے ضرور ہوا کہ اس
خوف کا ثمرہ جو آخرت مین دیکھینگے بیان کیا جاوے پھر اسکے بعد ان کے عملون کی جزا کے بیان کیطرف

انتقال کیا جاوے سو پہلے ان کے خوف کے ثمرے کے بیان مین ارشاد ہوتا ہے کہ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ
شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ بچاوے گا ان کو اللہ تعالی اسدن کی برائی سے باوجود اس بات کے کہ
شر اس دن کا پراگندہ اور پھیلا ہوا ہوگا اور اس بچانے کی صورت یہہ ہوگی کہ وے لوگ صفت
رضا کی تجلی سے سرفراز ہوگین اور ان کو اس تجلی کے مشاہدے کے استغراق مین مشغول کر دیگا
چنانچہ سورۂ قیامت مین تصریح سے بیان ہوچکا ہے کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ
اور فرشتون کے جھنڈکے جھنڈ ان کے پاس آوینگے اور ان کو خوشخبریان سناوینگے چنانچہ
سورۂ انبیا مین مذکور ہوا ہے کہ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ
الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یعنے نہ غمگین کریگا ان کو گھبراہٹ بڑا اور ملاقات کرینگے انسے
فرشتے اور کہین گے کہ یہہ تمھاری بہتری کا دن ہے جس کا تم وعدہ دئے جاتے تھے اور حدیث
صحیح قدسی مین واقع ہے کہ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ
یعنے حق تعالی فرماتا ہے کہ جو لوگ دنیا مین آپس مین دوستی کرتے تھے ہماری راہ مین ان کو
قیامت کے دن منبر ہونگے نور کے اس طرح کی عظمت کے کہ رشک کرینگے ان کا حال دیکھ کے
پیغمبر اور شہید اس واسطے کہ پیغمبرون کو اور شہیدون کو امت پر گواہی دیکر ان کو موقف
سے اور اسدن کے ہول سے خلاص کرنے کی فکر ہوگی اس سبب سے کہ وے تشویش مین ہونگے
اور ان لوگون کو کسی سے علاقہ نہ رکھنے کے سبب سے فراغت کلی حاصل ہوگی اور یہہ سب
بزرگی ان کو دنیا کے علاقون کو منقطع کرنے کے سبب سے حاصل ہوگی وَلَقّٰهُمْ اور آگے لاویگا
ان کو وہ جو دنیا مین اس دن کی ترشروئی اور برائی سے خوف کیا کرتے تھے نَضْرَةً
تازگی اور چہرے کی رونق جو ظاہر اتکے بشرے پر نمودار ہوگی وَسُرُوْرًا اور خوشی
دل کی جو ان کے باطن مین بھری ہوگی عوض مین اس غم اور اندوہ کے جو اپنے دین کے واسطے
دنیا مین رکھتے تھے اور ہمیشہ آخرت کی فکر مین اپنی اوقات گذارتے تھے اور فقط اسیقدر نعمت
پر ان کے حق مین اکتفا نہ کی جاوے گی یعنے اسدن کے شر کا خوف ان سے جاتا رہا اور امن اور

چین ان کو حاصل ہووے اس واسطے کہ یہہ تو انکے ترس اور خوف کا پھل ہی بلکہ ان کے دوسرے عملونکو
بھی رحمت کی نظر سے دیکھینگے اور ان کے سب عملون کا مدار صبر پر پاوینگے وہ صبر جو دنیاوی علاقون
اور جسمانی لذتونکے ترک پر کیا تھا اور طاعتون کی مشقت کے تحمل پر اور آفتون اور بلاؤن کے
کھینچنے پر جو صبر کیا تھا پھر ان کے صبر کی جزا منظور ہوگی وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا اور جزا دیگا ان کو ان کے
صبر کرنے پر جو فضا کے مکانات اور دل لگن باغات اور عمدہ عمارتون کے ساتھ اپنے دلکو متعلق نہین
کیا تھا جَنَّةً بہشت کشادہ اور بافضا کہ جس کا عرض زمین اور آسمانون کی عرض کے برابر ہی اور محل
اور مکانات منقش اور رنگین وَحَرِيْرًا اور کپڑا ریشمین جو ان کی پوشاک مین صرف ہوگا اور فرش
فروش مین بھی اور در اور دیوار اور پردے اور چھت گیری کی پوشش مین اور ہانڈیون اور جھاڑون
اور دیوار گیریون کے غلاف مین ان کے کام آوے گا اور یہہ انکے اس صبر کی جزا ہی جو دنیا مین پھٹے
پرانے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور آستین لنبی اور دامن دراز نہین کرتے تھے اور خالص
ریشمی کپڑے سے دنیا مین پرہیز کرتے تھے ان سب چیزون کے عوض مین یہہ حریر ان کو ملے گا اور بہت سی
روایتون مین ایسا آیا ہی کہ ادنے بہشتی کو ہر صبح اور شام کو ستر جوڑے حریر کے جن کے رنگ مختلف
ہونگے اور نفیس اور منقش سو اسکے خادم اسکے سامنے لایا کرینگے تاکہ ان مین سے جو مرغوب اور
خوش معلوم ہووے وہ اسکو پہنے اور باریکی مین وے کپڑے ایسے ہونگے جیسے پھول کی پتی مُتَّكِئِيْنَ
فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ تکئے دئیے بیٹھے ہونگے اس بہشت مین تختونپر اور ریشمین توشکین ان تختونپر بچھی ہونگی
اور وے تخت سایہ دار ہونگے جیسے دنیا کے بادشاہونکے تخت ہوتے ہین اور یہہ جزا ہی انکے
اس صبر کی جو دنیا مین تنگ اور تاریک حجرون مین اور خانقاہون اور مدرسون مین چٹائیونپر بیٹھے
رہا کرتے تھے اور علوم دینی کے درس کی مجلسون مین اور ذکر اور توجہ کے حلقون مین سب کے پانؤن
مین بیٹھا کرتے تھے لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا نہ دیکھین گے اس جنت مین گرمی آفتاب
کی اور نہ سردی جاڑے کی اس واسطے کہ جنت کی ہوا معتدل ہوگی نہ گرمی ہوگی نہ سردی
اور آفتاب وہان نہوگا تاکہ اسکے نزدیک ہونے کے سبب سے گرمی زیادہ ہووے یا اسکے

دوپہر ہوجانے کے سبب سے سردی کچھ ضرر پہنچاوے بلکہ عرش معلیٰ کا نور اس عالم کو ہمیشہ روشن رکھے گا اور جسوقت پردے اٹھاوین گے تو جانینگے کہ دن ہوا اور سیر گاہون مین نکلین گے اور بازار لگے قایم ہونگین اور آپسمین ایکدوسرے کی ملاقات کرین گے اور خدمت کیواسطے لڑکے اور غلمان حاضر ہونگے اور جب پردے چھوڑ دین گے اور محل اور مکانون کے اندر داخل ہونگے تو معلوم کرین گے کہ رات ہوئی اور حورین ان کی آرام اور صحبت کے واسطے حاضر ہونگے اور یہہ جزا ہی انکے اس صبر کی جو دنیا مین حق تعالیٰ کی فرمانبرداری مین کیا تھا جیسے روزے کی گرمی اور جمعے کے دن دوپہر کو جامع مسجد مین جانا اور حج اور عمرہ اور جہاد اور طالب علمی اور بزرگون اور نیکون کی زیارت کے واسطے سفر کرنا اور ان کی صحبت سے ظاہری اور باطنی فیض کو لینا یعنے سب چیزین دنیا مین گرمی کے دنون مین کرکے اس گرمی پر صبر کیا تھا اور اسیطرح سردی کے دنون مین وضو یا غسل تہجد کیوقت اور فجر یا عشا کی نماز جماعت سے ادا کرنے کے واسطے اور حج اور عمرہ اور جہاد اور طالب علمی اور بزرگون کی زیارت کا سفر جاڑونمین کرتے تھے اور اس رنج پر صبر کیا کرتے تھے حدیث شریف مین آیا ہی کہ ھَوَاءُ الْجَنَّةِ سَجْسَجٌ لَاحَرٌّ وَلَا قَرٌّ یعنے بہشت کی ہوا نہایت اعتدال کی ہی نہ اس مین گرمی ہی نہ سردی اور زمہریر لغت مین بہت سردی کو کہتے ہین اور ظاہر یہہ ہی کہ میم اور رے اس مین اصلی ہین اسواسطے کہ اگر کوئی ان دونون سے زاید ہوتا تو کلام عرب مین اس لفظ کا نظیر نہ نکلتا اور فعللیل کی وزن بہت پائی جاتی ہی چنانچہ قمطریر جو اوپر بیان ہوچکا ہی اور بہشت کی ہوا کے معتدل ہونے کا سبب یہہ ہی کہ وہان کے رہنے والون نے دنیا مین اپنے اعمال اور اخلاق معتدل کئے تھے اور بہشت وہی دنیا کے اعمال اور اخلاق معتدلہ کی صورت ہی افراط اور تفریط نہین ہی یعنے زیادتی اور کمتی اس مین کسیطرح ممکن نہین ہے وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا اور نزدیک ہوگا ان پر سایہ اس بہشت کے درختونکا اور یہہ انکے اس صبر کی جزا ہی جو غریبون اور مسافرون اور مظلومون اور یتیمون کو اپنے سایہ دار مکانون مین جگہہ دیتے تھے یا اپنے عدل اور انصاف اور حمایت اور رحمت کے سایہ مین انکو رکھتے تھے اور اسجگہہ پر مفسرون کی ایک اشکال مشہور ہی اسکا مضمون یہہ ہی کہ بہشت مین جب آفتاب

نہ ہو پھر سایہ کہاں سے ہوگا اسواسطے کہ حقیقت مین معنی بالذات یا معنی بالعرض کے ثانی ضو کو سایہ کہتے ہین جو روشن کرنیوالے اور روشن ہونیوالے کے درمیان مین جسم کثیف کے حایل ہونے کے سبب (جیسے آفتاب جیسے ماہتاب) پیدا ہوتا ہے اور اسکا جواب یہہ ہے کہ آفتاب کا نہ ہونا اسبات کو مستلزم نہین ہے کہ دوسرا نور بھی نہووے اور نور سایہ نہ پیدا کرسکے لیکن یہہ البتہ ہے کہ وہ نور اس جنس سے نہین ہے کہ رنج دیوے اور لوگ اس سے سایہ مین بھاگین بلکہ کبھی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھنا لذت اور آرام لینے کیواسطے ہوتا ہے نہ گرمی کی اذیت دفع کرنے کے واسطے سو بہشتیون کا درختونکے سایہ کے نیچے بیٹھنا اسی قسم سے ہوگا اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہے کہ بہشت کے درخت اس طرح ان کی طرف جھکین گے اور ان درختون کی شاخین اور پتے اور پھل ایسے ان بہشتیون کے نزدیک ہوجاوینگے کہ اگر بالفرض آفتاب وہان ہوتا تو سایہ ان درختون کا انکے نزدیک بہت ہوتا اور کسی مفسر نے بہشت کے درختونکا سایہ نزدیک ہونے کے معنے ذکر نہین کئے ہین اور یہہ بات ظاہر ہے کہ اگر سایہ نے کسی شخص کو گھیر لیا تو نزدیک اور دور دونون برابر ہے اور اگر نہ گھیرا تو وہ سایہ نہ دور ہے نہ نزدیک پس تحقیق بات یہہ ہے کہ بہشت کے درخت شعور اور ارادہ رکھتے ہین اور جب بہشتیون کو جو اپنے آراستہ تختون پر مجلسون یا مکانون مین بیٹھے ہونگے وے درخت چاہینگے کہ اپنے پھل اور پتون سے ان کو نفع پہنچاوین تو اس ارادے سے قصداً حرکت کرکے ان بہشتیونکے نزدیک ہوجاوینگے اور اپنے پھول اور کلیان انکے سامنے کرینگے تاکہ ان کو رغبت ہووے اور انکی طرف دیکھین اور اپنے پھل اور میوے انکے سامنے کرینگے تاکہ ان کو توڑکے کھاوین پس وہان کے درختون کے سایہ کے نزدیک ہونیکے یہی معنے ہین چنانچہ اس آیت کی تمامی اسی بات کو چاہتی ہے کہ **وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا** اور تابع کئے گئے میوے اس بہشت کے بہشتیون کے واسطے جیسا چاہئے تابع کرنا یعنے پست کردئے گئے خوشے اسکے جیسے ہلا ہوا جانور بار بار اپنے خاوند کے پاس آتا ہے اور سواری یا کھیل یا جو نفع اس جانور سے اسکے خاوند کو منظور ہے وہ ادا کیا چاہتا ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ بہشت کے میوے ایسے نزدیک ہووینگے کہ اگر

گھڑا ہوا چاہے تو اسکے بھی نزدیک اور اگر بیٹھا ہوا یا پڑا ہوا ہے تو اسکے بھی نزدیک اور اگر لیٹا ہوا پڑا ہے تو اسکے بھی نزدیک ہونگے اسواسطے کہ خود بخود وے میوے بہشتیون کے منہہ مین پہنچین گے اور یہہ ان کے اس صبر کی جزا ہے جو دنیا مین پرہیزگاری اور احتیاط کے سبب سے دنیا کے میوونسے احتراز رکھتے تھے کہ شاید میوے والون کے مالون مین کچھہ آمیزش شبہہ یا حرام کی ہو اس سبب سے نکھاتے تھے اور صبر کرتے تھے اور گاجرا ور شلغم ہی پر قناعت کرتے تھے اب یہان تک بہشتیون کی وے نعمتین مذکور ہوین جو تمام روح نباتی کی تسخیر سے اور اسکے نفس کے استخدام سے انکے کام کے واسطے پیدا ہونگی اور جس طرح دنیا مین ان کو خلافت کبری عنایت ہوئی تھی کہ تمام عالم کے اجزا اور ارکان کو تصرف کرتے تھے اور انسے نفع لیتے تھے اسیطرح بہشت مین بھی ان اجزا اور ارکان کی روحین اسکے واسطے مسخر اور تابع کردین گے بس وے انکے خادم ہونگے لیکن دنیاوی اور بہشتی تسخیر مین فرق اتنا ہوگا کہ دنیا کی تسخیر قسری اور قہری اور کد اور کاوش پر موقوف تھی اور بہشت کی تسخیر ارادی اور اختیاری ہوگی اس مین بہشتیون کو کچھہ بھی رنج اور محنت نہوگی اور ایک فرق یہہ بھی ہے کہ دنیا کی تسخیر عام تھی مسلمان اور کافر اور نیکوکار اور بدکار سب کو شامل تھی اور بہشت کی تسخیر خاص ایماندار اور نیکوکارون کے واسطے ہوگی اسواسطے کہ وہ جزا امتیاز کے واسطے ہے چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت مین یہی مضمون ارشاد فرمایا ہے قال اللہ تعالے

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ یعنے کہو تم اے محمد کسنے منع کی ہے رونق اللہ تعالی کی جو پیدا کی اسنے اپنے بندون کیواسطے اور ستھری چیزین کھانے کی تم کہو وہ ہے ایمان والون کے واسطے دنیا کی زندگی مین نہ نری ان کی ہے قیامت کے دن یون بتاتے ہین ہم آیتین جن لوگون کو بوجھہ ہے **فایدہ** یعنے نعمتین سب مسلمانونکے واسطے ہین دنیا مین کافر بھی شریک ہوگئے قیامت مین نری انہی کے واسطے ہین اور ریشم اگرچہ ظاہر مین حیوانی معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ کیڑے کے لعاب سے نکلتا ہے لیکن تحقیق یہہ بات ہے کہ ریشم کی پیدایش درختون کے نچوڑ سے ہے جسکو ریشم کا کیڑا اپنے واسطے مکڑی کے جالے کی طرح تنتا ہے اور اس کیڑے کو

سوائے اس تن دینے کے اور کچھ دخل نہین ہی ریشم اس کیڑے کا جز نہین ہی تا کہ ریشم حیوانیات مین
شمار کیا جاوے بخلاف گوشت اور کھال اور اون اور بال اور دودھ اور گھی کے کہ سب
حیوانون کے جز ہین اور شہد کا حال بھی اگرچہ مثل ریشم کے ہی لیکن شہد کی مکھی اسکو غذا کیواسطے
مہیا کرتی ہی سو اس راہ سے شہد کا حیوانی ہونا غالب ہوا نباتی ہونے سے اب یہان سے
بہشتیون کے وے نعمتین بیان ہوتی ہین جو معدن کا نفس کلیہ اسمین خادم اور مسخر ہوکے مہیا اور
موجود کرے گا وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ اور بار بار لاے جاتے ہین ان کے سامنے برتن مِّن
فِضَّةٍ چاندی سے انکے اس صبر کے عوض مین جو دنیا مین استنجے اور غسل اور وضو کے واسطے برتنون
مین پانی بھر کے طہارت کی ہمیشگی کے واسطے بار بار لاتے تھے اور اُن برتنون کو نجاستون سے بچاتے
تھے اور اگر غسل اور وضو کا برتن کچھہ مستعمل ہو جاتا تھا تو احتیاط کے واسطے اس کو بدل ڈالتے
تھے سو اس سبب سے ان کو کوچہ و بازار مین پھرنا پڑتا تھا وَأَكْوَابٍ اور آبخورے بغیر
ٹونٹی اور دستے کے بہ لئے اس صبر کے عوض مین ہو گا جو بار بار پانی کے سرد کرنے کے واسطے
مٹی کے آبخورے بازار سے لاکے پانی بھر کے رکھتے تھے تا کہ گرمیون کے روزہ کے افطار کے
وقت کام آوے لیکن ان کو بہشت مین جو آبخورے ملین گے وے نزاکت اور اُسکی اور صفائی
مین كَانَتْ قَوَارِيرَا ہو رہے ہونگے شیشے سے کہ بھیتر کی چیز ان کے باہر سے معلوم ہووے اور
نظر آوے لیکن حقیقت مین وے شیشے نہین ہین بلکہ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ وے شیشے چاندی سے
بنائے گئے ہین تا کہ سفیدی اور چمک اور دمک مین چاندی ہووین اور شفافی اور صفائی اور
سبکی مین شیشہ ہووین اور ان کو چاندی سے اس واسطے بنایا ہی کہ عوض مین وضو کے برتنون
کے ان کو دینگے اور وضو کا پانی ان کے وضو کے اعضا کو سفید چمکتے نورانی کر دے گا
چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ اِنَّ اُمَّتِی یَاتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ
یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بے شک میری امت کے لوگ
آوینگے قیامت کے دن اس شکل سے کہ انکے چہرے سفید اور روشن ہووینگے اور

دونون ہاتھ اور دونون پانوٗن بھی سفید اور روشن ہووینگے وضو کے نشان سے پھر جو
برتن وضو کے برتنون کی عوض مین ان کو دیا جاوے گا وہ بھی سفید اور روشن ہوگا لیکن
چاندی سے ہوگا نہ سونے سے اور چاندی کے ہونے کی وجہہ یہہ بھی ہے کہ پانی اور جتنی
پینے کی چیز ہے اُس قدر سفید شفاف برتن مین لطف اور رونق دیتی ہے اُس قدر سونے کی
برتنون مین رونق نہین دیتی اور سونے کا رنگ پیلا ہے اور چاندی کا رنگ سفید ہے اور
زردی شرمندگی اور ندامت کا نشان ہے اور منہہ کا سفید اور روشن ہونا مطلب حاصل
ہونے کا نشان ہے اور دنیا مین سونا جو چاندی سے گران قیمت ہے اُس کا سبب یہہ ہے کہ دنیا مین
سونے کی کان کمیاب ہے اور چاندی کی کانین بہت ہین اور عالم آخرت مین کسی چیز کی کمیابی نہین
ہے تاکہ اُس سبب سے سونے کی قیمت بڑہ جاوے اور نفیس ہو جاوے اور اُنکے آبخورے بھی
جنت مین چاندی کے بیان فرمائے ہین اسواسطے کہ ان آبخورون مین شراب قوّی السکر ان کو دینا منظور
ہے چنانچہ اس کا بیان آگے آتا ہے اور جامع بغدادی مین لکھتا ہے کہ تفریح اور تقویت
مین چاندی کا اثر قریب ہے یا قوت کے اثر سے اور شراب جب چاندی کے برتن مین رکھی جاتی ہے
تو وہ شراب بہت جلد نشہ کرتی ہے اور اُسکے نشہ مین بہت تلذذ اور مزا ہوتا ہے انتہا اور
جہان کہین شراب کا پلانا منظور نہین ہے تو وہان سونے کے آبخورے بیان فرمائے ہین چنانچہ سورہ زخرف
مین ارشاد ہوا ہے کہ یُطَافُ عَلَیْہِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَکْوَابٍ یعنے لئے پھرتے ہین ان پاس
رکابیان سونے کی اور آبخورے اور دنیا کے آبخورون مین جو خادم شراب بھر لاتے ہین
تو ان مین ایک عیب ہوتا ہے کہ پینے والے کی رغبت سے کبھی کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ
سو اُس عیب کے دفع کے واسطے ارشاد ہوتا ہے کہ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا اندازہ کرکے بنایا ہے
ان آبخورون کو معادن کی ارواح کے کاریگرون نے اچھا اندازہ کرنا بہت احتیاط سے اسواسطے
کہ وے آبخورے ان کو ان آبخورون کے عوض مین عنایت ہوئے ہین جو مٹی کے آبخورے افطار
کے واسطے پانی یا شربت بھر کے رکھتے تھے اور دنیا مین باوجود شدّت رغبت کے اسراف

سے پرہیز کرتے تھے اور اعتدال کی راہ چلتے تھے سو اسواسطے وہان بھی ان کے ساتھہ
اعتدال کا معاملہ کیا جاوے بلکہ وضو کے برتنون مین بھی اعتدال کی رعایت کرتے تھے اور اسباغ
کی حد سے کم نہ کرتے تھے اور اسراف بھی نہ کرتے تھے سو ان برتنون مین بھی اعتدال کی رعایت ہوگی
وَيُسْقَوْنَ اور پلائے جائینگے وے لوگ ان آبخورون مین جو چاندی کے ہین شفاف
جیسے شیشہ كَاْسًا شراب اور کاس کی لفظ اگرچہ اصل مین پیالہ کا نام ہی لیکن اکثر عرب
کی اصطلاح مین شراب کے معنون مین مستعمل ہوتی ہی كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ہوگی ملونی اس
شراب کی سونٹھ جو شراب کو خوش ذایقہ اور مزیدار کردیتی ہی اور شراب کی ثقالت
کو اسکی سوزش ہلکا کردیتی ہی اور نشہ کی زیادتی اور پاکیزگی کا سبب پڑتی ہی اور بدن
مین حرارت پیدا کرتی ہی اور یہہ سونٹھ کی آمیزش اسواسطے ہی تاکہ دیدار الٰہی کا شوق ان پر غلبہ
کرے اور اس غلبہ کے سبب سے اس نعمت دیدار کی آگ بھڑکے اور اس غلبہ مین اس نعمت سے
جو مشرف ہووین تو خوب لذت حاصل کرین اسواسطے کہ جو چیز شوق اور طلب کے بعد حاصل ہوتی
ہی تو وہ بہت لذت دیتی ہی لیکن وہ سونٹھ یہہ دنیا کی سونٹھ نہین ہی جسکی تاثیر
آدمی کے فقط ظاہر بدن مین پائی جاتی ہی بلکہ اس سونٹھ سے مراد ہماری عَيْنًا فِيْهَا ایک چشمہ
ہی بہشت مین جو تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا نام رکھا جاتا ہی سلسبیل اور اس نام رکھنے کا سبب یہہ
ہی کہ اصل وہ چشمہ مقربین احوال کے واسطے خاص ہی اور مقربین اعمال کو ملونی کے طور تھوڑا
اس مین سے دیتے ہین اور مقربین احوال جو ہین وے ہمیشہ شوق کے غلبہ مین مستغرق ہین اور انکو
ہرگز ٹھہرنا کسی حال اور کسی مقام مین گوارا نہین ہی بلکہ ہمیشہ ترقی کے طلب مین رہتے ہین اور انکی
زبان حال کی ہمیشہ اس کلام کو رٹ رہے ہے اور اس ترانہ سے ترنم ہی کہ سَلْ سَبِيْلًا
یعنے پوچھ اپنے معشوق کی راہ اس سبب سے اس چشمہ کا نام بھی یہی رکھدیا تاکہ اشارہ ہو اس بات
کی طرف کہ جو اس چشمہ کا پانی پیتا ہی اسکو اس راہ کی طلب کا شوق غلبہ کرتا ہی جس
طرح شیراز مین ایک پہاڑ ہی بہت بلند اسکا نام اللہ اکبر رکھا ہی اسواسطے کہ جو شخص سیر

چڑھتا ہی تو اسکی بلندی دیکھ کے بے اختیار اسکے منہہ سے اللہ اکبر نکلتا ہی اور بعضے مفسرون
نے یون کہا ہی کہ سلسبیل مشتق ہی سلاست سے جو نرمی اور آسانی کے معنون مین ہی چنانچہ
عرب لوگ بولتے ہین مَاءٌ سَلَسٌ وَسَلْسَلٌ وَسَلْسَالٌ وَسَلْسَبِيْلٌ یعنے پانی شیرین آسانی
سے گوارا ہوکے اتر جانیوالا حلق اور حلقوم مین سو اب اس صورت مین بے اور یے زاید ہونگی
مبالغہ کے واسطے اور اس زیادتی کے سبب سے یہہ کلمہ خماسی ہوگیا لیکن اس وجہہ مین ایک
خدشہ باقی رہتا ہی وہ یے ہی کہ انکے نزدیک یے حروف زواید مین سے نہین ہین غرض
کہ اس تفسیر کے موجب یہہ کلام یعنے تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا اس وہم کے دفع کے واسطے ہی جو زنجبیل کی
لفظ سے پیدا ہوتا ہی یعنے جب شراب مین سونٹھ کی ملونی ہوئی تو گلے کو جلاوے گی اور آسانی سے نہ
اترے گی سو اس وہم کے دفع کے واسطے یہہ کلام فرمایا کہ وہ سونٹھ اس سونٹھ کے منافع رکھتی ہی لیکن
اس مین سوزش اور گلوگیری نہین ہی بلکہ اس چشمہ کا نام ایسا ہی جو سوزش اور گلوگیری کے
منافی ہی اور جب معادن کی روح کی خدمت سے جو بہشتیون کے واسطے ہوگی اور وے فرشتے
جو معادن پر مقرر ہین ان کی خدمت بھی بہشتیون کیواسطے جو ہوگی اس سب کے بیان سے فراغت پائی
تو اب ان نعمتون کا بیان ہوتا ہی جو آسمان کے ستارون کی روحونکی تسخیر اور تابعداری سے
ان کو نصیب ہوگی اور اس تسخیر کی صورت یہہ ہی کہ ستارون کی روحین ان کے جرمون سے جدا ہونگی
پھر ان مین جو قوی التاثیر ستارون کی روحین ہین اور نفوس واسعہ اور خیالی قوا وافر اور کثیر
محیط رکھتی ہین وے بہشتیون کی ارواح سے مختلط ہوکے ان کی عقل اور خیال اور حرکات اور اعمال
مین مدد کرین اور جو ضعیف التاثیر ستارون کی روحین ہین وے ان ہیکلون انسانی کے لباس مین
درآوینگی جو کم عمر ہونگے اسواسطے کہ اس عمر مین دوڑ دھوپ اور جامہ زیبی اور دلفریبی اور ستہ وہ
پن اور حسن وجمال اور رنگ کی تازگی بہت ہوتی ہی سو وے روحین ان ہیکلون مین
درآکے بہشتیون کی خدمت کے واسطے مستعد ہونگی اور ان کو اپنی ہم جنسی کے سبب سے
ان کی خدمت کرنے مین انس اور محبت بھی ہوگی سو اب یہہ مضمون ارشاد ہوتا ہی کہ وَ

یَطُوفُ عَلَیہِم اور پھرینگے اور آمد و رفت کرینگے ان کی حضور میں ان کی خدمت کے واسطے
جیسے پانی کے آبخورے اور شراب کے جاموں کو لانا اور لیجانا وِلدَانٌ لڑکے خوش رُو
مُخَلَّدُونَ ہمیشہ اسی لڑکپن کی عمر میں رہنے والے ہونگے کبھی جوان اور بڈھے نہونگے اور ان کا
حسن اور جمال جوانی کی سختی اور بڈھے پن کی ضعیفی اور سستی سے متغیر اور متبدل نہ ہوگا
اور کسی کام میں دیر نہ لگانا اور بہشتیوں کے سامنے خوش خرم اٹھکیلی سے دوڑکے جانا اور
دوڑکے آنا ان سے ہمیشہ ہوا کریگا اسواسطے کہ ان کے بدنوں کے مدبر ستاروں کی روحین
ہونگی جو ایک حالت کو بدن میں نور اور ضیا اور فہم اور فراست کی کثرت اور قوت
کے ساتھ ہمیشہ محفوظ رکھسکتی ہین اور سیر اور دوڑ بے انتہا اور کھانے پینے سے بے
احتیاجی اور جاضرور پیشاب اور جتنے فضلات حیوانی ہین انسے پاکی اور بدن کو گھٹنے
اور پرانے ہونے اور پھٹنے اور ٹوٹنے اور گلنے اور سڑنے اور جتنی آفتین عنصری
مزاجون میں پائی جاتی ہین خصوصًا حیوانی مین ان سب سے بچائے رہنے مین وے کمال رکھتی
ہین اِذَا رَاَیتَھُم جو دیکھے تو ان نئی عمر کے لڑکون کو کہ باوجود اس حسن اور جمال اور
نزاکت اور صفائی اور چمک اور دمک رنگ کے خدمت کے واسطے مستعد ہین ایک
جاتا ہی اور دوسرا آتا ہی ایک کسی خدمت کے واسطے ایک طرف کھڑا ہوا ہی اور دوسرا
دوسری خدمت کے واسطے دوسری طرف کھڑا ہوا ہی ایک کے چہرے کا عکس دوسرے
کے چہرے میں پڑتا ہی جس طرح ایک آئینہ دوسرے آئینے کے مقابل ہوتا ہی حَسِبتَھُم
لُؤلُؤًا مَنثُورًا گمان کرے تو ان لڑکون کو جیسے موتی کے دانے چھٹکے ہوئے اور ایک کی
روشنی کا عکس دوسرے مین پڑنے سے ان کی رنگت کی چمک دونی ہوگئی ہی اور نظر کو ہر
طرف سے لذت ملتی ہی بخلاف موتی کے دانون کے کہ ان کو لڑی مین گوندہ کے جو دیکھتے ہین تو یہہ
کیفیت ان مین نہین ہوتی ہی اور یہہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ جب لذت کی تجدید منظور ہوتی ہی
تو ہر حاسہ کے مدرکات لذیذہ کو منتشر اور متفرق کردیتے ہین تاکہ وے مدرکات بار بار

حس مشترک پر وارد ہووین اور اسکے واسطے سے نفس کو ہر لحظہ نیا مزا حاصل ہووے اور جب
لذت کا دوام منظور ہوتا ہے تو اس وقت ہر حاسہ کے مدرکات لذیذہ کو مجتمع اور منتظم کرتے ہین
تاکہ خیال اور حافظہ اس صورت اور معنی کو اپنے جگہہ دے کے بار بار نفس پر عرض کرے اور اس
لذت کو یاد دلاوے اور اس مقام مین لذت کی تجدید منظور ہے نہ دوام اس کا وَ اِذَا
رَاَیْتَ ثَمَّ اور اگر دیکھے تو اس مقام کو کہ سلسبیل کا چشمہ اس جگہہ جاری ہے اور مقربین احوال
جو اسکے مالک ہین وے اپنے اپنے مرتبے سے درجہ بدرجہ بیٹھے ہوئے ہین رَاَیْتَ دیکھے تو ایک
نعمت کو جس کا وصف ہرگز بیان نہین ہوسکتا اور مقربین اعمال کی جتنی نعمتین اوپر بیان ہوچکین
ہین ان سب سے بڑھ کے ہین وَمُلْکًا کَبِیْرًا اور دیکھے تو ایک عمدہ بڑی بادشاہت
کو اس واسطے کہ وے لوگ ابرار اور مقربین اعمال پر بھی حاکم ہین اور اپنے اس چشمہ سلسبیل سے
بیواسطہ یا بواسطہ ان لوگون کو ملونی کے واسطے دیتے ہین اگرچہ مقربین اعمال اور ابرار بھی خلافت کبریٰ
کا استحقاق اور حکومت علی الاطلاق رکھتے ہین اسواسطے کہ تمام روحین معادن اور نباتات اور ستارونکی
اور سب فرشتے ان کے خادم اور فرمانبردار ہین پس ابرار اور مقربین اعمال کا حکم ایسا ہے جیسے
بادشاہون کا حکم ہوتا ہے اپنے اپنے ملکون پر اور مقربین احوال کا حکم ایسا ہے جیسا شاہنشاہون
کا حکم ہوتا ہے ہفت اقلیم پر اور انکو یہہ مرتبہ اسمائے الٰہی کے تخلق سے حاصل ہوا ہے اور ان اسماؤن
کے تحقیق سے انکے درمیان مین اس طور سے کہ اسمار الٰہی ان کے صفات ہوگئے ہین بلکہ
ان کے لباس ہوگئے ہین چنانچہ عٰلِیَھُمْ ان کے اوپر یعنی جیسے بادشاہون کی خلعت عنایت
کی ہوئی کو کپڑون کے اوپر سے پہن لیتے ہین ثِیَابُ سُنْدُسٍ کپڑے ہین ریشم کے چکنے ہوئے
بہت باریک اسواسطے کہ جو اسمار لطیفۃ الظہور ہین انھون نے اس جامہ کی شکل ہوکے ان کو آراستہ
کیا ہے خُضْرٌ سبز رنگ تاکہ ان کی سبزی پر دلالت کرین وَّاِسْتَبْرَقٌ اور کپڑے
ریشم کے چکنے ہوئے گاڑھے سنگین اسواسطے کہ جو اسمار تامۃ الظہور ہین انھون نے اس جامہ
کی شکل ہوکے ان کو مزین کیا ہے وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّۃٍ اور زیور پہنایا جاویگا

ان کو کنگن بہشت کی چاندی کے جو وہان کی تمام معدنیات سے افضل ہی تاکہ ان کی دوستی کی صفائی پر دلالت کرے وہ دوستی جو حق تعالےٰ سے رکھتے تھے اور طبیعت کی خواہشو اور وہم اور دوسری کدورتون سے وہ دوستی صاف تھی وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ اور پلاوے گا ان کو حق تعالیٰ اپنی ذات پاک و قدرت کے ہاتھہ سے بغیر واسطہ لڑکون اور غلمانون اور فرشتون کے شَرَابًا طَهُورًا شراب جو پاک کرنے والی ہی اندر اور باہر کو اور نفس کا لگاؤ بھی باقی نہین رکھتی ہی تاکہ کسی طرف سے وہ ظاہر ہونے پاوے حدیث شریف مین آیا ہی کہ ادنی بہشتی کو ہزار سال کے راہ کی سلطنت دیوینگے اور وہ بہشتی اپنی جگہہ سے اپنے تمام ملک اور خادمون اور عیش اور عشرت کے سامان اور اسباب کو دیکھے گا اور اپنے آخر کے ملک کو ایسا دیکھے گا جیسا اپنے نزدیک کو دیکھتا ہی یعنے دور اور نزدیک یکسان معلوم ہوگا اور کوئی مخلوق بدون اس کی پروانگی کے اس کی ملک کی حد مین قدم نہ دہرے گا اور جو بہشتی کی خاطر مین گذرے گا وہ اسیوقت ہو جائے گا اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ بہشتی جب کھانے پینے سے اور میوے خوری اور شراب پینے سے فراغت حاصل کرین کے تو آخر کا جام حضرت رب العالمین کی حضوری سے ان کو عنایت ہوگا وہ ملبب شراب طہور سے ہوگا اس کے پیتے ہی جتنا کھایا پیا ہی سب عرق ہو کے نکل جاوے گا اور اس عرق کی خوشبو ایسی ہوگی جیسے مشک کی اور پھر ان کے پیٹ خالی ہو جاوین گے اور کھانے پینے کی خواہش پیدا ہوگی اور ان سب نعمتون سے علاوہ اور سب سے بڑھ کے ایک نعمت دوسری ہی وہ یہہ ہی کہ بہشتیون کو ان کے پروردگار کی طرف سے پیغام پہنچاوینگے کہ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً بے شک یہہ سب نعمتین تھین واسطے تمھارے تمھارے عملون کے بدلے جزا جس کے تم مستحق ہو چکے تمے اس قسم کی یہ نعمتین نہین ہین کہ بے عمل کئے حق تعالیٰ نے تم کو دین ہون اور بخشش محض کی ہو وَكَانَ سَعْيُكُمْ اور ہوئی کوشش تمھاری جو اللہ تعالیٰ کی محبت مین اور اسکے احکامونکی عادت ڈالنے مین اور دنیوی علاقون سے صبر کرنے مین اور اسکی راہ کے مقامات اور احوال

کی سیر مین تمنے کی تھی مَشْکُوْرًا قدردانی کی گئی یعنے ہر ایک عمل نیک تمھارے پر ہزارون ثواب عنایت
ہوئے اور تمھارے عمل بہت مقبول ہوئے پس اس مژدے کے سننے سے بہشتیون کو خوشی پر خوشی حاصل ہوگی اور ان
نعمتون کی لذت دونی ہوجاوے گی رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی نِعْمَتِهٖ وَکَرَمِهٖ یعنے عنایت کرے
اللہ تعالیٰ یہہ نعمت ہم کو بھی اپنے کرم اور فضل سے یہان پر یہہ بھی جان لینا چاہیئے کہ بہشت مین جو ملنے
کی چیزین جو قرآن شریف مین جابجا متفرق مذکور ہین ان سب کی تفصیل یہہ ہے کہ ایک نہر کوثر ہے
بہشت مین اور وہ خاص حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے چنانچہ اسکی شرح سورۂ کوثر
مین مذکور ہے اور چار نہرین دوسری ہین متقیون کے واسطے ایک نہر پانی کی اور دوسری نہر
شہد کی اور تیسری نہر دودھ کی اور چوتھی نہر شراب کی چنانچہ سورۂ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین
یہے چارون مذکور ہین اور دو چشمہ جاری ہین مقربین مین خوف والون کے واسطے چنانچہ سورۂ ال
رحمن مین مذکور ہین کہ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ یعنے ان دونون بہشتون مین دو چشمے ہین بہتے
ہوئے اور دو چشمے دوسرے ہین اصحاب الیمین کے واسطے جو ان مین خوف والے ہین وے بھی
اسی سورت مین مذکور ہین فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ یعنے ان دونون بہشتون مین دو چشمے
ہین ابلتے ہوئے اور ایک شراب رحیق مختوم ہے ابرارون کے واسطے جسکا ذکر سورہ مطففین مین
ہے اور ایک چشمہ تسنیم کا ہے وہ مقربون کا ہے لیکن ابرار کی شراب رحیق مین اسکو بھی ملا دینگے اسکا
بھی ذکر اسی سورت مین ہے اور ایک چشمہ کافور کا ہے جو اس سورت مین عباد اللہ کے واسطے مقرر ہے اور ابرار کو اسمین ملا کے پلا دینگے
اکثر مفسرون کے نزدیک یہہ چشمہ بہشت مین ہے اگرچہ دنیا مین بھی کمال والون کو اسسے معنوی حصہ
ملتا ہے اور ایک چشمہ زنجبیل کا ہے جسکو سلسبیل بھی کہتے ہین وہ عباد اللہ کے واسطے ملونی اور
اوپر سے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے کہتے ہین کہ اصل اس چشمہ کی اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
سے ہے اور ان کے متوسل مقربین احوال ہین اور شراب طہور بھی ان کے واسطے موعود ہے اور
محققون نے یون کہا ہے کہ وہ شراب صرف شہود ہے غیریت کا لگاؤ اور دوری کا امکان
اسکے کھانے سے باقی نہین رہتا ہے اور گندے وجود کی سے گندگی سے بالکل پاک کرکے وجود

قوم،

قدسی کی سرحد کو پہنچا دیتی ہی اور حق بات یہہ ہی کہ اس شراب کے پینے کے قبل اس کی حقیقت معلوم نہین ہو سکتی سہ ذوق این می نشناسی بخدا تا نچشی ہندی لذت اس می کی نہ پہچانوگے جبتک نہ پیو ہم قسم کھا کے خدا کی یہہ کہے دیتے ہین **فائدہ** اوّل سورت سے یہانتک سات مطلب عمدہ بیان ہوئے ہین سو اس لحاظ سے کہ ایسا نہ ہو ان مطلبون سے غفلت واقع ہووے اجمال کے طور پر پھر ان مطلبون کو تبلائے دیتے ہین تاکہ بھولنے نہ پاوین سو پہلا مطلب یہہ ہی کہ انسان معدوم محض تھا پھر اسکو پیدا کیا ہی اور دوسرا مطلب یہہ ہی کہ ہر ایک آدمی کو ایسے نطفے مختلط سے پیدا کیا ہی جو خلاصہ ہی موالید ثلثہ کا اور تیسرا مطلب یہہ ہی کہ آدمی کی پیدایش تکلیف اٹھانے اور امتحان اور آزمایش کے واسطے ہوئی ہی بخلاف دوسرے مخلوقات کے اور چوتھا مطلب یہہ ہی کہ آدمی کو جو امتحان اور آزمایش کے واسطے ضروری تھا وہ سب اسکو عنایت ہوا ہی بلکہ اسکے سلوک کی راہ بھی تبلادی ہی اس طور سے کہ کسیطرحکا عذر باقی نہین رہا اور پانچوان مطلب یہہ ہی کہ انجام کار آدمی کا دو حالت سے خالی نہین ہی یا شکر ہی یا کفران یعنے ناشکری اور چھٹا مطلب یہہ ہی کہ شکر نیک جزا اور ثواب کا مقتضی ہی اور کفران سزا اور عقاب کا سبب ہی اور ساتوان مطلب یہہ ہی کہ شاکر لوگ اداے شکر کے مرتبے مین مختلف اور متفاوت ہین اور رنگارنگ کمالات رکھتے ہین اور ایسے مرتبے والے ہر ایک قرب اور منزلت مین اللہ تعالے کے نزدیک ایک حد متعین رکھتے ہین جو ان کے جزا کے اندازے سے ظاہر ہی اور اللہ تعالی کو انسان کی پیدایش سے اور امتحان اور آزمایش کا معاملہ اسکے ساتھہ کرنے سے ان کمالات کے ظہور کا بیان منظور ہی ان سب ساتون مطلبون کو مدنظر رکھنا چاہئے اسواسطے کہ اکثر قرآن شریف مین انہی مطلبون کا شرح اور بسط سے بیان ہی اور اگر ان مطلبون مین خوب طرح سے غور اور تامل کیا جاوے تو تمام مسئلے مبدا اور معاد اور وسط کے جن کا نام شریعت اور دین ہی ظاہر اور کھل جاوین واللہ الموفق یعنے توفیق دینے والا اللہ تعالی ہی مفسرون نے ذکر کیا ہی کہ قرآن مجید مین جو جنت کی نعمتین بیان ہوئی ہین ان کو جب آن حضرت

بیان مطالب ہفتگانہ کہ از اول سورت تا اینجا بیان شدہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرنا اور آیتون کو لوگون کو سنانا شروع کیا تب کافر اس مضمون کو
سنکے آپس مین بیٹھکے یہہ مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت اور عیش
کی لذت پیدا ہوئی ہی اسیواسطے بار بار انہی لذتون کا ذکر کرتا ہی اور لوگون کو ایسی لذتونکا
وعدہ دیکے ان کے دین اور آئین سے بھراتا ہی سو آؤ انہی لذتون کی طمع اور لالچ اسکو دیکر
اس کام سے باز رکھین تاکہ لوگون کو اپنے دین اور آئین سے پھیرنے سے باز آوے اور مطلب
کو پہنچے یہہ تدبیر ٹھانکے دو سردارونکو ان مین سے چنکے اس کام کے واسطے مقرر کیا ایک عتبہ
بن ربیعہ بن عبد الشمس اور دوسرا ولید بن مغیرہ مخزومی پھر وے دونون سردار آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی جناب مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تم سے بہت نزدیکی کی قرابت رکھتے ہین اور ہمارا
اور تمھارا گوشت پوست سب ملا ہوا ہی کسیطرح کی جدائی ہمارے تمھارے بیچ مین نہین ہی سو خدا کے
واسطے ہم تمسے ایک بات کہتے ہین کہ اگر تمکو خوبصورت عورتون کا اور دنیا کی نعمتون کا شوق ہوا ہو
جیسے عمدہ کھانے اور پاکیزہ لباس اور موتی اور چاندی اور سونا اور کم عمر لڑکے خدمت کے
واسطے جن کا ذکر بار بار کیا کرتے ہو اور ان چیزون کی طرف تمھارے دل نے رغبت
کی ہو تو بے تکلف ہم سے کہدو کہ ہم سب یے چیزین موجود کردین چنانچہ عتبہ نے کہا کہ میری
ایک بیٹی ہی کہ حسن اور جمال مین اس کا ثانی اس شہر مین نہین ہی وہ لڑکی معہ جہیز اور اسباب
بے شمار تمکو مین دیتا ہون اور تمھارے ساتھ اسکا نکاح کردیتا ہون اور ولید نے کہا کہ
میری مالداری کا حال تمکو خوب معلوم ہی کہ مکہ معظمہ سے طایف تک تمام باغات اور زراعت
اور مواشی میرے ہین اور سوائے اسکے مین نے موتیون کی بھی تجارت شروع کی ہی اور غوطہ خورون
کو نوکر رکھا ہی سو وے دریا سے عمدہ موتی نکالتے ہین اور مین شام اور مصر کیطرف انکو
بھیجتا ہون اور اس مین بے انتہا نفع حاصل ہوتا ہی سو مین آدھا اپنا مال اور موتی تم کو دیتا ہون
لیکن اس شرط سے کہ بت پرستی سے لوگون کو منع مت کرو اور ہمارے بتون کی اور ہمارے
بزرگون کی برائی ہر جگہہ پر بیٹھکے مت کیا کرو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہہ ان کا کلام سنکے

نہایت متحیر ہوئے کہ ان لوگون نے آیات قرآنی کی تبلیغ کو کس چیز پر حمل کیا جواب یا سوال مجھسے کرتے ہین اب اگر مین ان کو کچھ زجر اور توبیخ کرتا ہون تو بن نہین پڑتی ہے اسواسطے کہ قرابت کا علاقہ درمیان مین ہے اور اتنا بڑا سردار عمدہ اپنی بیٹی کو کہل کے مجھکو دیتا ہے اگر قبول نہین کرتا ہون تو اپنے قبیلے کے لوگ مجھکو طعنہ دیوین کے اور اگر قبول کرتا ہون تو ایک شرط فاسد اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے اور ایک جھوٹی تہمت اس کے ہمراہ ہے آپ اسی سوچ مین تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام یے آیتین لیکے نازل ہوئے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا بے شک ہمنے نازل کیا ہے تمپر اس قرآن کو آہستہ آہستہ تدریج سے تاکہ رفتہ رفتہ آہستگی سے تم کو ملک اور ملکوت کی حقایق پر خبرداری اور ذات اور صفات کی حقیقت اور معاد اور کاملین کے مراتب کا احوال اور ان کے صفات محمودہ پر اطلاع حاصل ہووے اور اپنے کو تم بھی انہی صفتون سے متصف کرو اور جو کچھ بہشتیون کی نعمت اور لذتون کا حال قرآن شریف مین بیان کیا ہے ہمنے سو جان بوجھ کے کیا ہے پھر تم کو اس کی تبلیغ مین عار کی کیا وجہہ ہے اسواسطے کہ تم اپنے پروردگار کا کلام بیان کرتے ہو اپنی طرف سے کچھ نہین کہتے ہو تاکہ اس بیان کرنے مین کچھ تمھاری طمع ان چیزون مین بوجھی جاوے اور اگر بالفرض یے کافر تم پر اس بات کی تہمت کرتے ہین فَاصْبِرْ تو صبر کرو ان کی اس تہمت اور ظلم پر لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے پروردگار کے حکم کی فرمانبرداری کے واسطے اس واسطے کہ تابعدار کو اپنے خاوند کے حکم کی فرمانبرداری کرنا چاہئے اگرچہ اس مین طمع اور حرص کی تہمت بھی ہووے چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ گر طمع خواہد زمن سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین یعنے مالک قناعت پسند ہے اسواسطے قناعت کرنا بہتر ہے اور اگر مالک کو طمع پسند ہو تو پھر جو قناعت کرے وہ بڑا احمق ہے غرض کہ جس شخص کو اپنے محبوب کی فرمانبرداری کا خیال ہے اس کو معاندون کی طعن اور تشنیع پر صبر کرنا ضرور ہے ؎ ہر آنکہ عشق یکی در دلش گرفت قرار روا بود کہ تحمل کند جفائے ہزار یعنے جس کسی کے

دلکو عشق نے چور کیا تو اسکو ناز برداری معشوق کی ضرور رہوئی چنانچہ اسی سورت مین اللہ کے
بندون کے صبر کی جزا سن چکے ہو اور جو کچھ دنیوی علاقون کو قطع کرنے مین ان کو عنایت ہوا
ہے اسکو بھی معلوم کر چکے ہو سو تم کو بھی چاہیئے کہ ان لوگون کی قرابت اور دوستی کے علاقونکے
قطع کرنے پر صبر کرو وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا اور ہرگز تابعداری مت کر یعنے کہا
مت مان انمین سے کسی گنہگار ناشکر کا کہتے ہین کہ مراد اثم سے عتبہ ہے جو فسق و فجور مین انتہا
درجہ کو پہنچا تھا اور مراد کفور سے ولید ہے جو کفر مین بہت سخت تھا اور باوجود اسقدر بے انتہا
نعمتون کے جو حق تعالیٰ نے اسکو دی تھین ہرگز شکر نہ کرتا تھا اور حرص اور طمع کی تہمت کو اپنے سے
دفع کرنے کیواسطے ایک کام دوسرا کیا کرو تاکہ اسکے سبب سے یہہ تہمت بالکل تم سے دور ہو جاوے
اور ان لوگون کو بالکل یقین ہو جاوے کہ یہہ شخص دنیا کیطرف ہرگز میل اور خواہش نہین رکھتا ہے
اور ان نعمتون اور لذتون کا ذکر محض واسطے تبلیغ قرآن کے کرتا ہے اور وہ کام یہہ ہے کہ وَاذْكُرِ
اسْمَ رَبِّكَ اور یاد کر نام اپنے پروردگار کا نماز مین خواہ تہلیل اور تکبیر مین اور خواہ
ذکر قلبی مین بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا صبح اور شام کو مراد اس سے ہمیشگی ہے جو غیر کی محبت کو دل سے
بالکل قطع کرنے والی ہے اور دنیوی علاقون کے تعلق کو دل سے نفی کر دینے مین تریاق اعظم
ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ سِيْرُوْا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ قَالَ الَّذِيْ
خَفَّفَ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَثْقَالَهُمْ یعنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ سیر
کرو اس واسطے کہ مفرد لوگ سبقت لے گئے صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد کون لوگ ہین آپ نے
فرمایا کہ وے لوگ ہین جن کے گناہ اور دنیاوی علاقون کے بوجھ ذکر الٰہی نے ہلکے کر دئے
یعنے اسقدر ذکر مین مشغول ہوئے کہ دنیا اور مافیہا سے غفلت حاصل ہوئی اسیواسطے مشایخ
نے اجماع کیا ہے اس بات پر کہ خدا کی راہ کے سلوک مین جس کا حصول علاقون کے قطع اور خطرات
کی نفی پر موقوف ہے کوئی عمل بہتر ذکر سے نہین ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ اور تھوڑی رات سے
اٹھ کے سجدہ کیا کر اپنے پروردگار کے واسطے تاکہ تم کو اس درگاہ کا قرب اور رب الارباب

کی حضوری حاصل ہووے اس واسطے کہ دن بے پردگی اور دوسرے کاموں کا وقت ہی حضوری سے غیبت کا حکم رکھتا ہی سو اس وقت مین ذکر مناسب ہی اور رات خلوت اور بے شغلی وقت ہی بجز اور تعظیم اس وقت مناسب ہی گویا کہ حضوری اسوقت حاصل ہی وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا اور تسبیح کر اپنے پروردگار کی بہت رات تک اس حکم سے مراد یہہ ہی کہ تہجد کی نماز مین ہر چار رکعت کے بعد ترویحہ کرنا چاہیئے اور اس ترویحہ مین تسبیح مین مشغول ہونا چاہیئے اور پھر اس نماز سے فراغت ہونے کے بعد بھی اسی طرح تسبیح مین مشغول ہونا چاہیئے اور ان تسبیحون مین دیر تک مشغول رہنا چاہیئے اور جب تم دن اور رات ان دونون عملون سے اپنے اوقات کو معمور رکھوگے تو یے لوگ خود بخود تمھاری صحبت سے نفرت کرینگے اور دوستی اور قرابت کا علاقہ جو انسے ہی وہ خود بخود منقطع ہو جائیگا اس واسطے کہ یے لوگ تمھاری دوستی اور قرابت کی لیاقت نہین رکھتے ہین اسواسطے کہ دوستی اور قرابت آدمی اسی واسطے چاہتا ہی کہ اگر کوئی سخت کام یا کوئی مشکل بات کو ارادہ کرے تو دوست اور قرابتی اس مین اس کی مدد کرین سو یے لوگ ہرگز اس قابل نہین ہین بلکہ ان کی صحبت اور بھی ضرر کا سبب ہی اسواسطے کہ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ بے شک یے گروہ یعنے کفار قریش کے جو تم سے قرابت قریبہ رکھتے ہین اور تم ہمیشہ انہی مین رہے ہو اور انکے ساتھ دوستی اور محبت رکھتے ہو يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ دوست رکھتے ہین دنیا کی لذتون کو اور جو چیز کسی کی محبوب ہوتی ہی اس کا چھوڑنا اس کو مشکل ہوتا ہی علی الخصوص جس وقت اس ترک کے ساتھ نامرغوب چیز کا متحمل ہونا بھی ہووے چنانچہ یہان ہی کہ دنیا کو چھوڑنا ہی اور نفس سے مجاہدہ کرنا اور ذکر کی مداومت کرنا اور شب بیداری کرنا ہی وَيَذَرُونَ اور چھوڑتے ہین وَرَاءَهُمْ پیچھے پیٹھ اپنی کے يَوْمًا ثَقِيلًا دن سخت بھاری کو اور ہرگز اسدن کی فکر نہین رکھتے ہین اور یہ حال یہہ ہی کہ اس دن کو اگرچہ یے لوگ پیٹھ پیچھے ڈالتے ہین لیکن وہ دن آگے آگے انکے آتا ہی نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ ہم نے پیدا کیا ہی ان کو چنانچہ اسی سورت کی ابتدا مین کہا ہی ہمنے

کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ سو ان کے استعداد کے مرتبون کو بھی جانتے
ہین ہم اور جس چیز کیطرف ان کا دل میلان کرتا ہی اور اس چیز کا چھوڑنا انپر دشوار ہی اس کو
بھی جانتے ہین ہم وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ اور ہم نے خوب سخت اور مضبوط کر دی ہی گرفتاری
اور پابندی ان کی دنیاء فانی کی لذتون مین اور دنیا کی عیش و عشرت کی محبت مین چنانچہ اس
سورت کی ابتدا مین کہہ چکے ہین ہم کہ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَ وَاَغْلٰلًا سو انسے
خدا کے دین کی اعانت اور مدد کی امید ہرگز نہین ہی اور ذکر پر مداومت کرنا اور شب
بیداری اور نفس کا مجاہدہ کہ یہی تمہارا کام ہی سو اس کی تقویت کی بھی امید ان سے
نہین ہی وَاِذَا شِئْنَا اور جب چاہینگے ہم کہ اس تمہارے قبیلہ سے دین کی مدد اور تمہارے
کام کی تقویت اور اعانت کراوین ہم بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ ان کے بدل مین لاوینگے ہم اسی قبیلہ
سے ان لوگون کو جو اسی قسم کے ہونگے حسب اور نسب مین اور ہمت کی بلندی اور ذہن کی تیزی و
فہم کی سرعت مین تَبْدِيْلًا بدل لانا ظاہر مین جن کو ہر شخص دیکھے گا اور بوجھے گا چنانچہ یہی ہوا
کہ حذیفہ بن عتبہ کو عتبہ کی عوض مین لائے ہم کہ وے مہاجرین اولین سے ہوئے اور زہد اور
تقوی اور پرہیزگاری اور نفس کے مجاہدہ مین وے ایک آیت تھی اللہ تعالے کی آیتون سے اور خالد بن
ولید کو ولید بن المغیرہ کے عوض مین لائے ہم کہ صدہا لڑائیان کفار کی آنحضرت صلّے اللہ
علیہ وسلّم کے زمانے مین اور آپ کی وفات کے بعد ان کے ہاتھ سے فتح ہوین یہان تک کہ
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ کرکے ملقب کیا اور عکرمہ بن
ابوجہل کو ابوجہل کے عوض مین لائے ہم جو جہاد ظاہری اور باطنی مین اپنا ثانی نہ رکھتے تھے
اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو عالم معاملہ مین بشارت ہوئی تھی کہ ان کے واسطے انگور کے
خوشے بہشت مین موجود ہین اور اسیطور سے دوسرے لوگ اسی قریش کے قبیلے سے پیدا ہوئے
کہ دین کے ہر کام کو خود سرانجام دیا اور دوسرے لوگون کو تلوار کے زور سے مار مار کے اور تقریر
اور حجّت سے اور وعظ اور نصیحت سے دین کی راہ پر لا دے اور ایک جہان کو انوار ظاہری

اور باطنی سے منور کردیا اور سورۂ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وصحبہٖ وسلم کے آخر مین جو مذکور
ہے کہ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ یعنے اگر
تم پھر جاؤگے تو بدلے مین لاوے گا اللہ تعالیٰ لوگ سواے تمھارے پھر وے نہ ہونگے
تمھاری طرح کے سو اس سے مراد یہہ ہے کہ وے تمھاری طرح کے گردنکش اور ناشکر اور نافرمان
حق بات نمانننے والے نہ ہونگے اور تمثلت جو اسجگہہ مذکور ہے اس سے حسب اور نسب اور
نیک خلق اور جوانمردی اور بات کا پورا ہونا اور ذہن کی تیزی کی مماثلت مراد ہے اسواسطے
کہ یے چیزین اسی قبیلہ کے واسطے مخصوص ہین پس اس جگہہ پر نقص کا وہم کرنا بیجا ہے اِنَّ هٰذِهٖ
بے شک یے قرآن کی آیتین تَذْكِرَةٌ پند اور نصیحت ہین جن مین قرب الٰہی کے فواید اور
اس درگاہ سے دوری کے نقصان بیان کئے گئے ہین یہہ کچھ کھانیکا حصہ اور برادری کا سلوک
نہین ہے کہ اپنے قبیلہ سے ہر ایک کو پہنچایا چاہئے اس پند اور نصیحت اور ہدایت اور ارشاد کی تقسیم
مین استعداد اور رغبت کی رعایت کرنا چاہیئے فَمَنْ شَآءَ پھر جو چاہے اپنا ہو یا بیگانہ دور ہو یا
نزدیک اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا کرے اپنے پروردگار کی طرف ایک راہ ان راہون سے
جس سے اس جناب پاک تک پہنچنا ممکن ہو یعنے خواہ ابرار کی راہ کو اختیار کرے خواہ عباد اللہ کی
جو مقربین ہین وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم اپنی خودی سے اس راہ پر نہین چل سکتے ہو اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ
مگر یہہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ اسواسطے کہ تمھاری مشیت اسکی مشیت کے تابع ہے لیکن حق تعالیٰ نے ہر
شخص کے واسطے نہین چاہا ہے کہ اس راہ کے سلوک کی خواہش کرے اسواسطے کہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلِيْمًا حَكِيْمًا بے شک ہے حق تعالیٰ دانا حکمت والا پھر اگر بے استعدادون کو بھی اس راہ کی خواہش
جبر اور قہر سے دیوے تو امتحان اور آزمایش کی حکمت درہم برہم ہو جاوے اسواسطے
کہ مجبوری اور بے اختیاری مین امتحان اور آزمایش نہین ہے امتحان اور آزمایش کے واسطے
اختیار ضروری ہے اور باوجود اس کے اس کارخانہ کو بیکار بھی نہین رکھا ہے اور مستعد
لوگون کو امداد غیبی سے محروم نہین رکھتا ہے يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ دخل کرتا ہے جس کو

چاہتا ہے اپنی رحمت مین یعنے جس کو اُس راہ کے سلوک کا مستعد جانتا ہے تو اُس کو اُس راہ کے سلوک کی توفیق عنایت فرماتا ہے اور دمبدم غیب سے الہام خوشی کے اُس کو پہنچاتا ہے تاکہ اُسکی خواہش قوی ہوتی جاوی اور اُس سلوک کو تمام کرے اور قرب اور وصول کی حد کو پہنچے وَالظّٰلِمِیْنَ اور ظالمون کو جو حق تعالیٰ کی ہدایت اور ارشاد کی نعمت کو تلف کرتے ہین اور اپنے منعم کا شکر بجا نہین لاتے ہین اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا مہیا اور تیار کیا ہے ان کے واسطے عذاب دکھ دینے والا تاکہ دونون اُسکے کارخانے یعنے رحمت اور عذاب کے سرانجام پاوین اور دونون کارخانے بہشت اور دوزخ کے معمور ہووین اور جو چیز آدمی کی پیدایش سے مقصود ہے وہ ظاہر ہووے

سورۂ مرسلات

یہہ سورت مکّی ہے اس مین پچاس آیتین اور ایکاسی کلمے اور آٹھ سو سولہ حرف ہین اور اُس سورتکے ربط کی وجہہ سورۂ دہر سے یہہ ہے کہ سورۂ دہر کی ابتدا مین کافرون کو سخت وعید فرمائی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا اور اُسی سورت کے آخر مین بھی ظالمون کے واسطے عذاب الیم کا وعدہ کیا ہے سو اُس وعدے کی تحقیق مین کافر اور ظالم لوگ شک کرتے تھے اسواسطے کہ دنیا مین وہ امر ہونیوالا نہین ہے اور عالم برزخ کو کوئی دیکھکے پھرا نہین تاکہ وہان کی تحقیق بات معلوم ہووے سو حق تعالیٰ اُس وعدےکے وقوع کے وقت کو قسم کھاکے فرماتا ہے کہ اسکے وقوع کا وقت یوم الفصل ہے نہ دنیا اور برزخ اور دوسرے متفرق مضمون بھی ان دونون سورتون کے آپس مین مناسبت اور اتحاد رکھتے ہین چنانچہ اس سورت کی ابتدا مین آدمی کی پیدایش کو اِس عبارت سے بیان فرمایا ہے کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اور اُس سورت مین اُس عبارت سے

بیان فرمایا ہی کہ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ آخر تک اور اس سورتمین ابرار مقربین کے حق مین جنکا لقب عباد اللہ ہی یون فرمایا ہی کہ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا اور اس سورتمین متقیون کے حق مین ارشاد ہوا ہی کہ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ اور اس سورتمین قیامت کے دن کے حق مین یون ارشاد ہوا ہی کہ يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا اور اس سورت مین اسدن کے حق مین یون ارشاد ہوا ہی کہ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ لِيَوْمِ الْفَصْلِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ پس اس سورت مین اس دن کے عبوست اور ثقل کی شرح بیان ہوئی ہی جو اس سورت مین مجمل تھی تو گویا یہہ سورت اس سورت کے شرح کے حکم مین ہی اور وہ سورت گویا متن کے حکم مین ہی اور قال اقول کی ترتیب مین کو شرح پر مقدم کرتے ہین اور متن کے پیچھے شرح کو لکھتے ہین اور اس سورت کا نام سورہ مرسلات اس واسطے رکھا ہی کہ اس سورت کے اول مین ہوا کے ایسے پانچ کامون کی قسم کھائی ہی کہ ہر ایک کام ان مین سے سبب پڑا ہی احسان کے منقلب ہونیکا انتقام کے ساتھ پس یہہ دلیل ہوئی اسبات پر کہ حقتعالی کا معاملہ بندون کے ساتھ منقلب ہوگا اور پرورش اور رحمت اور احسان سے پھرکے خرابی اور ہلاکی اور انتقام اور غضب کیطرف رجوع کرے گا اور جس کام کو اول اس سورت مین یاد فرمایا ہی اور اسکو مرسلات کرکے تعبیر کیا ہی وہ ان پانچون مین زیادہ تر عوام کے فریب کہانے اور غرہ ہونے کا سبب ہی اور سب اسکو خیر محض جانتے ہین اور کسیطرح سے وہم بھی نہین آتا کہ اس کام سے کچھہ خرابی یا برائی ظاہر ہوگی اور جو حق تعالی کے کام آدمیون کے ذہنون مین ہوا سے بہت مشابہت رکھتے ہین اسلیئے کہ افعال الٰہی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منقلب ہونیکے باعث ہوتے ہین اسی واسطے بولتے ہین کہ اس زمانے مین جہان کی ہوا بھری ہوئی ہی یا بدلی ہوئی ہی

اور یون بھی بولتے ہین کہ ٹھہرو تا کہ ہوا صاف ہو جاوے اور اس وقت کی ہوا کو فلانا دیکھنا ہی سو اس واسطے ہوا کے افعال مختلفہ کر کے دلیل پکڑنا بہت مناسب ہوا تا کہ اس ہوا کے اختلاف سے افعال الٰہی کے اختلاف کی طرف پہنچ جاوین اور حق تعالیٰ کے انتقام کے وعدے کے منکر نہ ہووین اور یہہ سمجھین کہ حق تعالیٰ کی مخلوقات مین ایک ادنی چیز ہوا ہی سو اس مین اسطرح کا زور اور قوت ہی کہ ایک جہان کے تغیر اور تبدل کا سبب پڑتی ہی پھر حقتعالیٰ کے افعال تو بطریق اولیٰ یہہ کام کر سکتے ہین اور اس اجمال کی تفصیل یہہ ہی کہ عناصر اربعہ مین ہوا بہت لطیف اور بے رنگ ہی اور اس کی کیفیتین اکثر تابع اس چیز کے ہوتے ہین جس چیز پر یہہ گذر کرتی ہی اسیواسطے کہتے ہین کہ اَلرِّیْحُ اٰخِذَۃٌ مِّمَّا تَمُرُّ بِہٖ نَتْنًا مِّنَ النَّتْنِ اَوْطِیْبًا مِّنَ الطِّیْبِ یعنے ہوا لیتی ہی اثر اس چیز کا جس پر سے گذرتی ہی بد بو سے بدبو اور خوشبو سے خوشبو سو یہہ اس کے کمال لطافت کے سبب سے ہی بخلاف آگ کے کہ وہ اپنی ذات مین حرارت اور یبوست کی کیفیت غالب رکھتی ہی سوائے جلانے اور ہلاک کرنے کے کچھ اور اس سے نہین ہوتا اور مرکبات کے مزاج کو درہم برہم کر دیتی ہی بخلاف پانی اور خاک کے کہ یے دونون اپنی کثافت اور بھاری پن کے سبب سے دوسرے مخلوقات کی کیفیات کو متحمل نہین ہو سکتے ہین اور حرکت کرنا اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانا اور ایک مخلوقات کی کیفیت دوسرے مخلوق کو پہنچانا ان سے ممکن نہین اگرچہ پانی اس امر مین خاک کی نسبت سے کچھ فوقیت رکھتا ہی اور ہوا کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہی لیکن جو لطافت ہوا مین ہی کہ ہر چیز کے اندر در آسکتی ہی وہ بات اس مین پائی نہین جاتی اسیواسطے حق تعالیٰ نے اس عنصر کو یعنے ہوا کو بعضے مخلوقات کی کیفیتون کو بعضے دوسرون کی طرف پہنچانے کے واسطے تعین فرمایا ہی اور تین حاسے جو بڑے عمدہ ہین یعنے سمع اور بصر اور شامہ ان کے ادراک کا آلہ اسی عنصر کا گردانا ہی اس واسطے کہ سمع کو ادراک نہین ہوتا ہی مگر اصوات کے واسطے سے اور جو کیفیتین اصوات کو لاحق ہین ان کو صوت درک نہین کر سکتی ہی مگر ہوا کے تموج اور پہنچنے سے اور کان تک اس سبب سے

پہنچنے اور اس کیفیت کو کان کے سوراخ تک پہنچانے کے سبب سے اور بصر کو بینائی حاصل نہین ہوتی ہی مگر شعاع کے خروج کے سبب سے مذہب قومی کے موافق اور شعاع کا حامل سوائے عنصر لطیف بے رنگ کے کوئی نہین ہوسکتا سو ایسا عنصر نہین ہی مگر ہوا اور شامہ کا ادراک بھی ہوا کے سبب سے ہی اسواسطے کہ ہر بو والی چیز پر ہوا گذرتی ہی اور اسکی کیفیت کو ناک کے اندر پہنچاتی ہی یعنے اپنے تئین قوت شم کے محل کے متصل پہنچاتی ہی اور حسی احساس مین بھی امداد اور اعانت ہوا کی بہت ہی اسواسطے کہ ہر چیز کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست کو یہہ خود اٹھا کے جلد کے مسام کے اندر پہنچاتی ہی پس ہوا دو وجہ سے لمس کو مدد کرتی ہی اوّل تو یہہ کہ دور کے چیزون کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست لامس کو دریافت نہین ہوسکتی مگر اسی عنصر کے توسط سے دوسری وجہ یہہ ہی کہ بدن کے اندر کے اعضا کو اس کیفیتون پر اطلاع حاصل نہین ہوسکتی مگر مسامون کے اندر ہوا کے درآنے سے اور علاوہ ان سب چیزون کے ہر ذیحیات کے دم کی آمد و رفت اسی عنصر پر موقوف ہی اور یہہ عنصر گویا روح ہوائی کی پہلی غذا ہی کہ زندگی اسی سے قایم ہی اسیواسطے کہا ہی **نظم سبحان من خص القدید بعزۃ والناس مستغنون عن اجناسہ واذل انفاس الھواء وکل ذی نفس مفتقر الی انفاسہ**

یعنے پاک ذات ہی اسکی جسنے خاص کیا گوشت خشک کو ساتھ عزت کے اور لوگ بے پروا ہین اسکی جنس کے سبب سے یعنے تازہ گوشت ملنے کے سبب سے اور ذلیل کیا ہوا کے نفسون کو یعنے ہر ذلیل اور خبیث پر گذرنے کے سبب سے لیکن ہر جاندار محتاج ہی اسکے نفسون کا یعنے بے ہوا زندگی محال ہی یہی سبب ہی کہ اگر جاندار کو جیتے جی زمین مین دفن کرین یا پانی مین غوطہ دیوین اسطور سے کہ ہوا اس تک نہ پہنچے تو اسیوقت مرجاتا ہی اور اس کا دم منقطع ہوجاتا ہی پس ربوبیت الٰہی کا ظہور حیات کی بقا کی طرف سے اور احساس حواس سے اسی عنصر سے ہی اور بعض مخلوقات کو بعضے دوسرے مخلوقات کی کیفیت سے فایدہ پہنچانا اسی عنصر کا کام ہی

سو یہہ عنصر اپنے تاثیرات اور افعال مین غیبیہ قدسیہ تاثیرون کے ساتھہ بہت مشابہت رکھتا ہے اور اس کا انقلاب کھلی ہوئی دلیل ہے افعال الٰہی کے انقلاب کی اسی واسطے اسی سورت کی ابتدا مین اس عنصر کے پانچ کامون کی قسم کھاکے اپنے انقلاب کے وعدہ کو حقتعالی نے ثابت کیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا قسم کھاتا ہون مین ان ہواؤن کی جو بھیجی جاتی ہے خلق اللہ کے نفع کیو اسطے اور خلق اللہ کے نفع جو ہوا کے چلنے مین ہین وے اس قدر ظاہر اور کھلے ہوئے ہین کہ ان کے بیان کرنے کی کچھہ احتیاج نہین ہے چنانچہ اوّل ہر جاندار کے دم کی آمد و رفت اسی کے سبب سے ہے دوسرے بدن کو اندر ٹھنڈک پہنچانا اور زمین کے اندر کا بڑھنا اور درخت پر میوہ کا لگنا اور ہر ایک سبزہ کا زمین پر جمنا اور بڑھنا اسی کے سبب سے ہے تیسرے بدلی کا آنا اور پانی کا برسنا اسی کے سبب سے ہے چوتھے سمندر مین کشتیون کا چلنا ہر چار طرف تجارت اور دوسری منفعت کے واسطے اسی کے سبب سے ہے پانچوین وے چیزین جو ہوا کے چلنے پر موقوف ہین وے بھی اسی سے ظاہر ہوتی ہین فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پھر تند ہونیوالیان اپنے چلنے کے وقت مین زور سے جنکے سبب سے انقلاب عظیم ظاہر ہوتا ہے اور نیکی بدی سے متبدل ہو جاتی ہے اور کھیتی کا غلہ کہلا جاتا ہے اور درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہین اور میوہ خراب ہو جاتا ہے اور آدمیون کے بدنون مین ریاح بخارات کے غلبہ کرتے ہین اور زخم سر نو سے تازے ہو جاتے ہین گویا اسی وقت صدمہ پہنچا ہے اور پانی کا برسنا بالکل موقوف ہو جاتا ہے اور کشتیان ڈوبنے کے قریب ہو جاتی ہین اور مسافرون کو راہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے اور تمام سبزہ زمین کا خشک ہو جاتا ہے اور درختون کے پتے جھڑ پڑتے ہین ننگے بدن کی طرح وے درخت بے رونق ہو جاتے ہین اور سبزہ کا رنگ زرد اور سرخ رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور جو پہلے ہوا کا بہنا آہستگی سے ہوتا ہے اور اس سے ہزارون منفعتونکی

امید ہوتی ہی پھر رفتہ رفتہ وہی ہوا تندھی اور طوفان ہوکے خرابی کردیتی ہی اسی واسطے فے کے
لفظ کو فالعاصفات مین لائے ہین گویا ان دونون کامون کی مل کے قسم کھاتے ہین یعنے آہستہ
آہستہ چلنا ہوا کا اور پھر تند ہوکے چلنا اور ایک حال بدل کے دوسرا حال ہوجانا اس کو سمجھلتے
ہین اور یہہ اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ ہوا کے نرم اور آہستہ بہنے پر فریب نہ کھایا چاہیئے اسواسطے
کہ وہی ہوا ایسے کام بھی کرتی ہی وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور قسم کھاتے ہین ہم ان ہواؤن کی جو منتشر کردیتی
ہین منتشر کرنا اور ہوا کا عمدہ کام منتشر کرنا ہی اس واسطے کہ ہر چیز کے لطیف جزؤن کو لیکے
اپنے ساتھ اڑاتی ہی اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجاتی ہی گویا ہوا ہر مخلوق کے
اجزا کو لوٹنے والی ہی کہ ہر نفیس جنس کو لوٹ کے لیجاتی ہی اور ایک بستی سے دوسری بستی
مین پہنچاتی ہی اور یا مثل بنجارے کے ہی کہ ایک شہر کا اسباب خرید کے دوسرے ملک
مین پہنچاتا ہی اور اگر یہہ واسطہ ہوا کا درمیان مین نہ ہو تو ہرگز کوئی مخلوق دوسرے مخلوق کے
اجزا سے بہرہ ور نہ ہووین اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم نہ ہووے اور جمع اور تالیف کا
کارخانہ بند ہوجاوے اور کیفیتون کی نقل اور تحویل کا ظہور نہ ہووے ایسی کیفیتین جس کے حامل اجزا
لطیفہ ہر مخلوق کے ہین فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پھر جدا اور فرق کرنے والیان فرق کرنا کر کے کیفیت
اور کیفیت والی چیز کے درمیان مین اور لطیف اور کثیف کے درمیان مین ایک ہی چیز کے اجزا سے
اور یہی فرق اور جدائی ہی جس کے سبب سے کہتے ہین کہ فلانی چیز تر خشک ہی اور فلانی چیز گرم سرد
اور فلانی چیز نرم سخت ہی اور دانہ بہوسے سے صاف ہوا اور پانی کا گندلاپن گیا اور جو متفرع
اور مترتب ہین فرق نشر پر ہی اسواسطے ان دونون کے درمیان مین فی کو لائے تاکہ تفریع اور ترتیب
پر دلالت کرے اسواسطے کہ فرق اور جدائی ایک مکان مین اجزا جمع ہوئے منتشر ہوجانے کے سبب
سے ہی یعنے جو منتشر ہوگئے وے باقی ماندہ سے متفرق ہوگئے اور ان دونون فعلون کو بھی ایک
ہی قسم مین لائے ہین اور ایک بڑے انقلاب کی طرف اشارہ فرمایا ہی جو ہر چیز کے اجزا مین ان
دونون فعلون سے ملکر واقع ہوگا فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا پھر قسم کھاتے ہین ہم ان ہواؤن کی

جو ذکر کو القا کرتی ہین اور یہان ذکر عبارت ہی کلام اللہ کے لفظی وجود سے جسکو قرآن متلو بھی کہتے ہین چنانچہ قرآن شریف مین جابجا اسی لفظ سے قرآن کو تعبیر کیا ہی اور اصل لغت مین اگرچہ ہر چیز کے لفظی وجود کو ذکر کہتے ہین اور ہوا ہر چیز کے لفظی وجود کے پہچانے مین یکتا ہی اور اگر ہوا نہ ہو تو لفظی وجود کسی چیز کا جہان مین ظہور نہ کرے اسواسطے کہ بات کرنا ایک کیفیت ہی جو آواز کو عارض ہوتی ہی اور آواز ہوا پر سوار ہوکے کان کے سوراخ مین پہنچتی ہی لیکن کلام اللہ کے وجود لفظی کو پہنچانا بڑا عمدہ منصب ہی جو ساتھ اسی پیک ورن کے مخصوص ہی گویا کہ یہہ منصب سب عنصرون مین حق تعالی کے رسالت کی خدمت رکھتا ہی اور کلام اللہ کو ہر شخص کے کان مین پہنچاتا ہی یعنے قرآن کے احکام اور خطاب کو پہلے سننے والے کے کان مین پہنچاتا ہی پھر بعد اسکے خیال مین پھر خیال کے بعد عقل مین پھر وہان سے دل مین پھر دل اپنی استعداد کے موافق اس سے اثر قبول کرتا ہی اور فایدہ مند ہوتا ہی بس یہہ عنصر گویا ایک شعبہ ہی حقیقت جبرئیلی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے شعبون سے اب اس جگہہ سے بھید اسبات کا ظاہر ہو گیا کہ حقیقت جبرئیلی کو اس عنصر کے ساتھہ کیا مناسبت ہی جو شرع شریف مین وارد ہوا ہی کہ جبرئیل موکل علی الریاح یعنے جبرئیل موکل ہین ہوا پر اور سامع کے کان مین کلام الہی کے پہنچنے کے سبب سے ایک انقلاب عظیم اس کی روح مین پیدا ہوتا ہی پھر اس سبب سے یا خیر کی طرف میلان کرتا ہی اور ابدی سعادت حاصل کرتا ہی یا شر کی طرف جھکتا ہی اور ہمیشگی کے زیان مین پڑکے خرابی حاصل کرتا ہی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی عُذْرًا عذر کرنے کو یعنے کلام الہی یا عذر کرنے کے واسطے ہی تاکہ اعمال کی بازپرس کیوقت اس شخص کے واسطے عذر اور دست آویز ہووے کہ مین نے یہہ کام حق تعالی کے حکم بموجب کیا اور اس کام کو اس کے حکم کے بموجب ترک کیا سو یہہ اس صورت مین ہی کہ کلام الہی حکمون اور امر اور نہی کو متضمن ہووے یا صحیح اعتقادون کو متضمن ہووے ذات اور صفات کے مبحث سے یا نبوت اور معاد کے مبحث سے اَوْ نُذْرًا یا ڈرسنانے اور خوف دلانے کے واسطے ہی اور یہہ اس صورت مین ہی جب

کلام الٰہی اگلے امتون کے قصص اور اخبار کو متضمن ہووے یا قبر اور حشر اور نشر اور عملون کی وزن اور صراط سے گذر کرنا اور بہشت کی نعمتون اور دوزخ کے ہول اور عذاب کے بیان کو متضمن ہووے اس واسطے کہ بیان ان چیزون کا فقط خوف اور ڈرانے کے واسطے ہی اور بشارت کا بیان اسجگہہ پر نہ فرمایا اس واسطے کہ اس سورت مین خاص کفار مخاطب ہین اور کفار بشارت کے قابل نہین ہین اور یہہ بھی ہی کہ عذر دونون چیزون کو شامل ہی یعنے عذاب سے نجات پانا اور عمدہ مرتبون کو پہنچنا اس واسطے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنا ان دونون چیزون کے طلب کی دست آویز ہی جس سبب سے آدمی قیامت کے دن یے دونون چیزین طلب کریگا اب یہان پر یہہ بھی جان لینا چاہیئے کہ ہواؤن کی پہلی صفت یعنے وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا یہہ ایک شعبہ ہی میکائیلی حقیقت کے شعبون سے جس سے بدنون کی پرورش اور کھیتی کی اصلاح اور رزقونکا پہنچانا متعلق ہی اور دوسری صفت یعنے عاصفات یہہ ایک شعبہ ہی عزرائیلی حقیقت کے شعبونسے کہ بدنون کی خرابی اور منتظم جزونکا بگاڑنا اور ملے ہوئے جزونکو جدا کرنا اسی سے علاقہ رکھتا ہی اور تیسری اور چوتھی صفت یعنے ناشرات اور فارقات یہہ ایک شعبہ ہی اسرافیلی حقیقت کے شعبون سے کہ صور کا پھونکنا اور ارواحونکا منتشر کرنا تاکہ اپنے اپنے بدنون مین درآوینی پھر فرق کرنا ہر مذہب اور ملت والون مین اور ہر طریقے اور ہر خلق اور ہر عمل والون مین انہی کا کام ہی جس کا وعدہ کیا گیا ہی اور دنیا مین بھی ارواح کا منتشر کرنا تاکہ پیٹ کے اندر کے بچے کے بدن مین درآوے اور فرق اور امتیاز کرنا روحونکے درمیان مین کہ اس روح کو فلانے بدن مین متعلق کرنا چاہیئے اور اس روح کو فلانے بدن مین یہہ سب انہی کا کام ہی اور پانچوین صفت یعنے فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا عُذْرًا اَوْ نُذْرًا یعنے ایک شعبہ ہی حقیقت جبرئیلی کے شعبونسے کہ پہچانا احکام الٰہی کا اور ڈر اور خوف کا کلام حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول کے دل پر القا کرنا تاکہ وہ اسے لوگون کے کانون مین پہنچے یہہ سب انہی کا ذمہ ہی اور جو یہہ صفت بہت عالیقدر اور بلند مرتبہ ہی تو اسی واسطے نے تعقیب کی اسپر لائے گویا یون ارشاد ہوا

کہ پہلی چارون صفتون کے بعد اس صفت کی قسم کھانے مین ہم بخلاف اس نفی تعقیب سے کے جو
فالعاصفات اور فالفارقات مین لائی گئی ہی اس واسطے کہ وہ نفی فعل کی تعقیب کے واسطے
ہی پہلے فعل پر نہ واسطے تعقیب قسم کے قسم پر سو اس کلام مین تین قسم حقیقت مین مذکور ہین اور ہر قسم
ساتھہ دو فعل کے ہی چنانچہ پہلی قسم ہوا کے نرم بہنے اور تند بہنے پر اور دوسری قسم ساتھہ نشر اور
فرق کے اور تیسری قسم ساتھہ عذر دینے اور خوف دلانے کے لیکن تیسری قسم کو پہلی اور دوسری
قسم پر نفی کے ساتھہ عطف کیا ہی تاکہ قسم مین ترقی پر دلالت کرے اور پہلی اور دوسری قسم کے
دونون فعلون کو بھی ساتھہ حرف فی کے عطف کیا ہی تاکہ دلالت کرے اسبات پر کہ ایک متفرع
ہی دوسرے فعل پر اور تیسری قسم کو مجمل ایک ہی کلمہ سے بیان کرکے حرف او کے ساتھہ تقسیم کیا ہی
تاکہ خبردار کرے اسبات پر کہ یہہ ذکر ان دونون قسمون پر منقسم ہی واللہ اعلم باسرار کلامہ
یعنے اللہ تعالی خوب جانتا ہی اپنے کلام کی تہ کو اور مفسرون کو ان پانچون فعلون کے ما صدق علیہ
کی تعیین مین بڑا اختلاف ہی بعضون نے ان پانچون کو ہواؤن پر حمل کیا ہی اس تفصیل سے کہ مرسلات
عرفا وے ہوائین ہین جو بدن کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور عاصفات وے تند ہوائین ہین جو بدن کو نقصان
پہنچاتی ہین اور کشتیون کو ڈبوتی ہین اور ناشرات اور فارقات اور ملقیات وے
ہوائین ہین جو پانی برسانے پر مقرر ہین سو پہلے ابر کے مادیکو جوّ مین یعنے آسمان اور زمین کے
درمیان مین منتشر کرتی ہین اور پھر جب بدلی برس کے فارغ ہوتی ہی تو اس بدلی کو چیر پھاڑ کے
ادھر ادھر کر دیتی ہین اور بارش کے سبب سے لوگ ذکر الہی مین مشغول ہوتے ہین سو لوگون کا ذکر
اس وقت مین دو غرض سے ایک کے واسطے ہوتا ہی یعنے یا شکر ادا کرنے کیواسطے اگر برسات بہتر
اور نافع ہوئی تو انکا عذر اس نعمت کے حق کے ادا کرنے مین ہوتا ہی اور یا خوف اور ڈر کے واسطے
ہوتا ہی اگر برسات سے کچھہ ضرر اور نقصان ہوا اور حضرات صوفیہ یون کہتے ہین کہ مرسلات عرفا
سے ربانی دواعی اور الہامات مراد ہین جو سالک کے نفع کے واسطے اسکے دل پر آتے ہین تاکہ راہ
خدا کے سلوک کی اعانت کرین اور عاصفات سے جذب اور کشش کے ریاح مراد ہین جو

سالک کے دل سے ماسوائے اللہ کی حب کو دور کرتے ہین اور اُسکے شوق کی آگ کو اور بھڑکاتے ہین اور ناشرات سے اشغال اور اذکار مراد ہین جو اپنے آثار اور انوار اون کو ذاکر اور شاغل کے تمام جوارح اور اعضا مین منتشر کرتے ہین اور فارقات سے واردات الٰہیہ مراد ہین جو ناسوتی وجود کی فنا کے سبب پڑتی ہین اور حقیقی اور مجازی وجود مین تفرقہ اور جدائی کرتے ہین اور ملقیات ذکرا سے وے معارف اور علوم مراد ہین جو بعد حاصل ہونے مرتبہ بقا کے فایض ہوتے ہین اور اس سبب سے مستفید ونکو ذکر حق تعالیٰ کا حاصل ہوتا ہے خواہ محبت کے طریق سے یعنے عذرا سے یا خوف کی راہ سے یعنے نذرا سے اور واعظ یون کہتے ہین کہ ان پانچون چیزون سے فرشتون کے گروہ مراد ہین چنانچہ مرسلات عرفا سے ان فرشتون کی گروہ مراد ہین جو کسی کام کے سرانجام کے واسطے بھیجے جاتے ہین اور اس صورت مین عرفا کے معنے اجتماع کے اور کام کے واسطے لپے درلپے آنے کے ہونگے چنانچہ عرب کی استعمال مین بولتے ہین کہ جاؤا عرفا احدا یعنے آئے اکٹھا ہو کے لپے درلپے اور اصل مین یہہ لفظ نکالی گئی ہے عرف الفرس سے جو گھوڑے کے ایال کے معنون مین ہے اور گھوڑے کے ایال مین بال بہت سے مجتمع ہوتے ہین اور نظر مین لپے درلپے آتے ہین جس طرح بہت لوگ کسی کام کے واسطے شتر قطار کی طرح چلین تو ان بالونکے مشابہ ہونگے اور جب کسی جگہہ کسی کام کیواسطے بہت لوگ اژدحام کرتے ہین تو وہان بھی عرب لوگ بولتے ہین کہ ھم علیہ کعرف الضبع یعنے انھون نے اس کام پر ایسا ہجوم کیا ہے گویا کرد کے ایال کے بال ہین اور عاصفات سے وے گروہ فرشتونکے مراد ہین جو کسی کام کے واسطے بہت تیز اور تند جاتے ہین اور یا مرسلات عرفا سے رحمت کے فرشتے مراد ہین اور عاصفات سے عذاب اور غضب کے فرشتے مراد ہین جو کسی ملک یا لشکر یا گھر کی خرابی کے واسطے آتے ہین اور ناشرات سے وے گروہ فرشتونکے مراد ہین جو وحی اور الہام اور دوسرے حکم الٰہی کے سننے کے واسطے اپنے پر کھول کے کھڑے ہوتے ہین یا وے فرشتے مراد ہین جو رحمت الٰہی کے آثار اور انوار اور برکات اور نیک الہامات تمام عالم مین صلحا اور مومنین کے دلون مین منتشر کرتے ہین اور فارقات سے بھی یہی گروہ مراد ہین یا دوسرے فرشتے جو حق اور باطل

اور فرمانبردار اور سرکش مین فرق کرتے ہین یا سحر اور معجزے مین امتیاز اور فرق کردیتے ہین اور
ملقیات ذکر اس سے وے فرشتے مراد ہین جو انبیاؤن کی طرف وحی کو القا کرتے ہین یعنے لاتے ہین تاکہ
اہل حق کے واسطے عذر ہووے اور نافرمان اور بدمذہبون کے واسطے خوف اور ڈر ہووے اور
بعضے واعظ یون کہتے ہین کہ ناشرات سے وے فرشتے مراد ہین جو قیامت کو مردون کو زندہ کرین گے
اور فارقات سے وے فرشتے مراد ہین جو حشر کے میدان مین ہر ملت اور ہر مذہب والون کو جدا
جدا کرکے چلا وینگے اور قارسی لوگ یون کہتے ہین کہ قرآن شریف کی آیتون کی جو پانچ صفتین ہین وے اس سے
مراد ہین یعنے قرآن کی آیتین خلق اللہ کے نفع کے واسطے پے درپے نازل ہوئی ہین اور جتنے باطل ملت اور
مذہب والے ہین ان پر تندی اور شدت کرتی ہین اور انکے معتقدات کو جڑ سے اکھاڑ کے پھینک دیتی
ہین جیسے طوفان کی ہوا کہ پرانی عمارتون کو ڈھا دیتی ہے اور سوکھے درختون کو اکھاڑ کے پھینک دیتی
ہے اور ہدایت اور حکمت کے انوار کے آثارون کو عالمون اور مستعدون کے دلون مین منتشر کرتی
ہین پھر حق اور باطل اور خطا اور صواب کے درمیان مین فرق کرتی ہین پھر حقتعالی کی یاد کو ہر مومن کے دل
مین بٹھا لیتی ہین اور یے کام قرآن کی آیتون کے ہین پھر جو مومن ہین اور ان آیتون کے موافق عمل کرتے ہین
اور انہی آیتون پر بھروسا کرتے ہین انکے واسطے عذر ہین اور جو اس سے اعراض کرتے ہین اور نہین مانتے
ہین ان کے واسطے نذر ہین اور بعضے ارباب قصص نے یون کہا ہے کہ ان سے انبیا اور مرسلین کی صفتین
مراد ہین جو اللہ تعالے کی طرف سے خلق اللہ کے احسان اور نفع کے واسطے بھیجے گئے ہین اور مخالفون اور
معاندون کو غضب اور قہر کرتے ہین اور دعوت الی اللہ کو تمام خلایق مین منتشر کرتے ہین اور حق اور باطل
مین فرق کرتے ہین اور اللہ تعالی کا ذکر اور توحید لوگون کو القا کرتے ہین تاکہ ان کے واسطے عذر ہووے
تبلیغ اور رسالت کے حق کے ادا کرنے مین یا خوف دلانا ہو گنہگارون اور منکرون کو اور بعضے اہل تفسیر
نے ان پانچون صفتون کو کئی موصوفون پر حمل کیا ہے چنانچہ پہلی دونون صفتون کو ہواؤن پر اور پچھلی تینون
صفتون کو فرشتون پر اس واسطے کہ ہواؤن اور فرشتون مین بہت مناسبت پائی جاتی ہے چنانچہ دونو
یعنے ہوا اور فرشتے لطافت اور بے رنگی اور نظر نہ آنے مین اور حرکت کی سرعت اور قوی

عملون کے قادر ہونے پر باوجود لطافت بنیہ کے ایک دوسرے کے مشابہ ہی اور عطف کا سیاق کلام الٰہی مین اس حمل کو تائید دیتا ہی یا پہلی صفت کو رحمت کے فرشتون پر اور دوسری صفت کو عذاب کے فرشتون پر اور باقی تینون کو قرآنی آیتون پر حمل کرتے ہین حاصل کلام کا جب قسم کی تاکید سے فراغت پائی تو اب مطلب ارشاد ہوتا ہی کہ اِنَّمَا تُوعَدُونَ تحقیق جو کچھہ تم وعدہ دئے جاتے ہو اپنے نیک اور بد کامون پر جن کو تم ہوائی سمجھتے ہو کہ ان کامون کو کوئی ہمسے نپوچھے گا اور سیئے ایسے عرض ہین کہ ہرگز باقی نرہین گے جو کوئی باز پرس کرے اور یہہ نہین سمجھتے ہو کہ سیے اعمال کس انقلاب کے اچھائی یا برائی کے سبب پڑین گے لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونیوالا ہی جس طرح ہوا اچھائی یا برائی کا سبب پڑتی ہی اور بڑا انقلاب کر دیتی ہی اور کسی کے گمان مین نہین آتا ہی کہ ہوا عالم کی اچھائی یا برائی کی کس طرح سبب پڑے گی فَاِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ پھر جب ستارے بے نور کردئے جاوین اور جو روح ستارون کے جرمون کی مدبر تھی اور ستارون کا نور اسکی تاثیر سے قایم تھا وہ روح ان جرمونسے جدا ہوجائے جسطرح بینائی کی روح موت کے وقت جدا ہوجاتی ہی اور آنکھون سے کچھہ سوجھہ نہین پڑتا اور اسی حالت سے دوسری جگہہ قرآن شریف مین اس عبارت سے ارشاد ہوا ہی کہ اِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ یعنے جب ستارے میلے ہوجاوین پھر بعد اسکے ستارون کے جرم اپنے اپنے ٹھکانون سے کم زور ہوکے گر پڑین گے اور پراگندہ ہوجاوینگے اور اس حالت سے دوسری جگہہ پر یون ارشاد ہوا ہی وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ یعنے اور جب ستارے جھڑ پڑین اور جو نجوم کی لفظ مین اصل لغت کے بموجب ظہور اور طلوع مفہوم ہوتا ہی اس واسطے طمس اور انکدار کے بیان مین نجوم کی لفظ ارشاد ہوئی ہی اور کواکب کے لفظ مین اصل لغت کے بموجب ثبوت اور استقرار بوجھا جاتا ہی اسواسطے پراگندہ ہونے اور گرنے کے بیان کی جگہہ کواکب کی لفظ کو اختیار فرمایا ہی تاکہ حالت لاحقہ اور حالت سابقہ مین منافات روشن اور ظاہر ہوجاوے اور جو کواکب کی روح انسے جدا ہوجائیگی تو اس روح کا اثر بنی آدم کے صور مثالیہ کے اظہار اور تنویر کے واسطے انکے عقلیہ اور خیالیہ مدارک پر غالب ہوگا وَاِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ اور جب

آسمان پھاڑا جاوے اور اس حالت کو دوسری جگہہ پر انفطار اور انشقاق کرکے تعبیر فرمایا ہے
اور اس حالت کے پہلے آسمان کو سستی اور جوڑ بند کا ڈھیلا پن لاحق ہوگا جسکو سورہ حاقہ مین
یون بیان فرمایا ہے کہ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ اور نفوس سماویہ جو لنکے جرمون سے منقطع ہوجاینگے
اور بنی آدم کے نفوس کے ممد اور معاون ہونگے اس سبب سے بنی آدم کی عقلی اور خیالی دریافت
دونی ہوجائے گی بلکہ بہت ترقی قبول کرے گی اور افعال غیر متناہیہ کی قوت بھی ان کو حاصل
ہوگی شدت مین بھی اور درازگی مین بھی اور تعداد مین بھی اور ہمیشگی کی جزا کے چکھنے کے قابل
ہونگے وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ اور جسوقت پہاڑ ہوا مین اڑائے جاوین عرب کی بولی مین
نسف اس چیز کو کہتے ہین جس سے غلہ کو گھاس اور گھوڑے وغیرہ سے پاک کرتے ہین اور اسکو
ہندی بولی مین چھاج کہتے ہین اور پہاڑون کے حق مین قرآن مجید مین کئی طرح کی عبارت
واقع ہوئی ہے چنانچہ سورۂ طٰہٰ مین یہا معنے ارشاد ہوئے ہین کہ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ
الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا یعنے پوچھتے ہین تجھ سے حال پہاڑون کا سو تو کہہ
کہ ان کو بکھیر دے گا میرا رب اڑا کر اور دوسری سورتون مین دوسری طرح کی عبارت آئی
ہے ان سب مضمون مختلفہ مین جمع کی وجہہ یہہ ہے کہ پہلے زمین کے زلزلے کے سبب سے پہاڑ آپس مین
ٹکراوین گے چنانچہ سورۂ حاقہ مین ارشاد ہوا ہے کہ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً
اور پھر پہاڑ رنگین اون دھنی ہوئی کی طرح ہوجاوین گے چنانچہ سورۂ القارعہ مین بیان ہوا
ہے پھر ہبا کے مانند ہوجاوین گے چنانچہ سورۂ واقعہ مین واقع ہوا ہے کہ فَكَانَتْ هَبَاءً
مُنْبَثًّا یعنے ہوجاوینگے پہاڑ جیسے گرد اوڑتی پھر ہوا انکو پہاڑون پر مسلط کرین گے اور اسی
حالت کا نام نسف ہے اور پہاڑ اپنے اپنے ٹھکانون سے اڑجاوین گے پھر جو دور سے ان کو دیکھے گا کہیگا
کہ پہاڑ ہین اور جب نزدیک پہنچے گا معلوم کرے گا کہ سختی اور ٹھوس پن ان کے جزون مین باقی
نہین رہا ہے بدلی کی طرح ہوا مین اڑتے پھرتے ہیں چنانچہ سورۂ نمل مین اسکا مذکور
ہے کہ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ یعنے اور دیکھے تو پہاڑونکو

تو جانے تو کہ وے جم رہے ہین اور وے چلین گے جیسے بدلی اور سورۂ تا ول مین بھی مذکور ہے
کہ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا پھر جو زمین پہاڑون کے نیچے دبی تھی وہ ظاہر ہووے گی
چنانچہ سورۂ کہف مین مذکور ہے کہ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً یعنے اور جس دن ہم
چلاوین پہاڑ اور تو دیکھے زمین کھل گئی اور پہاڑ و نپر یہہ حالت طاری ہونے کے سبب سے زمین کے
اجزا جو سخت ہین وے بھی زمین سے جدا ہو کے بنی آدم کے بدنون مین مختلط ہو جائینگے پھر
انسان کا بدن ان اجزا کے ملنے کے سبب سے طول اور عرض اور قوت اور سختی مین بہت زیادہ
ہو جائے گا جس کا وصف بیان ہو نہین سکتا وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ اور جب رسولون کو وقت مقرر
کر دیا جاوے تا کہ آگے پیچھے اس اپنے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی امتونکے ساتھ حشر کے میدان
مین آکے حاضر ہووین اور حساب اور عملونکا وزن کرنا اور مظلومون کا حق ظالمونسے پورا دلانا اور
پل صراط سے پار اتارنا رسولون کی حاضری اور گواہی سے ظہور پاوے اور جن لوگون نے رسولونکے
پیغام کو قبول کر کے اسکے موافق عمل کیا تھا وے جدا ہو جاوین ان لوگونسے جنہون نے رسولون کے
کہے کو نمانا تھا اور اسپر عمل نہ کیا تھا غرض کہ جو جس لایق ہے اور جس چیز کا مستحق ہے ویسا ہی معاملہ
اس کے ساتھ کیا جاوے گا اور اذا جو حرف شرط کا ہے اسکی جزا محذوف ہے اور محذوف
پر قرینہ ماسبق کا دلالت کرتا ہے یعنے جب یہہ امور واقع ہونگے تو وعدہ بھی واقع ہوگا اور
اگر قیامت کے جو منکر ہین وے پوچھین کہ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ کس دن کے واسطے ان چیزون کی
تاخیر کی ہے اسیوقت کیون نہین یے چیزین واقع ہوتی ہین تا کہ جزا کا وعدہ بھی ثابت ہو جاوے
اور ہمارا شک اور انکار بھی واقع ہو جاوے تو اسکے جواب مین چاہئے کہنا کہ لِيَوْمِ الْفَصْلِ
واسطے آنے روز فصل کے ان چیزون کی تاخیر کی گئی ہے اور فصل کا دن اس طرح کا نہین
ہے کہ اس کی تاخیر کے بھید کو آسانی سے بوجھ لو چنانچہ سورۂ تا ول مین اس دن کے تاخیر کا
کی بعضی وجہین مذکور ہین وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ اور کیا جانا تو نے کہ کیا ہے
دن فصل کا اس واسطے کہ عقل اس کی دریافت سے عاجز ہے اور اگر غیب کی طرف

سے اسکو بیان کرین تو اسکا بیان نہ ہوگا مگر انہی عظیم حادثون کے ساتھ جو اسمین واقع ہونگے
سو پھر یہے کہینگے کہ ان حادثون کو کسواسطے اس روز پر موقوف رکھا ہے اس واسطے یہی
اولی اور انسب ہے کہ اس روز سے خوف دلایا جاوے اور کہا جاوے کہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والون کو اب اسجگہہ پر جاننا چاہئے کہ قیامت کے منکرونکو
اس واقعہ کے واقع ہونے کے وقت دس طرح سے سختی آگے آوے گی پہلی سختی یہہ کہ جس
چیز کی امید نہ تھی وہ یکایک آن پہنچی اور اسکے آنے سے مدہوش اور متحیر ہو جاوینگے
اور یہی وہ سختی ہے کہ ہرایک قیامت کے منکر کو قیامت کے آنیکے وقت لازم ہے اور سخت
مصیبت ہے جو اس آیت مین مذکور ہے یہی سختی مراد ہے اور اسکے بعد دوسری نو سختیان
جو قیامت کے منکرون کے واسطے خاص ہین اور انکے آگے آوینگی سو اس سورت کے آخر تک
بیان فرمائی ہین اور ان سختیون کے اسباب کی طرف بھی اشارہ کیا ہے لیس اس آیت کو اس سورتمین
فقط تاکید کے واسطے مکرر سمجھنا تامل اور فکر کے قصور سے ہے سو دوسری اور تیسری اور چوتھی سختی
کی وجہہ یہہ ہے کہ منکر لوگ اپنے جہل مرکب پر اور مقدمات مزخرفہ کے فساد پر یکایک مطلع اور
خبردار ہوویگے جن مقدمات کے سبب سے قیامت کے انکار پر بہت اصرار کرتے تھے سو اسوقت
اپنی غلط فہمی اور قصور دانش پر آگاہ ہو وینگے اور معلوم کرینگے کہ ہم کو ذات اور صفات الٰہی
کے عقاید دنیا مین ہرگز متیقن نہ تھے اور حق تعالیٰ کی قدرت اور اسکی تاثیر سے بالکل بیخبر رہے
ہم لیس دوسری وجہہ اس سختی کی یہہ ہوگی کہ وے لوگ دنیا مین حق تعالیٰ کو ایسا قادر نجانتے
تھے کہ کڑوڑون بے انتہا آدمیون سے بدلا لے سکیگا اور یہہ کہتے تھے کہ یوم الفصل کے آنیکو
انبیا اور رسول بعد بالکل ہلاک ہو جانے نوع انسان کے بیان کرتے ہین اور یہہ بات
کسی کی عقل مین نہین آتی ہے کہ تمام نوع انسان کی ایک وقت مین فنا ہو جاوین اور ہلاک ہو
جاوین اس واسطے کہ جو حادثہ دنیا مین واقع ہوتا ہے تو اس سے بعضے لوگ اپنی قوت کے
زور سے یا مکان کی مضبوطی سے یا کسی تدبیر اور حیلہ سے نجات پاتے ہین کبھی دنیا مین ایسا کوئی

آفت نہین آئی کہ سب کے سب اس آفت مین گرفتار ہوکے ہلاک ہو جاوین سوحقتعالیٰ انکے اس شبہہ کے جواب مین ایک تمثیل بیان فرماتا ہی اور ارشاد فرماتا ہی کہ اسبات کا سمجھنا اور شبہہ کا دفع کرنا تم پر بہت آسان ہی اسواسطے کہ ہلاک کرنا ایک آدمی اور ہزار آدمی کا برابر ہی اور جو تمنے لاکھون کروڑون آدمیون کا مرنا مختلف زمانون مین دیکھا اور سنا تو اسی پر قیاس کر لو کہ تمام نوع انسان کی ایک وقت مین روح سلب ہوسکتی ہی چنانچہ دوسری جگہہ پر فرمایا ہی مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنے نہین ہی پیدا کرنا تمھارا اور مار کے پھر جلانا تمھارا مگر جیسے ایک جان کا مارنا اور جلانا اور اگر تم کو لاکھون کروڑون کے ہلاک مین جو مختلف زمانے مین ہلاک ہوئے ہین کچھہ شبہہ ہووے تو ہم کہتے ہین کہ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ کیا نہین ہلاک کیا ہمنے پہلون کو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ابتک سب مسلوب الروح اور ہلاک ہوچکے ہین ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ پھر انکے پیچھے لیجاتے ہین ہم پچھلون کو اسواسطے کہ ہر وقت مین مرے مرتے چلے جاتے ہین اور جب ہلاکی اس قدر انبوہ کثیر کی مختلف زمانون مین ثابت ہوئی تو ثابت ہوا کہ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ایسا ہی کرینگے ہم گنہگارون کے ساتھہ پہلے مرتبے صور کے پھونکنے کے وقت یعنے سب کی روح ایک ہی وقت مین سلب ہوگی اور اسکے پہلے سب نوع انسان کی روح جو ایک وقت مین سلب نہین ہوتی ہی سو اسکا سبب یہہ ہی کہ ان مین بیگناہ بھی بہت ہوتے ہین اور گنہگار نیک نطفہ کو اپنی پیٹھہ مین رکھتے ہین اور اسکی نسل سے معرفت اور عبادت کی امید ہی اور جس وقت نفخ صور کا ہوگا اسوقت سب گنہگار ہونگے اور سلسلہ توالد اور تناسب کا منقطع ہو جائے گا اسواسطے کہ چالیس برس پہلے سے بنی آدم مین عقم لاحق ہوگا یعنے سب عورت مرد بانجہہ ہو جاوینگے نیک اولاد کی امید بھی نرہیگی اس سبب سے سب قابل ہلاک کے ہونگے چنانچہ حدیثون مین یہہ مضمون موجود ہی کہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يَبْقٰى فِي الْاَرْضِ اَحَدٌ يَّقُوْلُ اللّٰهَ اللّٰهَ یعنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نہ قایم ہوگی قیامت یہانتک کہ نہ باقی رہیگا زمین پر کوئی جو کہیگا اللہ اللہ یعنے

اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہیگا وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بڑی خرابی ہی اس
دن جھٹلانیوالون کو اپنے عقیدونکے فساد پر اور اپنے شبہون کے بطلان سے خبردار ہونے پر جسکو
اگر دنیا مین چاہتے تو ادنیٰ تامل سے دور ہو سکتا تھا سو نہ کیا اور وہان اپنے ہاتھون کو ندامت سے
کاٹین گے لیکن کچھ فایدہ نہ ہوگا اور تیسری سختی کی وجہہ اسدن یہہ ہوگی کہ کافر دنیا مین یہہ اعتقاد
نہین رکھتے ہین کہ حق تعالیٰ مردون کو زندہ کریگا تو گویا حق تعالیٰ کی دوام ربوبیت کے اپنے
نزدیک منکر ہین اور کہتے ہین کہ تم لوگ آخرت کے انتقام کو دنیا کے انتقام پر قیاس کر کے کہتے
ہو اور اس سبب سے آخرت کے انتقام کو ثابت کرتے ہو لیکن یہہ قیاس مع الفارق ہی اسواسطے کہ
دنیا مین انتقام زندون سے ممکن ہی کہ ان کو رنج اور دکھہ پہنچا سکتے ہین بلکہ ہلاک بھی کر سکتے
ہین لیکن مرے ہوؤن سے کسیطرح عوض لینا ممکن نہین ہی مگر دوبارہ کے زندہ کرنیکے بعد اور زندگی
کے واسطے شرط ہی کہ مادہ قابل زندگانی کے ہووے لکڑی اور پتھر کو زندہ کرنا ممکن نہین ہی
اور مردون کا بدن قیامت کے آنے تک سڑ گل کے ریزہ ریزہ ہو کے منتشر ہو جائیگا
اور زندگی کے قبول کرنے سے بہت دوری پیدا کریگا پھر زندگانی کا اعادہ اسمین کس
طرح تصور کیا جاوے سو حق تعالیٰ ان کی اس غلط فہمی اور ان کی کوتہ نظری پر انکو خبردار کرتا ہی
کہ یہہ عقیدہ تمھارا باطل ہی قیامت کے دن اس عقیدہ کا فساد اور اس شبہہ کی سستی تم کو معلوم
ہووے گی اس واسطے کہ اپنی پیدایش کی ابتدا کو خوب جانتے ہو کہ کیسی گندہ بدبو چیز سے
ہوئی ہی اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ کیا نہین پیدا کیا ہمنے تم کو ایک پانی حقیر بے قدر سے اور وہ
نطفہ ہی کہ پیشاب کی راہ سے نکلتا ہی اور بدن اور کپڑا اس کے سبب سے نجس ہو جاتا ہی اور
اسکی بدبو دماغ کو پریشان کرتی ہی اور وہ اسطرح کا بیقدر ہی کہ جتنے مرتبے ہضم کے ہین ان کو
طی کر کے آخر ہضم کا فضلہ ہوا ہی اور طبیعت نے اپنے خالق کے اذن سے اس کو ہر ایک عضو سے
کھینچ کے خصیتین کی راہ سے نیز کے سوراخ سے باہر ڈالا ہی اسواسطے کہ بدن کی غذا کے قابل
اسکو نہ پایا سو اس سے بے پرواہ ہو کے پاخانہ اور پیشاب کی طرح اس کو باہر ڈالدیا اور یہہ

بات ظاہر ہے کہ اگر طبیعت اسمین کچھ بھی زندگی کی قابلیت پاتی تو اس کو اس طرح ذلیل کر کے پھینکنے مین بخل کرتی جس طرح خون اور دوسرے خلطون مین کرتی ہے کہ ان کو ہرگز اس حقارت سے نہین پھینکتی ہے فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ پھر کر دیا ہم نے اس بقدر پانی کو اپنی عنایت سے ایک ٹھہراؤ کی جگہہ محفوظ مین جو مکان ہونے کی قابلیت رکھتی ہے یعنے مان کا رحم جس کو ہندی مین بچہ دان کہتے ہین اور وہ ایک عضو ہے عصبانی اس کا طول بدون گل کے بارہ انگلیون کی برابر ہوتا ہے اسی شخص کی انگلیون سے اور معدے کے متصل مثانہ کے نیچے آنتون کے اوپر مستقیم ہے اور اس مین دو خانہ بنائے ہین توأمین کے تولد کے واسطے اگر اتفاق پڑے اور ہر خانہ اس کا ایک سوراخ رکھتا ہے ناف کی طرف چھاتیون تک کہ بچے کی غذا کے واسطے خون اور حیض اسی راہ سے آتا ہے اور جب بچہ اس مین پیدا ہوتا ہے تو طول اور عرض مین اس بچہ کے جسم کی برابر وہ بھی بڑھتا ہے اور اس عضو کی پیٹھ رباطات سے مضبوط باندہ دی ہے سوانہی رباطات کے سبب سے بچہ جننے کے وقت پیٹ سے نکل آتا ہے اور اس کا منہہ فرج کے سوراخ کے متصل ہے اور مرد کا نیزہ جماع کے وقت اس مین داخل ہوتا ہے سو نطفہ ایسے محفوظ مکان مین کہ پیٹ کے اندر اعصاب کی طنابون سے مضبوط بندھا ہوا ہے جیسے سنگین حویلی ناف شہر کے محلہ مین اور کوچہ غیر نافذہ مین سب آفتون سے بچی ہوئی ہوتی ہے ایسے جگہہ اسکو رکھا ہم نے اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مدت معین تک کہ اکثر وہ مدت نو مہینے کی ہوتی ہے کمی بیشی اس مین بہت کم ہوتی ہے فَقَدَرْنَا پھر اندازہ کیا ہم نے اتنی مدت مین ہر چیز کا یعنے جو شرطین اور لوازمات اس کی زندگی کے کمال مین مطلوب اور ضرور تھے فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ پھر کیا اچھا اندازہ کرنے والے ہین ہم اس واسطے کہ اتنی مدت مین کوئی چیز ضروری رہ نہین جاتی ہے اور کوئی چیز زاید اور بے کار پیدا نہین ہوتی ہے بخلاف دوسرے اندازہ کرنیوالون کے کہ جب کسی مہم کی برآورد کرتے ہین تو اس مین بعضی ضروری چیزین رہ جاتی ہین اور بعضی زاید اسمین مل جاتی ہین اسیواسطے جب اس کام سے فراغت ہوتی ہے تو برآورد اور واقع مین بڑا اتفاوت

ظاہر ہوتا ہے اور پھر جمع اور خرچ کے تغیر اور تبدل کی طرف محتاج ہوتے ہین اسکا
اجمال کی تفصیل یہہ ہے کہ جب بچہ دان عورت کا معتدل منی سے پُر ہو جاتا ہے تب اسکا
منہہ بند ہو جاتا ہے پھر کوئی چیز اسکے اندر جا نہین سکتی تا کہ اس منی کو فاسد نہ کر دیوے
پھر اس منی سے جو بچہ دانکے اندر کی جلد سے ملی ہوئی ہوتی ہے اسکو باریک چمڑے کی صورت
کر دیتے ہین جسکو عربی مین غشا اور ہندی مین جھلی کہتے ہین تا کہ اس مین جان کی رگین در آسکین اور
انکے در آنے کے سبب سے خون کا پہنچانا آسان ہووے اور اس جھلی کو عرب لوگ مشیمہ کہتے
ہین اور ہندی لوگ جھر کہتے ہین اور اس جھلی کے اندر ناف سے مثانہ تک ایک پردہ دوسرا اسی
طرح کا تن دیا جاتا ہے تا کہ فضلات کو دفع کرتا رہے اور پھر اسکے اندر ایک پردہ اور رطوبات کی
محافظت کے واسطے بنایا جاتا ہے اور فی ظلمات ثلٰث جو سورہ زمر مین واقع ہوا ہے اس سے
بھی تینون پردے مراد ہین اور جو اس منی کا خلاصہ ہوتا ہے وہ بچہ دانکے اندر کے خانون مین جو
اس کے منہہ سے ملے ہوئے ہوتے ہین چپک جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جمنا شروع ہوتا ہے
اور اس جمنے کے وقت مین اس مکان کی حرارت کے سبب سے جوش بھی مارتا ہے پھر اس جوش
سے کف نکلتا ہے اور وہ کف اس کے بیچ مین ٹھہر جاتا ہے وہی دل ہوتا ہے اور یہہ کف منی کے
رحم مین جانے کے بعد تیسرے دن ظاہر ہوتا ہے پھر چوتھے روز ایک سیاہ نقطہ اس کے اوپر ظاہر
ہوتا ہے وہ دماغ ہوتا ہے پھر چھٹے روز ایک نقطہ دوسرا پیدا ہوتا ہے داہنی طرف
اس کف کے جمنے بیچ مین قرار پکڑا ہے اور یہہ جگر ہوتا ہے سو اس مدت تک کہ اکثر
ایک ہفتہ ہوتا ہے اس نطفہ منی کو رغوہ اور کف کہتے ہین پھر اس ہفتہ کے گذر جانے کے بعد
رگونکے خط کھنچے جاتے ہین اور اکثر دسوین روز یہہ امر واقع ہوتا ہے اور رنگ منی کا اسوقت
مین سرخی پر آتا ہے غرض کہ پندرھوین دن خوب سرخ ہو جاتا ہے پھر اس وقت اس کو علقہ
کہتے ہین یعنے خون جما ہوا اس واسطے کہ سوائے ان تینون جھلیون کے باقی سب سرخ ہو جاتا ہے
اسیواسطے بعضے ماہر طبیبون نے کہا ہے کہ وے تینون پردے خاص عورت کی منی سے ہوتے ہین

مرد کی منی سے نہین ہوتے اور جب ستائیسوان دن آتا ہے تب وہ خون بستہ جسکا نام علقہ ہے
سخت ہونے لگتا ہے اور دماغ دونون کاندھون سے جدا ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اعضا
کا ڈول پڑنے لگتا ہے یہانتک کہ اکتالیسوین دن مختلف اعضا کی صورتین نمودار ہو جاتی ہین پھر اس
وقت اعضار رئیسہ سے اعضار خادمہ جمتے ہین اور شرائین یعنے رگین جان کی پیدا ہوتی ہین اور ان
پردون مین درآکے رحم کی شرائین مین چپک جاتی ہین اور پھر پینسٹھ دن گذرنے کے بعد خون سے
غذا لینا شروع کرتا ہے اور دموی اعضا جیسے گوشت وغیرہ پیدا ہونا شروع ہوتے ہین اور
اسکے اوردہ ہاکے اوردہ سے ملی کے خون چوسنا شروع کرتے ہین یہان تک کہ تہتر روز تمام
ہونے کے بعد اس کا تمام بدن گوشت اور پوست کی پوشش سے تیار ہو جاتا ہے اس کا منہ ماں کی
پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اور دونون ہتھیلیان اسکے ہاتھ کی اسکے دونو زانون پر اور دونون طرف
دونون پانون اور دونون پانون کے درمیان سر کو جھکاکے بیٹھتا ہے اور جس قدر روز بڑھتا
جاتا ہے اسی قدر بچہ دان بھی کشادہ ہوتا جاتا ہے اور روح طبعی اور حرارت اسکے بڑھانے
مین مشغول ہوتی ہے پھر منی کے وقوع سے نوے دن گذرنے کے بعد حیوانی قوتین اس مین پیدا ہوتی
ہین سو پہلے مہینے مین معادن کا حکم رکھتا تھا کہ کسیطرح حرکت نہ کرسکتا تھا پھر دوسرے مہینے مین مانند
گھانس کے تھا کہ بڑھنے اور غذا کرنے کی حرکتین اس سے بے ارادے ظاہر ہوتی تھین پھر تیسرے
مہینے مین حیوان کا حکم پیدا کیا پھر جب سو دن پورے ہوتے ہین تو اسکی حیوانی قوت دماغ کو پہنچتی
ہے اور حرکت ارادی ضعیف سی اس مین پیدا ہوتی ہے جس طرح کوئی نغیہ یا ضعیف کہ ہلنے ڈلنے
کی قوت نہ رکھتا ہو اور پھر ایک سو دس دن کے بعد اس شخص کے مانند ہوتا ہے جو کچھ جاگتا
اور کچھ سوتا ہوتا ہے یہان تک کہ ایک سو بیس دن کے بعد قوت حیوانی اس مین کامل ہو جاتی ہے
اور جو حدیث شریف مین آیا ہے کہ تین چلہ گذرنے کے بعد بچہ مین روح آتی ہے اور جان پڑتی
ہے سو اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ بعد گذرنے ایک سو تیس روز کے روح
انسانی اس مین آتی ہے اسواسطے کہ حقیقت مین روح وہی ہے اور پہلے اس کے ایک

حیوان تھا دوسرے حیوانون کی طرح کا اور جب اس حد سے تجاوز کرتا ہی تو حرکت اسکی
پیٹ کے اوپر سے معلوم ہوتی ہی یہان تک کہ سات مہینے مین ہمیشہ اُسکے ہلنے ڈولنے کے سبب
سے اسکے اعضا سخت ہو جاتے ہین اور کچھ قوت پکڑتے ہین گویا کہ اتنے دنون اسس سے
ورزش اور محنت لیتے تھے پھر بعد اسکی جھلی کے تینون پردے پھاڑنے پر قادر ہوتا ہی اور
اپنی رگون کو ماکی رگون سے جدا کرنے کی قوت پیدا کرتا ہی پھر چاہتا ہی کہ کسیطرح مین اس
تنگ مکان سے نکلون یہان تک کہ نوسے مہینے حق تعالیٰ کے حکم سے باہر آتا ہی اور نجومی
لوگ یون کہتے ہین کہ جب تک نطفہ پانی کی شکل جما ہوا رہتا ہی تب تک زحل اور مشتری کی
تربیت مین رہتا ہی زحل کی برودت اور مشتری کی رطوبت کی تاثیر سے اور جب سرخی
پکڑتا ہی اور خون کا سا رنگ ہوتا ہی تب مریخ اس پر غالب ہوتا ہی اور یے تینون ستارے
لنبا دورہ کرنے والے ہین پھر انکے بعد جن ستارونکا دور نزدیک ہے ویسے اسکی تربیت کرتے ہین اور وہ
ستارے آفتاب اور زہرہ اور عطارد ہین اور جب اس مین رُوح پھونکی جاتی ہی تب چاند کی تربیت مین
آتا ہی پھر زحل کی تربیت مین آتا ہی اسواسطے کہ وہ نوان گھر ثقل اور حرکت کا ہی اور یہہ حکم
معین جو بیان کیا گیا ہی یہہ اسس صورت مین ہی کہ کوئی دوسری خصوصیات اسکو لاحق نہو وین
جیسے والدین کے مزاج کی حرارت یا منی کی حرارت یا موسم گرمی کا ہووے یا شہر جنوبی ہووے
یا ان سب کی ضد ہووین تو ان سببون سے اسس بچہ کے بچہ دان مین رہنے کی مدتین گھٹتی زیادتی لاحق
ہووینگی اور اسس کا قاعدہ یہہ ہی کہ فعل اور تاثیر مین برودت سے حرارت قوی اور زبردست
ہی اور تاثیر یعنے اثر کے قبول کرنے مین رطوبت یبوست سے اقوی ہی سو اگر مان باپ اسکے جوان
ہونگے اور انکا مزاج بھی محرور ہوگا اور منی بھی شہد یا دوسری کوئی گرم چیز سے پیدا ہوئی
ہوگی اور گرمیونکے دنون مین نطفہ ٹھہرا ہوگا اور شہر بھی گرم ہوگا تو اس مین حرارت اور یبوست
بہت ہوگی اور اسکے عکس مین برودت اور رطوبت کا غلبہ ہوگا سو ان چارون کیفیتون سے
دو کیفیتون کے جمع ہونے سے حمل کی مدت مین تفاوت ہوجائیگا لیکن چھے مہینے سے کم اور دو

اور دوسری کانی ہر چیزین جو تاثیر مین تمام نبات سے بہتر ہین سو جب زمین کی ترتیب سے
ایسی چیزین ظاہر ہوتی ہین پھر اگر مردونکی سڑی ہوئی ہڈیون کو تربیت کرکے زندہ نکالے تو کیا
عجب ہے اور اگر منکر لوگ یون کہین کہ زمین اگرچہ تربیت زندون اور مردون کی کرتی ہے جیسے
حشرات اور کانی چیزین کہ یے البتہ پیدا ہو سکتی ہین لیکن انسان کا تولد اسکی تربیت سے کسیطرح
ممکن نہین ہے اسواسطے کہ انسان کا جسم ایسی چیزونسے مرکب ہے جو آپس مین بڑا اختلاف رکھتی ہین
چنانچہ بعضی چیزین نہایت سخت اور کرخت اُس مین واقع ہین جیسے ہڈیان اور بعضی بہت ہی لطیف
اور باریک ہین جیسے ہوائی روح اور بعضی ان دونون کے درمیان مین ہین منعقد اور جمی ہوئی جیسے دوسرے
اعضا اور بعضی بہنی والی اور جاری ہونیوالی ہین جیسے خلط اور فضلات یعنے پیشاب اور غلیظ وغیرہ
سو زمین بے شعور کی طبیعت سے اس قسم کے افعال مختلف اور تصویرین رنگا رنگ کسطرح یقین کرین ہم
کہ زمین ایسی چیز پیدا کر سکتی ہے تو اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ ہان زمین باوجود اس بے شعور ہونیکے
اس قسم کے عجائبات پیدا کر سکتی ہے جس طرح بچہ دان عورت کا اسواسطے کہ بے شعور ہین دونون
برابر ہین دونون مین افعالون کا رنگ برنگ ہونا ہمارے ارادے اور خواہش سے ہے وَّجَعَلْنَا فِيْهَا
رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ اور کردئے ہمنے زمین مین پہاڑ بہت بلند جن کی سختی اور بلندی انتہا کو پہنچی
اور ان پہاڑونکے نیچے نہرین اور چشمے جاری کئے ہمنے وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا اور پلایا ہم نے
تم کو انہی پہاڑونکے دامن سے پانی بہت میٹھا جو تمھاری پیاس کو بجھاتا ہے تو معلوم ہوا کہ زمین کی
تربیت سے بھی بعضی چیزین بہت سخت جیسے پتھر اور بعضی بہت نرم اور لطیف جیسے پانی پیدا کرنا
ممکن ہے پھر جب یہ ثابت ہوا تو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بڑی خرابی ہے اسدن جھٹلانیوالون کی
جو آدمی کے زندہ ہونے کو زمین سے انکار کرتے ہین اور یہ نہین بوجھتے ہین کہ زمین مین لطیف اور کثیف
دونون قسم کی چیزین موجود ہین اور ہر ایک چیز ان مین سے زمین کی طبیعت کی خاصیت سے دوسری
قسم کا لباس پہنتی ہے پھر کیا تعجب ہے کہ مردونکے بعضے جز نطفہ ہونے کی لیاقت پیدا کرین اور
بعضے لطیف ہوکے روح ہوائی ہو جاوین اور بعضے کثیف اور غلیظ ہوکے اعضا اور ہڈیون اور

دماغ ہی جو سب بدن کے اوپر ہی اور دوسری غضبیہ قوت جسکا منشا دل ہی جو بدن کے
بائین طرف واقع ہی اور تیسری شہویہ قوت جسکا منشا جگر ہی جو بدن کے داہنی طرف واقع
ہی اور صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے نزدیک قوت غضبیہ اور شہویہ دونون دل مین ہین لیکن قوت
غضبیہ داہنی طرف دل کے متعلق ہی اور قوت شہویہ بائین طرف دل کے متعلق ہی اسی سبب
سے جو دہوان کہ قوت غضبیہ کی تاریکی سے اُٹھے گا وہ بدن کے داہنی طرف ٹھہرے گا اور جو
دہوان قوت شہویہ اور حرص کی تاریکی سے اُٹھے گا وہ بدن کے بائین طرف ٹھہرے گا اور ابو مسلم
اصفہانی نے کہا ہی کہ ذی ثلث شعب کے معنے یہ ہین کہ وہ دہوان تین صفتین رکھتا ہو گا
یعنے ایک صفت اسکی لَا ظَلِيلٍ اور دوسری صفت اسکی لَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ اور تیسری صفت
اسکی إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ لیکن اس صورت مین انہا کی تانیث کے واسطے کوئی وجہہ چاہیے
کہ لفظ ظل کی جو اس کا مرجع ہی وہ مذکر ہی لیکن یون کہہ سکتے ہین کہ ظل کو جو ذی ثلث شعب کرکے
موصوف کیا تو ان صفتون کے سبب سے جمع کے معنے اس مین پائے گئے تو معنون کی راہ سے وہ
لفظ مونث ہوئی اس واسطے کہ جو جمع ہی وہ مونث کے حکم مین ہی اور بعضون نے یون کہا ہی
کہ انہا کی ضمیر شعب کیطرف راجع ہی ظل کی طرف نہین ہی فقط اور جو ظل کا حال بیان
فرمایا کہ ہرگز راحت اس سے حاصل نہ ہوگی اور آگ کے شعلون کو دفع نہ کرے گا اور
اس کی تعلیل کے مقام مین ترقی کے طور پر ارشاد فرمایا ہی کہ اس کے تینون شعبے بڑی بڑی
چنگاریان پھینکین گے پھر ایسے سایہ سے نفع کی امید کس طرح رکھا چاہیے غرض کہ ہر طرح نکلنے سے نفرت
سایہ اسدن مومنون کے سایہ کے خلاف ہوگا چنانچہ لَا ظَلِيلٍ نہ منع کرے گا یعنے نہ روکے گا
وہ سایہ آفتاب کی گرمی کو یہہ مشتق ہی ظل ظلیل سے جو عرب کا قول ہی یعنے سایہ بہت انبوہ
کا ہی اور اس مین سوراخ ہین جن کی راہ سے آفتاب کی شعاع پہنچتی ہی اور سایہ کے فایدہ
مین نقصان کرتی ہی وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ اور نہ دفع کرے گا آگ کے شعلون سے کچھ یا بیتر کی
کی طپش کو جو پیاس کے غلبہ سے ہوگی اور سایہ مین انہی دو چیزونکا فایدہ ہی یعنے اوپر کی گرمی کو

اور اب اسدن کے وقایع اور حادثون کی فکر جو بہت ہی سخت اور مشکل ہے ان کے گریبان حال کو پھاڑیگی
اور سختی پر سختی زیادہ کریگی چھٹی اسدن کی سختی کی وجہہ منکرون کے حق مین یہہ ہوگی کہ جب کوئی
شخص یکایک کسی مصیبت مین پھنس جاتا ہے اور یہہ بھی گمان ہوتا ہے کہ اسکے بعد دوسری مصیبت
اس سے بھی سخت اور آنیوالی ہے تو سب کاموسے پہلے اس مصیبت کے دفع کرنے مین اور آنیوالی کے
روکنے مین دل وجان سے متوجہہ ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی گناہ یا کسی چوری مین پکڑا جاتا ہے
تو پہلے چاہتا ہے کہ کسی تقریر سے اس کی انکار کرون اور کوئی بات بناکے اس الزام کو اپنے اوپر
سے دور کرون پھر جب دیکھتا ہے کہ انکار بن نہین پڑتی تو عذر درپیش کرتا ہے کہ مجھسے تقصیر ہوئی تاکہ
اسکے مواخذہ سے درگذر کرین اور اپنی چرب زبانی سے اس بلا سے خلاصی پاوے سو ہر شخص
پہلے اسی طور سے دفع کرنا چاہتا ہے اس واسطے کہ یہہ طور دفع کا آسان ہے اور اس مین
دوسرے کی طرف استعانت کی حاجت نہین پڑتی ہے سو کافر بھی جب قیامت کی آمدنی دیکھین گے
بلکہ اسکی نشانیان بھی بعضی دیکھین گے جیسے سایہ کی تقسیم کہ ایما نداروں کے واسطے یہہ عزت ہوی
اور ان کے واسطے ایسی کالی بلا درپیش ہوئی تو ارادہ کرین گے کہ اپنے گناہون کیواسطے
کوئی عذر درپیش کرین اور بعضے گناہونسے انکار کربیٹھین سوان کو اس تدبیر فریب آمیز سے
بھی مایوس کردیتے ہین کہ هٰذَا یہہ دن جس کا اس کلام فیض انجام مین مذکور ہے اور اسی
واسطے اسدن کو حاضر قرار دیکے ساتھہ صیغہ اشارہ کے جو قریب متوسط کے واسطے ہے متعین
فرمایا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ایسا دن ہے جس مین ہرگز دم نمارین گے اور بات نہ کرسکین گے کہ ہم
سے ایسی کونسی تقصیر صادر ہوئی ہے جسکے سبب سے ہم کو اس دہوئین کے سایہ مین لئے جاتے
ہین اور طرح طرح کے رنج اور عذاب ہم کو دکھلاتے ہین نافع بن الارزق نے جو خارجیونکے
علماسے ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس آیت مین حق تعالی ارشاد
فرماتا ہے کہ کافر اسدن بات نہ کرسکین گے اور دوسری آیتون مین اسکے خلاف ارشاد ہوا ہے
چنانچہ سورۂ انعام مین ارشاد ہوا ہے کہ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ یعنے کہین گے

کافر کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو رب ہے ہمارا کہ نتھے ہم مشرک اور سورۂ زمر مین یون فرمایا ہے کہ
ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ یعنے پھر تم اے کافرو حق تعالیٰ کے روبرو آپس مین
جھگڑو گے تابع اپنے پیشواؤن کو ملامت کرینگے اور پیشوا انکے اپنے تابعدارون سے بیزار
ہونگے اور دوسری آیتون مین بھی کافرونکا بات کرنا اور جھوٹھے عذر در پیش کرنا بہت مذکور ہے
پھر ان آیتون کے مختلف مضمونون مین تطبیق کسطرح ہو سکتی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
عنہما نے فرمایا کہ قیامت کے دن مقامات مختلف اور مجلسین متعدد در پیش ہونگین سو بعضی جگہون
اور بعضی مجلسون مین کافرون کو بات کرنے کی ممانعت نہوگی سو ان جگہون مین کچھ بیہودہ گوئی
کرینگے اور بعضی جگہون اور بعضی مجلسون مین ان کو بات کرنیکا حکم نہ ہوگا سو وہان لب بھی نہ ہلا سکینگے
پس ان مضمون کا اختلاف زمانے اور وقتون کے اختلاف کے سبب سے ہے اور حضرت حسن بصری
رضی اللہ عنہ نے اس خارجی کے جواب مین ایسا کہا ہے کہ جو کافر اور بدکار دلیل مضبوط اور عذر
سننے کے قابل نہ لا وینگے تو ان کا بات کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہوا اور اسیطرح سے
عذر نامسموع کا پیش کرنا نہ کرنا دونون برابر ہے سو کسی جگہہ پر ان کی ظاہر بے فایدہ گفتگو کے
لحاظ سے ان کو بولتا ٹھہرایا ہے اور ان کی واہیات اور پوچ باتین بیان فرمائی ہین اور بعضی جگہہ
پر حقیقت اور اصل معنون پر لحاظ فرما کے ان کو گونگا اور ساکت ٹھہرایا ہے تو اب ان دونون
مضمون مین تناقض اور اختلاف نہ رہا وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ اور نہ پروانگی دی جاوے گی انکو اپنے
گناہون کے عذر کے بیان کرنے کی اسواسطے کہ یہہ تو اول سے معلوم ہے کہ یہ لوگ کوئی عذر قابل
سننے کے اپنے پاس نہین رکھتے ہین کچھہ بیفایدہ بکینگے فَیَعْتَذِرُوْنَ پھر عذر بیان کرین
اسواسطے کہ عذر صحیح مسموع انکے پاس نہین ہے اور عذر واہی نامسموع وہان کوئی نہ سنیگا
یہان پر موافق عربیت کے قاعدے کے ایک اشکال مشہور ہے وہ یہہ ہے کہ فَیَعْتَذِرُوْا
کیون نہ فرمایا یعنے نون کو نصب کے سبب سے ساقط کیون نہ کیا تا کہ نفی کا جواب ہو سکتا
جسطرح وَلَا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا مین واقع ہوا ہے اور اس اشکال کا حل یہہ ہے کہ اگر

نون کو حذف کرکے ارشاد ہوتا تو معلوم ہوتا کہ ان کا عذر نہ کرنا اسی سبب سے تھا کہ ان کو
اجازت نہ ہوئی والا عذر معقول اور مسموع ان کے پاس موجود تھے وے درپیش کرتے
اور حال یہہ ہی کہ حقیقت مین ایسا نہین ہی بلکہ ان کے پاس حقیقت مین کوئی عذر نہین ہوگا تا کہ
اسپر اعتماد کرین اور اسکو درپیش کرین سو کلمہ نے کا فَيَعْتَذِرُونَ مین فقط عطف کے واسطے
ہی بدون سببیت کے پھر جب سبب کا ثبوت نہ ہوا تو نفی کا جواب بھی نہین ہوسکتا ہی اسواسطے
کہ نفی کے جواب کے واسطے سببیت ضروری ہی حاصل کلام کا اسدن کافر اس قسم کی چاپلوسی
اور بات بنانے سے اور حیلہ اور فریب سے بھی عاجز ہونگے وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ بڑی خرابی ہی
اسدن منکرون کی اسواسطے کہ اسدن کی مصیبتین دفع کرنے کے واسطے کوئی حیلہ اور تدبیر بھی نباہ نہ سکینگے
بلکہ بالکل مایوس ہونگے اور ساتوین وجہہ اسدن کی سختی کی منکرون کے حق مین یہہ ہوگی کہ جب سخن سازی
اور حیلہ بازی سے بھی مایوس ہونگے اور کسیطرح اس دن کی مصیبتون اور سختیونسے اپنا بچاؤ
نہ دیکھینگے تب لاچار ہوکے اپنے ہم جنس اور بنی نوع کی طرف جھکینگے اور اس بلا سے
نجات کی تدبیران سے پوچھینگے اور یہہ خیال کرینگے کہ جس طرح دنیا مین سخت مصیبت
اور شدت مین پھنس جاتے اور اسکے خلاصی کی کوئی تدبیر نہ سوجھنے کے وقت جو بڑے دانا
اور زور آور ہوتے تھے ان سے التجا کرکے اس کی خلاصی کی تدبیر پوچھکے اس مصیبت سے بچاؤ
کی کوئی تدبیر کرلیتے تھے اسیطرح یہان بھی شاید اس مشکل کی کشایش اس حیلہ سے ہوسکے سو حقتعالی
ان کو اس تدبیر سے بھی مایوس اور ناامید کردیگا اور فرشتون کی زبان سے یہہ حکم پہنچیگا کہ
هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہہ دن فصل اور جدائی کا ہی برے لوگون اور اچھون سے سو ہر چیز مین ہم
جدائی اور امتیاز کرینگے ان دونون مین اور فصل اور جدائی بغیر نیکون اور بدون کے
ایک مکان اور ایک زمان مین جمع کرنے کے متصور اور ممکن نہین ہی اسواسطے کہ جو معاملہ الٰہی
کسی کے حق مین واقع ہووے اس کو سب خاص و عام دیکھہ لیوین اور یہہ بھی ہی کہ بعضے
نیکون اور بدون کے حقوق آپس مین ایک کے دوسرے پر ثابت اور متحقق ہین اور حقدار کا

حق دوسرے سے دلوانا بدون حاضر ہونے مدعی اور مدعی علیہ کے حکم کی مجلس مین ممکن نہین ہی اور
یہہ بھی ہی کہ بعضے نیکون اور بدون کا علاقہ مضبوط اور زبردست دوسرے شخصون سے ثابت ہی اور وے
لوگ اس علاقہ کے سبب سے بڑی بڑی امیدین اعانت اور شفاعت کی دوسرون سے رکھتے ہین جیسے قرابت
نسبی اور سسرالی اور دوستی اور پیری مریدی اور استادی اور شاگردی اور پیشوائی اور پس روئی اور
سوا اُسکے اور جس طرح یے علاقے اپنے ہم عصرون سے رکھتے ہین اسیطرح اپنے اگلون سے بھی
رکھتے ہین بلکہ نسبی علاقہ اپنی نوع کی اول فرد سے یعنے حضرت آدم علیہ السلام سے متحقق ہی اور اسی
علاقہ کے سبب سے امداد اور اعانت کی امید رکھتے ہین اسیواسطے اول وہلہ مین تمام مخلوقات حضرت
آدم علیہ السلام کی طرف رجوع کرین گے اور کہین گے کہ تم ہمارے سب کے باپ ہو اور ہم سب اس بلا
مین مبتلا ہین ہماری خلاصی اور رہائی کی کوئی تدبیر کرو کہ اس بلا سے ہم کو نجات ملے چنانچہ یہہ
مضمون حدیث صحیح مین ثابت ہی سو بدون جمع کرنے اولین اور آخرین کے ایک مجلس اور ایک مکان
اور ایک وقت مین نیکون اور بدون مین ایسی جدائی اور فصل کہ پھر وہ حکم کسی کی سعی اور سفارش
اور عرض معروض سے تغیر اور تبدل نہ پاوے ممکن اور متصور نہین ہی سو اسواسطے جَمَعْنٰکُمْ
وَالْاَوَّلِیْنَ جمع کیا ہمنے تمکو اور اگلون کو اسواسطے کہ بلا مین پھنسنے اور اسکے دفع سے عاجز
ہونے کے وقت تم اپنے اگلون کو ضرور یاد کرتے کہ اگر ہمارے پیشوا اس وقت مین ہوتے تو وے
کسی تدبیر سے ہماری اس مصیبت اور مشکل کو ٹالتے اور اسوقت مین ہمارے کام آتے چنانچہ
بادشاہ اپنے ملک کے بند و بست سے عاجز ہونے کے وقت سکندر اور تیمور کو یاد کرتے ہین اور
وزیر لوگ ارسطو اور بزرجمہر کو اور پہلوان رستم اور اسفندیار کو اور طبیب لوگ جالینوس اور
بقراط کو اور نجومی ابوریحان اور ابومعشر کو اور اسیطرح ہر فرقہ اپنے اگلون کے جنکے کمال کے معتقد
ہین اپنی عاجزی کے وقت یاد کرتے ہین اور ہر مشکل کو ان کی قدرت اور کفایت پر حوالہ کرتے
ہین یعنے یون کہتے ہین کہ افسوس اس وقت فلانے نہوئے تا کہ اس کام کو بخوبی سر انجام کو
پہنچاتے سو حق تعالی گویا فرماتا ہی کہ ہمنے تمھارے سب اگلون اور پچھلون کو اسوقت تمھارے

سلامنے اکٹھا کیا ہے تاکہ اسدن کی مصیبتون سے خلاصی کی تدبیر کے لئے اگر ان کی طرف رجوع کرنا
ہو تو کرو اور سب مل کے مشورہ کرکے کوئی بات نکالو فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ پھر اگر ہووے
واسطے تمھارے یعنے تمھارے پاس کوئی مکر اور حیلہ جسکے سبب سے آج کی سختی تم سے دور ہوجاوے
فَكِيْدُوْنِ پھر وہ حیلہ یا مکر ہمارے ساتھ کرو اور دیکھو کہ وہ پیش جاتا ہے یا نہین سو جب
کافر آپس مین دوڑ دہوپ کے اس قسم کے حیلہ اور تدبیر سے بھی عاجز ہوجاوینگے تو وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بڑی خرابی ہے اسدن منکرون کی کہ اسدن کی مصیبتین دفع کرنے کے واسطے
ہر حیلہ اور تدبیر سے عاجز اور مایوس ہونگے اور آٹھوین وجہہ اسدن کی سختی کی منکرونکے
حق مین یہہ ہوگی کہ جتنے انکے مخالف اور دشمن تھے ان سب کو انکے سامنے طرح طرح کی عنایات
اور مہربانی سے نوازینگے اور ان کو یعنے کافرون کو کہینگے کہ دیکھو اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک
جو لوگ ڈرتے تھے حق تعالی سے اور قیامت کے دن سے اور اس خوف کے سبب سے جتنے گناہ
اور بری چیزین ہین سب سے پرہیز کرتے تھے اور بندگی اور عبادت مین ہمیشہ لگے رہتے تھے
سو وے آج کے دن فِيْ ظِلٰلٍ عمدہ سایون مین ہین پہلے تو یعنے حشر کے میدان رب العالمین
کے عرش کے سایہ کے نیچے ہونگے پھر پلصراط سے گذرنے کے وقت اپنے اپنے صدقون اور خیراتون
کے سایہ کے نیچے ہونگے یہانتک کہ اگر کسی نے آدہا خرما خدا کی راہ مین دیا ہوگا تو اس دن
وہی آدہا خرما اسکے کام آوے گا اور دوزخ کے آگ کی لپٹ سے اس کے واسطے ڈھال ہوجاویگا
اور اسکو بچاویگا پھر جب بہشت مین داخل ہونگے تو طوبی اور دوسرے بہشت کے درختون کے
سایہ کے نیچے ہونگے پھر جب اپنے اپنے ٹھکانون اور مکانون مین داخل ہونگے تو وہان اپنے محلون
کے اور غرفون کے اور تختون کے سایہ مین ہونگے وَّعُيُوْنٍ اور جاری چشمون مین ایسے چشمے
کہ کسی سے کافور کی خوشبو آتی ہے اور کسی مین سونٹھہ کا مزا ہوگا اور کسی کا نام تسنیم ہوگا
سو ان چشمون کے سبب سے ان کو ہرگز پیاس نہ ہوگی بخلاف تمھارے کہ آگ کے دہوین کا سایہ
تمھاری تشنگی اور سوزش کو اور بھی زیادہ کررہا ہے وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ اور

میوونمین اس قسم کے چینرلنکے دل رغبت رکھتے ہین کھٹے اور میٹھے سرد اور گرم سرد سیری اور
گرم سیری بہار کے اور خزان کے کدر اور پکّے سب وہان موجود ہونگے تاکہ ان میوون کے سبب سے
پھونک کی گرمی ان نکے باطن مین بھی اثر نہ کرے لیس ان کی ہوا اور انکا پانی اور ان کے میوے ہر ایک
ان کی گرمی کے دفع کرنے کے واسطے ایک دوسرے کے مدد اور معاون ہین بخلاف تمھارے کہ میوونکی
عوض مین دوزخ کے آگ کے انگارے ہین اور اندر اور باہر سے گرمی اور جلن کی زیادتی ہی اور
یہ سب تفرقہ اور جدائی اس واسطے ہی کہ تم لوگون نے اس دن کے ڈنک اور انگار کی گرمی کو اپنے
دل مین جگہہ دی اور ان لوگون نے یعنے مومنین نے یقین کی ٹھنڈک سے اپنے دل کو چین مین رکھا
سو اب یہان ہر شخص کو وہی پیش آیا جو اسنے اختیار کیا تھا اور متقیون کے حق مین علاوہ ان
سب باتون کے یہہ زیادتی ہوگی کہ مہمانون کی طرح تکریم اور تعظیم انکی ہوگی اور بار بار کھانے اور پینے
کے واسطے تاکید اور تحریص کرینگے اور کہینگے كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا کھاؤ اور پیو گوارا
ہو جیو اور پچ جائیو تمکو بخلاف دنیا کے کھانے اور پینے کے کہ وہان ثقل اور بدہضمی اور ہیضہ کا
خوف پیچھے لگا ہوا تھا اور یہہ کھانا اور پینا تمھارے واسطے بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ عوض مین اسکے
ہی جو تم عمل کرتے تھے چنانچہ گرمیون مین روزے رکھتے تھے اور خدا کے واسطے روزے کے
دنون مین بھوکے پیاسے رہتے تھے اور اچھے اچھے کھانے اللہ تعالیٰ کی راہ مین فقیرون محتاجون
کو کھلاتے تھے اور ٹھنڈا میٹھا پانی مسکین روزہ دارون کو پلاتے تھے اور وے عمل تمھارے
دنیا مین اگرچہ چند روزہ تھے ان کی عوض مین اسقدر جزا تمھارے خیال مین نہین آتی تھی لیکن ہماری
عادت ایسی ہی کہ جس کو جزا کی منفعت پہنچایا چاہتے ہین ہم تو اسکو اسی طرح وہ چیز جس مین
نقصان کا نام بھی نہ ہووے اور کمال کے ایسے اعلیٰ مرتبے کو پہنچے کہ اس سے زیادہ متصوّر نہ
ہووے عنایت کرتے ہین ہم إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ بے شک ہم اسیطرح بدلا دیتے
ہین نیکوکارون کو کہ ایک کے عوض مین دس بلکہ سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ عنایت
کرتے ہین ہم اور فانی چیز کے عوض مین جو باقی اور دایم ہی اور ناقص کے عوض مین کامل عنایت

فرماتے ہین ہم ان باتون کے سننے کے سبب سے متقیون کو خوشی پر خوشی زیادہ ہوگی اور اکرام عقلی ساتھ اکرام حسی کے جمع ہوگا اور ان کو یقین ہوگا کہ ہمارے سب کام مقبول ہوئے اور اس کا یہہ ثمرہ ظاہر ہوا اور جو اس حال کے منکر لوگ دور سے اس حال کے دیکھنے سے یا اس کلام ارشاد نظام کے سننے سے معلوم کرین گے تو وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ بڑی خرابی ہے اس دن منکرون کی اس سبب سے کہ انکو معلوم ہوگا کہ متقی لوگ روز جزا کے معتقد ہونے کے سبب سے اس نوازش سے سرفراز ہوئے اور ہم لوگ اس روز کے انکار سے اس رنج اور مصیبت مین گرفتار ہوئے اور نوین توجہہ اس دن کے عذاب کی منکرون کو یہہ ہوگی کہ دنیا مین قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے طرح طرح کے کھانے اور پینے کی لذتون کے مزے اڑاتے تھے اور اس امر مین بہت اسراف اور زیادتی کرتے تھے اور جب متقی پرہیزگارون کو دیکھتے تھے کہ قیامت کے خوف سے دنیا کی اچھی مزیدار چیزون سے کنارہ کش ہین اور اس کی لذت سے فائدہ نہین اٹھاتے ہین تب اپنے دل مین کہتے تھے کہ اسی عقیدے نے ان لوگون کو دنیا کی لذتون سے محروم رکھا ہے سو یے بڑے نادان ہین ہم لوگ بہت خوب سوچے ہین کہ اس عقیدے کے معتقد ہی نہین ہین بلکہ اس سے ہم بیزار ہین اسی سبب سے دنیا کی نعمتون کی لذتین اڑاتے ہین اور خاطر خواہ چین کرتے ہین سو قیامت کے دن ان سے کہا جاویگا كُلُوا وَتَمَتَّعُوا کھاؤ اور فایدہ لو دنیا کے حرام اور حلال سے بے باک اور بے دہشت ہوکے اور صیغہ امر کا اسجگہہ پر ماضی کے معنو مین ہے اور یہہ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب فعل ماضی کو ایسے مقام مین ذکر کرتے ہین جہان اسبات کا بیان کرنا منظور ہوتا ہے کہ یہہ کام امر اور نہی کی لیاقت رکھتا ہے تو اسکو امر اور نہی کے صیغے سے بیان کرتے ہین چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ إِخْوَتِي لَا يَبْعَدُوا أَبَدًا وَبَلَى وَاللهِ قَدْ بَعُدُوا یعنے بھائی میرے نہ دور ہووین یعنے نہ دور ہوئے کبھی اور ہان قسم اللہ کی تحقیق دور ہین حاصل کلام یہہ ہے کہ دنیا مین تمنے کھایا اور پیا اور فایدہ لیا قَلِيلًا تھوڑے دنون یعنے اپنی عمر بھر سو وہ تمھارا کھانا اور پینا اور بہرہ مند ہونا ایماندار متقیون کی نسبت سے کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا ہے انواسطے کہ ان کے بہرہ ور ہونے زمانیکی

امید کیطرف انتہا نہین ہے اور منتہی ہونیوالی چیز کو غیر منتہی کے ساتھ کیا نسبت ہے سو تمنے قدر قلیل فایدہ کو جو خالص اور کامل بھی نہ تھا عوض مین ایسے عمدہ منافع کے اختیار کیا جو کامل اور دایم اور غیر منتہی ہے اور ایسی عمدہ چیز کو ہاتھ سے دیکر ایسی ناقص کو خرید کیا اسیواسطے کہا جاتا ہی کہ اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ بے شک تم لوگ گنہگار ہو چنانچہ اس کھانے اور پینے اور فایدہ لینے کو بھی تمنے گناہ مین صرف کیا سو یہہ اور بھی عذاب الہی زیادتی کا سبب پڑا اور جب کافرون کو اسبات کی خبر ہوگی کہ قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے دنیا کا کھانا پینا اور عیش و عشرت کرنا سب ہمارے حق مین زہر قاتل ہوگیا اور جو کچھ ہمنے کھایا اور پیا تھا وہ سب فاسد غلط ہو کے آگ کی صورت ہوگیا تو وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ بڑی خرابی ہے اسدن منکرون کی جب اپنے معاملہ کے نقصان اور زیان پر مطلع ہونگے اور بوجھینگے کہ ہمنے اپنے پانوُن مین آپ ہی کلہاڑی ماری اور کالے ناگ کو پھولونکا ہار سمجھ کے اپنے گردن مین ڈالا جسکے سبب سے اس مصیبت مین گرفتار ہوئے اور اس ادنی منفعت کو جو حقیقت مین مضرت تھی اختیار کرکے ان منافع حقیقیہ دایمہ کو اپنے ہاتھ سے کھودیا سو یے سب چیزین ان کو اچھی بات نہ سننے کے سبب سے حاصل ہونگی اسی سبب سے دسوین وجہہ کافرونپر اس دن کی سختی کی یہہ ہوگی کہ اچھی بات نہ سننے پر اپنا ہاتھ آپ کاٹینگے اور افسوس کرینگے اسواسطے کہ ان کافرون کی عادت دنیا مین یہی ہے کہ پیغمبرونکے فرمودہ کو ہرگز نہین سنتے ہین اور مرشدون اور واعظون کا کہنا ہرگز نہین مانتے ہین بلکہ ضد سے ان کے کہنے کا الٹا کرتے ہین یہانتک کہ اگر کوئی سہل کام کا بھی حکم انکو کرتے ہین تو بھی یہہ قبول نہین کرتے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ ارْکَعُوْا اور جب کہا جاتا ہے ان کافرون کو کہ رکوع کرو اپنی عبادت مین تاکہ مسلمانون کے گروہ مین داخل ہو اسواسطے کہ رکوع خاصہ ہے مسلمانون کی عبادت کا اور سوائے مسلمانون کے دوسرون کی عبادت مین قیام ہے اور سجدہ رکوع نہین ہے اور حقیقت مین رکوع دل کے انقیاد کا نام ہے امانت الہی کے بوجھ کے اٹھانے کے واسطے اسیواسطے اس شکل کو یعنے رکوع کو اس شریعت مین عبادت گردانا ہے تاکہ رکوع کرنا اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمنے امانت الہی کے بوجھ کو

اپنی پیٹھ پر لاد لیا ہے باوجود اسباب کے کہ اسنے ہمکو مستقیم القامت پیدا کیا ہے لیکن جو اس بوجھ اٹھانے کا ہم کو حکم کیا تو ہم نے اپنے قد کے سیدہا ہونے پر غرور نہ کیا بلکہ گھوڑے خچر اونٹ بیل کی طرح اپنی پیٹھ کو اس کے سامنے ٹیڑھا کر دیا ہے تاکہ وہ جو چاہے ہمارا اوپر لاد دیوے اسواسطے قرآن شریف مین دوسری جگہہ پر فرمایا ہے کہ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ پس رکوع کرنا نماز مین مسلمانی کی علامت ہے اور کافر اگر اس چیز کو دنیا مین کرتے رہتے تو قیامت کو جو جدائی اور امتیاز کا دن ہے اس علامت کے سبب سے اہل اسلام کے گروہ مین شمار تو کئے جاتے لیکن یے لوگ لَا یَرْکَعُوْنَ ہرگز رکوع نہین کرتے ہین بلکہ اپنے تئین مسلمانون کی مشابہت سے دور رکھتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب رئیس لوگ بنی ثقیف کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حضوری مین آکر حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا آپ نے انکو نماز پڑھنے کا تعید فرمایا اور نماز پڑھنے کا طور ان کو تعلیم کیا تب ان لوگون نے کہا کہ ہم سب ارکان نماز کے بجالاوینگے لیکن رکوع نہ کرینگے اسواسطے کہ یہہ فعل نہایت ننگ اور عار کا سبب ہے یعنے بنی آدم باوجود قد کی راستی کے جانورون کی طرح اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کرکے اوندھا ہووے تب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ لَا خَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَیْسَ فِیْہِ رُکُوْعٌ یعنے کچھ بھی بہتری نہین ہے اس دین مین جس مین رکوع نہووے اسواسطے کہ دین کی تحقیق انسانیت کے معنون مین ہے اور انسانیت اسی بات کو چاہتی ہے کہ اپنے خاوندکے حکمون کو یعنے امر اور نہی کو ہنسی اور خوشی رضا اور رغبت سے قبول کرلےوے اور اس بوجھے کے اٹھانے کے واسطے اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کرویوے اسواسطے کہ عرف عام مین تعظیم اور سلام کے مقام پر اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کردیتے ہین گویا اشارہ کرتے ہین اس بات کی طرف کہ تمہارے احسان کا بوجھ اپنی پیٹھ پر رکھا ہم نے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہہ واقع قیامت کے دن ہووےگا اسواسطے کہ تجلی الٰہی سے کشف ساق کا ہوگا اور سب لوگون کو حکم ہوگا کہ سجدہ کرو پس ایماندار اسیوقت سجدہ مین گر پڑینگے اور منکرون کی گردن اور پیٹھ ایک لوہے کا تختہ ہوجائےگی کہ اس سبب سے ہرگز

پیٹھہ ٹیڑھی نہ کرسکینگے چنانچہ سورۂ نون مین گذر چکا ہی لیکن اس تفسیر مین دو خدشہ بڑی قوی اور زبردست وارد ہوتے ہین پہلا خدشہ یہہ ہی کہ اس سورت مین رکوع کا ذکر ہی اور سورۂ نون مین سجود کا ذکر آیا ہی سو رکوع اور چیز ہی اور سجود اور چیز ہی اسکا حل اسپر کسطرح ہو سکتا ہی اور دوسرا خدشہ یہہ ہی کہ لَا یَرْکَعُوْنَ سے یوجہا جاتا ہی کہ کافر اپنے اختیار سے رکوع نہین کرتے ہین اور سورۂ نون مین لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ مذکور ہی اس سے یہہ بوجہا جاتا ہی کہ کافر کرنے مین بے اختیار اور مجبور رہین حاصل کلام کا قیامت کے دن رکوع اور سجدہ کرنیوالون کی جب بزرگی اور نوازش دیکھینگے تب یاد کرینگے کہ ہم کو بھی دنیا مین اس آسان کام کا حکم ہوتا تھا جسکے سبب سے یے نوازشین اور سرفرازیان ہوئی ہین لیکن ہمنے نصیحت کرنے والون کا کہنا نمانا اور ان کی بات کو نہ سنا اور ایسے چین اور آرام کو اپنے ہاتھہ سے مفت کھودیا وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ بڑی خرابی ہی اسدن منکرون کو جو اپنی الٹی بوجھہ پر اسدن افسوس کرینگے اور ہاتھہ ملینگے کہ ہمنے کیسی آسان چیز کے نہ کرنے سے ایسی عمدہ چیز اپنے ہاتھہ سے کھودی اور نخرید کی اور جب کافر اسطرح کے گدہے اور احمق ہین کہ ایسے آسان حکم کو یعنے رکوع کو بجا نہین لاتے ہین اور اپنی پیٹھہ ٹیڑھی نہین کرتے ہین فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ پہر اب کونسی بات پر بعد اسکے ایمان لاوینگے اور کون کون تکلیف الٰہی کو اپنے اوپر قبول کرینگے اسواسطے کہ یہہ ذرا سی بات انسے ہو نہین سکتی ہی بس یہہ شریر جانور کی طرح کے ہین جو اپنی پیٹھہ کو ٹیڑہا نہین کرتا ہی پہر دوسرے بوجھہ لادنے کی امید اُسے محال ہی اور بعضے مفسرون نے کہا کہ بعدہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہی اگرچہ اس کا مذکور اوپر نہین ہوا ہی لیکن قرآن شریف کی تلاوت کیوقت ہر شخص کا ذہن اسی قرآن ہی کی طرف دوڑتا ہی یعنے جب قرآن شریف کے آنے کے بعد بھی یے کافر ایمان نہ لائے باوجود اس بات کے کہ قرآن کا بیان واضح ہی اور کتب الہیہ کا خاتم ہی کہ اسکے بعد آسمان سے کوئی کتاب نازل ہونیکی امید باقی نہین ہی اسپر بھی نمانا اور قایل نہوئے پہر اب اس قرآن کے بعد کونسی بات کے منتظر ہین جسپر ایمان لاوینگے اسواسطے کہ اب کوئی دوسری کتاب آسمان سے نازل ہونیوالی نہین ہی اور دنیا مین دوسری کتابین جو آدمی لکھتے ہین اس کلام مین یہہ تاثیر پائی نہین جاتی ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص اس آخر کی آیۃ کو پڑھے نماز مین یا نماز کے باہر اسکو لازم ہی کہ اسکے بعد کہے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ یعنے ایمان

ایمان لایا مین اللہ تعالی کا جو ایک ہے اور واحد لا شریک ہے   تمت بالخیر

الحمد للہ کہ یہہ نسخہ متبرکہ یعنے تفسیر فتح العزیز جو تصنیف کی ہوئی قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین افضل العلما و اکمل الفضلا سند المحدثین سلطان المفسرین حضرت مولنا حافظ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کی فارسی زبانمین تھی اسمین سے سپارہ تبارک کا ترجمہ حسب الارشاد محسن دوران منبع جود و الامتنان قدردان غربا و شرفا جناب نا خدا محمد علی صاحب بن محمد حسین روگھے ادام اللہ احسانہم کے ہندوستانی زبانمین ہوکر طبع ہوا تھا مگر اندنون بباعثِ عدمِ طبع کمیاب تھا کثرت شایقین سے بہت نایاب تھا سو بندہ درگاہ صمد قاضی ابراہیم بن قاضی نور محمد صاحب پلبندری نے بشراکت نور الدین بن جیوا خان و بکمال تصحیح جناب سیادت مآب مولوی سید غلام علی ولد سید غلام حسین ساکن بمبئی بمقابلہ علام حکیم محی الدین و طالب علی ولد نور علی صاحب کے معمورہ بمبئی کے مطبع حیدری مین حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا

اللہ تعالی بانی اس امر خیر کو اور مترجم کو اور کاتب کو اور قاری کو اپنے فضل و کرم سے توفیق خیر کی عنایت فرماوے آمین یا رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

قطعہ تاریخ از نتایج فکر قاضی غلام علی صاحب مہری

کیون گل نہون خجلت سے نم آلودۂ تشویر
یا طرۂ دستار ہی گلدستۂ تقریر
جون زلف پر چہرہ عبارات مسلسل
ہی غیرت دریائی وجوئے نم شیر
اندر و ادب سودہ ہوئے رشتۂ اوراق
سرباختہ یہان برق ہے جون شمع بگلگیر
کیا مشت غبار اس کی کرو صف تحریر
یک ناز خرامی سے کیا ہند کو تسخیر
مقبول دعا ہو یہہ ملایک کرین آمین
یک باغ تبارک و گلستان ہے یہہ تفسیر
مصحف ہی گویا خالِ رخِ ناز پہ اسکے
ہی بہر خرد تاب زدہ حلقۂ زنجیر
الفاظ مین موج زنِ معنیِ رنگین
نکلے ہی اگر دستِ صبا دامن گل چیر
ہو زیر فلک مرقدِ پُر نورِ مصنف
ہی خاکِ لحد جسکی سدا غیرتِ اکسیر
تھا رشکِ بہارِ چمنِ خلد یہہ گلگشت
دلشاد رہے نا خدا صاحبِ توقیر
حاصل بکفِ دست یہان سیرِ چمن ہی
کیون بوسۂ خلق نہو صفحۂ تحریر
تشبیہِ مضمون روان بخش و طرب خیز
جو ساغر مینا مین پر از بادۂ شبگیر
طرفہ ہی تجلی کدہ تفسیر عزیزی
ہر لحظہ مطاف ملکِ خطۂ تنویر
اس شاہد زیبا نے پہن کسوت اردو
فیاض زمان نے کیا از نو سے تعمیر
شہبازِ تفکر ہے علی از پئے تاریخ